ان لھم قدم صدق عند ربھم کی جو تفسیر اوپر بیان کی گئی اس حدیث سے اسکی پوری تائید ہوتی ہے۔

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ

اللہ ہے جنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین پھر قائم ہوا عرش پر

یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ مَا مِنۡ شَفِیۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ

تدبیر کرتا کام کی کوئی سفارش نہ کرسکے مگر جو پہلے اسکا حکم ہو وہ اللہ ہے رب تمہارا سو اسکو پوجو کیا تم دھیان نہین کرتے

اللہ پاک نے چھ دن کی مدت مین زمین و آسمان بنایا اگر وہ چاہتا تو ایک لمحہ مین بنا دیتا لیکن چھ دن کی مدت میں آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہی کہ انسان اس عادت آلہی کو سیکھ کر ہر کام کو سہولت سے کرے کسی کام مین عادت سے بڑھکر جلدی نکرے کہ اس طرح کی جلدی شیطان کی عادت مین داخل ہے چنانچہ مسند ابی یعلی مین انس رضی بن مالک کی صحیح روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک کام مین مہلت عادت آلہی ہی اور حد سے زیادہ جلدی عادت شیطانی ہی کفار بھی اس بات کو قائل تھے کہ خدا نے زمین و آسمان کو بنایا ہی مگر بتون کی تعظیم کرتے اور رسول کو نہین مانتے تھے اسلئے فرمایا کہ جسکو اتنی بڑی قدرت حاصل ہی جسکے سمجھنے سے انسان کی عقل عاجز ہے اگر اسنے رسول تمہاری طرف تمہین مین سے بیجا تو پہر تمہین کیون تعجب ہی اور جب انسان اور انسان کی سب ضرورت کی چیزون کو اللہ نے پیدا کیا ہی تو پہر بتون کو قابل تعظیم ٹھہرانے کا کیا حق ہی عرش خدا کی ساری مخلوق سے بڑا ہی بعضونکا قول ہی کہ عرش یاقوت سرخ کا ہی اللہ پاک وہین سے کل کامونکی تدبیر کرتا ہے پہر اس آیۃ مین کفار کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ تم جو بتونکو پوجتے ہو اور یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ یہی بت تمہاری شفاعت کرینگے تو یہ یاد رکھو کہ تمہارا رب اگر ہے تو وہی خدا ہی جسکا کوئی شریک نہین اور اوسی کی عبادت کرنی زیبا ہے ان بتونکی کیا طاقت ہے جو شفاعت کرینگے سوا اولیا غوث قطب یہانتک کہ انبیا علیہم السلام بھی بغیر مرضی اللہ کے کسی کی شفاعت نہیں کرسکیں گے۔ مسند امام احمد اور ترمذی مین ابی رزین عقیلی رضی کی روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالی نے پانی کو پیدا کیا پہر عرش معلی کو اور پہر سب مخلوقات کو پیدا کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی مسند امام احمد اور صحیح مسلم مین ابو زید انصاری رضی کی روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صبح کی نماز کے بعد سے منبر پر چڑھ کر پیدائش دنیا کا حال ظہر کی نماز تک بیان فرمایا اور ظہر کی نماز سے عصر اور عصر سے شام تک ایک سادن مین تمام دنیا کا حال بیان کر دینا یا اللہ کے رسول کا ایک معجزہ تہا اسلئے خاص کسی صحابی کی روایۃ میں تو یہ پورا حال سلسلہ وار نہین ہے لیکن متفرق طور پر اکثر صحابہ کی روایتین اس باب میں ہیں جنکا ذکر حسب موقع ہر ایک آیۃ کی تفسیر میں کیا گیا ہی۔ استوا علی العرش اللہ تعالی کی ایک صفت ہی جسپر ایمان لانا اور اسکی تفصیلی کیفیت کو علم آلہی پر منحصر رکھنا سلف کا طریقہ ہی چنانچہ سورۂ آل عمران مین گذر چکا ہی کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ تک اس طرح کی متشابہ آیتون کی کیفیت کو علم آلہی پر منحصر تہا اور یہ بھی گذر چکا ہی کہ صفات آلہی اور قیامت کے حال کی آیتین اور حروف مقطعات یہ سب متشابہا

یدبر الامر۔ اس کا مطلب ہی کہ اللہ تعالی نے سب چیزونکو پیدا کر کے پہر اونکا انتظام اپنے ہاتہہ مین رکہا ہے مثلاً یون تو سورج مشرق سے نکلتا ہی لیکن اُسکا مغرب سے نکلنا انتظام الٰہی مین دنیا کے ختم ہونے کی ایک نشانی قرار پائی ہی چنانچہ صحیح بخاری ومسلم کی ابو ذر رض کی روایت مین اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
اسی کی طرف پہر جانا تم سبکو وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی بناتا ہے پہلے پہر اُسکو دوہراویگا تا بدلا دے اُنکو جو یقین لاتے تھے اور کیے
الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ
تھے کام نیک انصاف سے اور جو منکر ہوئے اونکو پینا ہے کہولتا پانی اور دکہہ کی مار اوسپر کہ منکر ہوتے تھے

منکرین حشر کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ بہی یاد رکہو ایک نہ ایک روز سب کے سب خدا ہی کی طرف اکٹھے ہو کر آوگے پہر جیسے جس کے عمل ہونگے ویسا اُنکو اُسکا بدلہ ملیگا ایمان والون اور نیک عمل والونکو اُنکے عمل جیسا اور کافرونکو اُنکے عمل جیسا ایمان والونکو جنت کی نعمتین نصیب ہون گی اور منکر شریعت لوگونکو کہولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائیگا۔ اور طرح طرح کے عذاب ہونگے بعضے کافر یہ اعتراض کرتے تھے کہ جب سب کے سب مر کر خاک ہو جائین گے ہڈیان تک گل کر خاک ہو جائین گی تو پہر کیونکر ویسے کا ویسا کوئی اُٹھہ کہڑا ہوگا اسکے جواب مین فرمایا انہ یبدؤ الخلق ثم یعیدہ جس کا مطلب ہی کہ جس نے پہلے پیدا کیا ہی وہی پہر دوبارہ بنا دیگا۔ جب کسی چیز کی کوئی بنیاد بہی نہتی تو اُسنے بنا دیا پہر دوبارہ بنا دینا اُسکے نزدیک کیا بڑی بات ہی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیۃ مین دنیا کی پیدائش کا ذکر فرما کر اس آیۃ مین حشر کا ذکر فرمایا تاکہ عقلی تجربہ کے موافق ان منکرین حشر کی سمجھہ مین یہ بات اچھی طرح سے آجاوے کہ جو کام ایک دفعہ کیا جا چکے تو پہر دوبارہ اُسکا کیا جانا کچھہ مشکل نہیں رہتا اسی طرح پیدا ہونے سے پہلے جیسے یہ لوگ نیست ونابود تھے مرنے کے بعد ویسے ہی ہو جاوین گے اور جس نے پہلی دفعہ انکو نیست سے ہست کیا ہی وہی انکو دوبارہ نیست سے ہست کر دیگا۔ پہر یہ بہی سمجہایا کہ یہ دوبارہ پیدا کرنا اس انصاف کی بنا پر ہے کہ اس دوسرے جہان مین نیک وبد کی جزا وسزا ہو جاوے کیونکہ نیک وبد کو ایک حالت پر رکہنا بڑی ناانصافی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین اللہ تعالی نے فرمایا جس طرح مین نے انسان کو پہلی دفعہ پیدا کیا اسیطرح پہر اُسکے دوبارہ پیدا کرنے کا ذکر مینے اپنے کلام پاک مین کیا لیکن انسان نے حشر کا انکار کر کے میرے کلام پاک کو جہٹلایا صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے نعمان بن بشیر رض کی حدیث بہی ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دوزخی پر سب سے کم عذاب ہوگا وہ یہ ہی کہ اُسکے پاؤن مین آگ کی جوتیان پہنا دی جاوینگی جس سے اُس کا بہیجا پگل کر نکل پڑے گا صحیح مسلم مین مغیرہ بن شعبہ رض کی روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبی مین ادنی درجہ کے اہل جنت کو اسقدر ساز وسامان دیا جاویگا جو دنیا کی پانچ بادشاہتون کے برابر ہوگا ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ان منکرین حشر کے ذمہ اللہ تعالی اور اُسکے کلام کے جہٹلانے کا الزام ہی اور اس طرح کے ادنی درجہ کے ملزمون کو بہی قیامت کے دن جو عذاب

بھگتنا پڑیگا وہ انسان کی برداشت سے باہر ہے پھر اعلی درجہ کے ملزمون کے عذاب کا کیا ٹھکانا ہے اسی طرح جن لوگون نے قرآن کی نصیحت پر عمل کرکے حشر کا کچھہ سامان کرلیا ہی انہیں کم درجہ کے جنتیون کو وہ ساز و سامان دیا جاویگا جو دنیا کی پانچ بادشاہتون کے برابر ہوگا جس سے معلوم ہوسکتا ہی کہ اعلی درجہ کے جنتیون کا ساز و سامان آدمی کی سمجھ سے باہر ہے

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ

وہی ہے جن نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اوجالا اور ٹھرائین اسکو منزلین تو پہچانو گنتی برسون کی اور حساب

مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ

یون نہین بنایا اللہ نے یہ سب مگر تدبیر سے کھولتا ہے پتے ایک لوگو نپر جنکو سمجھ ہے البتہ بدلنے میں رات اور

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝

دن کے اور جو بنایا اللہ نے آسمان اور زمین مین پتے ہین ایک لوگو نکو جو ڈر رکھتے ہین

اللہ پاک نے زمین و آسمان اور جو جو چیزین دنیا میں ہیں ان سبکو اپنے بندون کے فائدے کیلئے پیدا کیا ہی اسلئے فرمایا کہ آفتاب کو الگ چمک بخشی ہی جسکے سبب سے دن ہوا کرتا ہی اور چاند کو الگ روشنی دی ہی اور وہ راتون کو نکلا کرتا ہی چاند کیلئے منزلین مقرر کین جس مین وہ برابر آتا جاتا رہتا ہی کبھی گھٹ جاتا ہی کبھی بڑھ جاتا ہی اور پورا ہوکر پھر گھٹنے لگتا ہی یہانتک کہ بالکل نہیں دکھائی دیتا پھر ایک یا دو روز مین ہلال بنکر نکلتا ہی اسی کے سبب سے لوگ مہینون اور سال کا حساب کرتے ہیں تو جو لوگ عقل و شعور رکھتے ہیں ان سب باتو نپر غور کرکے خدا پر ایمان لاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ وحدہ لاشریک ہے جس نے ایسی ایسی نشانیان بنائی ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں چاند اور سورج کے منہ آسمان کی طرف ہیں اور پشت زمین کی طرف ہی شرع مین اسی چاند کے دورہ کے حساب سے مہینہ شروع ہوتا ہی اور ختم ہوتا ہے سورج کے حساب سے نہیں پھر فرمایا کہ دن اور رات کا آلٹ پھیر بھی خدا سے ڈرنے والون کیواسطے ایک نشانی کہ جب دن ہوتا ہی تو رات نہین ہوتی اور جب رات ہی تو دن نہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات سے دن بڑا ہوتا ہی اور کبھی دن سے رات بڑی ہوتی ہے کبھی دونون برابر ہوجاتے ہیں تو سمجھہ دار کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہی کہ بیشک کوئی اس کا بنانیوالا ہی۔ سورہ بقر مین گذر چکا ہی کہ چاند کی اٹھائیس منزلین اور بارہ برج ہیں ان منزلون مین سے جب ایک منزل کو چاند طے کرتا ہی تو ایک رات ہوتی ہی اور پوری منزلین اور برج جب طے ہوجاتے ہین تو ایک مہینہ ہوتا ہی چاند اور سورج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے معجزون کا بھی تعلق ہی چاند کا معجزہ تو شق القمر کا معجزہ ہی جس کا پورا ذکر تو سورہ القمر مین آویگا مگر حاصل اسکا یہ ہی کہ صحیح بخاری و مسلم میں انسؓ بن مالک کی روایۃ ہی جس میں یہ ہی کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ چاہا اور اس معجزہ کا ظہور اسوقت کے لوگو نکی آنکھونکے سامنے ہوا جنہون نے چاند کے دو ٹکڑے اپنی آنکھونسے دیکھے سورج کی متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ ہی جس کا ذکر قیامت کی علامات کی صحیح حدیثون میں ہی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین

ابوذرؓ کی اور صحیح مسلم مین ابوہریرہؓ کی روایتین ہین جنکا حاصل یہ ہی کہ اب تو سورج ہر روز غروب کے وقت عرش معلی کے نیچے جاکر سجدہ کرتا ہی اور اوسکو حسب دستور دوسرے روز مشرق سے نکلنے کا حکم ہو جاتا ہی لیکن قیامت کے قریب ایک روز اللہ کے حکم سے وہ مغرب سے نکلے گا۔ اسکے بعد کسی کی توبہ اور کسی کا نیک عمل پھر قبول نہ ہوگا جس طرح چاند کی گردش سے مہینا اور سال کا حساب معلوم ہوتا ہی اسی طرح سورج کی گردش سے جاڑے گرمی اور برسات کا موسم پیدا ہوتا ہی جسکو دنیا کے کامون مین بڑا دخل ہی غروب کے وقت سورج کے عرش معلے کے نیچے جانے اور سجدہ کرنے کا ذکر جو اوپر کی روایتون مین ہی اُس سے اُن اہل ہیئت کا قول ضعیف ٹھہرتا ہی جو سورج کی حرکت کے قائل نہیں ہیں چنانچہ زیادہ تفصیل اسکی سورۂ یٰسین مین آویگی غرض جب اللہ نے سورج چاند کو اس حالت پر پیدا کیا یہ سورج چاند اُسی کے تابع ہیں انمین اصلی کوئی تاثیر نہیں ہی شیطان کے بہکانے سے جو لوگ سورج چاند مین کسی طرح کی مستقل تاثیر کا اعتقاد رکھکر سورج چاند کی پوجا کرتے ہیں وہ بڑی غلطی پر ہیں اسی واسطے حم السجدہ میں فرمایا لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون۔ مطلب اس کا وہی ہی جو اوپر بیان کیا گیا کہ جسنے ان چیزونکو پیدا کیا ہے اصل تعظیم کے قابل وہی ہو اُسکی عبادت مین جو لوگ دوسرونکو شریک کرتے ہیں وہ بڑی غلطی پر ہین کیونکہ اُنکی عبادت کی سب محنت رائگان ہو اسلیے فرمایا کہ جو سمجھ دار متقی لوگ ہیں اُنکے حق مین تو سورج چاند دن رات اور سب مخلوقات اللہ کی قدرت کی نشانیان ہیں اور جو لوگ ناسمجھی سے شیطان کے پھندے مین پھنسے ہوئے ہیں وہ اللہ کی قدرت کو بھول کر ان چیزونسے اسطرح کے کام لیتے ہین جن کامون کے لئے اللہ تعالی نے ان چیزونکو پیدا نہیں کیا مثلاً نہ سورج چاند پوجا کے لیے پیدا کیے گئے ہیں نہ رات دن ایسے خلاف شریعت کامون مین صرف کرنے کے لئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۙ

جو امید نہین رکھتے ہمارے ملنے کی اور راضی ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اوسی پر چین پکڑا اور جو ہماری قدرتون سے خبر نہین رکھتے

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ

ایسونکا ٹھکانا ہے آگ بدلا اُسکا جو کماتے تھے جو لوگ یقین لائے اور کئے اونھون نے نیک کام راہ دیگا

رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ

اونکو رب اونکا اُنکے ایمان سے بہتی ہین اُنکے نیچے نہرین باغون مین آرام کے اونکی دعا اوس جگہ یہ کہ پاک ذات ہی تیری یا اللہ

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور ملاقات اونکی سلام اور تمام اونکی دعا اسپر کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب سارے جہان کا

منزل ۳ ع ۱

صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ خواہشات دنیا سے اللہ تعالی نے دوزخ کو اور تکلیفات شرعیہ سے جنت کو ڈھانک رکھا ہی جسکے حاصل معنے یہ ہیں کہ جس طرح پردہ کے اندر کوئی چیز ڈھکی اور چھپی ہوتی ہے اسی طرح جنت تکلیفات

شرعیہ کے پردہ کے اندر اور دوزخ خواہشات دنیا کے پردہ کے اندر چھپی ہوئی ہیں اسلئے جس کسی کی تمام ہمت اور کوشش اور عمر خواہشات دنیا کے پورا کرنے اور آخرت سے غافل رہنے مین گذری اسنے گویا دوزخ کے دروازہ کا پردہ اوٹھایا اور دوزخ مین جانیکا قصد کیا اور جس کسی کی عمر تابمقدور تکلیفات شرعیہ کی برداشت مین بسر ہوئی اسنے جنت کے دروازہ کا پردہ اوٹھایا اور جنت مین جانے کا قصد کیا غرض جو معنے اس حدیث کے ہیں وہی معنے ان آیتوں کے ہین اس واسطے اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر کہنا چاہیئے اور خواہشات دنیا رحمت الہی اور جنت سے روکنے والی چیزین ہیں اسی واسطے معتبر سند سے طبرانی اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری وغیرہ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اپنے جس بندے کی عقبی کی بھلائی چاہتا ہی اسکو دنیا اور خواہشات دنیا کے سے ایسا بچاتا ہی جس طرح کوئی آدمی اپنے بیمار کو بدپرہیزی کی چیزون سے بچاتا ہے اللہ تعالی ہر مسلمان کو اپنی محبت اور دین کا مونکا شوق اور دنیا کی دلدل مین پھنسنے سے نفرت نصیب کرے جنتی لوگ جنت کی نعمتین دیکھکر اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان کرین گے اور جب آپسمین ملین گے تو سلام علیکم کہوین گے اسی کا ذکر ان آیتون مین ہی جو لوگ رات دن خواہشات دنیا مین گرفتار ہیں وہ عقبے سے غافل اور ایک اللہ کو منہ دکھانیکا خیال کبھی انکے دل مین نہیں گذرتا اور جو لوگ عقبی کی بہبودی چاہتے ہیں وہ اعتقاد اور نیک عملونکی درستی مین ہر وقت لگے رہتے ہیں انہی دونون گروہ کا ذکر ان آیتونمین فرماکر اول گروہ کا انجام دوزخ اور دوسرے گروہ کا انجام جنت کو فرمایا ابوہریرہؓ کی حدیث جو اوپر گذری وہ ان دونون انجامونکی پوری تفسیر ہے

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ الَّذِينَ

اور اگر شتاب لادے اللہ لوگونپر برائی جیسے مانگتے ہین بھلائی تو پوری کرچکے انکی عمر سو ہم چھوڑ رکھتے ہین جنکو امید نہین

لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

ہماری ملاقات کی اون کی شرارت مین بہکتے

نضر بن حارث اور ابو جہل نے جب یہ دعا مانگی کہ اگر یہ قرآن اور آنحضرت کا رسول ہونا سچا ہی تو یا اللہ ہمپر آسمان سے پتھر برسا اوسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ تندرستی فارغ البالی اور دنیا کی بھلائیان جس طرح ہر وقت آدمی کو اللہ دیتا رہتا ہی اسی طرح غصہ کے وقت کی بد دعا پر فوراً اللہ آدمی کی پکڑ کرتا رہے تو بہت جلد دنیا اور اہل دنیا کا خاتمہ ہو جاوے صحیح مسلم اور ابو داؤد مین حضرت جابرؓ سے روایۃ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اے لوگون اپنے اور اپنے مال و اولاد کے حق مین غصہ کے وقت بد دعا نہ کیا کرو ایسا نہو کبھی قبولیت کے وقت وہ بد دعا منہہ سے نکل جاوے اور قبول ہو جاوے اور اگرچہ اللہ اپنی رحمت سے انسانکو ہر وقت کی برائی پہونچانے سے درگزر فرماتا ہی لیکن یہ رحمت بھی نافرمان لوگونکے حق مین ایک عذاب اور وبال ہی کسلئے کہ یہ نافرمان لوگ جسقدر دنیا مین صحت اور فارغ البالی سے رہیں گے بری کام زیادہ کرینگے جسکا خمیازہ اسیقدر انکو آخرت مین بھگتنا پڑیگا ترمذی مسند امام احمد بن حنبل دارمی میں ابی بکرہؓ سے روایۃ ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ حضرت اچھا آدمی دنیا میں کون ہی آپ نے فرمایا جسکی عمر بڑی ہو اور وہ اپنی عمر مین نیک کام کرے اس شخص نے پوچھا کہ برا آدمی دنیا مین کون ہے آپنے فرمایا جس کی عمر بڑی ہو اور وہ اپنی عمر مین

بدکام کرے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی دنیا مین بدلوگونکا چند روز صحت اور آسائش سے رہنا آخرت کی تکلیف دائمی
کے مقابلہ مین اسیطرح نیک لوگونکی دنیا کی چند روزہ سختی آنکی آخرت کی راحت کے مقابلہ مین کسی گنتی مین نہیں ہی اس لئے
بدلوگونکو کسی آسائش اور نیک لوگونکو کسی دنیا کی سختی مین دیکھکر کچھہ پچتاوا نہیں کرنا چاہیے اس پچتاوے کو رفع کرنے
کے لئے صحیح مسلم مین حضرت انس سے روایۃ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا قیامت کے دن بڑے بڑے راحت سے رہنے والے
بدلوگون سے دوزخ مین جاتے ہی فرشتے پوچھین گے تمکو دنیا کا آرام وچین کچھہ یاد ہے وہ قسمین کھاکر کہین گے کہ اس
تکلیف کے سامنے ہمکو کوئی راحت دنیا کی یاد نہین اسی طرح دنیا کے بڑے مصیبت زدہ نیک لوگون سے جنت مین جاتے
ہی فرشتے پوچھین گے تمکو دنیا کی کوئی مصیبت یاد ہے وہ کہوین گے اس راحت کے آگے ہمکو کوئی مصیبت یاد نہین

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن

اور جب پہنچے انسان کو تکلیف ہمکو پکارے پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا ۔ اور پہر جب ہم نے کہولدی اوس سے وہ تکلیف چلاگیا

لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ

گویا کبھی پکارا نہ تھا ہمکو کسی تکلیف پہنچنے پر اسی طرح بن آیا ہے بے لحاظ لوگونکو جو کچھہ کررہے ہین ۔ اور ہم کہپاچکے وہ سنگتین تم سے

مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي

پہلے جب ظالم ہوگئے اور لائے تھے اون پاس رسول انکے کہلی نشانیان اور ہرگز نہ تھے ایمان لانے والے یونہی سزا دیتے ہین

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝

ہم قوم گنہگارونکو ۔ پہر تم کو ہمنے نائب کیا زمین مین انکے بعد کہ دیکہین تم کیا کرتے ہو

منزل ۳

اوپر کی آیۃ مین اللہ تعالی نے نافرمان لوگونکی یہ عادت تبلائی تھی کہ جس قدر انکو دنیا مین تندرستی اور فارغ البالی ویسے ہی
اسی قدر انکی نافرمانی اور سرکشی بڑہتی جاتی ہی اس آیۃ مین دوسری عادت ان لوگونکی فرمائی کہ تنگی کیوقت یہ لوگ سب
سرکشی بھولکر اوٹھتے بیٹھتے اللہ کو پکارنے لگتے ہین اور جب اللہ انکی وہ تنگی رفع کردیتا ہی تو پہر بالکل خدا سے بیگانے
بنجاتے ہین صحیح مسلم مین صہیب رومی کی روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانونکی علامت یہ بیان فرمائی
ہی کہ تنگی کیوقت وہ صبر کرتے ہیں اور راحت کیوقت اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اور اس سے بڑہکر ایک مقام ہی جو خاص لوگونکو
میسر ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ تنگی کیوقت ظاہر مین صبر کرنا اور باطن مین اس تنگی کو اللہ کا حکم سمجھکر اس تنگی سے دلپر میل نہ آنے
دینا اور رضا بقضا کا معاملہ رکہنا خدا اپنے بندون مین جسکو چاہتا ہے یہ مقام عنایت فرماتا ہے جس طرح یہ مقام مشکل
ہی اسکا اجر بھی بہت ہی بڑا ہی ۔ اس خاص گروہ کے خاص مقام کا ذکر ابودرداء کی روایت سے مستدرک حاکم مین ہے اور
حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی آخر کو فرمایا پچھلے لوگ اس سرکشی اور ناشکری کے وبال مین طرح طرح کے عذابون سے ہلاک
ہوگئے اور حال کے لوگ ان پچھلے لوگونکی قائمقامی کے طور پر زمین مین آباد ہوئے ہیں جنکا ہر ایک کام اللہ کی نظر مین

ہی کہ جیسا کوئی کریگا ویسا ہی بدلہ پاویگا صحیح بخاری و مسلم مین عمرو بن عوف کی روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو اپنی امت کے فقر و فاقہ کی حالت کا کچھہ خوف نہیں ہی بلکہ خوف ہی تو یہ ہی کہ پچھلے لوگونکی طرح ان مین مال و متاع کی کثرت ہوجاویگی جسکی شکر گذاری ان سے نہو سکے گی تو اسوقت پچھلے لوگونکی طرح انپر بھی آفت آجاویگی یہ حدیث آخری آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ مسلمانونکے مالدار ہوجانیکے بعد جب تک آنکے کام اللہ تعالی کی مرضی کے موافق رہے بادشاہت حکومت سب کچھہ آنکے قبضہ مین رہا جب وہ بات جاتی رہی ہر طرحکی ذلت اور خواری آنکے پلے پڑی۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا

اور جب پڑہیے اون پاس آیتین ہماری صاف کہتے ہیں جنکو امید نہیں ہمسے ملاقات کی لے آ کوئی اور قرآن اس کے

أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي

سوائے یا اسکو بدل ڈال تو کہہ میرا کام نہیں کہ اسکو بدلون اپنی طرف سے مین تابع ہون اوسی کا جو حکم آوے میری طرف

أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا

مین ڈرتا ہون اگر بے حکمی کرون اپنے رب کی بڑے دن کی مار سے تو کہہ اگر اللہ چاہتا تو مین نہ پڑہتا یہ تمہارے پاس اور نہ

أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

تمکو خبر کرتا اسکی کیونکہ مین رہ چکا ہون تم مین ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں بوجھتے

مفسرین سلف مثل قتادہ اور مقاتل بن حیان نے جو شان نزول ان آیتونکی بیان کی ہی حاصل اوسکا یہ ہی کہ جب آنحضرت مشرکین مکہ کو قرآن شریف کی وہ آیتیں سناتے جن مین آنکے بتون اور بت پرستی کی مذمت ہوتی تو ولید بن مغیرہ ابن امیہ اور سرکش مشرک کہتے تھے کہ اگر تمکو ہمین اس قرآن کو تسلیم کرانا منظور ہی تو اس مین سے اسطرحکی آیتین جن مین ہمارے بتونکی مذمت ہی بدل ڈالو امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہی کہ اس مقولہ سے اون مشرکین کی دو غرضین خیال مین آتی ہین یا تو مسخرے پن سے وہ ایسی بات کہتے تھے یا اونکو اس بات کا امتحان مقصود تھا کہ اگر خود آنحضرت کا بنایا ہوا یہ قرآن ہوگا تو وہ ہماری خاطر سے کچھہ حکم آسکے بدل ڈالین گے اور خدا کی طرف سے یہ قرآن اترتا ہوگا تو آنحضرت کوئی حکم آسکا ہماری خاطر سے نہ بدل سکین گے اللہ تعالی غیب دان نے آنکی دلی مقصود کو جانکر یہ جواب نازل فرمایا کہ ان منکر قرآن لوگون سے کہدو کہ تمہاری عقلون مین اتنی بات سمجھنے کی کیا قدرت نہیں ہی کہ قرآن شریف کے نازل ہونے سے چالیس برس پیشتر مین تمہی لوگون مین رہتا تھا اور تم لوگ مجھکو سچا اور امین جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ مین پڑہا لکھا نہیں ہون پھر یہ گمان تمہین کیونکر ہے کہ یہ قرآن مینے اپنی طرف سے بنالیا ہی نہین ہرگز نہین یہ گمان تمہارا بالکل غلط ہی صحیح بات یہی ہی کہ یہ خدا کا کلام ہی اور اس مین کسی کی خاطر سے کچھہ بدل سدل میرے اختیار مین ہرگز نہین ہی مین فقط اللہ کے کلام کو اسکے حکم کے موافق تم لوگونکو سنادیتا ہون ورنہ چالیس برس جس طرح چپ چاپ مینے تم لوگونمین کاٹ دیئے کبھی تمہارے بتون کو

تمہاری بت پرستی کو برا نہیں کہا ابھی بلا حکم خدا کے مجھکو تم سے اس عداوت کے پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔ صحیح بخاری و مسلم کے
حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کہا کر صحابہ سے فرمایا کہ مین تم سب سے
زیادہ اللہ تعالی کا خوف اپنے دلمین رکھتا ہون ترمذی نسائی ابوداؤد وغیرہ مین حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایۃ ہے جس کا حاصل
یہ ہے کہ جب کوئی آیۃ یا سورۃ نازل ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً کسی کاتب کو بلا کر اس آیۃ یا سورۃ کو لکھوا لیا کرتے تھے ابن
حبان اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ۔ ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کی آیتوں میں کچھ بدل
سدل ہوجانے پر ان آیتوں مین عذاب کا خوف دلایا گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین سب سے زیادہ خوف الٰہی
تھا اسلیئے جو وحی آتی تھی اسکو آپ فوراً لکھوا لیتے تھے تاکہ لکھوانے میں تاخیر ہوکر کسی آیۃ یا سورۃ کے لفظون مین کچھ ردوبدل
نہ ہوجاوے ۔ قرآن کی صحت کا یہ انتظام تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھا خود اللہ تعالی کی طرف سے قرآن کی
صحت کا یہ انتظام تھا کہ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جسقدر حصہ قرآن کا نازل ہوتا تھا اللہ کے حکم سے پھر رمضان
مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اس حصہ کا دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے جس سے ناسخ منسوخ وغیرہ کی
صحت پورے طور پر ہوجاتی تھی چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں جو روایتیں ہیں انمین اسکا ذکر تفصیل سے ہے اگرچہ رمضان کے
روزے ہجرت کے بعد فرض ہوئے ہیں لیکن یہ دور کا طریقہ روزون کے فرض ہونے سے پہلے مکہ میں بھی تھا ۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ○ منزل ۳

پھر کون ظالم اوس سے جو بناوے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلاوے اوسکی آیتین بیشک بھلا نہیں ہوتا گنہگارون کا

اس سے پہلے کی آیۃ مین بیان ہوچکا ہے کہ کافرون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اور قرآن آپ لائین یا اسکو بدل ڈالین
جسپر اللہ تعالی نے آپکو حکم دیا کہ کہدو مجھے زیبا نہیں ہے کہ مین اپنے جی سے اللہ کے کلام کو بدل ڈالون کیونکہ یہ تو بڑا ظلم ہے اور خدا
پر بہتان باندھنا ہے کہ جو بات خدا نے نہ بتلائی ہو اوسکو مین اپنے جی سے کہون آیۃ کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مشرک
اور کافر خدا کو اور اسکی آیتونکو اور اسکے رسول کو جھٹلاتے ہیں بہت ظلم کرتے ہیں کبھی اونکو فلاحیت نہ ہوگی اور یہ مطلب ایسے بھی
ہے کہ مسیلمہ کذاب ایک شخص حضرت کے زمانہ مین عرب میں تھا اس نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا تھا اور جی سے آیتین گھڑ کر کہتا تھا
کہ خدا نے یہ آیتین مجھپر اوتاری ہیں اسواسطے فرمایا کہ جو شخص خدا پر بہتان باندھے اور یہ کہے کہ خدا نے مجھپر اپنا کلام بھیجا ہے اوس سے
بڑھکر کوئی ظالم نہیں خدا کی مخلوق کو دھوکا دیتا ہے کبھی فلاحیت نہ پاویگا کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہرگز کبھی چھپ نہیں سکتی
بیوقوف سے بیوقوف آدمی اوسکو سمجھ لیگا چنانچہ جن لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیلمہ کذاب کو دیکھا ہے اونہون نے
فوراً پہچان لیا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے صحیح بخاری وغیرہ میں انس بن مالک کی روایۃ مین عبد اللہ بن سلام کا جو قصہ ہے اسمین
عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ مین تشریف لائے تو لوگ آپکے دیکھنے کو ڈھونڈھ
پڑے انمین مین بھی تھا مین نے صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ آپ جھوٹون مین نہیں ہیں پھر جب بنی سعد بن بکر کی طرف سے ضمام

بن ثعلبہ آپکے پاس آئے تو باتین کرتے کرتے یہ بھی پوچھا کہ آسمان کو کس نے بنایا ہی آپ نے فرمایا اللہ نے پہر کہا پہاڑون کو کس نے پیدا کیا
فرمایا اللہ نے پہر پوچھا زمین کس نے بنائی فرمایا اللہ نے کہنے لگے آسمان اور زمین اور پہاڑ پیدا کرنے والے کی قسم کیا خدا نے تمہین کل لوگون
کی ہدایت کو بہیجا ہی آپنے فرمایا ہان پہر ضمام بن ثعلبہ نے نماز روزہ حج زکوٰۃ ہر ایک باتون کو قسمین دے دیکر دریافت کیا آپ بھی
قسمین کہا کہا کر بیان فرماتے گئے جب ضمام بن ثعلبہ نے سچی سچی باتین سنین تو کہا جس نے تمہین رسول بنا کر بہیجا ہے اوسی کی
قسم کہا کر کہتا ہون بیشک آپ سچے ہیں اور مین ان باتون مین جو آپ نے بتلائی ہین کچھ کمتی بڑہتی نکرونگا یہ ضمام بن ثعلبہ کا قصہ
صحیح بخاری وغیرہ مین تفصیل سے ہے اسیطرح جن لوگون نے مسیلمہ کو دیکھا یا اوسکے بنائے ہوئے قرآن کی آیتین سنین انھون نے
خود جان لیا کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں ہی محض جھوٹ ہی اسی واسطے خدا تعالی نے فرمایا جھوٹے اور دغا بازونکو کبھی فلاحیت نہین ہے
آخر جب مسیلمہ مارا گیا تو اوسکے سب یار دوست علیحدہ علیحدہ ہوگئے یہان تک کہ خود اوسکے گھر کے لوگون نے اوسپر لعنت بہیجی اور پہر
اوسکے ان رشتہ دارون نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر توبہ کی اور اسلام مین داخل ہوئے حضرت ابو بکر صدیق
نے ادن لوگونسے اوسکے قرآن کی آیتین پڑہوا کر سنین تاکہ جن لوگون نے اوس کا کلام نہیں سنا ہے وہ بھی سن لین اور جھوٹا اور سچ
مین تمیز کر لین۔ یہ مسیلمہ حضرت ابو بکر صدیق رض کی خلافت مین وحشی بن حرب حضرت امیر حمزہ رض کے قاتل کے ہاتھ سے مارا گیا
ہی چنانچہ ایک جگہ یہ قصہ صحیح بخاری کے حوالہ سے گذر چکا ہی حضرت ابو بکر صدیق رض کی خلافت مین یہ یمامہ کی بڑی لڑائی مشہور ہے
جس مین مسیلمہ مارا گیا خالد بن ولید اس یمامہ کی لڑائی مین لشکر اسلام کے سردار تھے اس لڑائی مین جب بہت سے حافظ قرآن
صحابہ کے شہید ہونیکی خبر آئی تو حضرت عمر رض کے مشورہ سے حضرت ابو بکر صدیق رض نے سارا قرآن ایک جگہ جمع کر کے لکھوایا تاکہ حافظ
صحابہ کے شہید ہو جانے سے قرآن کی حفاظت مین کچھ فرق نہ پڑ جاوے چنانچہ زید بن ثابت کی روایۃ سے یہ قصہ صحیح بخاری
مین ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو سعید رض خدری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا
نزول قرآن کے زمانہ مین سوا قرآن کے میری حدیثین نہ لکہا کرو اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس کی صحیح حدیث بھی اوپر گذر
چکی ہی کہ جب کوئی آیۃ یا سورۃ نازل ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اوسکو لکھوالیا کرتے تھے غرض ان حدیثون سے
اور اس قسم کی اور حدیثون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین سارا قرآن متفرق طور پر لکھا ہوا موجود
تھا اوسی کو حضرت ابو بکر صدیق رض نے ایک جگہ جمع کرا دیا حضرت ابو بکر صدیق رض کے زمانہ مین جو قرآن جمع ہوا اس مین ساتون قراتین
تھین جسکے سبب سے صحابہ مین ایک اختلاف رہتا تہا کسی لفظ کو کوئی ایک طرح پڑہتا تھا اور کوئی دوسری طرح اس اختلاف کے
رفع کرا دینے کی غرض سے پہر حضرت عثمان رض نے ایک قرات کا قرآن لکھوایا چنانچہ انس رض بن مالک کی روایۃ سے یہ قصہ صحیح بخاری مین تفصیل سے ہے
اور اس تفسیر کے مقدمہ مین بھی اس قصہ کی تفصیل بیان کر دی گئی ہی احسن الفوائد کے مقدمہ مین بھی اس قصہ کا ذکر ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا

اور پوجتے ہیں اللہ سے نیچے جو چیز نہ برا کرے اونکا اور نہ بھلا اور کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں

منزل ۳

عِندَ اللّٰهِ ط قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ط سُبْحٰنَهٗ

اللہ کے پاس تو کہہ تم اللہ کو جتاتے ہو جو اوسکو معلوم نہیں کہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور بہت دور

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

اس سے جو شریک کرتے ہیں اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں پیچھے جدا جدا ہوئے اور اگر نہ ایک بات

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

آگے ہو چکتی تیرے رب سے تو فیصلہ ہو جاتا اون میں جس بات میں پھوٹ رہے ہیں

مطلب یہ ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر یہ لوگ بتون کو پوجتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ بت خدا سے انکی شفاعت کرینگے یہ انکی انتہا درجہ کی گمراہی ہے کہ جو دنیا میں ذرہ برابر بھی نفع یا نقصان نہیں پہونچا سکتا وہ آخرت میں کیا شفاعت کریگا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ تم انسے کہو کہ تم لوگ ایسی بات خدا کو جتلاتے ہو جس کا سر نہ پاؤں بغیر حکم خدا کے کسکی مجال ہے جو کسی کی کوئی شفاعت کرے پھر خدا نے اپنی پاکی بیان فرمائی کہ وہ شرک سے بالکل پاک صاف ہے اور اگر مشرک شاید یہ کہیں تمہارے دین میں یہ منع ہوگا ہمارے دین میں تو یہ منع نہیں ہے تو فرمایا کہ یہ عقیدہ تم لوگوں نے گھڑ لیا ہے پہلے تو اس کا نام و نشان بھی نہ تھا سب کے سب ایک دین پر تھے جس کا نام اسلام ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک دس قرن گذرے ہیں اسوقت تک سارے لوگوں کا مذہب دین اسلام تھا اسکے بعد لوگوں کے عقیدوں میں خلل واقع ہونے لگا اور اختلاف پڑا کوئی بتوں کو پوجنے لگا اور کوئی سورج چاند اور ستاروں کو اور بہتیرے خدا کے سچے دین اسلام پر بھی قائم رہے پھر خدا نے اپنی حجت تمام کرنی چاہی کیونکہ وہ کسی کو بے حجت نہیں پکڑتا اسلئے رسولوں کو بھیجنا شروع کیا تاکہ وہ مخلوق کی ہدایت کریں حق و ناحق اونپر کھولدیں اگر حجت نہ تمام کرنی ہوتی تو اب تک کب کا فیصلہ کر چکا ہوتا یا قیامت قائم کر دیتا یا اون مشرکوں کو اکدم ہلاک کر دیتا سورۂ ابراہیم اور سورۂ سبا میں آویگا کہ مشرکین مکہ جن بتوں کی پوجا کرتے اور انکی شفاعت کی امید رکھتے تھے قیامت کے دن بجائے شفاعت کے ان مشرکوں کے وہ جھوٹے معبود اور سب جھوٹے معبودوں کا سردار شیطان ان مشرکوں سے بڑی بیزاری ظاہر کرینگے جنسے اس غلط شفاعت کی امید پر ان مشرکوں کو بڑا پچھتاوا ہوگا لیکن اسدن کا پچھتاوا انکے کچھ کام نہ آویگا سورۂ ابراہیم اور سورۂ سبا کی وہ آیتیں اس غلط شفاعت کی بے ٹھکانے امید کی گویا تفسیر ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی انجانی کے عذر کو رفع کر دینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اسیواسطے آسمانی کتابیں دیکر اوس نے رسول بھیجے اس حدیث کو ان آیتوں کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علم الٰہی میں اگر یہ بات نہ ٹھہر چکی ہوتی کہ بغیر انجانی کے عذر کے رفع ہو جانے کے کسی قوم کو ہلاک نہ کیا جاویگا تو ان مشرکوں نے جس کشتی پر کمر باندہ رکھی ہے اوس کے وبال میں یہ لوگ اب تک ہلاک ہو چکے ہوتے۔

منزل ۳

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ

اور کہتے ہین کیون نہ اترے اسپر ایک نشانی اسکے رب سے سو تو کہہ کہ چھپی بات اللہ ہی جانے سو راہ دیکھو مین تمہارے ساتھ راہ دیکھتا

کفار مکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے ہم کس طرح جانین کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہین کوئی نشانی دکھلایئے حالانکہ وہ لوگ بڑے بڑے معجزے آپکے دیکھہ چکے تھے شق القمر کا معجزہ ایسا عجیب و غریب تھا جس کا جواب نہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز چودھوین رات کو جب چاند پورا گول ہوجاتا ہی تو آپ نے اونگلی سے اشارہ کیا چاند دو ٹکڑے ہو کر آدھا پہاڑ کے اس طرف اور آدھا پہاڑ کے اس طرف ہوگیا اور بہت دیر تک اسی حالت پر رہا چنانچہ اس باب مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی روایۃ اوپر گذر چکی ہی اسکے علاوہ اور بہت سے معجزے آپسے صادر ہوئے اور یہ قرآن کیا کم معجزہ تھا کہ عرب کے بڑے بڑے عالم اور زبان کے جاننے والے ایک آیۃ بھی اسکے مثل نہ بنا سکے وہ تو یہ کہتے تھے کہ جس طرح عیسےٰ علیہ السلام مردونکو زندہ کردیتے تھے صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ ملا تھا موسےٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا حاصل تھا اسیطرح آپ بھی اس پہاڑ کو جو مکہ مین ہی جس کا نام کوہ صفا ہی سونا بنا دیجیے یا کل پہاڑ مکہ کے اپنی جگہ سے اوکھڑ کر علیحدہ ہوجائین اور یہان ایک خوشنما باغ لگ جائے اسپر فرمایا کہ تم کہدو غیب کا علم نہ مجھکو ہی نہ تمکو بلکہ کسی مخلوق کو نہین ہے خدا ہی جانتا ہی تم بھی انتظار کرو اور مین بھی تمہارے ساتھہ منتظر ہون کیونکہ اللہ پاک تو بڑا علیم اور حکیم ہے اسکی ہمیشہ یہی عادت رہی ہی کہ جب کسی قوم نے اپنے رسول سے کسی بات کو کہا اور رسول نے خدا سے سوال کیا اور خدا نے اسکو پورا کردیا اور اسپر بھی پھر وہ قوم ایمان نہیں لائی تو اللہ پاک نے بہت جلد اسپر عذاب بھیجدیا حضرت سے بھی اللہ پاک کا یہی ارشاد ہوا تھا کہ آپ پہلے سمجھہ لین سوال پورا ہونے پر اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو فوراً انپر عذاب نازل ہوگا آپ نے مہلت چاہی تھی اسلیے حکم ہوا کہ غیب کی خبر خدا ہی کو ہی وہی ہر ایک کام کا انجام خوب جانتا ہی آپ تو صرف یہ کہدین کہ بغیر سوال پورا ہوئے اگر تم ایمان نہیں لانے تو انجام میرے حق مین خدا کے حکم کے منتظر رہو مین بھی تمہارے ساتھہ منتظر ہون صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمر رضی کی حدیث بدر کی لڑائی کے قصہ مین گذر چکی ہی کہ بدر کی لڑائی مین مشرکین مکہ کے جو بڑے بڑے سردار مارے گئے انکے نام پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تبلا دیے تھے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو طلحہ اور انس بن مالک کی یہ روایتین بھی گزر چکی ہیں کہ ان مشرکین کی لاشون پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا جان لیا ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جس عذاب کی راہ دیکھنے کا وعدہ آیۃ مین تھا اسکے موافق دنیا اور آخرت کا عذاب ان مشرکونکے سامنے آیا دنیا مین تو انمین کے بڑے بڑے سرکش ذلت سے مارے گئے اور دم نکلتے ہی آخرت کے عذاب نے انکو آن گھیرا اسیواسطے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشون پر کھڑے ہو کر اونہین یہ جتلایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا جان لیا۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا

اور جب چکھاوین ہم لوگونکو مزا اپنی مہر کا بعد ایک تکلیف کے جو اونکو لگی تھی اسیوقت بنانے لگیں حیلے ہماری قدرتونمین تو کہہ اللہ

منزل ۳

إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ○ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ

تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں حیلے بنانے تمہارے وہی تمکو پہراتا ہے جنگل اور دریا مین یہانتک کہ جب ہوئے کشتی مین

وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ

اور لیکر چلیان لوگونکو اچھی بادسے اور خوش ہوئے اُس سے آئی اُنپر باد جھونکے کی اور آئی اونپر لہر ہر جگہ سے

وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ

اور اٹکلا اونہون نے کہ وہ گہر گئے پکارنے لگے اللہ کو نرے ہوکر اُسکی بندگی مین اگر تو بچا دے ہمکو اس سے تو بیشک رہین ہم

مِنَ الشَّاكِرِينَ ○ فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ

شکرگذار — پس جب بچا دیا اونکو اللہ نے اُسی وقت شرارت کرنے لگے زمین مین ناحق کی — سو لوگو تمہاری شرارت تمہی

عَلَىٰ أَنفُسِكُم مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○

تم ہی پر برت لو دنیا کے جیتے — پہر ہمارے پاس ہے تمکو پہر آنا پہر ہم جتا دین گے — جو کچھ تم کرتے تھے

انسان پر جب کوئی سختی ہوتی ہے اور کوئی تدبیر بن نہیں آتی تو خدا کو پکارنے لگتا ہے پہر جب اُس سے نجات پا لیتا ہے تو اوسے خیال بہی نہیں رہتا کہ مجہپر کوئی سختی گذری تہی صحیح بخاری و مسلم مین زیدؓ بن خالد جہنی سے روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز رات کو مینہ برسا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس روز صبح کی نماز کے بعد لوگونسے کہا کہ تم جانتے ہو آج راتکو خدا نے کیا کہا لوگ کہنے لگے خدا اور خدا کا رسول جانتا ہے ہم لوگونکو کیا خبر فرمایا یہ کہا ہے کہ صبح کو جب میرے بندے اوٹہین گے تو اکثر مومن ہونگے اور بہتیرے کافر کیونکہ رات کو جو بارش ہوئی ہے جو اوسکو یون کہے گا کہ خدا نے اپنے فضل سے مینہ برسایا ہے وہ تو مومن ہوگا اور جو یہ کہے گا کہ ستارون کی گردش کے اثر سے یہ مینہ برسا ہے وہ کافر ہوگا اس حدیث مین ایمان سے مقصود شکرگذاری اور کفر سے مراد ناشکری ہے پہر فرمایا کہ یہ اون لوگونکے حیلے ہین تم اُنسے کہدو کہ اللہ کی تدبیر کے سامنے تمہارے مکر و حیلہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے اُسکی پکڑ بہت سخت ہے پہر فرمایا کہ اللہ کے فرشتے ذرہ ذرہ اُنکے اعمال لکہہ رہے ہیں جب تک ڈہیل ہے ہے جب پکڑیگا تو اک ذرا بہی مہلت نہ دیگا مجرم یہ گمان کر رہے ہیں کہ خدا عذاب نہ کریگا یہ اُسی کی شان ہے کہ تمکو خشکی مین اور دریا مین چلاتا پہراتا ہے تمہاری کشتیان موافق ہوا پاکر منزل کی طرف جلدی جلدی جاتی دکہائی دیتی ہین اور تم خوش ہونے لگتے ہو پہر یکایک ایسی تیز ہوا چلتی ہے اور دریا مین جوش آنے لگتا ہے کہ کشتی ڈگمگانے لگتی ہے پہر تو تمہاری جان پر آن بنتی ہے خیال کرتے ہو کہ اب پہنس گئے اُسوقت خالص خدا ہی کو یاد کرتے ہو کسی بت سے مدد نہین چاہتے جب خدا بیڑا پار لگا دیتا ہے اور خشکی پر صحیح و سلامت آجاتے ہو تو پہر وہی شرک جو تمہارے دلونمین پہلے تہا کرنے لگتے ہو پہر فرمایا یہ بغاوت تمہارے ہی واسطے وبال جان ہے ہمارے پاس ایک روز تمہین پلٹ کر آنا ہے اور اسوقت تمہارے اعمال تمہین بتلائے جاوینگے اس لئے انسان کو چاہیئے کہ جب کوئی بہتری ہو تو خدا کا شکر کرے صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیب رومیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راحت کے وقت شکر اور تکلیف کے وقت صبر کرنا ایمان

منزل ۲

کی نشانی ہی اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ پورے ایماندار نہیں ہیں انکی حالت تو یہ ہی
کہ وہ سختی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں اور راحت کے وقت بالکل اسکو بھول جاتے ہیں اور جو لوگ پکے ایماندار ہیں وہ راحت
میں شکرگذاری سے اور تکلیف کے وقت صبر کے اجر کی امید سے غرض کسی حال مین اللہ کو نہیں بھولتے۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ
دنیا کا جینا وہی کہاوت ہی جیسے ہمنے پانی اتارا آسمان سے پھر ایک میل نکلا اوس سے سبزہ زمین کا جو کہاوین آدمی
وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ
اور جانور یہانتک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور سنگار پر آئی اور انکلا زمین والون نے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگی
اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
اسپر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اوسکو کاٹ کر ڈھیر گویا کل یہان نتھی بستی اسی طرح ہم کہولتے ہیں پتے اون
لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
لوگون پاس جنکو دھیان ہی اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اور دکہاتا ہے جسکو چاہے راہ سیدہی

اوپر کی آیتوں مین اللہ تعالی نے سرکش اور نافرمان لوگونکا ذکر فرمایا تہا اس آیہ مین انسان کی زندگی کی مثال اسلیے فرمائی کہ سرکش
لوگونکو عبرت ہو کہ جس زندگی کے بھروسہ پر وہ سرکشی اور نافرمانی کرتے ہیں وہ زندگی ہی خود ایک ناپائدار چیز ہے جس طرح
جنگل کی کھیتی ہی کہ کاشتکاری کی موسم مین کچھ سرسبز نظر آتی ہی پھر خاک اڑتی دکہائی دیتی ہی اسیطرح انسان کی زیست کا ایک
موسم شادابی کا جوانی مین آنکر ساتھ ہی اوسکے گہٹاؤ کے آثار شروع ہو جاتے ہیں دانت ادھر جواب دیتے ہیں آنکھین ادھر کمزوری جتانے
لگتی ہیں ہاتھ پاؤنکو دیکھو تو نہ وہ بل باقی ہے نہ وہ زور ہی تھوڑے دنون مین گویا درخت تھا کہ سوکھتے سوکھتے جڑ سے اوکھڑ گیا کھیتی کی
مثال اللہ تعالی نے بہت سی آیتوں مین دنیا کی زندگی کی بیان فرمائی ہے کس لئے کہ کھیتی اور انسان کی حالت کو خاص طرح کی
ایک مشابہت ہے پہلے پہل جس طرح کاشتکار زمین مین بیج ڈالکر بے اختیار ہو جاتا ہی کہ خدا کی قدرت سے وہ بیج پیڑ ہو کر زمین سے
نکلے یا اندر ہی اندر جل جاوے اسی طرح رحم مین نطفہ کا حال ہی پھر پیڑ کیلیئے پودے اور انسان کے بچہ کے نشو ونما اور کمزوری
کی ایک سی کیفیت ہے پھر کھیتی کا چندروزہ لہلہانا اور انسان کی جوانی یہ دونون ایک سا ہیں اسی طرح کھیتی کا پکنا و انسان کا بوڑھاپا
پھر پکا ہوئے بعد اوسکا کٹنا اوسکا مرنا یہ بھی دونون یکسان ہین اور اس مثال میں اللہ تعالی نے حشر کا حال بھی جتلایا ہی اور
منکرین حشر کو قائل کیا ہی کہ وہ قادر جسکی قدرت سے ہر سال چٹیل میدان کا سرسبز کر دینا باہر نہیں ہی وہ اسی طرح دنیا کی ویرانی
کے بعد ایک دفعہ پھر دنیا کو پیدا کر نیوالا ہی اور پہلی دفعہ کا پیدا ہونا آنکھونسے دیکھکر پھر کسی عقل کو اس قدرت کے نہ ماننے کی
گنجائش باقی نہیں ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ریڑہ کی ہڈی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مردہ کے جسم مین ایسا ہی جسکو مٹی نہیں کہاوے گی پھر دوسرے صور سے پہلے آسمان سے ایک

منزل ۳

مینہ برسے گا جس سے اوس ریڑہ کی ہڈی کے ٹکڑے سے سب مرے ہوئے لوگونکے جسم بنکر تیار ہو جاوینگے آیۃ مین کھیتی کی مثال دیکر اِس آگے کی آیۃ مین حشر کا حال جو جتلایا گیا ہی اُسکا مطلب حدیث سے اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہی کہ حشر کے دن وہ ریڑہ کی ہڈی کا ٹکڑا بیج کا کام دیویگا اور اوس دن کے مینہ کی تاثیر سے اوس ہڈی کے ٹکڑے سے جسم اسی طرح بنجاویگا جس طرح اب سبکی آنکھونکے سامنے ہر طرح کے بیج سے درخت بنکر تیار ہو جاتے ہیں اِس صحیح حدیث سے اُن فلسفیون کا قول ضعیف قرار پاتا ہی جو جسمانی حشر کے قائل نہیں ہیں۔ صحیح بخاری مین جابرؓ سے روایۃ ہی جس مین فرشتون نے مثال کے طور پر سمجھایا ہے کہ اللہ کا گھر جنت ہے اور لوگونکو بلا بلا کر اِس گھر تک پہونچانے والے اللہ کے رسول ہیں اِس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ دنیا ایک ناپایدار چیز ہے اِسلئے اللہ تعالی لوگونکو اپنے رسول کی معرفت جنت کی طرف بلاتا ہی کہ وہان کی ہر طرح کی راحت پایدار ہی دنیا کی راحت کی طرح ناپایدار نہین ہے لیکن علم آلہی مین جو لوگ جنت کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہی اللہ کے رسول کی نصیحت کو سنکر راہ راست پر آتے ہیں اور جنت مین داخل ہونیکے کام کرتے ہیں اور اللہ بھی راہ راست پر آنے کی اونہیں توفیق دیتا ہی اور جو لوگ علم آلہی مین جنت کے قابل نہیں ہیں اُنکو مجبور کرکے راہ راست پر لانا انتظام آلہی کے برخلاف ہی اسواسطے اللہ تعالی نے اونہیں اُنکے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ سلام اللہ تعالی کا نام ہے اور دار کے معنے گھر کے ہیں اِسلئے دار السلام سے مطلب جنت ہے۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

جنہون نے کی بھلائی اونکو ہے بھلائی اور بڑہتی اور چڑہے گی اُنکے منہ پر سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہیں

الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ

جنت والے وہ اوس مین رہا کرینگے اور جنہون نے کمائیں برائیان بدلا برائی کا اوسکے برابر اور اونپر چڑہے گی رسوائی

مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ

کوئی نہین اونکو اللہ سے بچانے والا جیسے ڈہانک دیا ہے اُنکے منہ پر ایک اندہیرا ٹکڑا رات کا وہ

أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

ہیں آگ والے وہ اسمین رہا کرین گے

منزل ۳

مطلب یہ ہی کہ نیکی کرنیوالونکو اللہ تعالی سوائے جزائے مقررہ کے اپنی طرف سے اور زیادہ انعام بھی عنایت فرماویگا اگرچہ بعضے مفسرون نے اِس زیادہ انعام کی تفسیر یہ کی ہی کہ نیکی کا بدلہ ایک درجہ تک تو جزا ہے دس درجہ سے سات سو درجہ تک ثواب ملنے کا ذکر جو صحیح بخاری و مسلم کی چند روایتون مین آیا ہی وہی انعام ہی لیکن صحیح تفسیر اِس انعام کی وہی ہی جس کا ذکر خاص طور پر صحیح حدیث مین آچکا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت صہیبؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہل جنت جنت مین داخل ہو جاوینگے تو اللہ تعالی اُنسے ارشاد فرماویگا کہ کیا تمہارے دلمین کچھ اور زیادہ انعام کی ہوس ہے اہل جنت عرض کرینگے یا اللہ تو نے ہمکو جنت مین داخل کیا ہی یہی ہمکو بڑا انعام ہی اللہ تعالی فرماویگا ابھی تمہارا انعام باقی ہی یہ فرماکر پھر اُنکو اپنے دیدار سے مشرف

فرماویگا جو سب نعمتوں سے بڑھکر اہل جنت کو ایک نعمت نظر آویگی صحیح بخاری و مسلم مین جریر بن عبد اللہ وغیرہ سے روایتین ہین جن مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدار الٰہی کا ذکر تفصیل سے فرمایا ہی۔ دیدار الٰہی کے ممکن نہ ہونے پر فرقہ معتزلہ نے جو عقلی اعتراض کیے
ہین انکا جواب اہل سنت نے تفصیل سے دیا ہی جسکی صراحت حدیث کی شرح کی کتابون اور تفسیرون مین ہی۔ ان آیتون مین مسلمانون کے
منہہ پر سیاہی نہ چہانے اور نافرمانبردار لوگون کے چہرونپر سیاہی اور خواری چہا جانے کا جو تذکرہ ہی یہ اسوقت کا ذکر ہی جب حساب
و کتاب ہوگا اور لوگونکے سیدہے ہاتھہ مین اور الٹے ہاتھہ مین نامہ اعمال دئے جاوین گے چنانچہ معتبر سند سے ترمذی صحیح ابن حبان اور
بیہقی مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حساب کے وقت ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے
روبرو بلوایا جاویگا جسکے سیدہے ہاتھہ مین نامہ اعمال دیا جاویگا اسکے منہہ پر رونق آجاویگی اور جس کے الٹے ہاتھہ مین نامہ اعمال دیا جاویگا
اسکے منہہ پر سیاہی اور خواری چہاویگی اس حدیث سے چہرونپر رونق کے آجانے اور سیاہی کے چہاجانیکا وقت اچھی طرح سمجھہ مین آسکتا ہی

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا
اور جسدن جمع کرینگے ہم اون سب کو پہر کہیں گے شریک والونکو کہڑے ہو اپنی اپنی جگہ تم اور تمہارے شریک پہر توڑ دینگے

بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ○
آپس مین اونکو اور کہین گے اونکے شریک تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے

منزل ۳

پہلے صور کے ساتھہ سب دنیا فنا ہو کر دوسرے صور کے ساتھہ سب قبرون سے ننگے بدن ننگے پاؤن جو اوٹھین گے اور شام کے
ملک کے ایک صاف میدان مین حساب کے لئے جمع ہونگے یہ اسوقت کا حال ہی اوسی وقت آفتاب بہت نیچا ہوگا اور شدت کی گرمی ہو کر
لوگونکو اپنے اپنے اعمال کے موافق پسینا آویگا کسی کو ٹخنون تک اور کسی کو گھٹنون تک اور کوئی اپنے پسینے مین غوطے کھاویگا اور
چالیس برس تک لوگ اسی حال مین حساب کے منتظر کہڑے رہوینگے اس حال سے لوگ یہانتک اکتاوینگے کہ کہوین گے خیر ہمارا حساب
ہو کر ہم دوزخ مین ہی بہیجدیئے جاوین آفتاب جو نیچا ہوگا اسکی مقدار کی بابت مقداد رضی اللہ عنہ کی روایت سے مسلم کی حدیث مین یہ ہی کہ لوگون
کے سرونسے صرف ایک میل اونچا رہجاویگا آنحضرت نے فرمایا ہی کہ جس روز سے آدمی پیدا ہوتا ہی موت کا دن اوسپر بڑا سخت ہی
مگر موت کے بعد کی گہاٹیان موت سے بھی زیادہ سخت ہیں اور اس حشر کے دن کو بھی آپ نے ان سخت گہاٹیون مین سے گنا ہی
روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد مین ہی اور اسکی سند معتبر ہے اسی دن کی سختی سے لوگ گھبرا کر سب انبیا کے پاس اس سفارش
کے لئے جاوینگے کہ انکا حساب و کتاب جلدی شروع ہو آخر آنحضرت کی شفاعت سے حساب شروع ہوگا جس کسی نے کسی پر
کچھہ ظلم زیادتی کی ہے اوس کا بدلہ اسی میدان مین ہوگا معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کا ذکر ہی اسی
انصاف کے وقت اللہ تعالیٰ بتونکو مجرمون کی طرح کہڑے رہنے کا حکم دیویگا اور وہ اپنی پرستش کئے جانے کا انکار کرینگے جس کا
ذکر اس آیت مین ہی حساب و کتاب شروع ہوتے ہی پہلے فقیر اور مسکین دیندار ونکو آواز دیجاویگی اور مالدار لوگونسے پانسو برس پہلے
انکو جنت مین داخل ہونے کا حکم ہو جاویگا مالدار لوگ اپنے مال کے حساب مین لگے رہوین گے۔ آنحضرت نے فرمایا میدان حشر مین

لوگونکا پسینا اس قدر جمع ہوگا کہ اس میں کشتیاں چلاؤ تو چل سکیں گی معتبر سند سے مسند امام احمد میں انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی روایۃ سے اسکا ذکر ہے حضرت عائشہ اور ام سلمہ نے آنحضرت سے پوچھا کہ حشر کے دن مرد و عورت سب ننگے اوٹھیں گے تو ایک دوسرے کو ننگا دیکھیں گے آپنے فرمایا اوس دن کی سختی سے ایسی بدحواسی ہوگی کہ کوئی کسی طرف نہ دیکھے گا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث معتبر سند سے اوسط طبرانی میں ہے نمرود نے آگ میں ڈالتے وقت حضرت ابراہیم کو ننگا کیا تھا اسلئے سب سے پہلے اونکو اس دن کپڑے پہنائے جاوینگے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایۃ میں اسکا ذکر ہے۔ دیندار مسلمانوں کو یہ دن ایسا معلوم ہوگا جیسا ایک فرض نماز کے ادا کرنے میں وقت لگتا ہے۔ یا قریب غروب آفتاب اور مغرب کے وقت شروع ہونے میں جتنی دیر لگتی ہے صحیح ابن حبان مسند ابی یعلی اور مسند امام احمد میں معتبر سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایتیں ہیں اون میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے اگرچہ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ تنگدست دیندار مالداروں سے چالیس برس پہلے جنت میں جاوینگے لیکن پانسو برس کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایۃ ترمذی میں ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے سورہ بقر میں گذر چکا ہے کہ مشرکوں اور انکے جھوٹے معبودوں سے جب یہ سوال و جواب ہونگے اور یہ جھوٹے معبود اپنی پرستش کرنے والوں سے بیزاری ظاہر کرینگے تو ان مشرکوں کا دل یہانتک جلے گا کہ یہ لوگ دوبارہ دنیا میں آنے اور اپنے جھوٹے معبودوں سے بیزاری کا برتاؤ کرنیکی تمنا ظاہر کرینگے لیکن یہ بیوقت کی تمنا انکو کچھ مفید نہ ہوگی حاصل یہ ہے کہ سورۃ بقر کی آیۃ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے حاصل اس تفسیر کا یہ ہے کہ اب دنیا میں یہ مشرک لوگ جن جھوٹے معبودوں کی بڑی رغبت سے پوجا کرتے ہیں حشر کے دن یہ ایک دوسرے کے دشمن ہوجاوینگے اور اس دن تمام خلق اللہ کے روبرو انہیں اس غلط پوجا سے پچتانا پڑیگا لیکن وہ بیوقت کا پچتانا انکے کچھ کام نہ آویگا فزیلنا بینہم کی تفسیر سلف نے فرقنا بینہم کی ہے جس کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ ان مشرکوں اور انکے جھوٹے معبودوں میں ایسی پھوٹ پڑجاوے گی کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوجاوینگے۔

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوْا

تو اللہ بس ہے شاہد ہمارے تمہارے بیچ میں ہم تمہاری بندگی کی خبر نہیں رکھتے وہاں جانچ لے گا

كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

ہر کوئی جو آگے بھیجا اور رجوع ہونگے اللہ کی طرف جو سچا صاحب ہے انکا اور گم ہوجاویگا انکے پاس سے جو جھوٹھ باندھتے تھے

اس سے پہلے کی آیۃ میں یہ ذکر ہوچکا ہے کہ حشر کے میدان میں مشرک اور اونکے معبود ایک جگہ کھڑے کئے جاوینگے اور اللہ پاک یہہ ارشاد فرمائیگا کہ تم یہیں کھڑے رہو تم سے سوال کیا جائے گا۔ اور مشرک دنیا میں جن جنکی عبادت کرتے تھے وہ معبود انسے بیزار ہوکر کہینگے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے اپنی خواہش کو پوجتے تھے اور انکار کرینگے کہ ہمنے کبھی تمہیں اپنی مورتوں کی پوجا کرنے کو نہیں کہا تھا اور ہمیں اسکی خبر بھی نہیں کہ تم ہمکو پوجتے تھے اگر ہم تمہاری عبادت سے رضامند تھے یا ذرا بھی ہمیں اسکی خبر تھی تو خدا بھی جانتا ہوگا تفسیر ابن مردویہ میں عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے روایۃ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا جتنے معبود ہیں اون سبکی ایک ایک شبیہ بنکر مشرکوں کے

سامنے آئیگی اور یہ اوس شبہ کے پیچھے ہو گئے یہانتک کہ وہ انہیں دوزخ تک پہنچادیگی پہر یہ آیۃ پڑہی ہناالک تبلو معتبر سند سے عبد اللہ بن مسعود کی یہ روایۃ طبرانی اور مستدرک حاکم مین بہی ہے۔ صحیح بخاری مین حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ مشرکین مکہ جن بتونکی پوجا کرتے تھے قوم نوح مین کے یہ نیک لوگ تھے ان نیک لوگون کے مرجانے کے بعد قوم نوح مین جو لوگ ان نیکون کے معتقد تھے شیطان کے بہکانے سے اونہون نے ان نیک لوگونکی مورتین بنالین اور رفتہ رفتہ اون مورتون کی پوجا ہونے لگی اور آخر کو عمرو بن لحی ان ہی مورتونکو جدہ سے مکہ مین لے آیا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ نیک ان مشرکون کی پوجا سے بالکل بے خبر ہیں اسی لئے حشر کے دن وہ اپنی بے خبری پر اللہ کو گواہ قرار دیوینگے اسیواسطے آخر کو فرمایا کہ اللہ تعالی کی گواہی کے بعد اوس دن ان مشرکون کو سب حال کہل جاویگا کہ انکی پوجا اور جہوٹے معبودون سے شفاعت کی توقع یہ سب باتین غلط تہین +

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

تو پوچہ کون روزی دیتاہے تمکو آسمان سے اور زمین سے یا کون مالک ہی کان اور آنکھونکا اور کون نکالتا ہی جیتا مرے سے

وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○

اور نکالتاہے مردہ جیتے سے اور کون تدبیر کرتاہی کام کی سو کہیں گے اللہ تو تو کہہ پہر تم ڈرتے نہین

منزل

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب و عجم سب کی عام ہدایت کیلئے اللہ تعالی کی طرف سے نبی ہو کر آئے تھے لیکن اس عام ہدایت مین اہل عرب کی خاص ہدایت اللہ تعالی کو مقصود تہی تاکہ ملت ابراہیمی مین عمرو بن لحی کے زمانہ سے بت پرستی جانورون اور کہیتی اور باغات کی پیداوار مین سے بتونکا حصہ ٹہرانا اور طرح طرح کی خرابیان جو رواج پکڑ گئی تہین انکی پوری اصلاح ہو جاوے اس لئے اہل عرب مین جو خرابیان تہین اونکا ذکر قرآن شریف مین بہت جگہ ہی چنانچہ ان آیتون مین بہی اللہ تعالی نے حکیمانہ طریقہ سے توحید رسالت رد شرک کی بحث کی ہی حاصل اس بحث کا یہ ہی کہ آنحضرت کو ارشاد ہوا ہی کہ عالم کے چند کارخانے مثلاً دنیا کا پیدا کرنا خلق کو رزق کا پہونچانا آدمی مین آنکہ کان کا پیدا کرنا آدمی سے نطفہ اور اوس نطفہ سے پہر آدمی کا پیدا کرنا ان بت پرستون سے پوچہا جاوے کہ آخر یہ کارخانے کس کے قبضہ و قدرت مین ہین ان بتون نے کبھی کچھ کیا ہو گا تو یہ بت پرست اسکی سند لاسکین گے ورنہ مجبوری سے یہی جواب انکو بن پڑیگا کہ ان سب کارخانون کا مالک اللہ ہے اس جواب کے بعد ان بت پرستون کو دہمکایا جاوے کہ پہر بلا کسی طرح کے استحقاق کے اوس صاحب قدرت کی عبادات مین ان بتونکو تم کیون شریک کرتے ہو اوس اللہ سے نہیں ڈرتے جسکے ہاتھ مین تمہارا ہر طرح کا بہلا برا ہی یہ تقریر تو توحید اور رد شرک کی ہوئی ثبوت رسالت کی تقریر یہ ہی کہ یہ لوگ جو کہتے ہین کہ قرآن کلام الہی نہین ہے بلکہ محمد نے اپنی طرف سے بنالیا ہی تو انسے کہا جاوے کہ تم بہی تو بڑا فصیح و بلیغ عربی کا اپنے آپکو گنتے ہو کچھ تہوڑا سا تم بہی اسطرح کا کلام جس مین پہلی آسمانی کتابون مین جو تحریف ہو گئی ہے اسکی اصلاح ہو آیندہ کی غیب کی باتین ہون اور غیب کی باتین بہی تمہارے نجومیون کی سی نہیں کہ ہزار مین کبھی ایک سچی ہو تو ہو بلکہ جو کہا سو ہوا فصاحت بلاغت اسی درجہ کی ہو جس طرح اس کلام مین ہی جسکے سننے سے تمہارے ہوش جاتے ہین اگر تم

سب ملکر تھوڑا سا ان اوصاف کا کلام بنا سکتے ہو یا تمہاری عقل اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ کوئی ان پڑھ آدمی اس طرح کے اوصاف کا کلام بنا سکتا ہے تو اوسکو سچا کر کے دکھاؤ ورنہ قائل ہو جاؤ کہ یہ کلام الٰہی ہے اور جب یہ کلام الٰہی بطور پیغام کے اوترے اوسکے پیغمبر ہونے میں پھر شک کرنا کس عقل سے ممکن ہے غرض جو بات کرو کسی سند اور دلیل سے کرو بلا سند اپنی وہمی اور ظنی باتوں کے بندے جو تم بن رہے ہو یہ طریقہ ہیچ ہے یا جو یقینی طریقہ تم کو بتلایا جاتا ہے وہ ہیچ ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کی نصیحت سب کے کانوں میں یکساں پہونچتی ہے لیکن علم الٰہی میں جو لوگ نیک قرار پا چکے ہیں اُنکے دل پر اُس نصیحت کا اسی طرح اثر ہوتا ہے جسطرح اچھی زمین میں مینہہ کے پانی کا اثر ہوتا ہے اور جو لوگ علم الٰہی میں بد قرار پا چکے ہیں اُنکے حق میں قرآن کی نصیحت کا اثر ایسا ہی رائگان ہے جس طرح بری زمین میں مینہہ کے پانی کا اثر رائگان جاتا ہے۔

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○ كَذٰلِكَ حَقَّتْ

سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا پھر کیا رہا سچ پیچھے مگر بھٹکنا سو کہاں سے پھرے جاتے ہو اسی طرح ٹھیک آئی ہے

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بات تیرے رب کی ان بے حکموں پر کہ یہ یقین نہ لاوینگے

منزل ۳

جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا یہ حکم ہوا کہ ان مشرکوں سے پوچھنا چاہیے کہ یہ کارخانہ دنیا کا کسی نے بنایا کان آنکھہ نطفہ اور نطفہ سے آدمی کس نے پیدا کیا جسکے جواب میں مشرکین یہی کہیں گے اللہ نے تو فرمایا اب آپ اُنکے جواب میں یہ کہنا چاہیے کہ جب تم یہ بات مان چکے کہ سوائے خدا کے اور کسی میں بھی کسی بات کی قدرت نہیں تو پھر کیوں نہیں خدا سے ڈرتے ہو اور خالص اوسی کی بندگی کرتے بتوں سے کیوں غرض رکھتے ہو یہ حق کے بعد کیسی گمراہی ہے اپنی زبان سے آپ اقرار کرتے ہو کہ خدا کی ذات ایک ہے اوسی میں ہر ایک بات کی قدرت ہے پھر بھی خدا کی طرف رجوع نہیں ہوتے بتوں کو اُسکا شریک ٹھہراتے ہو پھر فرمایا کہ خدا کی بات ان فاسقوں پر پوری اُتری یہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے اُنکے دلوں میں تو گمراہی بھری ہوئی ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھہ دنیا میں ہو رہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھہ لیا ہے اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے علم کے موافق بے حکم لکھا تھا دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جب وہ لوگ بے حکم رہے تو اسپر فرمایا کہ ان بے حکم لوگوں کے حق میں اللہ کی لکھی ہوئی بات ٹھیک آئی۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۚ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى

پوچھہ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو پہلے بناوے پھر اوسکو دہراوے تو کہہ اللہ پہلے بناتا ہے پھر اوسکو دہراویگا سو کہاں سے

تُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ

الٹے جاتے ہو پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو راہ بتاوے صحیح تو کہہ اللہ راہ بتاتا ہے صحیح اب جو

يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝

کوئی راہ بتاوے صحیح اوسی کو چاہیے ماننا یا جو آپ نہ پاوے راہ مگر جب کوئی بتاوے سو کیا ہوا ہے تمکو کیا انصاف کرتے ہو

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور وہ اکثر چلتے ہیں اٹکل پر سو اٹکل کام نہیں کرتی صحیح بات میں کچھ اللہ کو معلوم ہے جو کام کرتے ہیں

ان آیتوں میں اللہ جل شانہ نے مشرکوں کے جھوٹے دعوے کو یوں بے بنیاد ٹھہرا کر مشرکوں کو خطاب کیا اور فرمایا کہ تم جنہیں معبود سمجھکر اونکی عبادت کرتے ہو کیا اون میں یہ قدرت ہے کہ طرح طرح کی مخلوق پیدا کریں جن چیزوں کا وجود نہیں نہ کانوں نے سنا نہ آنکھوں نے دیکھا کیا یہ چیزیں وہ بنا سکتے ہیں اون میں کسی شی کی ایجاد کی طاقت ہی اور پھر مخلوق کے فنا ہونے کے بعد دوبارہ ویسے کا ویسا بنا سکتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ کام اللہ ہی کا ہے تم نے جنکو اپنے گمان میں معبود سمجھ رکھا ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ جسنے پہلے سب کچھ پیدا کیا وہ دوبارہ بھی سب کچھ کر سکتا ہے اسکا انکار کسی عقلمند کا کام نہیں ہے پھر فرمایا کیا تمہارے اون معبودوں میں یہ قدرت ہے کہ وہ راہ حق کی ہدایت کر سکیں گے نہیں ہرگز نہیں یہ بھی خدا ہی کا کام ہے کہ سب آنکھوں کے سامنے اوسنے انسان کو پیدا کیا ان مشرکوں کے جھوٹے معبودوں میں سے کوئی اس کام میں اسکا شریک نہیں تو جو طریقہ انسان کی بھلائی کا ہی اسکو بھی وہی خوب جانتا ہی یہ پتھر کی مورتیں جو بغیر دوسرے کی مدد کے جگہ سے نہیں ہل سکتیں کسی کے بھلائی کے طریقہ کو یہ کیا جان سکتے ہیں یہ فقط شیطان کا بہکاوا ہے جو یہ مشرک لوگ اپنے بنانے والے کو چھوڑ کر ان پتھر کی مورتوں کی تعظیم کرتے اور اونہیں اپنا راہ بر جانتے ہیں پھر فرمایا یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ اللہ کو سب معلوم ہے ایک دن انکا کیا انکے روبرو آویگا صحیح بخاری کے حوالہ سے ابو ہریرہ رض کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں اللہ تعالی نے فرمایا میں نے اپنے کلام پاک میں انسان کے دوبارہ پیدا کرنے کی خبر دی اور انسان نے اوسکو جھٹلایا حالانکہ جو کام ایک دفعہ کیا جا چکے انسان کے عقلی تجربہ کے موافق بھی پھر دوبارہ اسکا کیا جانا آسان ہو جاتا ہی اسیطرح صحیح بخاری کے حوالہ سے مغیرہ رض بن شعبہ کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کا انجانی کا عذر رفع ہو جانے کیلئے اللہ تعالی نے آسمانی کتابیں دیکر رسولوں کو بھیجا تاکہ لوگوں کو عقبی کی سزا و جزا کا حال اچھی طرح معلوم ہو جاوے ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی اور اپنی اولاد اور عزیز قریبوں کی پیدائش آنکھوں کے سامنے دیکھکر جو لوگ حشر کے دن کی دوبارہ پیدائش کے بے سند منکر ہیں یہ اون لوگوں کی بڑی نادانی ہے جس نادانی کے سبب سے یہ لوگ اس تیاری اور آمادگی سے بالکل غافل ہیں جو عقبی کی سزا و جزا کی بابت آسمانی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ سے انکو سمجھائی جاتی ہی لیکن انکے حشر کے انکار سے اللہ تعالی کا حشر کا وعدہ نہیں ٹل سکتا اسلئے ناگہانی طور پر ایک دن اس وعدہ کا ظہور ضرور ہوگا اور اسوقت یہ لوگ اپنے کئے کی ایسی سزا پاوینگے جو انسان کی برداشت سے باہر ہے۔

منزل ۳

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

اور وہ نہین یہ قرآن کہ کوئی بنالے اللہ کے سوائے اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور

تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ

بیان کتاب کا جسمین شبہ نہیں جہان کے صاحب سے کیا لوگ کہتے ہیں یہ بنالایا تو کہہ تم لے آؤ ایک سورۃ

مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا

ایسی اور پکارو جسکو پکارسکو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو کوئی نہیں پر جھٹلانے لگے ہین جسکے

بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہین اسکی حقیقت یون ہی جھٹلاتے رہے ان سے اگلے سو دیکھ لے کیسا ہوا آخر

الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

گنہگارونکا اور کوئی ان مین یقین کریگا اوسکو اور کوئی یقین نہ کریگا اور تیرے رب کو خوب معلوم ہین شرارت والے

ع ۹

منزل ۳

اوپر کی آیتون مین ثبوت توحید کا ذکر فرمایا ان آیتون مین ثبوت رسالت کے لئے قرآن مجید کے معجزہ ہونیکی دلیلین بیان کی گئی ہین
اور فرمایا ہی کہ یہ قرآن بشر کا بنایا ہوا نہیں ہے تم سمجھتے ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے جی سے بنایا ہوگا لیکن تم یہ نہین دیکھتے کہ اس مین
پہلے انبیا اور رسولون کے قصے اور وہی باتین جو پہلی قومونکو بتلائی گئین تہین اس مین بھی ہین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی عالم کی
صحبت مین بیٹھے اور نہ کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھا نہ کسی نے اونکو پہلی امتون کے قصے بتلائے پھر کیونکر وہ گذری ہوئی باتین اور
ایسی صاف ستھری زبان مین بیان کرتے یہ قرآن توریت و انجیل کل آسمانی کتابون کی تصدیق کرتا ہی اور جو باتین اون مین رد و
بدل کردی گئی ہین اونکو بیان کرتا ہی کیا یہ اسبات کی دلیل نہین ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے خدا نے اپنے رسول پر اوسکو اوتارا ہی
اگر تم اسکو کسی اور کا بنایا ہوا سمجھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بنایا ہی تو وہ بھی بشر ہین تم بھی بشر ہو چلو
تم بھی ایسا کلام کہہ کر لاؤ اگر سارا نہیں تو دس سورتین ہی سہی۔ جانے دو دس بھی نہیں ایک ہی سورت ایسی کہہ ڈالو اگر ایک بھی ممکن
نہ ہو تو ایک پورا جملہ ہی اسکے مانند بنالاؤ آخر تم بھی تو عربی دان ہو فصاحت و بلاغت کا تمہین بھی تو دعوی ہے اگر اکیلے نہ ہوسکے
تو لو عام اجازت ہی کہ اس کام مین چاہے جس سے مدد لو سارے جہان کی مخلوق اکٹھی ہو جاؤ اپنے معبودون کو بھی شریک کرلو
جنپر تمکو بہت بھروسہ ہی۔ مگر مشرک اسکو بھی سنکر دم بخود ہو گئے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونیکا بے ٹھکانے انکار ہی کرتے رہے
پھر فرمایا کہ قرآن مین جس عذاب کا وعدہ ایسے لوگون کے حق مین ہی اس عذاب کا حال انکی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ ابھی وہ عذاب
انکی آنکھون کے سامنے نہین آیا عذاب سے پہلے اسی طرح پہلی امتون نے بھی رسولونکو جھٹلایا تھا اور آخر اپنی سزا کو پہنچے پھر فرمایا
انمین بعضے ایسے بھی ہین کہ ایمان لائے ہین قرآن کو مانتے ہین رسول کی پیروی کرتے ہین اور بعضے ایمان نہین لاتے کفر کی حالت
مین ہی مرجاتے ہین خدا ان مفسدون کے حال سے خوب واقف ہی وقت مقررہ پر ایسے لوگ اپنی شرارتون کی پوری سزا پاوینگے

صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزون کے علاوہ مجھکو قرآن ہی ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہے جسکے اثر سے مجھے امید ہی کہ قیامت کے دن میری امت کے اہل ایمان لوگون کی تعداد اور امتون سے بڑھکر ہوگی اس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ دین کی لڑائی کا حکم ہجرت کے بعد نازل ہوا اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے صدہا منکر قرآن اس قرآن کے اثر سے راہ راست پر آگئے اور اس ضعف اسلام کے زمانہ مین قرآن کا اثر اب بھی وہی باقی ہی اور قیامت تک باقی رہے گا اور قیامت کے دن اس حدیث کی پیشین گوئی کا ظہور سبکی آنکھون کے سامنے آجاویگا غرض خاتم الانبیا کی نبوت کے ثبوت کیلئے یہ قرآن ایسا ہی پورا معجزہ ہی جسکا ذکر آیتون اور اس حدیث مین ہی۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور اگر تجکو جھٹلاوین تو تو کہہ مجکو میرا کام کرنا اور تمکو تمہارا کام تمپر ذمہ نہیں میرے کام کا اور مجھپر ذمہ نہیں جو تم کرتے ہو

اوپر کی آیتون مین اللہ تعالی نے ثبوت توحید ثبوت رسالت و شرک کی مذمت کی پوری فہمائش مشرک بت پرستون کو فرماکر ان آیتون مین فرمایا ہی کہ اگر بعد اس فہمائش کے بھی یہ لوگ جھٹلانے سے باز نہ آوین تو انسے کہدیا جاوے کہ جیسا تم کروگے وہ تمہارے آگے آویگا بعضے مفسرین نے اس آیۃ کو جہاد کی آیۃ سے منسوخ کہا ہے مگر یہ صحیح قول نہین ہی کس لئے کہ منسوخ وہ حکم ہوتا ہی جو کسی دوسرے حکم کے آنے سے اوٹھ جاوے اس آیۃ کا حکم جہاد سے پہلے بھی تھا اور اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا بلکہ خود قیامت کے دن کو اللہ تعالی نے اس حکم کے جاری کرنے کیلئے بنایا ہی کہ جو نیک کام کرے اوسکو جزا اور جو بد کام کرے اوسکو سزا دیجاوے پھر ایسے دائمی حکم کو منسوخ کیونکر کہا جا سکتا ہے اور یہ تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ جہاد کے حکم سے کوئی درگذر کی آیۃ منسوخ نہین ہے اگرچہ پھر ایسی آیۃ کے پیچھے جسکو بعضے مفسرین نے منسوخ کہا ہی اور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ آیۃ منسوخ نہین ہے اس تفسیر مین ناسخ منسوخ کی بحث کردی جاتی ہی لیکن متفرق بحث لوگونکو یاد نرہے گی اسلئے یاد رہنے کی غرض سے ایک عام بات لکھدی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ صرف پانچ آیتین جو آگے بیان کردی جاتی ہین انکے سوا قرآن شریف مین کوئی آیۃ ایسی نہیں ہے جسکو بالاتفاق سب مفسرون نے منسوخ کہا ہو اسلئے ان پانچ آیتونکو خیال مین رکھہ لیا جاوے پھر جس تفسیر مین سوا ان پانچ آیتون کے کسی اور آیۃ کے منسوخ ہونے کا ذکر نظر پڑے تو اوسکو یون خیال کر لینا چاہیئے کہ باقی کی اور تفسیرون مین ضرور یہ بھی لکھا ہوگا کہ یہ آیۃ منسوخ نہین ہی وہ پانچ آیتین یہ ہین آیۃ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت - آیۃ یوصیکم اللہ سے منسوخ ہی والذین یتوفون منکم مین برس روز کی عدت کا حکم چار مہینے دس روز کی عدت کے حکم سے منسوخ ہے - آیت ان یکن منکم عشرون مین ایک مسلمان کا دس مخالفون سے لڑنے کا حکم ایک مسلمان کو دو مخالفون سے لڑنے کے حکم سے منسوخ ہے - آیت اذا ناجیتم الرسول کا صدقہ کا حکم ذلک خیر لکم و اطہر سے منسوخ ہے - یا ایہا المزمل قم اللیل کا حکم اس سورۃ کی آخری ٹکڑے سے منسوخ ہے - عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہے دنیا کی پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم کے موافق وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر

مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ توحید اور رسالت کی پوری فہمائش کے بعد بھی شرک اور رسالت کے جھٹلانے سے باز نہ آوین تو اے رسول اللہ کے انکو انکے حال پر چھوڑ دیا جاوے کیونکہ علم الٰہی مین جو لوگ نافرمان قرار پا چکے ہیں وہ کسی فہمائش سے راہ راست پر نہ آوین گے لیکن ان نافرمان لوگون سے یہ کہدیا جاوے کہ نیک و بد کی جزا و سزا کا ظہور وقت مقررہ پر ہونے والا ہے اسوقت یہ لوگ اپنے کئے کی پوری سزا بھگت لین گے۔

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ

اور بعضے اون مین کان رکھتے ہیں تیری طرف کیا تو سناویگا بہرونکو اگرچہ شے بوجھ نہ رکھتے ہوون اور بعضے اون مین نگاہ

إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَ

کرتے ہیں تیری طرف کیا تو راہ دکھاویگا اندھون کو اگرچہ وہ سوجھ نہ رکھتے ہوون اللہ ظلم نہیں کرتا لوگو نپر کچھ لیکن

لَٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہیں

ان آیتون مین مشرکین مکہ کا ایک اور حال بیان فرمایا کہ جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہی تو یہ لوگ سنتے ہیں مگر اس سننے سے انکا یہ مقصود نہین ہوتا کہ اوسپر ایمان بھی لاوین فقط سننا ہی سننا ہے اسیطرح اے رسول اللہ کے ان لوگون مین سے بعضے تمہاری طرف دیکھتے ہین کہ ظاہر ظاہر معجزے اللہ تعالیٰ نے تمکو دئے ہیں مگر یہ دیکھنا اونکو کچھ بھی فائدہ نہ دیگا اس دیکھنے سے وہ ایمان لانے کا ارادہ نہیں کرتے ہیں اگر آپ چاہیں کہ یہ سب راہ راست پر آجاوین تو یہ غیر ممکن ہے کیونکہ جس طرح بہرون اور اندھون کو نہ تم کچھ سنا سکتے نہ دکھا سکتے ہو اسیطرح انکے دلونکو قابو مین کرکے انکی ہدایت بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ان لوگون مین ایمان لانیکی اور حق ناحق سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہی یہ بعینہ جانور ہین دیکھتے بھی ہیں سنتے بھی ہیں مگر انمین سمجھنے کا مادہ نہیں ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو العاص رضی کی حدیث گذر چکی ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہو رہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی اسیطرح ابوذر رضی سے صحیح مسلم ترمذی اور ابن ماجہ مین ایک روایۃ ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ اللہ پاک ظلم نہیں پسند کرتا اسنے اپنی ذات پر بھی ظلم کو حرام کیا ہے اور اپنے بندون پر بھی ظلم کو حرام کر دیا ہی کہ آپس مین کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور اللہ پاک نے ہر شخص کے عمل گن گن کر رکھے ہین جسکی جزا سزا قیامت کے دن بھرپور دیجاوے گی۔ آیتون اور حدیثون کو ملا کر یہ تفسیر قرار پاتی ہی کہ جو لوگ علم الٰہی مین بد ٹھہر چکے ہین وہ مانند بہرون اور اندھون کے ہین قرآن کا سننا یا معجزون کا دیکھنا انکو کچھ نفع نہیں پونہچا سکتا لیکن ساتھ اسکے یہ بات ہی کہ اللہ تعالیٰ کو ظلم پسند نہین ہی اسلئے اوسنے زبردستی کسی کے ذمہ کوئی برائی نہین لگائی بلکہ دنیا مین پیدا ہونیکے بعد ہر شخص جو کچھ کرنیوالا تھا وہ اسکے علم ازلی سے باہر نہیں تھا اسواسطے اسنے وہ سب اپنے علم کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی اور جزا و سزا کا مدار اوس نتیجہ پر نہین رکھا غرض ہر ایک نیک و بد کے دنیوی ظہور پر جزا و سزا کا مدار رکھا ہی مگر اللہ کا علم تغیر و تبدل سے پاک ہی اسلئے دنیا مین جو کچھ ہوتا ہی وہ آخر کو لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق آن ٹھہرتا ہی اسکے برخلاف دنیا مین کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

منزل ۳

یعتذرون ۱۱

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ

اور جس دن اونکو جمع کریگا گویا نہ رہے تھے مگر کوئی گھڑی دن آپس مین پہچانین گے بیشک خراب ہوئے

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ

جنھون نے جھٹلایا اللہ کا ملنا اور نہ آئے راہ پر

حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ نافرمان لوگ اب تو دنیا مین اپنا قیام دنیاوی ہمیشہ کا خیال کر کے غفلت مین عمر گزار رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ دنیا کے رہنے مین اونھون نے بہت کچھ پھل پایا لیکن قیامت کے دن یہ لوگ جب اپنی کمائی اور اپنا دنیا کا رہنا آخرت کے نفع سے بالکل خالی پاوینگے اور فرمانبردارونکو دیکھین گے کہ آنکے دنیا کے نیک کامون نے اُنکو بہت کچھہ نفع دیا اور اونھون نے اپنی نافرمانی کی سزا مین بہت کچھہ نقصان اوٹھایا تو یہ لوگ اپنے دنیا کے رہنے کو بالکل حقیر اور گھڑی دو گھڑی کا ٹھکانا خیال کرینگے۔ معتبر سند سے طبرانی کبیر مین عبداللہ بن مسعودؓ سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج کی گرمی اور پسینے کے سبب سے بڑے بڑے گناہ گارون کو اس قدر تکلیف ہوگی کہ وہ اُس تکلیف سے نجات پاکر دوزخ مین جانا پسند کرینگے۔ اس مضمون کی روایۃ جابرؓ سے مستدرک حاکم مین بھی ہی اور حاکم نے اُسکو صحیح کہا ہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن گنہگارون نے دنیا مین بڑی راحت سے عمر بسر کی ہی دوزخ مین جاتے ہی اُنکو دنیا کی راحت یاد نرہوے گی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے مستورد بن شداد کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبے کی راحتون کی مثال ایک دریا کی سی ہے جسکے مقابلہ مین تمام دنیا کی راحتین ایسی ہین جیسے پانی کی تھوڑی سی نمی ان حدیثون کو آیۃ کیساتھ ملانے سے آیۃ کی یہ تفسیر قرار پاتی ہے کہ میدان حشر کی تکلیفون کے مقابلہ مین تو یہ لوگ دنیا کی راحت کی زندگی کو گھڑی دو گھڑی کی زندگی خیال کرینگے اور پھر دوزخ مین جاتے ہی دنیا کی راحت کو بالکل بھولجاوینگے اور جس طرح پانی کی تھوڑی سی نمی کے لالچ مین کوئی دریا کو ہاتھ سے کھو بیٹھے ان بے راہ قیامت کے جھٹلانے والون کا ایسا ہی نقصان اوس دن ہوگا کہ دنیا کی چند روزہ راحت کی غفلت کے سبب سے عقبی کی بے حساب ہمیشہ کی راحتون کو یہ لوگ ہاتھ سے کھو بیٹھین گے۔ جھوٹے معبودون اور اونکے پوجنے والون کی آپس کی بیزاری کا ذکر جو اوپر گذرا اوس بیزاری کے جھگڑے تک تو ان مین آپس کی جان پہچان رہے گی اور پھر یہ بات جاتی رہے گی اس تھوڑی سی جان پہچان کا ذکر آیۃ مین ہے۔

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا

اور اگر ہم دکھاوینگے تجکو کوئے اون وعدون مین جو دیتے ہیں اُنکو یا پوری کر دینگے تیری عمر سو ہماری طرف ہے اونکو پھر آنا اللہ ساہد ہے اُن

يَفْعَلُونَ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

کامو پر جو کرتے ہیں اور ہر فرقے کا ایک رسول ہی پھر جب پہنچا اونپر رسول اُنکا فیصلہ ہوا اُنمین انصاف سے اور اونپر ظلم نہین ہوتا

مشرک لوگ عذاب کا وعدہ سنکر اوس وعدہ کے ظہور کی جلدی کرتے تھے اسلئے اللہ تعالی نے اپنے رسول کی تسلی کے طور پہ

فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ہم تمہارے سامنے ان کافروں کو غارت کر دیں اور انکے کردار کی سزا اسی دنیا میں تمہاری حیات ہی میں انکو دیں یا انکو اسی حال پر چھوڑ کر تمہیں اپنے پاس بلالیں ہر حال میں یہ لوگ ایک دن ہمارے روبرو حاضر ہونے والے اور اپنی بداعمالی کی سزا بھگتنے والے ہیں کیونکہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کو معلوم ہے ذرہ ذرہ کا ایک دن مواخذہ ہوگا۔ معتبر سند سے طبرانی میں ابوامامہ اور حذیفہ ابن اسید سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات کو میری کل امت اول سے آخر تک سب مجھے دکھلا دی گئی ایک شخص نے کہا کہ جو آپکی امت میں پیدا ہو چکے ہیں وہ تو خیر اور جو نہیں پیدا ہوئے ہیں اونہیں کیسے آپنے جانا فرمایا کہ جس طرح تم اپنے دوست احباب ہر ایک سے ملنے جلنے والے کو پہچانتے ہو اسی طرح میں انکو پہچانتا ہوں صحیح مسلم میں ابوہریرہ رض سے جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعضائے وضو کے نور سے امت میں کے بن دیکھے لوگوں کی پہچان اللہ کے رسول کو ہوگی اسی طرح ابوامامہ رض کی طبرانی کی حدیث میں اسکی صراحت ہے۔ مجاہد رح کہتے ہیں کہ ہر ایک رسول کی امت کا قیامت کے دن اسکے رسول کے سامنے فیصلہ کیا جاویگا اور اللہ پاک نہایت ہی عدل اور انصاف کے ساتھ حکم نافذ فرمائیگا نامہ اعمال سامنے رکھا ہوگا وہ تبلا دیگا کہ کس کے اعمال کیسے ہیں اور نامہ اعمال کے لکھنے والے فرشتے بھی گواہی دینگے ہر ایک امت ایک کے بعد ایک آتی جائے گی اور اس کا حساب وکتاب ہوتا جائیگا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اگرچہ سب امتوں سے پیچھے پیدا ہوئی ہے مگر اسکا حساب وکتاب سب سے پہلے ہوگا اور اسکے حساب کتاب میں اوتنا عرصہ بھی نہ ہوگا جتنا اوروں کے حساب میں ہوگا۔ صحیح بخاری ومسلم میں جو روایتیں ہیں اون میں یہ ذکر صراحت سے ہے کہ امت محمدیہ کا حساب اور امتوں سے پہلے ہوگا بلکہ صحیح بخاری وغیرہ میں ابوہریرہ رض کی روایت سے یہ بھی ہے کہ امت محمدیہ کا گذر پل صراط پر بھی اور امتوں سے پہلے ہوگا معتبر سند سے طبرانی کبیر اور اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسمیں امت محمدیہ کے حساب کے جلدی ختم ہو جانے کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اوپر یہ جو گذرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب امت کو دیکھا یہ قصہ معراج کی رات کا ہے چنانچہ ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ رض بن عباس کی جو روایتیں ہیں انمیں معراج کی رات کا ذکر ہے اگرچہ یہ کل امت کے دیکھنے کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت صحیح بخاری میں بھی ہے لیکن وہ مختصر ہے اوس میں معراج کی رات کا ذکر نہیں ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سب امت جنت میں جاویگی مگر جو مجھکو نہ مانے گا وہ دوزخ میں جاویگا صحابہ نے عرض کیا حضرت وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا جو میری اطاعت نہیں کرتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور امتوں سے پہلے حساب کے ہونے اور پل صراط پر سے پہلے گزرنے کی عزت امت محمدیہ کے اون ہی لوگوں کو دی جاویگی جو اللہ کے رسول کے پورے فرمانبردار اور ہر طرح کی بدعت سے بیزار ہیں صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے روایتیں جو سورہ النساء میں گذر چکی ہیں انمیں یہ ذکر تفصیل سے ہے کہ ہر امت کا فیصلہ انکے رسول کے سامنے اور مقابلہ میں ہوگا اون روایتوں سے مجاہد کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا

اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ میں مالک نہیں اپنے واسطے برے کا نہ بھلے کا

إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝

مگر جو چاہے اللہ ہر فرقے کا ایک وعدہ ہے جب پہنچا اونکا وعدہ پہر نہ ڈہیل کرین ایک گہڑی نہ جلدی

مشرک لوگ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ جو بار بار قیامت کا ذکر کرتے ہین اور کہتے ہیں کہ اوس روز تمہین تمہارے بداعمالی کی سزا ملیگی یہ عذاب ہوگا وہ عذاب ہوگا تو بتلایئے وہ دن کب ہی اور کب ہوگا جلدی سے وہ ایکدن آنکر رہین کچہہ نقصان کیون نہین ہوپنچ جاتا اسواسطے اللہ نے اسکا جواب اپنے رسول کو بتلایا کہ اُنسے کہدو کہ مین آپ اپنی جان کا مالک نہیں ہون نہ کوئی نفع اپنے کو پہنچا سکتا ہون اور نہ نقصان پہر مین دوسرونکو کیا نفع نقصان پونہچا سکتا ہون اور اللہ کے علم غیب مین جو میرا نفع یا نقصان ہی جب اُسکا حال مجہکو معلوم نہین تو قیامت کے آنے کا خاص وقت مین تم لوگونکو کیونکر تبلا سکتا ہون جو ایک خاص غیب کی بات ہی مجہے تو صرف اتنا ہی اختیار ہے کہ جو بات خدا مجہے تبلاتا ہی مین وہ لوگونکو پہنچا دیتا ہون جس بات کی وہ مجہے خبر دیتا ہی اُسکو بیان کردیتا ہون ہان اتنی بات البتہ کہہ سکتا ہون کہ ایک نہ ایک روز ضرور قیامت ہوگی مگر کب ہوگی اس کا علم مجہے نہیں یہ خدا ہی جانتا ہی اور یہ بھی کہے دیتا ہون کہ ہر جاندار کے لئے موت ہے اور موت کا ایکدن مقرر ہے جب آجاتی ہی تو گہڑی بھر بھی دیر نہین لگتی اجل کسی چیز کے وقت مقررہ کو کہتے ہیں صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنیا کے ختم ہونیکا وقت مقررہ تو اللہ تعالی کو معلوم ہی مگر یہ بات قسم کہا کرین کہتا ہون کہ موجودہ لوگون مین سے سو برس کے اندر کوئی شخص زندہ نرہے گا معتبر سند سے ترمذی مین ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کے اکثر لوگونکی عمر ساٹھہ سے ستر برس تک کی ہوگی معتبر سند سے مسند امام احمد مین حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منکر نکیر کے سوال جواب کے بعد ہر نیک آدمی کو جنت کا ٹہکانا اور بد شخص کو دوزخ کا ٹہکانا دکہلا کر اللہ کے فرشتے یہ کہدیتے ہین کہ اس ٹہکانے مین رہنے بسنے کے لئے قیامت کے دن تم لوگونکو دوبارہ زندہ کیا جاویگا ان حدیثونکو آیتون کے ساتہہ ملانے سے آیتون کی یہ تفسیر قرار پاتی ہی کہ دنیا کے ختم ہونے کا وقت مقررہ تو اللہ تعالی کو معلوم ہے گہڑی گہڑی اُسکا حال جو یہ لوگ پوچھتے ہین اُسکی انہین کچہہ ضرورت نہیں انکو تو اپنی عمر کے وقت مقررہ کا حال پوچہنا چاہیئے جو سو برس کے اندر ہے اسکے بعد یہ سب مرجاوینگے اور قیامت کے دن جو انجام انکا ہونے والا ہی مرنے کے ساتہہ ہی وہ انکو دکہا دیا جاویگا۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ ثُمَّ إِذَا مَا

تو کہہ بہلا دیکہو تو اگر پہنچے تمپر عذاب اوسکا راتون رات یا دن کو کیا کرین گے اوس سے پہلے گنہگار کیا جب پڑ چکے

وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا

گا تب یقین کروگے اوسکو اب قائل ہوئے اور تم تھے اسی کی جلدی کرتے پہر کہیں گے گنہگارو چکہو عذاب ہمیشگی کا

عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

وہی بدلا پاتے ہو جو کچہہ کماتے تھے

منزل ۳

جس طرح یہ مشرک قیامت کے دن کے عذاب کی جلدی مسخراپن کے طور پر کرتے تھے اوسی طرح دنیا کے عذاب کی بھی جلدی کرتے تھے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ تم عذاب عذاب کہا کرتے ہو تو اپنے خدا سے کہکر ہمپر عذاب بھیجوا دو اسلئے فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگوں سے کہدیا جاوے کہ تم اب تو عذاب کی جلدی کر رہے ہو اور جب عذاب راتوں رات جسوقت تم غافل پڑے سوتے ہو یا دن کو جب تم اپنے کام دہندے میں لگے ہو گے اچانک آجاویگا تو پھر کس بات کی جلدی کروگے عذاب تو ایک ایسی بری چیز ہے جسکے نام سے لوگ ڈرتے ہیں تو کیا عذاب آجانے سے تم ایمان لاؤگے تو بتلاؤ ایسے وقت میں کہ تم عذاب میں گرفتار ہوگے اگر ایمان بھی لائے تو اوس ایمان سے کیا فائدہ ہو سکتا ہی پھر فرمایا کہ قیامت کے دن جب یہ مجرم دوزخ میں ڈالے جاوینگے اور طرح طرح کے عذاب کو برداشت نہ کرسکینگے اور فریاد مچانے لگینگے اوسوقت انسے یہ بات کہی جاویگی کہ تم دنیا میں عذاب کے آنے کی جلدی کرتے تھے اب کیا ہوا جو منہہ مانگی چیز سے پناہ مانگتے ہو جو کچھہ تم نے وہان کیا ہے اوسکا مزہ چکھو اور ہمیشہ چکھو۔ سورۃ النسا میں گذر چکا ہی کہ توبہ کے قبول ہونے کیلئے آیندہ گناہوں سے باز رہنے اور نیک کام کرنے کا ارادہ ضرور ہے عذاب کے سر پر آجانے اور ہلاکت کا یقین ہوجانے کے بعد انسان کی یہ حالت باقی نہیں رہتی بلکہ ایک بے بسی کی حالت ہوجاتی ہی اسی بے بسی کی حالت کا اسلام اور ایسی حالت کی توبہ کچھہ مقبول نہیں ہی چنانچہ اس باب میں عبداللہ بن عمر کی حدیث بھی ترمذی کے حوالہ سے اس سورۃ میں گذر چکی ہی جسکی سند کو ترمذی نے معتبر قرار دیا ہی بیہقی تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر ابن مردویہ کے حوالہ سے حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عمر اور معاذ بن جبل کی یہ روایتیں بھی سورۃ النسا میں گذر چکی ہیں کہ عذاب کی تکلیف ہمیشہ قائم رہنے کیلئے دوزخیونکی جلی ہوئی کہال گھڑی گھڑی بدل جاویگی حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ النسا میں جو روایتیں گذر چکی ہیں وہی روایتیں ان آیتونکی گویا تفسیر ہیں جس سے بے وقت کے اسلام کے مقبول نہونے اور دوزخ کے عذاب کی ہمیشگی کی تفصیل معلوم ہوتی ہی جلی ہوئی کھال کے بدلے جانے کی معاذؓ بن جبل کی روایۃ طبرانی میں بھی ہے اور اوسکی سند معتبر ہے جس سے حضرت عمرؓ اور عبداللہؓ بن عمر کی روایتوں کو بھی تقویت ہوجاتی ہے۔

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝

اور تجھسے خبر لیتے ہین کیا سچ ہی یہ بات تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہی اور تم نہ تھکا سکوگے

مشرک لوگ یہ بھی پوچھتے تھے کہ کیا سچ مچ قیامت ہوگی اور اوسکے انکار کرنیوالوں کو عذاب ہوگا حالانکہ وہ لوگ یہ سوال پہلے بھی کرچکے تھے اور اسکا جواب بھی انکو دیدیا گیا تھا پھر بار بار پوچھنا اونکی نادانی کی نشانی ہے نہ اپنی بات سمجھتے ہیں کہ ہم کہہ کیا رہے ہیں نہ دوسرے کی بات سمجھتے کہ وہ کیا جواب دیرہا ہی اسلئے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہدو قسم خدا کی قیامت ضرور ہونیوالی ہے تم یہ خیال کرو کہ ہم مٹی کے ڈہیر ہوکر پھر قبر سے کیونکر نکل آوینگے وہ دوبارہ پیدا کرسکتا ہی جسطرح اوسنے پہلے پیدا کیا ہی اوسکا ایک فقط کن کا حکم کافی ہے پھر اگر تم بھاگنا بھی چاہوگے تو رستہ نہ ملیگا نہ کوئی حیلہ حوالہ پیش ہوسکیگا بلکہ عذاب ہوکر رہیگا۔ ترمذی اور صحیح ابن حبان میں ابو سعیدؓ خدری سے اور مسند امام احمد وغیرہ میں زید بن ارقم اور

منزل ۳

وقف لازم ۔ وقف النبی علیہ السلام

حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایتین ہین ادن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسرافیل علیہ السلام صور منہہ مین لیکر پہونکنے کو تیار اور ہر وقت حکم الٰہی کے منتظر ہین ترمذی نے اس روایۃ کو معتبر قرار دیا ہے یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ٹہرتا ہی کہ جس طرح اللہ تعالی نے تاکید کے طور پر اپنے رسول کو قسم کہا کر قیامت کے وعدہ کا ارشاد فرمایا ہے اسی طرح قیامت کے ظہور کا انتظام بھی ایسا تاکیدی ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صور منہہ مین لیکر پہونکنے کو تیار اور ہر وقت حکم الٰہی کے منتظر ہین۔

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ

اور اگر ہو ہر شخص گنہگار پاس جتنا کچھہ ہی زمین مین البتہ دے ڈالے اپنی چہڑوائی مین اور چھپے چھپے پچتاوینگے

لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

جب دیکھین گے عذاب اور انہین فیصلہ ہوگا انصاف سے اور انپر ظلم نہ ہوگا

صحیح بخاری و مسلم مین حضرت انسؓ کی روایۃ سے اس آیۃ کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمائی ہی کہ قیامت کے دن ہلکے سے ہلکے عذاب والے دوزخی سے اللہ تعالی فرماویگا کہ اے شخص تیرے پاس دنیا بہر کا مال و متاع اور اولاد ہو تو اپنی نجات کے بدلے میں اوس مال اور اولاد کے دینے پر راضی ہی وہ کہیگا کہ ہان مین راضی ہون اوسپر اللہ تعالی فرماویگا کہ جب تو دنیا مین پیدا نہیں ہوا تھا اور آدم کی پشت مین تیرا نطفہ تہا اوسوقت مین نے تجہہ سے ایک چھوٹی سی بات کا یوم المیثاق مین عہد لیا تہا کہ تو دنیا مین جاکر نافرمانی نہ کیجیو مگر تو نے نہ مانا اب بدلہ اور تاوان دینے سے کیا ہوتا ہے حاصل معنے آیۃ اور حدیث کے یہ ہین کہ وہ نجات آخرت جو دنیا بہر کے مقابلہ مین گران ہی تہوڑی سی فرمانبرداری خدا و رسول مین ملسکتی ہی اور جو اس سوداگری سے غافل رہا اسنے بڑا ٹوٹا پایا کیونکہ اب دنیا مین تو لوگون کے قبضہ مین عارضی طور پر کچہہ مال و متاع اللہ تعالی نے دے رکھا ہی جسکے صدقہ خیرات سے عقبیٰ کی بہبودی چاہنے والے کچہہ عقبیٰ کی بہبودی کر سکتے ہین دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد دنیا کا سب مال و متاع اللہ تعالی کے قبضہ مین چلا جاویگا پہر اگر اوسدن بدلہ اور تاوان قبول ہوتا بھی تو یہ لوگ مال و متاع کہان سے لاسکتے تہے چنانچہ اس مطلب کو الا ان للہ ما فی السموات والارض سے ادا فرمایا گیا ہی۔ سورہ عنکبوت مین آویگا کہ مشرکین مکہ مین کے سردار لوگ عام لوگونکو بہکایا کرتے اور کہا کرتے تہے کہ اول تو قیامت اور اوس دن کی سزا کا ہمکو یقین نہین ہی اور اگر یہ سزا ہوئی بھی تو تمہاری سزا ہم اپنے ذمہ لیلیوینگے اسلیئے اس سزا کے خوف سے تم اپنا قدیمی دین نہ چھوڑو اوسی سورۃ مین یہ بھی آویگا کہ ایسے لوگونکو دوہری سزا دیجاویگی ایک انکی ذاتی بداعمالی کی اور دوسری لوگونکو بہکانے کی قیامت کے دن یہ بہکانے والے لوگ تو یون پچتاوینگے کہ انہون نے لوگونکو ناحق بہکایا جسکے سبب سے وہ دوہری سزا کے مستحق ٹہرے اور بہکنے والے یون پچتاوینگے کہ ہم ان گمراہ سرداروں کے بہکانے میں کیون آگئے ان لوگونکو یہ معلوم ہو جاویگا کہ اسوقت کے پچتاوے کو زبان پر لانے سے کچہہ فائدہ نہیں اسلیئے وہ لوگ اس پچتاوے کو اپنے اپنے دل ہی مین رکہین گے حاصل کلام یہ ہی کہ ان چھپے ہوئے پچتاوے کا

ذکر اس آیۃ مین ہی صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ سے حدیث قدسی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ قیامت کے دن ہر نیکی کی جزا دس سے لیکر سات سو تک اور بعضی نیکیون کی جزا اس سے بھی زیادہ عطا ہوگی اور بدی کی سزا مین کچھہ زیادتی نہ ہوگی بلکہ جرم کے موافق سزا دیجاویگی اور بعضے جرم بغیر سزا کے معاف بھی ہوجاوینگے آخر آیۃ مین اوس دن کے جس منصفانہ فیصلہ کا ذکر ہے یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

سن رکھو جو کچھہ اللہ کا ہے آسمان اور زمین میں سن رکھو وعدہ اللہ کا سچ ہے پر بہت لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

نہیں جانتے وہی جلاتا ہے اور مارتیگا اور اوسی کی طرف پھر جاؤگے

اوپر کی آیۃ مین تاوان کا ذکر فرما کر اس آیۃ مین فرمایا یاد رکھو کہ آسمان اور زمین اور جو کچھہ ان دونون کے درمیان مین مغرب سے مشرق تک جنوب سے شمال تک دریا پہاڑ خزانے کان کل چھوٹی بڑی چیزین ہیں اوس دن وہ سب اللہ کے قبضہ مین ہونگی اوس دن تمہارا عارضی قبضہ باقی نہ رہیگا جو تم تاوان دیکر اپنا پیچھا چھوڑاؤگے اور عذاب سے بچوگے خوب یاد رکھو کہ خدا کا وعدہ سچا ہے ابھی تو تمہاری سمجھہ مین نہین آتا لیکن جب وعدہ کا وقت مقررہ آویگا تو سمجھہ لوگے کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہی کہ تمکو مرنے سے زندہ کردے پیدا بھی وہی کرتا ہے مردہ بھی وہی کرتا ہے مرنے سے دوبارہ زندہ بھی وہی کریگا صحیح بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ وغیرہ مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے صور سے پہلے اللہ تعالی آسمان زمین اور سب چیزین اپنے ہاتھہ مین لیکر فرماویگا آج عارضی طور پر بادشاہت اور مال و متاع کا دعوی کرنے والے کہان ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دوسرے صور سے پہلے ایک مینہہ برسیگا جسکے اثر سے سب جسم بنکر تیار ہوجاوینگے اور پھر اون جسمون مین روحین پھونک دی جاوینگی آیۃ مین قیامت کے دن آسمان و زمین کی سب چیزون کے اللہ تعالی کے قبضہ مین ہونیکا اور حشر کے وعدہ کے ظہور کا جو ذکر ہے یہ حدیثین گویا اوسکی تفسیر ہین

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ

اے لوگو تم کو آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور چنگے کرنے کو جیون کے روگ

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور راہ سوجھائی اور مہربانی یقین لانے والون کو

جس طرح آدمی کے بدن کے لئے بخار کھانسی وغیرہ طرح طرح کے مرض ہیں اسی طرح عقیدہ کے بگڑنے سے آدمی کے دل مین کفر و نفاق حسد ریاکاری یہ طرح طرح کے مرض پیدا ہوجاتے ہیں اور جس طرح طبیبا کی کتابون مین جسمانی مرض کے ہر طرح کے علاج لکھے ہیں قرآن شریف اور حدیث مین اسی طرح آن دلی مرضون کے ہر طرح کے علاج ہیں اسواسطے قرآن شریف اور آنحضرت کو دنیا مین

اُنے کو دل کی تندرستی کا سبب فرمایا اور اوپر کی آیہ مین فرمایا تہا کہ تمام دنیا کے مال و متاع کے بدلا دینے پر بہی قیامت کے دن نجات
میسر نہ آویگی اسلیے اس آیہ مین فرمایا کہ تمام دنیا کی جمع پونجی سے اللہ تعالی کی یہ رسول اور کتاب آسمانی کے بہیجنے کی رحمت
بہتر ہے دنیا کا رہنا چند روزہ ہی اور یہ چند روز کی کمائی بہی یہین رہجاویگی رسول اور کتاب آسمانی کی فرمانبرداری اگر تم کروگے
تو یہ کمائی تمہارے ساتہ جاویگی اور وہ نجات آخرت تمکو نصیب ہوگی جو دنیا بہر کا مال خرچ کرنے سے اوس دن نہین ملسکتی اسلیے
اس رحمت الٰہی کی خوشی کرو اور دنیا بہر کے مال و متاع سے اس رحمت الٰہی کو بہتر جانو صحیح بخاری مین نعمان بن بشیر سے روایۃ
ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے بدن مین دل ایک ایسا ٹکڑا ہی جسکی درست حالت مین ہوجانے سے
آدمی کا تمام جسم درست حالت مین ہوجاتا ہی اور اگر آدمی کا دل درست حالت مین نہ ہو تو آدمی کا ہاتہ پیر کا کوئی کام اعتبار کے
قابل نہین حاصل مطلب یہ ہی کہ نیت دلی ارادہ کا نام ہے اور ہاتہ پیر کا ہر ایک کام دلی ارادہ کی بنیاد پر ہوتا ہی اسلیے ہاتہ
پیر کا جو نیک کام عقبی کے ثواب کی خالص نیت سے نہ کیا جاوے وہ بالکل رائگان ہی چنانچہ ابوداؤد اور نسائی کے حوالہ سے
ابوامامہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر خالص نیت کے کوئی نیک کام بارگاہ
الٰہی مین مقبول نہین ہوسکتا یہ تو دل کے ارادہ کا خلل شریعت کی اون باتون مین ہوا جن مین دلی ارادہ اور ہاتہ پیرون کے
عمل دونون کا دخل ہی جسطرح مثلاً نماز کا رکوع سجدہ تو سب پورا ہو مگر اوس مین دلی ارادہ دنیا کے دکہاوے کا ہو تو اسطرح کی
نماز نامقبول ہی شریعت مین بعضی باتین ایسی بہی ہین جن مین ہاتہ پیرون کے عمل کا کچہ دخل نہین ہی بلکہ ان باتونکا فقط
دلمین یقین اور عقیدہ رکہنے کا حکم ہی مثلاً ہر ایماندار شخص کو دلمین یہ یقین اور عقیدہ رکہنا چاہیے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی اسکی
ذات وصفات مین کوئی اسکا شریک نہین ہی اسکے سب رسول اور سب آسمانی کتابین برحق ہین ان باتون مین دلکی حالت
مین نادرستی یہی ہی کہ یہ دلی یقین یا تو سرے سے ہو ہی نہین جیسے مشرکون کے دل کا حال ہی یا یقین ہو تو سہی مگر پورا نہو جیسے
کچے مسلمانون کے دل کا حال ہی غرض اللہ تعالی نے دل کی ہر طرح کی نادرست حالت کو دلی مرض قرار دیکر قرآن شریف کی نصیحت
کو اس مرض کی شفا کا سبب قرار دیا ہی اسلیے ہر ایماندار شخص کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنی دلکی حالت کو قرآن شریف کی نصیحت کا پابند رکہے
اور جس طرح جسمانی مرض کا علاج فوراً کیا جاتا ہے اسی طرح دلی ہر مرض کا علاج بہی نصیحت الٰہی کے موافق وقت پر کرتا رہی
تاکہ کوئی دلی مرض بڑہنے نہ پاوے ✦

منزل ۳

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

کہہ اللہ کے فضل سے اور اوسکی مہر سے سو اوسی پر چاہیے خوشی کرین یہ بہتر ہے اون چیزون سے سو سمیٹتے ہین

اس آیت مین رسالت کا ثبوت دیا گیا ہی جس طرح اس سے پہلے کی آیتون مین خدا کی توحید کی دلیلین بیان کی گئی تہین
اسلیے فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جن پر یہ قرآن نازل ہوا ہی وہ اللہ کے رسول ہین اور جو شخص اس اللہ کے کلام
کی تلاوت کرتا ہی اور اسکے معنے مین غور کرتا ہے وہ سچے عقیدونکی جہوٹے عقیدون سے تمیز کرلیتا ہی اسکے دلمین جو کچہ

شک و شبہ کی بیماری ہوتی ہی وہ دفع ہوجاتی ہی معتبر سند سے تفسیر ابن مردویہ مین ابو سعید خدری سے روایتہ ہی کہ ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرے دل مین طرح طرح کے وہم و خیال آتے رہتے ہین آپ نے فرمایا قرآن پڑہا کرو دل کی بیماریون کیلئے قرآن شفا ہی معتبر سند سے مستدرک حاکم مین عبداللہ بن مسعود کی روایتہ ہی اوس مین بہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو شفا فرمایا ہی اس سے ابو سعید کی روایتہ کی پوری تائید ہوجاتی ہی حاصل کلام یہ ہی کہ جو لوگ قرآن کے پیرو ہین آنکے لئے یہ قرآن سراپا ہدایت ہی رحمت ہی پہر اللہ جل شانہ نے اپنے رسول کو مخاطب کرکے فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگون سے کہدو کہ فقط خدا کا فضل و رحمت ہی اس قابل ہی جسپر خوشی کیجائے دنیا کے چند روزہ مال و دولت کو جمع کرنے سے کیا نتیجہ ہی خدا کی مہربانیونکو جمع کرنے کی کوشش کیجاوے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ خدا نے فضل جو اس آیۃ مین فرمایا ہی اوس سے مراد قرآن مجید ہی اور رحمت سے مراد دین اسلام ہی صحیح مسلم مین ابی امامہ سے روایتہ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن قرآن اون گنہ گار لوگونکی شفاعت کریگا جو قرآن کی تلاوت کرتے ہین صحیح مسلم مین ابو ہریرہ سے روایتہ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی نے اپنے کہانے پینے اور صدقہ خیرات دینے کے بعد جو مال مرتے وقت دنیا مین چہوڑا وہ دوسرونکا ہی مال کے جمع کرنے والے شخص کی ذات کو اوس مال سے کچہہ فائدہ نہیں آیۃ مین قرآن شریف کے نازل ہونے کی نعمت کو مال کے جمع کرنے سے بہتر جو فرمایا یہ حدیثین گویا اوسکی تفسیر ہین جس کا حاصل یہ ہے کہ مرتے وقت دنیا مین آدمی نے جو مال جمع کرکے چہوڑا وہ جمع کرنے والے شخص کے حق مین بیکار ہی برخلاف قرآن شریف کے نازل ہونیکی نعمت کے کہ وہ قیامت کے دن گنہ گار قرآن پڑہنے والون کے حق مین ایک شفاعت کا آسرا ہے ۔

منزل ۳

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَٰلًا قُلْ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ

تو کہہ بہلا دیکہو تو اللہ نے اوتاری تمہارے واسطے جو روزی پہر تم نے ٹہیرائی اوس مین سے کوئی حرام اور کوئی حلال کہہ اللہ نے حکم دیا تمکو

أَمْ عَلَى ٱللَّهِ تَفْتَرُونَ ۝ وَمَا ظَنُّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ

یا اللہ پر جہوٹہ باندہتے ہو اور کیا اٹکلے ہین جہوٹ باندہنے والے اللہ پر قیامت کے دن کو

إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝

اللہ تو فضل رکہتا ہے لوگو پر لیکن بہت لوگ حق نہین مانتے

ع ۷ ۱۱

اوپر قرآن شریف کی نعمت کا ذکر فرماکر ان آیتون مین فرمایا کہ ان مشرکون نے فقط اسی نعمت کا انکار نہین کیا بلکہ یہ لوگ تو اللہ کی اور نعمتون کے بہی منکر اور ناشکر گزار ہین کیونکہ ان لوگون نے بعض چیزین اپنے اوپر حرام کرلی ہین اور بعض حلال تو یہ حلال و حرام کس طرح کا ہی کیا اپنی ہی خواہش اور ہوا و ہوس سے انہون نے یہ حکم لگایا ہی یا یہ اعتقاد کرکے کہ یہ حکم خدا کا ہی اگر اپنے نفس کی خواہش سے یہ حلال و حرام کرلیا ہی تو یہ کوئی عقلمند نہیں پسند کرنے کا کہ جس چیز کو جی چاہا حلال کرلیا اور جسکو جی چاہا حرام سمجہہ لیا اب باقی رہی یہ بات کہ خدا کے حکم سے انہون نے کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام سمجہا ہی تو بتلاوین

یہ کس ذریعہ سے انکو معلوم ہوا کس رسول نے انہیں بتلایا کیونکہ خدا کا پیغام کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا ہی مگر رسول کے وسیلے
اور اگر رسول نے انہیں نہیں بتلایا ہی تو خدا پر گویا جھوٹا الزام رکھتے ہیں قیامت کے دن اسکے عوض مین انکے ساتھ کیا معاملہ
ہوگا اس سے انہین ڈرنا چاہیے۔ مسند امام احمد مین ایک حدیث ہی کہ مالک بن نضلہ ایک روز حضرت رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین بالکل ہی میلے کچیلے حال مین آئے آپنے فرمایا کہ کیا تیرے پاس کچھ مال نہیں ہی مالک نے کہا ہان ہی آپنے
فرمایا کیا ہی اونہون نے کہا بہت مال ہی اونٹ ہیں بکریان ہیں گھوڑے ہیں غلام ہیں غرضکہ ہر طرح کا سامان ہی آپنے فرمایا کہ
جب اللہ نے ایسا مالامال تجھے کیا ہی تو اسکا اثر بھی تجھپر کچھ ہونا چاہیے تھا پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ جب بچے دیتے ہیں تو تو انکے
اچھے بھلے کانون کو استرے سے کاٹ ڈالتا ہی اور اوسکا بحیرہ نام رکھتا ہی (جاہلیت کے زمانہ مین یہ رواج تھا کہ گھر کا جانور جب کوئی
بچہ دیتا تھا تو اسکے کان کاٹ ڈالتے تھے یا کھال مین ایک شگاف دیتے تھے جب کان کاٹتے تھے تو اس جانور کو بحیرہ کہتے تھے
اور کھال مین جسکے شگاف لگاتے تھے اسکا نام حام رکھا کرتے تھے بہرحال اس بحیرہ اور حام کو حرام سمجھتے تھے اسکا ذبح کرنا اور گوشت
کھانا بالکل ناجائز خیال کرتے تھے چنانچہ ہندوستان مین بھی ہندون کے ہان ایکسا دستور ہی۔ بیل چھوڑ دیتے ہین اوسکو مارنا
بھی گناہ سمجھتے ہیں) غرض پھر آپنے مالک بن نضلہ سے فرمایا کہ یاد رکھ خدا کا استرہ تیرے استرہ سے کہین زیادہ تیز ہے اوس کے
دست قدرت مین تیرے ہاتھون سے کہین بڑھکر قوت ہی حاصل یہ ہی کہ اللہ نے جتنی نعمتین اپنے بندون پر اوتاری ہیں سب
حلال ہین اپنے جی اور خواہش سے انکو حرام کرنا صریح بیجا جرم ہی اور جو چیزین اوسنے حرام کردی ہیں انکو حلال سمجھنا بہت
ہی بڑا گناہ ہے خدا نے اپنے فضل سے جو چیزین حلال کی ہین یہ اوسکا بڑا احسان ہی اور اسکے اس احسان کو نہ ماننا بڑی
ناشکری ہی۔ مالک بن نضلہ کی اس حدیث کی سند کو حافظ ابن کثیر نے معتبر قرار دیا ہی یہ حدیث آیتون کی گویا تفسیر ہے
کیونکہ اس مین نعمت کی ناشکری اور زبردستی بعض چیزون کے حرام ٹھہرانے کی مذمت ہی اور یہی مضمون آیتون کا
ہی۔ یہ مالک بن نضلہ پھر اسلام لائے صحابہ مین ان کا شمار ہے اور حدیث کی صحاح کی کتابون مین انسے روایتین ہیں مشرکین
مکہ نے جو چیزین اپنی طرف سے حرام ٹھہرائی تھین اون کی تفصیل سورہ مائدہ اور سورہ انعام مین گذر چکی ہی اور اس باب
مین جو حدیثین ہیں وہ بھی انہی سورتون مین ذکر کردی گئی ہیں ۔

منزل ۳

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا

اور نہین ہوتا تو کسی حال مین اور نہ پڑھتا ہے اوس مین سے کچھ قرآن اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم

عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي

نہیں ہوتے حاضر تم پاس جب تم لگتے ہو اسمین اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے ایک ذرہ بھر

الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

زمین مین اور نہ آسمان مین اور نہ چھوٹا اوس سے اور نہ بڑا جو نہیں ہی کھلی کتاب مین

اللہ پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیۃ میں یہ جتلایا ہی کہ آپ یا آپکی امت کے لوگ جو کام کرتے ہیں خدا اسکو دیکھتا ہے ہر شخص کا چلنا پھرنا برے اچھے عمل قرآن مجید کی تلاوت کا کرنا سب اوسپر ظاہر ہے کیونکہ زمین و آسمان میں جتنی چھوٹی بڑی چیزیں ہیں علم الٰہی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب ذرہ ذرہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اوس سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اس لئے جب جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت بنکر آئے اور آپ سے سوال کیا کہ احسان کیا شی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کی عبادت کرنے کی حالت میں یہ سمجھنا کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ خیال کرنا کہ خدا ہمکو دیکھ رہا ہی یہ حدیث کنا علیکم شہودا کی گویا تفسیر ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی اسیطرح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گذر چکی ہے جسمیں علم الٰہی کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ میں سب چیزوں کے لکھے جانے کا ذکر ہے غرض یہ حدیثیں آیۃ کی گویا تفسیر ہیں جو فلسفی اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم جزئیات کو شامل نہیں ہی انکے قول کا ضعف اس آیۃ سے نکلتا ہی کیونکہ اس آیۃ سے معلوم ہوتا ہی کہ آسمان و زمین میں ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہی۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

سن رکھو جو لوگ اللہ کی طرف ہیں نہ ڈر ہے اونپر اور نہ وہ غم کھاویں جو لوگ یقین لائے اور رہے پرہیز کرتے

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اولیا اللہ کا حال بیان فرمایا ہی کہ اور لوگوں کو دنیا کے چھوٹ جانے کا اور دنیا میں بے فائدہ عمر بسر کرنے کا آخرت میں غم اور رنج ہوگا اللہ کے ولی لوگ جو کامل ایمانداری اور تقویٰ میں اپنی دنیا اس طرح بسر کرتے ہیں کہ انکا حال دیکھنے سے دیکھنے والوں کو خدا یاد آتا ہے اونکو آخرت میں کچھ غم اور رنج نہیں ہے حضرت عبد اللہ بن عباس سے مسند بزار و تفسیر ابن جریر میں ابو مالک اشعری سے مسند امام احمد بن حنبل میں اور سنن ابو داؤد میں حضرت عمرؓ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولیا اللہ وہ لوگ ہیں جنکے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہی۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہی جس میں اولیا اللہ کی یہ نشانی ہے کہ علاوہ فرضی عبادت کے وہ لوگ اکثر نفلی عبادت میں اور انکے کان آنکھیں ہاتھ سب اعضا رضی آلہی کے کاموں میں لگے رہتے ہیں اس صحیح روایۃ سے اوپر کی روایتوں کی پوری تائید ہوتی ہی کیونکہ جو لوگ ہر وقت عبادت الٰہی میں لگے رہیں گے انکے دیکھنے سے ضرور خدا یاد آویگا مستدرک حاکم کی ابن عمرؓ کی صحیح روایۃ میں یہ بھی ہی کہ بغیر روپیہ کے لالچ اور بغیر رشتہ داری کے وہ آپس میں اللہ کیواسطے بڑی گہری محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن جب اور لوگوں کو خوف ہوگا تو یہ لوگ بے خوف اور خوش حال ہونگے اللہ تعالیٰ انکی بڑی عزت فرماویگا انکو نور کے ممبر بیٹھنے کو ملیں گے اگرچہ عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جس شخص میں کوئی بات خلاف عادت ہو مثلاً بے موسم کی چیز کا پیدا کر دینا یا آئندہ کی کوئی خبر بتلا دینا یا تھوڑی دیر میں دنوں کا راستہ طے کر لینا تو وہ شخص ولی ہی اور وہ خلاف عادت بات کرامت ہے لیکن علماء اہل سنت کا مذہب ایسا نہیں ہی بلکہ انکا مذہب یہ ہی کہ جس شخص میں خلاف عادت کوئی بات نظر پڑی اگر وہ شخص متقی اور شریعت کا پابند ہی تو وہ خلاف عادت بات کرامت ہی اور وہ شخص ولی ہی ورنہ وہ خلاف عادت بات استدراج ہے اور وہ

منزل ۳

شخص ولی نہین ہی کیونکہ اللہ تعالی نے اس آیۃ مین ولی کی نشانی یہ فرمائی ہی الذین آمنوا وکانوا یتقون پہر غیر پابند شریعت شخص کو پورا
ایماندار اور متقی کیونکر کہہ سکتے ہین اور بغیر اس ولایت کی نشانی کے جسکو خود خدا نے ولی کی علامت ٹہرایا ہی کسی کو ولی خلاف مرضی خدا کے
زبردستی کیونکر کہا جا سکتا ہی اسیطرح خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی کی علامت یہ تبلائی ہی کہ ولی کے دیکھنے سے خدا یاد
آتا ہی کیونکہ ولی اکثر یاد الٰہی مین لگا رہتا ہی اور یہ ظاہر بات ہی کہ بے شرع آدمی کے دیکھنے سے اور اوسکی صحبت سے جو کچھہ نشہ پانی
یا اور کوئی خلاف شریعت بات مثلاً راگ رنگ جو کچھہ وہ بے شریعت کرتا ہی وہ یاد آتا ہی خدا ایسے آدمی کے دیکھنے سے کب یاد آتا ہی
حاصل کلام یہ ہی کہ عام لوگون کے نزدیک کرامت سے ولی پہچانا جاتا ہی اور علماء اسلام کے نزدیک پیروی شریعت سے ولی پہچانا
جاتا ہی اور پہر ولی سے کرامت پہچانی جاتی ہی ابن عساکر مین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مین اولیاء اللہ کے چند گروہ ہین تین سو آدمیون کا ایک گروہ ایسا ہی جنکا ولایت مین وہ مقام ہی جو
نبوت مین حضرت آدم کا تہا اور چالیس آدمیون کا ایک گروہ ایسا ہی جن کا مقام حضرت موسے کا سا ہی اور سات آدمیون کا
ایک گروہ ایسا ہی جنکا مقام حضرت ابراہیم کا سا ہی اور پانچ آدمیون کا ایک گروہ ایسا ہی جنکا مقام ولایت وہ ہے جو ملائکہ
مین حضرت جبرئیل کا مقام ہی اور تین آدمیون کا ایک گروہ ایسا ہی جنکا مقام حضرت میکائیل کا ہی اور فقط ایک شخص ایسا ہی
جس کا مقام حضرت اسرافیل کا ہی ان اولیاء اللہ کی دعا کی برکت کے سبب سے طرح طرح کی بلائین دفع ہوتی رہتی ہین قحط کے
وقت اُنکی دعا سے مینہہ برستا ہی لڑائی کیوقت انکی دعا سے دشمن پر فتح ہوتی ہی ان لوگون سے کبھی دنیا خالی نہیں رہتی نیچے کے گروہ
والون کو خدا ترقی دیتا رہتا ہی مثلاً چالیس آدمیون کے گروہ مین سے کسی شخص کے فوت ہو جانے سے ایک آدمی کی جگہ خالی ہو جاتی ہی تو تین سو
آدمیون کے گروہ مین سے ایک شخص اوسکے قائم مقام ہو جاتا ہی اور عام مسلمانون مین سے ایک شخص تین سو کے گروہ مین مامور ہو جاتا
اسی طرح ہر گروہ کا حال ہی اور مسند امام احمد بن حنبل مین حضرت علیؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب حضرت علی اور معاویہ کی
لڑائی تہی تو ایک روز معاویہ اور اہل شام کا کچھہ ذکر حضرت علی کے روبرو آیا حضرت علی وہ ذکر سنکر خاموش ہو رہے لوگون نے حضرت
علی سے کہا آپ اپنے دشمن اور دشمن کے لشکر کا ذکر سنکر خاموش رہجاتے ہین کچھہ انکو برا نہیں کہتے آپنے فرمایا اہل شام کو مین کیونکر برا کہون
مینے حضرت سے سنا ہی کہ ملک شام مین چالیس آدمیون ابدال کا گروہ ایسا ہی کہ جنکے سبب سے اہل شام کی ہر طرح کی بلا دفع ہوتی ہی جنکی
دعا سے قحط کے وقت مینہہ برستا ہی لڑائی کے وقت دشمن پر فتح ہوتی ہی اسیطرح حلیہ ابی نعیم مین روایۃ ہی کہ اہل صفہ مین مغیرہ بن
شعبہ کا ایک غلام تہا آسکو آنحضرتؐ نے فرمایا یہ سات مین کا ایک ہی سوا اسکے جن حدیثون مین اوتاد اقطاب نقباء نجباء کی گنتی کا ذکر
ہے ان حدیثون کو اہل حدیث نے ضعیف کہا ہی ہان خاص نام لیکر ولایت کی شان سے بعض صحابہ اور تابعین کا ذکر صحیح حدیثون
مین آیا ہی چنانچہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ پہلی امتون مین ایسے لوگ تہے جنکو خدا کی طرف سے
الہام ہوتا تہا اس امت مین اس طرح کے لوگ ہین تو وہ عمر فاروق ہین اور صحیح مسلم مین حضرت عمرؓ سے جو روایتین ہین اونکا حاصل
یہ ہی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یمن سے ایک شخص تمہارے پاس آویگا جس کا نام اویس ہی اوس سے دعا کرانا اور کرامت کے

منزل ۳

خیال سے صحابہ اور تابعین کے حالپر حدیث کی کتابون مین نظر ڈالی جاوے تو ہزار کرامتون سے کم نہیں نکلتی ہیں مثلاً حضرت ابوبکر صدیق کے تین مہمانونکا قصہ صحیحین مین ہی جس مین کہانا بڑہ گیا تہا اور حضرت عمر کا مدینہ مین خطبہ کے وقت اپنے لشکر کو پہاڑ پر چڑہکر لڑنے کی ہدایت کا دینا اور منزلون کے فاصلہ پر اوس کا عمل ہو جانا اور حسن بصری کا حجاج کی نگاہ سے غائب ہو جانا اور سعید بن مسیب کو یزید کے جہگڑے کے زمانہ میں اذان کی آواز کا مسجد نبوی مین آنا وغیرہ لیکن شریعت مین کہین ایسے اولیاء اللہ کا ذکر نہین ہی جنکو شریعت کا حکم معاف ہو یا ظاہر مین وہ شریعت کے پابند ہون اور باطنی احکام الہامی مین اون کو شریعت کی پابندی ضرور نہو یا ولایت کو وہ نبوت سے بڑہکر گنتے ہون یا کسی کو خاتم الاولیا کہتے ہون یا احکام شریعت کے وہ ایسے معنے تبلاتے ہون جنکی روایت صاحب شریعت سے صحیح مروجہ کتابون مین کہیں نہیں پائی جاتی اس قسم کی جسقدر باتین فتوحات و فصوص الحکم وغیرہ مین لکہی ہیں وہ سب شریعت کے مخالف ہیں کیونکہ یہ تو ظاہر بات ہی کہ وحی شرعی مین جب ان باتونکا پتہ نہیں ہی تو امت مین سے جس کسی کو یہ باتین معلوم ہوئی ہونگی خواہ مخواہ الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہونگی کسلیئے کہ وحی تو خاتم الانبیا پر ختم ہو چکی اور الہام ایسی ایک چیز ہے کہ بدون شہادت شریعت کے صرف الہام کے ذریعہ سے کوئی بات ثابت کی جا سکتی ہی نہ خالی الہام حجت ہو سکتا ہی چنانچہ مشائخ اسلام مثلاً فضیل بن عیاض و ابراہیم ادہم و ابو سلیمان دارانی و معروف کرخی و جنید بغدادی وغیرہ نے اسکی صراحت کر دی ہی کہ سوائے انبیا کے اور کسی کا الہام اوس وقت تک صحیح نہیں قرار پاسکتا جب تک وہ الہام ظاہر شریعت کے موافق نہ ہو اور یہی مذہب حق ہی ورنہ سلف صالحین کے رحمانی الہام اور اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب و حارث دمشقی کے القار شیطانی میں کوئی فرق باقی نہین رہتا الہام رحمانی اور القار شیطانی مین فرق ہی تو اتنا ہی ہی کہ الہام رحمانی کی تائید شریعت سے ہوا کرتی ہی چنانچہ چند باتون مین حضرت عمر کو الہام ہوا اسی طرح پہر وحی نازل ہوئی اور اسود عنسی آنحضرت کے زمانہ مین اور مسیلمہ کذاب حضرت ابوبکر کی خلافت مین اور حارث دمشقی عبد الملک بن مروان کی خلافت مین اسی وجہ سے قتل کیئے گئے کہ اون کے القار شیطانی کی تصدیق شریعت سے نہیں ہوتی تہی۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اونکو خوشخبری ہے دنیا کے جینے اور آخرت مین بدلتی نہیں اللہ کی باتین یہی ہے بڑی مراد ملنی

مسند امام احمد بن حنبل مین عبادہ بن صامت سے روایت ہی کہ انہون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس آیۃ مین نیک مسلمانونکو دنیا مین خوشخبری کا جو ذکر ہے اوس سے کیا مراد ہی آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد اچہے خواب ہیں اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہی کہ امت مین سے کسی شخص نے تم سے پہلے مجھ سے نہیں پوچہا اس بات کے قرار دینے مین کہ خواب کیا چیز ہے لوگون نے بڑا اختلاف ڈال رکہا ہی طبیب لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ جس خلط کا غلبہ آدمی کی طبیعت پر ہوتا ہی اسی طرح کی چیزین آسکو سوتے میں نظر آتی ہیں مثلاً بلغمی مزاج کا آدمی خواب مین دریا دیکہتا ہی اور صفراوی مزاج کا آدمی آگ فلسفی لوگ کہتے ہیں کہ عالم علوی مین موجودات

منزل ۳

دنیا کی مثالی صورتین ہیں وہ آدمی کے ذہن مین نقش پذیر ہو جاتی ہیں لیکن یہ دونون فرقون کی باتین محض خیالی باتین ہیں کیونکہ اگر خواب کا وجود ایسا ہی خیالی ہوتا جیسا یہ لوگ کہتے ہین تو خواب کے موافق دنیا میں تعبیر کیون پیش آیا کرتی کیا خلط اور ذہن مین یہ بھی قدرت ہی کہ خیالی چیز کو دنیا مین پیدا بھی کر دے خواب کی اصل حقیقت وہی ہی جو وحی کے ذریعہ سے صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہی چنانچہ صحیح بخاری ابن ماجہ وغیرہ مین جو روایتین ہیں انکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا خواب کی تین قسمین ہیں ایک تو وہ ہی کہ آئندہ کوئی بات خواب دیکھنے والے کے حق مین ہونے والی ہی پھر جس طرح جاگتے مین الہام ہوتا ہی اسی طرح سوتے میں اللہ تعالی اس بات کو اس شخص کے دل مین ڈال دیتا ہی اور اسی قسم کو آنحضرت نے نبوت کا جز فرمایا ہی دوسری قسم وہی کہ جس کام مین سونے سے پہلے آدمی لگا ہوا تھا وہی خیال کے طور پر سوتے مین آدمی کو نظر آتا ہی تیسری قسم وہ ہی کہ شیطان ڈرانے کے طور پر خوفناک چیزین یا خوفناک حالت خواب میں دکھاتا ہی دوسری قسم تو محض خیال ہی خیال ہی اسلئے اسکا کوئی حکم حدیث شریف مین نہیں ہی تیسری قسم کی نسبت آپنے فرمایا ہی کہ آدمی کو چاہیئے کہ ایسے خواب کا کسی سے ذکر نکرے بلکہ جس کروٹ کے بل یہ خواب دیکھا ہی اس کروٹ کو بدلکر لاحول پڑہے اور بائین طرف تھوکے اور سو جاوے پھر کوئی نقصان اس خواب سے نہ ہوگا پہلی قسم کی نسبت آپ نے فرمایا ہی کہ کسی عالم سے جو اپنا دوست ہو تعبیر پوچھے تاکہ جاہل جہل کے سبب سے اور دشمن حسد اور دشمنی کے سبب سے اولٹی تعبیر کہکر پریشانی مین نہ ڈالے یہ جو مشہور ہی کہ پہلی تعبیر جو کوئی کہنے والا کہدیتا ہی خواہ وہ اچھی ہو یا بری وہی پیش آتی ہے یہہ روایۃ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم مین ہی اور حاکم نے اس روایۃ کو صحیح بھی کہا ہی لیکن امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس روایۃ کے یہ معنے کئے ہین کہ اگر پہلے کی تعبیر دینے والے نے خدا کے ارادہ کے موافق تعبیر دیدی ہی تو پہلی تعبیر پیش آویگی کیونکہ خواب ایک ایسی چیز ہی کہ خدا نے اسکو اپنے بندہ کے دلمین ڈالا ہی اور اوسی کے موافق وہ خواب کا معاملہ دنیا مین واقع ہونے والا ہی پھر کسی غلط تعبیر دینے سے وہ معاملہ پلٹ نہیں سکتا طلوع غروب زوال کے وقت یا رات کو یا عورت کے روبرو خواب بیان کرنے کی ممانعت کی حدیثین تو صحیح نہیں ہیں لیکن مستحب ہی کہ صبح کی نماز کے بعد خواب بیان کرے کس لئے کہ آنحضرت صبح کی نماز کے بعد اکثر صحابہ کے خواب سنکر انکی تعبیرات بیان فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی بیان فرمایا کرتے تھے کہ اب نبوت تو گئی مسلمانون کیلئے خوشخبری کی چیز یہی ایک دنیا مین رہ گئی ہی اور خواب کو آپنے نبوت کا جز جو فرمایا ہی اسکی چند روایتین ہیں کم سے کم چھبیسوین (۲۶) جز کی روایۃ ہی اور زیادہ سے زیادہ چھترویں (۷۶) جز کی روایۃ ہی چالیسوین جز اور اس سے کم کی روایتین تو صحیح ہیں چالیسوین جز سے زیادہ کی روایتین ضعیف ہین اور چند روایتون کا سبب یہ ہی کہ تاریخ نزول وحی سے آپکی وفات تک ۲۳ برس کا زمانہ ہی اور وحی کے نزول سے پہلے جب آپ تنہا غار حرا مین عبادت کے لئے بیٹھا کرتے تھے اور اس زمانہ مین اکثر آپکو خواب ہوا کرتے تھے وہ زمانہ چھ مہینے کا ہی ان تیئس برس کے اندر تیرہوین برس جب خواب کا ذکر آیا تو آپنے خواب کو نبوت کا چھبیسوان (۲۶) جز فرمایا کیونکہ وہ آپکا چھ مہینے کا خواب کا زمانہ تیرہ برس کا چھبیسوان جز ہی اسی طرح اور روایتون کو خیال کر لینا چاہیئے سوا اسکے اور باتین جو علما نے اس بابت مین لکھی ہین وہ تکلیف سے خالی نہیں ہیں آپنے یہ بھی فرمایا ہی کہ جب زمانہ قریب ہوگا تو مسلمان آدمی کے خواب اکثر سچے ہونگے اس حدیث

منزل ۳

کے بعضے لوگون نے یہ معنے بیان کئے ہین کہ قریب زمانہ سے بہار کا موسم مراد ہی کیونکہ اُس زمانہ مین رات و دن قریب برابر کے ہوتے ہین اور موسم کے درست ہونیکے سبب سے لوگونکے مزاج اون دنون مین اعتدال پر ہوتے ہین اسلئے اُس موسم کا خواب اکثر سچا ہوتا ہی لیکن یہ معنے صحیح نہین ہین کیونکہ موسم مسلمان و فاسق و کافر سبکے لئے درست ہوتا ہی مسلمان کا خواب ہر موسم مین سچا ہوگا اسکے پھر کیا معنے ہین علاوہ اسکے صحیح حدیثون مین یہ صراحت بھی آچکی ہی کہ جب زمانہ قریب ہوگا اور علم اوٹھہ جائیگا اس سے بالیقین معلوم ہوگیا کہ قریب زمانہ سے قرب قیامت کا زمانہ مراد ہی نبوت کا زمانہ دور ہوجانے کے سبب سے لوگون مین طرح طرح کی باتین اوس زمانہ مین پھیل جاوین گی اور نبوت کے ختم ہوجانے اور وحی کے بند ہوجانیکے سبب سے اچھے لوگونکو بشارت اور بد لوگونکو تنبیہ کا ذریعہ اور کوئی نہ ہوگا اسلئے خواب کے ذریعہ سے لوگونکو الله تعالی اُس زمانہ مین بشارت اور تنبیہ فرماویگا غرض وہ یہی آجکل کا زمانہ ہی جسکی خبر تیرہ سو برس پہلے مخبر صادق نے دی ہی اسلئے آجکل جس مسلمان کو کسی طرح کا بشارت کا خواب ہو تو اُسکو خوش ہونا اور اُس خواب کو سچا جانکر اسکی تعبیر کا منتظر رہنا چاہیئے اور جسکو کسی طرح کی تنبیہ کا خواب ہو تو اسکو اُس تنبیہ کی تعبیر دریافت کرکے آئندہ اُس تنبیہ طلب کام کو چھوڑ دینا چاہیئے حدیث مین اگرچہ نیک مردون کے خواب کا اکثر ذکر ہی مگر نیک عورتونکے خواب کا بھی وہی حکم ہی جو مردون کے خواب کا حکم ہی چنانچہ صحیح حدیثون مین عورتون کے خواب کا ذکر بھی آچکا ہی انبیا کے خواب سب سچے ہوتے ہین لیکن بعضے تاویل طلب ہوتے ہین جیسے آپ نے خواب مین تلوار کے پھل کا ٹوٹ جانا اور گلے کا ذبح ہونا دیکھا اور مراد اُس سے ستر آدمیون مسلمانونکا جنگ احد مین شہید ہونا تھا نیک مسلمانون کے خواب سچے ہوتے ہین لیکن اکثر تعبیر کے محتاج ہوتے ہین فاسق مسلمانون کے خواب سچے اور خیال شیطانی دونون طرح کے ہوتے ہین کافرون کا خواب ہزار مین ایک سچا کبھی ہوتا ہی حدیث مین بعضی چیزون کے خواب مین دیکھنے کی تعبیر کا ذکر آگیا ہی مثلاً دودہ سے مراد علم دین اور فطرت اسلام ہی تعبیر دینے والے کو چاہیئے کہ جس قدر چیزونکا ذکر حدیث مین آچکا ہی اونکو یاد رکھے تا علم وحی کے مخالف تعبیر نہ دیوے صحیح حدیثونسے معلوم ہوتا ہی کہ دن رات کے خواب مین کچھ فرق نہیں ہی تابعیون مین سے حسن بصری کے ہم عصر محمد بن سیرین کے قول کا تعبیر مین بڑا اعتبار ہی علما انکو اس فن مین امام گنتے ہین اور روایت حدیث مین بھی محمد بن سیرین ثقہ ہین مسند امام احمد اور ابو داؤد کے حوالہ سے براء بن عازب رض کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا نیک لوگونکی قبض روح کے وقت الله تعالی کے فرشتے اون نیک لوگون کو الله تعالی کی رضامندی اور مغفرت کی خوشخبری دیتے ہین قتادہ اور بعضے اور سلف نے اس خوشخبری کو دنیا کی خوشخبری قرار دیکر اسی حدیث کو آیۃ کی تفسیر ٹھہرایا ہی حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین اس اختلاف کا یہ فیصلہ کیا ہی کہ اچھے خواب اور آخری وقت کی خوشخبری دونون کو آیۃ کی تفسیر قرار دیا جاوے تو مناسب ہی لاتبدیل لکلمات الله کا یہ مطلب ہی کہ الله تعالی نے جس خوشخبری کا وعدہ اپنے کلام پاک مین فرمایا ہی وہ وعدہ بدلنے والا نہیں اور یہ وعدہ انسان کے حق مین ایک بڑی کامیابی ہے ۔

منزل ۳

یعتذرون ۱۱

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ

اور نہ غم کہا اونکی بات سے اصل سب زور اللہ کو ہے وہی ہے سنتا جانتا سنتا ہے اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانوں

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ

مین اور جو کوئی ہے زمین مین اور جو پیچھے پڑے ہین شریک پکارنے والے اللہ کے سوائے کچھ نہین مگر پیچھے

إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا

پڑے ہین خیال کے اور کچھ نہین مگر اٹکلین دوڑاتے وہی ہے جسنے بنا دی تمکو رات کہ چین پکڑو اوس مین

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝

اور دن دیا دکھانے والا اوس مین نشانیان ہین اون لوگون کو جو سنتے ہین

مشرکین مکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے تھے اور طرح طرح سے آپکے رسول اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر طعن کرتے تھے اس سے حضرت کو ایک قسم کا ملال ہوا کرتا تھا اسواسطے اللہ پاک نے یہ آیۃ اوتاری اور آپکو تسکین دی کہ ان مشرکون کی باتون کا آپ خیال نفرمایئن۔ کیونکہ ہر طرح کی عزت خدا ہی کو حاصل ہی اور وہ ہر شخص کے قول و فعل کو سنتا اور دیکھتا ہی یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہین سکتے پھر تسلی کے بعد اس بات کی بشارت دی کہ خدا تمہاری مدد کریگا کیونکہ زمین و آسمان مین جتنی چیزین بے جان یا جاندار ہین ان سبکا مالک اکیلا خدا ہی ہی اس مین کسی کی شراکت ذرہ برابر بھی نہین ہی یہ مشرکین اپنے جن معبودونکو پوجتے ہین انپر بھی خدا کا پورا پورا تصرف ہی اور مشرکین محض اپنے وہم کے پیرو ہین کہان کی شفاعت اور کیسے جھوٹے معبود اسکے بعد فرمایا کہ خدا نے رات بنائی اور دن پیدا کیا دن کی روشنی مین لوگ اپنی اپنی روزی کی تلاش مین نکلتے ہین آدمی اپنی ضروریات دن کے وقت رفع کرتے چلتے پھرتے رہتے ہین رات کو تھکے ماندے آکر آرام کرتے ہین جو لوگ غور کرنے والے ہین اونکے واسطے یہ بہت بڑی نشانیان ہین ایک یہ نشانی ہی کہ جسنے انسان کو اور انسان کی ان سب ضرورت کی چیزونکو پیدا کیا تعظیم کے قابل وہی ہی ان بتون کو اسکی تعظیم مین شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسےٰ اشعری رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی سے بڑھکر بردبار کون ہو سکتا ہی کہ لوگ اسکی تعظیم اور عبادت مین اور ون کو شریک کرتے ہین اور وہ انکی راحت انکے رزق کے انتظام مین کچھ خلل نہین ڈالتا یہ حدیث آیتونکی گویا تفسیر ہے جس سے اللہ تعالی کی بردباری اسکی قدرت اور مشرکونکی ناشکری سرکشی اور وہم و خیال کی پیروی کی تفصیل اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہی۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ

کہتے ہین اللہ نے کوئی بیٹا ٹھہرالیا وہ پاک ہے بے نیاز ہے اُسیکا ہی جوکچھ ہی آسمانون مین اور زمین مین

إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهَٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ

نہین تم پاس کچھ سند اُسکی کیون جھوٹ کہتے ہو اللہ پر جو بات نہین جانتے کہہ جو لوگ

منزل ۳

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ○ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ
باندہتے ہین   اللہ پر جہوٹ   بہلائی نہین پاتے   تہوڑا سا برت لینا دنیا مین پہر ہماری طرف ہی اونکو ہی پہرآنا پہر
نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ○
چکہا دینگے ہم اونکو سخت عذاب اسپر کہ وہ منکر ہوتے تہے

ع ١٢

ان آیتون مین ان مشرکون اور اہل کتاب کے عقیدہ کو اللہ پاک نے غلط ٹہرایا ہی جو کہتے ہین کہ خدا کا بیٹا یا بیٹی ہے جیسے مثلاً مشرکین عرب کہتے تہے کہ فرشتے خدا کی لڑکیان ہین اسیطرح نصاریٰ کہتے ہین کہ عیسےٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہین اور یہود بہی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تہے اسی لئے فرمایا کہ خدا کی ذات باپ یا بیٹے ہونے کی تہمت سے بری ہی وہ بے نیاز اور بے پرواہ ہی دنیا مین اولاد کی خواہش اس غرض سے ہوتی ہی کہ بیٹا باپ کے بعد اوسکی جگہ جانشین ہو اور سلسلہ نسل کا قائم رہی اور اللہ پاک ازل سے ابد تک قائم ہی پہر اسکو اولاد کی کیا پرواہ ہی دوسری دلیل یہ بیان فرمائی کہ زمین و آسمان مین جو کچہہ ہی سب کا وہی مالک ہی کیونکہ اوسی نے سب کچہہ پیدا کیا ہی مطلب یہ ہی کہ سارے جہان کی ساری چیزین اوسکی مخلوق ہین پہر مخلوق کس طرح اولاد ہو سکتی ہی پہر یہ دلیلین بیان کر کے فرمایا کہ تم بہی اپنے دعوی کی کوئی دلیل پیش کرو کہ تم کس سند سے یہ بات کہتے ہو کہ خدا صاحب اولاد ہی یا اوسنے کسی کو بیٹا بنا لیا ہی کیونکہ دعویٰ بلا دلیل صحیح نہین ہوتا اور جب کوئی دلیل اور سند مشرکون نے نہین پیش کی تو فرمایا کہ کیا تم خدا پر ایسی بات کا بہتان باندہتے ہو جس کا تمہین علم ہی نہیں گویا تم جہوٹ بولتے ہو پہر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ان لوگون سے کہدو کہ جو لوگ خدا پر جہوٹ باندہتے ہین اونکو فلاح نہیں ہوگی اور اگر وہ یہ سمجہین کہ انہو دنیا مین آرام سے گذر رہی ہے تو یہ دنیا کی زندگی اور مال متاع بہت ہی حقیر شے ہی جسکی کچہہ ہستی نہین آخر ایک دن ان سبکو اللہ کے پاس آنا ہی اوسوقت سخت سے سخت عذاب کا مزہ اونکو چکہنا پڑیگا دنیا مین خدا کی دی ہوئی نعمتون کا شکر یہ نہیں ادا کرتے اولٹا بہتان اور الزام لگاتے ہین سزا کے بعد ان سب باتون سے یہ لوگ پچتاوینگے مگر بے وقت کا پچتانا انکے کچہہ کام نہ آویگا شداد بن اوس رضی کی معتبر سند کی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ آدمی ہی جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچہہ سامان کر لیوے اور بالکل عقل سے عاجز وہ شخص ہی جو عمر بہر اللہ تعالی کی نافرمانی مین لگا رہی اور پہر عقبی مین اللہ تعالی سے نجات کی توقع رکہی صحیح مسلم کے حوالہ سے انس رضی بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دنیا مین بڑی راحت سے گزران کرنے والے نافرمان لوگ دوزخ کے پہلے ہی جہونکے مین دنیا کی تمام راحت کو بالکل بہول جاوینگے ان حدیثون کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ نافرمان لوگ دنیا کی جس راحت کی زندگی کے نشہ مین عقبی کو بہولے ہوئے ہین دوزخ کے پہلے ہی جہونکے مین دنیا کی یہ راحت تو انکو یاد بہی نرہے گی اور اللہ اور اوسکے رسول اور اوسکے کلام کی شان مین یہ لوگ بے ٹہکانے باتین جو منہہ سے نکالتے تہے اور اپنی نادانی سے یہ نہیں جانتے تہے کہ ایسے لوگ انتظام الٰہی مین فلاح کو نہین پہونچنے والے اسلئے انکی بداعمالی کی سزا مین   وہ سخت عذاب انکو بہگتنا پڑیگا جو انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

منزل ٣

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ

اور سنا اونکو احوال نوح کا جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بہاری ہوا ہی تمپر میرا کھڑا ہونا اور سمجھانا اللہ کی باتوں سے

فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ

تو مین نے اللہ پر بھروسا کیا اب تم سب ملکر مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریک پھر نہ رہی تمکو اپنے کام مین شبہ پھر کر چکو میری طرف اور مجکو فرصت نہ دو

شروع سورہ سے کئی رکوع مین اللہ تعالیٰ نے قریش کی سرکشیون اور نافرمانیون کا ذکر فرماکر یہان ختم سورہ پر پہلے انبیا اور انکی امتون کا ذکر اسلئے فرمایا ہی کہ قریش کو اس ذکر سے ایک طرح کی تنبیہ ہو جاوے کہ اگر یہ بھی باوجود نصیحت اور سمجھانے کے اپنی نافرمانی سے باز نہ آوینگے تو زمین پر سب سے پہلے غارت ہونیوالی قوم امت نوح اور سب سے آخر غارت ہونیوالی فرعون کی قوم کا جو انجام ہوا وہی انجام انکا ہوگا اور آنحضرت کو اس ذکر سے دو طرح کی تسکین فرمائی ایک یہ کہ باوجود سمجھانے کے قریش لوگ اگر ایمان لانے مین دیر کرتے ہین تو اس کا کچھ غم و اندیشہ نکرنا چاہیئے پہلے انبیا کو بھی بڑی بڑی مدت دراز تک اپنی اپنی امتون کو سمجھانا پڑا ہی دوسرے تسکین یہ کہ اگر قریش لوگ زیادہ سرکشی کرینگے تو آخر نبی کا پلہ بھاری رہیگا اور سرکش لوگ تباہ اور غارت ہو جاوینگے قرآن شریف مین اکثر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ جگہ جگہ ذکر فرمایا ہی یہ قصہ حقیقت مین ایک عجیب قدرت کا نمونہ ہی اور قضا و قدر کا لکھا پیش آنے کا اسطرح کا ایک معاملہ ہی کہ بڑے بڑے عقلمند دہریون کی عقل اسکے آگے ہیچ ہی ذرا غور کرنے کی جگہ ہے کہ جس لڑکے کے پیدا ہونے اور پرورش پانے کے خوف سے فرعون نے ہزارہا بنی اسرائیل کے لڑکونکو قتل کر ڈالا تقدیر الٰہی نے وہی لڑکا اس فرعون کے ہاتھون پلوایا اور اسی لڑکے کے ہاتھون سے فرعون جیسے جابر بادشاہ کو غارت کرایا باوجود اتنی بڑی باعظمت بادشاہت کے خلاف تقدیر ایک لڑکے کا وہ کچھ نہ کر سکا اور آخر اپنے ہاتھون خود غارت ہو گیا قرآن شریف مین پہلے ایک ذکر شروع ہو کر پھر اوس ذکر کے ضمن مین پہلے انبیا اور پہلی امتونکا جو ذکر آتا ہی تو اس مین بہت بڑا ایک تاریخی فائدہ ہوتا ہی جو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جس طرح یہان کا فائدہ تبلایا گیا ہی اسیطرح قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے مسلمان اور جگہ کے فائدہ پر غور کرین تو ہر جگہ کا فائدہ انکی سمجھ مین آسکتا ہی۔ تفسیر کلبی وغیرہ مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہی کہ قابیل بن آدم کی اولاد مین سے کئی نیک آدمی مر گئے جنکی وفات کا صدمہ انکے رشتہ دارون اور معتقدونکو بہت کچھ ہوا شیطان کے بہکانے سے پہلے پہل تو بنی قابیل کے لوگون نے ان نیک شخصونکی پتھر کی مورتین اس خیال سے بنائین تہین کہ اون لوگونکی صورتون کی آنکھونکے سامنے رہنے سے انکی وفات کا صدمہ کم ہو جاوے پھر رفتہ رفتہ اون صورتون کی پوجا ہونے لگی اس بت پرستی کو رفع دفع کرنیکے لئے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام اور انکے بعد حضرت نوح علیہ السلام نبی ہو کر آئے اور مدت تک اس بت پرست قوم کو نصیحت کرتے رہے لیکن اس قوم نے دونو نبیونکی نصیحت کو نہ مانا آخر یہ قوم طوفان سے ہلاک ہو گئی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت صحیح بخاری مین بھی مختصر طور پر ہی جس سے تفسیر کلبی وغیرہ کی روایتونکی پوری تائید ہوتی ہے سورۃ الشعرا مین آویگا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب قوم کے لوگونکو بت پرستی کے چھوڑنے کی نصیحت کرتے تھے تو وہ حضرت نوح کو

منزل ۳

تپہروں سے کچل ڈالنے کی دہمکی دیا کرتے تھے اور پہر حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم اور تمہارے بت ملکر کچھہ بدسلوکی میرے ساتھہ
کر سکتے ہو تو اوسکے پورا کرنے مین تم لوگ کمی نہ کرو جو کچھہ کرنا ہو وہ بلا شک و شبہ کر گزرو مجھے اس کا کچھہ خوف نہیں ہے مین تو اللہ تعالی کی مدد کے بہروسے
پر نصیحت کے فرض کو ضرور ادا کرونگا۔

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

پہر اگر ہٹ جاؤگے تو مین نے نہین چاہی تم سے مزدوری میری مزدوری ہے اللہ پر اور مجکو حکم ہے کہ رہون

الْمُسْلِمِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا

حکم بردار پہر اوسکو جہٹلایا پہر ہمنے بچادیا اوسکو اور جو اوسکے ساتہ تہے کشتی مین اور اونکو قائم کیا جگہ پر اور ڈبا دیے

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝

جو جہٹلاتے تہے ہماری باتین سو دیکھہ کیسی ہوئی عاقبت اونکی جنکو ڈرایا تہا

اس سے اوپر کی آیۃ مین بیان ہو چکا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تہا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ان کفار عرب کو سنادو کہ نوحؑ نے اپنی
قوم سے کہا کہ میرا یہان ٹہرنا اور بت پرستی کی مذمت کا کرنا اگر تمہین گران گزرتا ہی تو تم اور تمہارے جہوٹے معبود سب اکٹہے ہو کر جو کچھہ میرے ساتھ
کرنا چاہو اوسکے کر بیٹہنے مین تامل نکرو اس آیۃ مین فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ تم لوگ اگر کسی خرچ کے بارے ڈر کر میری
نصیحت سے منہہ موڑتے ہو تو مین اسکی مزدوری تم سے کچھہ نہیں چاہتا اس کا اجر تو خدا ہی دیگا اور مجھے تو یہی حکم ہی کہ میں مسلمان رہون اور
تمکو بہی اسیطرح کی نصیحت کرتا رہون مگر اوس قوم کو ایمان نہ لانا تہا نہ لائی حضرت نوح علیہ السلام کو جہٹلائے گئی پہر تو وہ طوفان آیا کہ پہاڑ و ن
سے بھی کہین اونچا پانی ہو گیا حضرت نوحؑ معہ اسّی آدمی چالیس مرد اور چالیس عورتون کے کشتی مین بیٹھے رہے انکو خدا نے پناہ مین رکہا باقی
سب ڈوب کر ہلاک ہو گئے خدا نے اونکی جگہ اون چالیس آدمیونکو بسایا جنکی نسل سے اب تک دنیا آباد ہے تفسیر مقاتل مین ہی کہ کشتی سے
اوترنے کے بعد ان چالیس مرد اور چالیس عورتونکا موصل کی سرزمین مین ایک گاؤن ہے جسکا نام ثمانین ہی جسکے معنے اسّی آدمیون کے
گاؤن کے ہین اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے فرمایا دیکہو کیا نتیجہ ہوا انکا جنکو خدا کا خوف تہا وہی بچے اور جہٹلانے والے جان
سلامت نہ لے جاسکے مصنف ابن شیبہ مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی کہ چالیس برس
کی عمر میں نوح علیہ السلام کو نبوت ہوئی اور پہر ساڑہے نوسو برس تک قوم کے لوگونکو وہ وعظ نصیحت کرتے رہے جب قوم کے لوگ راہ راست
پر نہ آئے تو طوفان آیا حاکم نے اس حدیث کو صحیح اور ذہبی نے اس صحت کو مان لیا ہی صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی اور ابن ماجہ مین ابو موسے
اشعریؓ سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے اللہ تعالی نافرمان لوگونکو راہ راست پر آنے کے لئے مہلت دیتا ہی اور
جب وہ لوگ اس مہلت مین راہ راست پر نہین آتے تو پہر ان لوگو نپر ایسا عذاب نازل فرماتا ہی جس سے وہ کسی طرح نجات نہیں پا سکتے
ان حدیثون اور آیتون کو ملاکر آیتونکی تفسیر کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی نے قوم نوح کو کافی مہلت دی اور جب وہ لوگ اس مہلت
میں راہ راست پر نہ آئے تو اونپر طوفان کا عذاب نازل فرمایا اس طرح اس زمانہ کی عمر کے موافق پہلے مشرکین مکہ کو مہلت دی گئی

منزل ۳

اور پھر بدر کی لڑائی میں اون کی گرفت فرمائی۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا

پھر بھیجے ہمنے اوسکے پیچھے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کی طرف پھر لائے ان پاس کھلی نشانیان سو ہرگز نہ ہوئے کہ یقین لادین

بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ۝

جو بات جھٹلا چکے پہلے سے اسی طرح ہم مہر کرتے ہیں دلون پر زیادتی والون کے

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق حضرت نوح حضرت آدم علیہ السلام کے دس قرن کے بعد ہوئے ہیں ان دس قرن تک سب کے سب مسلمان تھے پھر آہستہ آہستہ بت پرستی پھیلنے لگی تو اللہ پاک نے نوح علیہ السلام کو رسول بناکر لوگونکی ہدایت کو بھیجا پھر انکے بعد لگاتار انبیا اور رسول آتے گئے پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی اسلیئے اللہ پاک نے پہلے حضرت نوح کے قصہ کو بیان کرکے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالی نے اور رسولون کو بھیجا اور وہ طرح طرح کے معجزے خدا کی طرف سے لیکر آتے گئے مگر قوم کے لوگ بدستور اپنی خیال پر جمے رہے اور رسولونکو جھٹلاتے رہے اسلیئے اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے موافق ان کے دلونپر مہر لگادی کہ یہ جانے اور انکا کام یہ اپنی زیادتی اور گمراہی سے باز نہین آنے ولے اور آخر علم آلہی کے موافق طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہوجانا انکی سزا ہی مسند بزار اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی قوم عام عذاب سے ہلاک نہیں ہوئی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی اس آیۃ میں اون رسولون کے نام نہین تبلائے گئے جو حضرت نوح کے بعد آئے مگر اور آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ نوح علیہ السلام اور موسے علیہ السلام کے مابین کے انبیا حضرت ہود و صالح و ابراہیم و لوط و شعیب علیہ السلام ہیں۔ صحیح ابن حبان میں ابو امامہ رض سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک دس قرن گذرے ہیں ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی حضرت عبداللہ بن عباس رض کا قول دس قرن کا جو اوپر گذرا اس حدیث سے اوسکی پوری تائید ہوتی ہی تفسیر ابن جریر مین ان دس قرن کی مدت ایک سو چھبیس ١٢٦ برس کی تبلائی گئی ہی قرن کے معنے ایک زمانہ کے بجھتے کے ہیں مسند امام احمد کے حوالہ سے ابوذر رض کی معتبر حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ان مین صاحب کتاب رسول تین سو پندرہ ہیں معتبر سند سے ترمذی مین ابو سعید خدری سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کچھ فخر کے طور پر نہیں کہتا ہون لیکن حقیقت حال یہ ہی کہ مین سب اولاد آدم کا سردار ہون اگرچہ اس حدیث سے اور اس قسم کی اور حدیثون سے سلف کا یہ اعتقاد ہی کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیا ہیں لیکن صحیح بخاری مسلم وغیرہ کی صحیح روایتون میں آپنے امت کو اس بحث سے روکا ہی تاکہ رفتہ رفتہ اور انبیا کی کسر شان نہو۔ ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ کثرت گناہ سے آدمی کے دلپر زنگ چھا جاتا ہی جسکے سبب سے نیک بات اسکی دلپر اثر نہیں کرتی نافرمان لوگونکے دلپر مہر لگ جانے کا ذکر جو آیۃ میں ہی یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِم مُّوسَىٰ وَهَارُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝
پھر بھیجا ہمنے اونکے پیچھے موسے اور ہارون کو فرعون اور اوسکے سردارون پاس اپنی نشانیان دیکر پھر تکبر کرنے لگے اور وہ لوگ تھے گنہگار

پھر ان رسولون کے پیچھے جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت شعیب تک آئے تھے اللہ تعالی نے موسے علیہ السلام اور انکے ساتھ ہارون علیہ السلام کو اونکا وزیر بناکر بھیجا موسے علیہ السلام کا قصہ بہت سی جگہ قرآن پاک مین ذکر کیا گیا ہی یہ بڑا عجیب قصہ ہی اللہ تعالی نے موسے کو فرعون کی گود مین پرورش کیا اور جب جوان ہوگئے تو ایک فرعونی شخص کا خون انکے ہاتھ سے ہو جانے سے وہ وہانسے باہر نکلے پھر خدا نے انسے باتین کین اور رسول بناکر فرعون اور اسکے گروہ کی طرف بھیجا اسوقت موسے علیہ السلام کے ساتھ سوائے ہارون علیہ السلام کے جنکو خدا نے موسے علیہ السلام کا وزیر بنا دیا تھا اور کوئی نہ تھا موسے علیہ السلام کے پاس اگرچہ نو معجزے ایسے تھے جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بغیر مدد خدا کے ایسی نشانی کوئی لا نہیں سکتا مگر فرعون اور اسکے ہمراہیون نے سرکشی کو نہین چھوڑا یہ قصہ سورہ طہ اور سورہ قصص مین تفصیل سے آویگا۔ صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین چند صحابہ سے معراج کی جو روایتیں ہین اون مین یہ ہی کہ پہلے پہل امت محمدیہ پر پچاس نمازین فرض ہوئی تہیں پھر حضرت موسے علیہ السلام کے مشورہ کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے ان پچاس نمازون مین تخفیف ہوجانیکی التجا کی اور آخر کو یہ پانچ نمازین باقی رہین حضرت موسے علیہ السلام کا یہ ایک بڑا احسان امت محمدیہ پر حضرت موسے علیہ السلام کے قصہ مین ہی جس کا ذکر اس صحیح حدیث مین آیا ہی۔

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا إِنَّ هَٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ قَالَ مُوسَىٰ أَتَقُولُونَ
پھر جب آئی اونکو سچی بات ہمارے پاس سے کہنے لگے یہ تو جادو ہے صریح کہا موسے نے تم یہ کہتے ہو تحقیق

لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ ۖ أَسِحْرٌ هَٰذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ ۝ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا
بات کو جب وہ پہنچے تم پاس کیا جادو ہے یہ اور چھٹکارا نہیں پاتے جادو کرنے والے بولے کیا تو آیا ہے کہ ہمکو پھیر دے اوس راہ سے

عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ۝ وَقَالَ
جسپر پایا ہمنے اپنے باپ دادا کو اور تم دونون کی سرداری ہووے اس ملک مین اور ہم نہین تم کو ماننے والے اور بولا

فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم
فرعون کہ لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا پھر جب آئے جادوگر کہا اونکو موسے نے ڈالو جو تم

مُّلْقُونَ ۝ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ
ڈالتے ہو پھر جب اونہون نے ڈالا موسی بولا کہ جو تم لائے ہو سو جادو ہے اب اللہ اوسکو بگاڑتا ہی اللہ نہین

لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝
سنوارتا شریرون کے کام اور اللہ سچ کرتا ہی سچ کو اپنے حکم سے اور پڑے برا مانین گنہگار

جس طرح اکثر سنکر لوگون نے پیغمبرون کے معجزونکو جادو اور پیغمبرونکو جادوگر بتلایا ہی فرعون اور اوسکے ساتھیون نے بھی حضرت موسے

منزل ٣ ع ٨ ١٢ ١٣

کے عصا اور ید بیضا کو دیکھکر جادو کہا فرعون کے زمانہ میں جادو کا بڑا چرچہ اور زور تھا فرعون کی طرفسے بہت سے جادوگر جاگیرین
پاتے تھے اور مصر کے اطراف میں اپنی جاگیرات میں رہتے تھے حضرت موسیٰ نے فرعون کو اسلئے یہی جواب دیا کہ تائید آسمانی اور
معجزہ نبوی کو اگر تو سمجھتا ہی تو اپنے بڑے بڑے جادوگرون کو بلا کر مجھسے مقابلہ کرالے اور دیکھ لے کہ تائید آسمانی کے مقابلہ میں جادو
کبھی سرسبز نہ ہوگا آخر فرعون نے اپنے جادوگر بلوالئے اور فرعون کی سالگرہ کا دن جو بڑے اُسکے دربار کا دن تہا مقابلہ کا دن قرار پایا
اور جنگل میں ہزارہا آدمی جمع ہوئے اور فرعون کے جادوگر آخر مقابلہ کی تاب نہ لاسکے حضرت موسیٰ کی نبوت پر ایمان لے آئے
فرعون کے ایمان لانے کے لئے اگرچہ یہ معجزہ کافی تہا مگر اُسکے سر پر ازلی کمبختی سوار تھی آخر ایمان نہ لایا اور پہر بھی معجزہ کو جادو بتلا
رہا اور خواری اور ذلت سے ہلاک ہوا یہ قصہ تفصیل سے سورہ اعراف میں گذر چکا ہی اور سورہ طٰہٰ اور سورہ شعرٰی اور سورہ قصص
مین پہر آویگا اس قصہ مین بھی آنحضرت کی یہ تسکین اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہی کہ اگرچہ قریش معجزہ اور قرآن کو جادو اور اسی نبی
تمکو جادوگر بتلا رہی ہیں لیکن بالآخر فرعون کے جادوگرونکی طرح اکثر ان مین کے قائل ہوکر اسلام لادین گے اور فرعون کی طرح
جو سرکشی پر اڑے رہین گے ہلاک کردئے جاوینگے اللہ کا وعدہ سچا ہی تیرہ برس کی آنحضرت کی کوشش مین جس مکہ مین سو کے
اندر مسلمانونکی تعداد تھی دس برس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت آگیا تو سارا مکہ مسلمانون سے بہر گیا اور آج تک یہ ہدایت
کا اثر باقی ہی کہ سوا مسلمان کلمہ گو کے اور کوئی مکہ مین نظر نہیں آتا اور مشرکین مکہ مین سے جو لوگ مرتے دم تک راہ راست پر نہیں
آئے اونکا انجام بدر کی لڑائی مین جو ہوا وہ کچھہ تو بدر کی لڑائی کے قصہ میں گزر چکا اور کچھہ آگے آتا ہی غرض ہر کام کا اللہ کی طرفسے
وقت مقرر ہی وقت کا منتظر رہنا چاہیئے گہبرانا نہیں چاہیئے تفسیر ابو الشیخ اور تفسیر ابن ابی حاتم میں لیث بن ابی سلیم سے روایت ہی
کہ آیۃ ان اللہ سیبطلہ اور آیۃ فوقع الحق اور آیۃ ولا یفلح الساحر حیث اتی پانی پر پڑھکر وہ پانی جادو کے اثر والے شخص کے سر پر
ڈالا جاوے تو فوراً فائدہ ہوتا ہی۔ صحیح بخاری مین ابو طلحہ کے واسطے سے اور صحیح مسلم مین بغیر واسطہ کے انس بن مالک کی روایتین
ایک جگہ گذر چکی ہیں جس مین یہ ہی کہ بدر کی لڑائی مین مشرکین مکہ کے بڑے بڑے سردار جو مارے گئے تھے اونکی لاشو پہر کہڑے
ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ مطلب یہ ہی کہ قرآن شریف میں
جس عذاب آخرت کا وعدہ تہا اور اُسکو تم لوگ جادوگرونکی باتونکی طرح جانتے تھے اب تو تم لوگون نے اُس وعدہ کا ظہور آنکھونسے
دیکھہ لیا یا اب بھی تمہاری آنکھونپر وہی پردہ پڑا ہوا ہی جو دنیا مین تہا سورہ والطور کی آیۃ افسحر ہذا ام انتم لا تبصرون کا مطلب
بھی یہی ہی جو انس بن مالک کی حدیث کا ہی فرق اتنا ہی کہ حدیث میں قرآن کو جادو کہنے والے مشرکین مکہ کو اللہ کے رسول نے عذاب
قبر جتلایا اور قائل کیا ہی سورہ والطور کی آیۃ میں اللہ کے فرشتے تمام آسمانی کتابونکو جادو بتلانے والے مشرکونکو دوزخ کا عذاب
گہڑی گہڑی جتلادین گے اور قائل کرینگے حاصل کلام یہ ہی کہ والطور کی آیۃ اور انس بن مالک کی حدیث کو ان آیتون کی تفسیر مین
بڑا دخل ہی جس سے آسمانی کتابون معجزون کو جادو اور اللہ کے رسولون کو جادوگر کہنے والونکا انجام اچھی طرح سمجھہ مین آجاتا ہی
معجزہ اور جادو مین یہ فرق ہی کہ معجزہ سے جو چیز ظہور مین آتی ہی وہ اصلی ہوتی ہی اور جادو سے جو چیز ظہور مین آتی ہے وہ

منزل ۳

اصلی نہیں ہوتی ہےواسطے جادو کے اثر کے ہزارہا سانپ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ایک معجزہ کے سانپ کا مقابلہ نکرسکے جن لیث ابن ابی سلیم تابعی کا ذکر اوپر گذرا یہ ابن جریج کے مرتبہ کے صدوق تابعی ہیں اگرچہ آخر عمر میں انکا حافظہ بگڑ گیا تھا لیکن ابن معین نے ان کو قابل اعتبار ٹھہرایا ہے ۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ
پھر کسی نے نہ مانا موسیٰ کو مگر کتنے لڑکون نے اوسکی قوم سے ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اونکے سردارونسے کہ اونکو

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝
بچلانہ دین اور فرعون چڑھ رہا ہے ملک مین اور اوسنے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے

آنحضرت کو اسبات کا بھی رنج رہتا تھا کہ نبی ہونے کے بعد تیرہ برس آپ مکہ میں رہے اور صرف کچھ کم سو آدمی مسلمان ہوئے آپ چاہتے تھے کہ اسلام جلدی جلدی زور پکڑے اور جھٹ پٹ مسلمانونکی ایک بڑی سی جماعت قائم ہوجاوے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ سے آپکی تسکین فرمائی کہ یہ کچھ رنج کرنیکی بات نہیں ہے منکرونکے دل بڑی مشکل سے پھرتے ہیں موسےٰ علیہ السلام کا ایسا بڑا معجزہ قبطیون نے دیکھا کہ جادوگر سب ہار گئے مگر قبطیون مین سے چندہی آدمی مسلمان ہوئے اگرچہ بعضے مفسرین نے آیۃ کے یہ معنے کئے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے اور حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین ان ہی معنون کو ترجیح دی ہے لیکن حافظ ابن کثیر کے نزدیک صحیح معنے یہی ہیں کہ آیۃ مین اسکی قوم سے فرعون کی قوم قبطی لوگ مراد ہیں قوم موسےٰ مراد نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل تو سوا قارون اور چند لڑکون کے اور سب مسلمان ہو گئے تھے پھر یہ بات کیونکہ صحیح ہو سکتی ہے کہ بنی اسرائیل مین سے چندہی شخص ایمان لائے جسطرح اس آیۃ سے آگے کی آیۃ مین توکل کا ذکر ہے اسی طرح قرآن شریف مین اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عبادت کے ساتھ توکل کا اکثر ذکر فرمایا ہے جیسے ان کنتم اٰمنتم باللہ فعلیہ توکلوا اور ہو الرحمٰن اٰمنا بہٖ وعلیہ توکلنا اور فاعبدہ وتوکل علیہ اور ایاک نعبدہ وایاک نستعین ابن ماجہ مین عمرو بن العاص کی روایۃ سے جو حدیث ہے اس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر یون فرمائی ہے کہ آدمی کے دل مین طرح طرح کے خیال سمائے رہتے ہیں جو اللہ پر توکل کرے وہ سب خیال پر غالب آسکتا ہے اور جو توکل نکریگا معلوم نہین کونسا خیال اسکو ڈبو دیگا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن آیۃ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ سے اس حدیث کی پوری تائید ہوتی ہے حاصل معنے حدیث کے یہ ہوئے کہ جب تک دل مین اللہ پر بھروسہ نہین دل گویا ڈانوان ڈول ہے اور ڈانوان ڈول حالت کے ایمان اور عبادت کا کیا ٹھکانا ہے کیونکہ ڈانوان ڈول حالت کے ایمان والا شخص اعتقادی منافق ہے ڈانوان ڈول حالت کی عبادت والا شخص عملی منافق ہے۔ اعتقادی منافق وہ ہے جس کا اعتقاد احکام شرع پر پورا نہ ہو اور عملی منافق وہ ہے جسکے عمل احکام شرع کے موافق نہ ہون غرض اس ڈانوان ڈول حالت کو رفع فرمانے کی غرض سے نصیحت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عبادت کیساتھ جگہ جگہ توکل کا ذکر فرمایا ہے کہ ایمان اور عبادت خالص ہو اسیواسطے اہل توکل کا درجہ بھی بڑا ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایۃ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن صاحب توکل

منزل ۳

لوگ ستر ہزار میری امت مین سے بلاحساب جنت مین داخل ہون گے یہ درجہ جسکو اللہ دیوے اوسکو ملتا ہی چنانچہ جس روز آپنے
یہ حدیث بلاحساب جنت مین داخل ہونیکی فرمائی اوس روز ایک صحابی عکاشہ بن محصن نے کہا کہ حضرت میرے واسطے دعا کیجے
کہ اللہ مجھکو اونمین سے کر دیوے آپنے دعا فرمائی پھر ایک صحابی سعد بن عمارہ نے کہا حضرت میرے لئے بھی دعا کیجے آپنے فرمایا
اب تو عکاشہ بازی لے جاچکا۔ توکل کے معنے کسی پر بھروسہ رکھنے کے ہیں عبادت کے وقت اللہ پر بھروسہ رکھنے کا یہ مطلب ہے
کہ آدمی عبادت کے وقت اللہ کو حاضر ناظر جانکر اور اوس عبادت کے ثواب کا بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھکر عبادت کرے عقبیٰ کے
ثواب اور دنیا کے دکھاوے دونون کو دل مین رکھکر ڈاوان ڈول نہو کہ ایسی عبادت رائگان ہی چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت
عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی کہ آدمی عبادت کرتے وقت یہ خیال کرے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہی اگر یہ مرتبہ میسر آوے تو یہ خیال
کرے کہ اللہ تعالی اُسکو دیکھ رہا ہی تکلیف کے وقت اللہ پر بھروسہ رکھنے کا یہ مطلب ہی کہ اس دنیا عالم اسباب مین اگر کوئی تدبیر
رفع تکلیف کی کرے بھی تو رفع تکلیف کا اصل بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھے جیسا کہ صحیح مسلم مین جابرؓ کی حدیث مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہر مرض کی دوا ہی مگر دوا میں شفا کی تاثیر کا دینا اللہ تعالے کے اختیار مین ہی لمن المسرفین کے ترجمہ میں شاہ صاحب
نے یہ جو لکھا ہی کہ اُسنے ہاتھ چھوڑ رکھا ہی اسکا مطلب یہ ہی کہ فرعون لوگون پر طرح طرح کی دست درازی کرتا تھا چنانچہ اوسکو جب
اپنی بی بی آسیہ کے اسلام کا حال معلوم ہو گیا تو اوسنے چار میخین زمین میں گاڑ کر آسیہ کے ہاتھ پاؤن اون میخون سے
باندھ دئے اور طرح طرح سے مار پیٹ کی جسکا ذکر معتبر سند سے بیہقی اور مسند ابو یعلی مین ابو ہریرہؓ کی روایت سے ہے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ○ فَقَالُوا
اور کہا موسے نے اے قوم اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر تو اُسی پر بھروسا کرو اگر ہو تم حکم بردار تب بولے
عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ○
ہمنے اللہ پر بھروسا کیا اے رب ہمارے نہ آزما ہمپر زور اس ظالم قوم کا اور چھڑا ہمکو اپنے مہر کر کر اس منکر قوم سے

موسے علیہ السلام نے اُن لوگون سے جو ایمان لاچکے تھے یہ کہا کہ جب تم ایمان لاچکے اور مسلمان ہو گئے تو اب خدا ہی پر بھروسہ
کرو اور فرعون اور اُسکے گروہ کا کوئی خوف نکرو اُن لوگون نے کہا کہ ہان ہمنے خدا پر بھروسہ کر لیا اور پھر خدا سے دعا کی کہ اے خدا
ہمکو اس ظالم قوم کے فتنہ سے بچا ہوا اور انکو ہمپر فتحیاب نہ کیجیو نہین تو فرعون اور اُسکی ساری قوم یون کہیں گے کہ ہم ہی حق پر ہین
اور ایسی باتین دلمین سوچکر اور زبان سے کہکر یہ لوگ فتنہ مین پڑین گے مجاہد رحمہ اللہ کا یہی قول ہی کہ اون لوگون نے یہی دعا کی تھی
کہ یا اللہ تو انکو ہمپر غلبہ ندے اور اپنی رحمت سے اس ظالم قوم کے ظلم سے بچا کیونکہ ہم تجھپر ایمان لاچکے ہیں اور تجھی پر بھروسہ کئے ہوئے
بیٹھے ہیں۔ جس طرح حکم برداری کیلئے توکل ضرور ہی اسی طرح توکل کے لئے صبر لازم ہی کیونکہ بے صبر آدمی حکم برداری کی تکلیفون
پر قائم نہیں رہ سکتا اور نہ اون تکلیفون کے اجر کا پورا بھروسہ اللہ تعالی کی ذات پر رکھ سکتا ہی اسی واسطے حضرت موسے
علیہ السلام نے ایمان و اسلام کے ساتھ صبر و توکل دونون کا ذکر فرمایا اور یہی تربیت قرآن شریف کی ہی چنانچہ اسکا ذکر اوپر

منزل ۳

گذر چکا ہے ایمان اور اسلام کی تفسیر مین صحیح مسلم کی حضرت عمرؓ کی حدیث مشہور ہی کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اسکے فرشتون رسولون اور آسمانی کتابون کے موجود ہونے کا دلمین یقین رکھنا اسکو ایمان کہتے ہیں اس دلی یقین کو ظاہر کرنے کے لئے زبان سے ان باتو نکا اقرار کرنا اور ہاتھ پیرون سے نماز روزہ حج زکوٰۃ ان ارکان اسلام کو بجالانا اسکو اسلام کہتے ہیں۔ نماز کے بجالانے مین مثلاً جاڑے کے موسم کا وضو روزہ مین مثلاً بھوک پیاس یہ تکلیف کی چیزین ہیں ان تکلیفون پر صبر کرنا اور اس صبر کے اجر کا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھنا یہی صبر و توکل ہی جس کا ذکر اسلام کے ذکر کے ساتھ آتا ہی اور اسی سبب سے صحیح روایتون مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کو نصف ایمان فرمایا ہی ایمان و اسلام کی آیتون اور حدیثون مین قیامت کے یقین کا اسلئے ذکر آتا ہی کہ آدمی کو قیامت کے دن کی سزا و جزا کا جبتک پورا یقین نہو تو وہ عقبیٰ کی جزا کی امید پر کوئی نیک کام کر سکتا ہی نہ اُس دن کی سزا کے خوف سے بُرے کام کو چھوڑ سکتا ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور حکم بھیجا ہمنے موسے کو اور اسکے بھائی کو کہ ٹھیراؤ اپنی قوم کے واسطے مصر میں گھر اور بناؤ اپنے گھر قبلے کی طرف اور قائم کرو نماز اور خوشخبری دے ایمان والون کو

منزل ۳

جب فرعون اور اسکے ہمراہیون پر عذاب آنیکا زمانہ قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےؑ اور انکے بھائی حضرت ہارون کو بذریعہ وحی کے یہ حکم دیا کہ تم اپنی قوم سمیت ان کفار سے علیحدہ ہوجاؤ اور الگ اپنا ایک محلہ بسالو اور گھرون کا رخ قبلہ کی طرف رکھو اس مین نماز پڑھا کرو تاکہ فرعون کے ظلم سے امن مین رہو نماز کا حکم اسواسطے ہوا تھا کہ کثرت سے نماز پڑھنے سے بلائین دفع ہوا کرتی ہیں چنانچہ مسند امام احمد اور ابو داؤد مین حذیفہؓ کی ایک معتبر حدیث ہی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر ایسا درپیش ہوتا جس سے آپ غمگین ہوا کرتے تو آپ نماز پڑھنے لگتے تھے اس آیۃ کے متعلق اس بات کا مفسرین مین اختلاف ہی کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو گھر بنانیکا حکم دیا یا مسجد بنانیکا حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مسجد کو فرمایا ہی اور مجاہد و قتادہؓ وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ گھر بنانیکا حکم ہوا کیونکہ لوگ پہلے عبادت خانہ میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے جب انکو خوف ہوا کہ فرعون کے زمرہ کے آدمی ہمیں ایذا پہونچائینگے اور قتل کرڈالینگے تو خدا کا یہ حکم ہوا کہ اپنا گھر قبلہ رخ بنالو وہیں نماز پڑھا کرو اس معنے کو حافظ ابو جعفر ابن جریر نے ترجیح دی ہی قبلہ کے تعین مین بھی مفسرونکا اختلاف ہی بعضونکا قول یہ ہی کہ قبلہ بیت المقدس کو فرمایا جو یہود کا قبلہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ کعبہ مراد ہی کیونکہ حضرت آدمؑ کے بعد جتنے لوگ ہوئے سبکا قبلہ یہی کعبہ رہا ہی علاوہ اسکے سورہ بقر مین گذر چکا ہی کہ یہود کے قبلہ کا توراۃ مین اور نصاریٰ کے قبلہ کا انجیل میں کہیں نہیں ہی بلکہ دونون گروہ کا قبلہ انکے علما کا ٹھہرایا ہوا ہی اسلئے آسمانی حکم کا قبلہ بیت المقدس کو نہیں کہا جا سکتا پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ مومنونکو اسکی خوشی سنادو کہ آخرت میں تمہین اسکا اچھا اجر ملیگا کہ تم نے اللہ کے رسول کی نصیحت کو مان کر ہر طرح کی تکلیف پر صبر و توکل کا اقرار کیا اور ایمان و اسلام کے پابند ہوگئے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذ بن جبلؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ اللہ کا حق بندونپر

شرک سے بچنے کا ہی اور اس حق کے پورا ہو جانے کے بعد اللہ کا وعدہ مغفرت کا ہی یہ حدیث وبشر المومنین کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی
کہ حضرت موسیٰ کی نصیحت کے موافق بنی اسرائیل نے توحید کا اور شریعت موسوی کے احکام کی تعمیل کا اقرار جب کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے
اپنے وعدہ کے موافق انکو نجات کی خوشخبری دی توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے متفرق طور پر جو احکام نازل ہوئے تھے یہاں ان احکام
کا ذکر ہی کیونکہ توراۃ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد نازل ہوئی ہے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا
اور کہا موسیٰ نے اے رب ہمارے تو نے دی ہے فرعون کو اور اسکے سردارونکو رونق اور مال دنیا کی زندگی مین اے رب اسواسطے کہ
عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ
بہکا دین تیری راہ سے اے رب مٹا دے انکے مال اور سخت کر اونکے دل کہ نہ ایمان لاوین جب تک دیکھین دکھہ کی مار

فرعون کے ہلاک ہونے سے پہلے اسکی اور اسکے ساتھیونکی سرکشی پر حضرت موسے کو غصہ آیا اور حضرت موسے نے خیال کیا کہ ان لوگونکی
سرکشی کا بڑا اسباب انکا مال و متاع ہی کہ مالداری اور عیش و آرام کے غرور مین یہ لوگ خود بھی نصیحت نہیں سنتے اور اورونکو بھی گمراہ
کرتے ہیں اوسوقت حضرت موسے نے اس غصہ کے خیال مین دعا مانگی اور حضرت ہارون آمین کہتے گئے دعا کا حاصل یہ ہی کہ یا اللہ
ان لوگونکو تو نے مال و متاع جو دیا ہی وہ ایسے چھین لے کس لئے کہ انکا یہ مال انکے خود گمراہ ہونے اور اورون کو گمراہ کرنے کا سبب ہے
اور اس مال کے چھین لینے کے بعد انکو ایسا فاقہ مست بنا دے کہ بغیر مال کے بھی انکا وہی غرور اور سرکشی باقی رہے اور اس غرور
اور سرکشی کے سبب سے جھٹ پٹ انپر تیرا عذاب نازل ہو خدا کی پناہ نبی کی بددعا تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تمام خزانے اور
کہیت پتھر ہو گئے چنانچہ عمر بن عبد العزیز نے اس زمانہ کا کچھہ روپیہ اور غلہ بہم پہونچایا تھا بالکل پتھر کا تھا اس بددعا کے
ایک چلہ کے بعد پھر فرعون ہلاک ہو گیا اس بددعا کے اثر میں اس طرح کی سخت وبا مصر میں پھیلی کہ قبطی بدحواس ہوگئے مصلحت
الٰہی سے بنی اسرائیل کا محلہ جو الگ بس گیا تھا اوس محلہ کو اللہ تعالیٰ نے اس وبا سے محفوظ رکھا پہلے سے بنی اسرائیل کو تیار رہنے
کا حکم تھا اسلئے سفر کا حکم ہوتے ہی رات کو مصر سے نکلے قلزم دریا تک پہونچے تھے کہ فرعون نے کئی لاکھہ فوج سے پیچھا کیا آخر
بنی اسرائیل کو تو قلزم نے اللہ کے حکم سے راستہ دیا اور فرعون مع اپنی فوج کے غرق ہو گیا زیادہ تفصیل اس قصہ کی سورہ
شعراء مین آویگی عین عذاب کے وقت کا ایمان اور ایسے وقت کی توبہ قبول نہیں اسواسطے غوطہ کہانے کے بعد فرعون نے
جو ایمان کا اقرار کیا وہ نامقبول ہوا بنی اسرائیل کے جی مین فرعون کی ہیبت بہت تھی کیونکہ مدت تک فرعون کے ہاتھہ سے
وہ طرح طرح کے عذاب پاتے رہے تھے اسواسطے ایکا ایک فرعون کے اس طرح کی بیکسی سے مرنے کا یقین بنی اسرائیل کو نہ آتا
انکے یقین دلانے کے لئے اللہ کے حکم سے پانی نے فرعون کی لاش کو ایک کنارہ پر پھینک دیا پھر سبکو فرعون کی لاش دیکھکر اسکے
مرنے کا یقین ہو گیا چنانچہ یہ ذکر آگے آتا ہی معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے جو روایت ہی
کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ غوطے کھاتے کھاتے فرعون نے جو ایمان لانیکا اقرار

منزل ۳

اس کا حال آگے کی آیۃ مین آتا ہی قتادہ کا قول ہی کہ حضرت موسیٰ کی بد دعا کا یہ اثر ہوا کہ فرعون کا سارا مال اور دولت کہانیکی چیزین تک پتھر ہوگئین تھین چنانچہ عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک تھیلی فرعون کے وقت کی تھی اونھون نے جب آیۃ کو سنا تو تھیلی منگا کر دیکھی تو اسمین سے کچھہ انڈے اور چنے نکلے توڑ کر دیکھا گیا تو واقعی پتھر ہوگئے تھے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دنیا میں جو کچھہ ہونے والا تھا اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھہ لیا ہی صحیح بخاری و مسلم وغیرہ مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے اثر مین جلدی کرنے سے منع فرمایا ہی آیۃ کے ٹکڑے فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون کی یہ حدیثین گویا تفسیر ہیں کیونکہ آیۃ اور حدیثون کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ انتظام الٰہی مین ہر کام کا وقت دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے مقرر ہوچکا ہی اسلئے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہی کہ وقت مقررہ کے آجانے سے تمہاری دعا قبول تو ہوگئی لیکن اسکا ظہور اپنے وقت مقررہ پر ہوگا انجان آدمی کی طرح وقت مقررہ سے پہلے اس ظہور کی جلدی کرو نہ ظہور مین دیر ہونے کے سبب نبوت کے فرض منصب وعظ نصیحت مین کچھہ خلل جائز رکھو کیونکہ دعا کے اثر مین جلدی کا کرنا انتظام الٰہی کے برخلاف اور مرضی الٰہی مین ایک طرح کی بیجا مداخلت ہی اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہی چنانچہ وقت مقررہ پر اس وعدہ اور دعا کے اثر کا جو ظہور ہوا اوسکا ذکر آگے آتا ہی۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ
اور پار کیا ہمنے بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھے پڑا اُنکے فرعون اور اوسکا لشکر شرارت سے اور زیادتی سے

اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝
جب تک کہ پہنچا اسپر دباؤ کہا یقین جانا مین نے کہ کوئی معبود نہین مگر جسپر یقین لائے بنی اسرائیل اور مین ہون حکم برداروں میں

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ
اب یہ کہنے لگا اور تو بیحکم رہا پہلے اور رہا بگاڑ والون مین سو آج بچا دینگے ہم تجکو تیرے بدن سے تو ہووے

لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝
تو اپنے پچھلونکو نشانی اور البتہ بہت لوگ ہماری قدرتون پر دھیان نہین کرتے

منزل ۳ — ۱۷ — ع ۹ — ۱۴

ان آیتوںمین فرعون اور اُسکے رفیقونکی دریا مین ڈوبنے کی کیفیت بیان کی گئی ہی جب بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلے جنکی تعداد چھہ لاکھہ تھی تو فرعون کو یہ خبر معلوم ہوئی اور اوسنے شہروں مین آدمی بھیج اور لشکر اکٹھا کر کے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارہ پر پہونچ چکے تھے فرعون کو لشکر سمیت آتے ہوئے دیکھکر بہت ہی خوف کرنے لگے جب فرعون بالکل قریب آگیا تو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا کہ ان لوگونکے ہاتھہ سے کیونکر رہائی ہوگی موسیٰؑ نے فرمایا مجھے اسی راہ سے جانے کی ہدایت ہوئی ہی خدا خود رستہ بتلا دیگا جب وقت بالکل تنگ ہوگیا اور فرعون اور اُس کے

لشکر نے آگھیرا تو خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ عصا اوٹھا کر دریا پر مارو عصا مارنا تھا کہ بارہ راستے دریا میں نمودار ہو گئے ہوا نے خدا کے حکم سے زمین کو خشک کر دیا رستوں کے درمیان میں پانی پہاڑ کی طرح سخت ہو گیا اور بڑے بڑے سوراخ اوس میں پڑ گئے تاکہ ادہر کے آدمی اودہر کے آدمی کو دیکھکر اطمینان رکھیں اور یہ گمان نکریں کہ کوئی ہلاک ہوا غرض کہ موسیٰ اور انکے سب ساتھ کا لشکر دریا سے پار ہو گئے فرعون جب دریا کے کنارہ آیا تو ہول کہانے لگا فوراً جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا وہ گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے سامنے سے نکلے فرعون کا گھوڑا بھی گھوڑی دیکھکر پیچھے ہو لیا اور دونوں دریا میں گھس گئے جب فرعون کا کچھ قابو نہ چلا تو کہنے لگا کہ بنی اسرائیل ہمسے زیادہ دریا پر حق نہیں رکھتے ہیں کیا میں دریا سے پار نہیں ہو سکتا پھر تو سب کے سب لشکر پیچھے دریا میں اتر گئے اوسوقت خدا کا حکم ہوا کہ دریا کا پانی جوں کا توں ہو جائے دریا کا پانی برابر ہو گیا اور سب کے سب تہ و بالا ہو کر ہلاک ہو گئے جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لایا اور میں بہی مسلمان ہوں خدا نے فرمایا اب ایمان لایا پہلے سے نہیں اب بہلا کیا فائدہ ہو سکتا ہی حضرت عبداللہؓ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب فرعون ڈوب گیا تو بعض لوگوں کو فرعون کی موت میں شک ہوا کہ وہ نہیں ڈوبا بچگیا اسلئے اللہ پاک نے دریا کو حکم دیا کہ اسکی لاش دریا کے باہر ٹیلہ پر پہینکدے جب لوگوں نے اسکی لاش دیکہی تو یقین ہوا جیسا کہ خود اللہ جل شانہ نے فرمایا الیوم ننجیک ببدنک کہ آج اگر ہم نجات دین گے تو بغیر روح کے تیرے بدن کو نجات دینگے تاکہ جو دیکھے وہ عبرت پکڑے اور غفلت میں نہ پڑا رہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی روایۃ اور صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبادہؓ بن الصامت کی روایۃ اوپر گذر چکی ہی کہ جب موت کے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں تو ایسے مجبوری کے وقت کی فرمانبرداری داخل فرمانبرداری نہیں ہی یہ حدیثیں آلآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہی کہ انتظام الٰہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا ہوئی ہی مجبوری کی حالت میں یہ امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا اسواسطے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوقت کی فرمانبرداری کا یہ جواب دیا کہ ایسے وقت کی فرمانبرداری نامقبول ہی اس آخری وقت پر فرعون جیسے عمر بھر کے نافرمان شخص نے جو فرمانبرداری کا اقرار کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسکے اس اقرار کو برخلاف انتظام الٰہی سمجھکر فرعون کے منہہ میں قلزم کی کیچڑ ٹھونس دی مسند امام احمد اور ترمذی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی معتبر روایۃ اس باب میں اوپر گذر چکی ہی اور اس روایۃ پر امام فخر الدین رازی نے جو اعتراض کیا ہی اس کا جواب بھی اوپر گذر چکا ہی اس آیۃ سے بھی امام فخر الدین رازی کے اعتراض کا یہ جواب نکل سکتا ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو کچھ کیا وہ حکم الٰہی اور انتظام کے موافق تھا اسلئے اوسپر کوئی اعتراض کا محل نہیں ہی حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایۃ پر یہ جو اعتراض ہی کہ اسکی سند میں ایک راوی علی بن زید کو یحیی بن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہی اس کا جواب بھی علما نے دیدیا ہی کہ ترمذی کی دوسری سند میں علی بن زید نہیں ہی بلکہ شعبہ کی عدی بن ثابت والی سند شرط بخاری کے موافق صحیح ہے ۔

منزل ۳

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟

اور جگہ دی ہمنے بنی اسرائیل کو پوری جگہ دینی اور کہانے کو دیں ستہری چیزیں سو وہ پہوٹے نہیں

حَتّٰی جَآءَھُمُ الْعِلْمُ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝

جبتک آپکی آنکو خبر اب تیرا رب انمین فیصلہ کریگا قیامت کے دن جبات مین وہ پہوٹ رہے تہے

فرعون کے غرق ہونیکے بعد تمام ملک مصر بنی اسرائیل کے قبضہ مین آگیا مگر بنی اسرائیل کو مصر مین رہنے کا اتفاق اس سبب سے کم ہوا کہ
حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی رہنے کی جگہ ملک شام عمالقہ قوم کے قبضہ مین جو چلا گیا تہا بنی اسرائیل کو فرعون سے جب نجات مل چکی تو
حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر ملک شام فتح کرین لیکن شام کے ملک کے قریب آنکر بنی اسرائیل نے
عمالقہ کی قوت جو سنی تو عمالقہ کی لڑائی سے انکار کیا چالیس برس تک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک جنگل میں اس جرم کی سزا مین
قید رکہا جس کا ذکر سورہ مائدہ مین آچکا پہلے حضرت ہارونؑ کا پہر حضرت موسیٰؑ کا اس جنگل مین انتقال ہوا جتنے بنی اسرائیل لڑائی
سے انکار کیا تہا جب وہ اسی جنگل مین مرکہپ گئے اور انکی اولاد لڑنے کے قابل ہوئی اور قید کی میعاد جو اللہ تعالیٰ نے ٹہرائی تہی وہ گذر
چکی تو حضرت یوشع کے ہاتھ پر ملک شام فتح ہوا اور تمام ملک شام بنی اسرائیل کے قبضہ مین مدت تک رہا جب بنی اسرائیل نے
طرح طرح کی سرکشی شروع کی تو بخت نصر بابلی نے آنکر انکو خوب مارا اور ملک شام انسے چہین لیا اسکے بعد پہر دوبارہ ملک انکے ہاتھ
آگیا پہر بادشاہان یونان نے جو بت پرست تہے ملک شام پر قبضہ کر لیا اسی زمانہ مین حضرت عیسےٰ پیدا اور نبی ہوئے یہود نے
شاہان یونان کو حضرت عیسیٰ کی طرف سے بہکایا کہ یہ شخص شاہی رعیت کا مذہب خراب کرتا ہی اسوقت کے یونان کے بادشاہ
نے کچہہ فوج حضرت عیسیٰ کے پکڑنے اور شہید کرنے پر مامور کی اور یہود بہی ان حضرت عیسیٰ کے مخالف لوگونکی مدد کیلیے انکے منہ
ساتہ ہوئے حضرت عیسیٰ کو تو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اوٹہا لیا اور حواریون میں سے ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شباہت ڈالدی
ان مخالف لوگون نے اسکو حضرت عیسیٰ تصور کر کے سولی پر چڑہا دیا اسکے بعد سو برس کے قریب تک حضرت عیسیٰ کا دین کسی قدر
زمین پر قائم رہا مگر اس زمانہ کا دین اصلی دین عیسوی تہا نہ اس زمانہ کے عیسائی گرجاؤن مین تصویرین بناتے تہے نہ صلیب کی
پرستش کرتے تہے نہ حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تہے نہ تثلیث کے قائل تہے نہ مشرق کی طرف نماز پڑہتے تہے نہ شراب و سور کو
حلال گنتے تہے اب یونان کا ایک بادشاہ جس کا نام قسطنطین تہا جسنے اپنے نام پر شہر قسطنطنیہ بسایا ہی عیسائی ہوا یہ شخص عیسائی ہونے
سے پہلے بڑا دہریہ تہا مورخون نے لکہا ہی کہ یہ شخص حیلہ کے طور پر دین عیسائی بگاڑنے کی نیت سے ظاہر مین عیسائی ہوا تہا غرض اسنے
عیسائی ہوتے ہی آسمانی کتابون کے عمل کا رواج کم کر دیا عقلی قانون کی کتابین نبوا کر انکو رواج دیا آج کی تاریخ تک جو جو خرابیان عیسائی
مذہب مین نظر آتی ہین وہ اسی کی ہین دنیا مین اوس تاریخ سے دین عیسائی کا زور تو ہوا مگر اوس غیر اصلی دین کا اصلی دین پر جو چند پادری
اس زمانہ مین تہے انکو بستیان چہوڑ کر جنگل مین رہنا پڑا ملک شام و روم رفتہ رفتہ سب عیسائیونکے قبضہ مین ہو گیا چنانچہ حضرت
عمرؓ کی خلافت تک بیت المقدس اور تمام ملک شام عیسائیون کے قبضہ مین تہا حضرت عمرؓ کے زمانہ مین لڑائی ہو کر ملک شام مسلمانون کے
قبضہ مین آیا غرض ایک مدت تک ملک شام بنی اسرائیل کے قبضہ مین جو رہا اسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہی۔ سورہ بقرہ مین گذر چکا ہی
کہ توراۃ مین نبی آخر الزمان کے اوصاف تفصیل سے موجود تہے اسلیے آپکے پیدا ہونے اور نبی ہونے سے پہلے یہود آپکو اسطرح پہچانتے

تھے جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے تھے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں آئے اور یہود نے قرآن کی وہ آیتین
بہی سنین جنمین توراۃ کی تصدیق موجود تھی تو یہ لوگ فقط اس دشمنی سے آپکی نبوت کے منکر ہوگئے کہ یہ نبی آخرالزمان بنی اسمعیل میں کیون
پیدا ہوئے ہماری قوم بنی اسرائیل مین کیون نہیں پیدا ہوئی اور اسی سبب سے ایمین پھوٹ پڑکر عبداللہ بن سلام اور آنکے ساتھی توراہ
راست پر آگئے اور باقی کے لوگ اپنے حال پر رہے ہی کا ذکر اللہ تعالی نے فما اختلفوا حتی جاءہم العلم سے اس آیۃ میں فرمایا ہی جسکا حاصل
یہ ہی کہ بخت نصر اور یونانی بادشاہوں کے زمانہ کی شرارتوں کے علاوہ ان لوگون نے یہ بھی ایک شرارت کی کہ جان بوجھکر نبی آخرالزمان
کی نبوت مین اختلاف ڈالدیا طبرانی کبیر اور اوسط مین حضرت عبداللہ بن عباس رض کی صحیح حدیث ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص علم دین کی کوئی بات لوگونسے چھپاویگا تو قیامت کے دن اُسکے منہہ مین آگ کی لگام دیجاویگی یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ان ربک
یقضی بینہم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جن توراۃ کے علما نے جان بوجھ کر نبی آخرالزمان
کے اوصاف کو چھپایا ہی قیامت کے دن اور عذاب کے علاوہ اُنکو یون بہی رسوا کیا جاویگا کہ اُنکے منہہ مین آگ کی لگام دیجاویگی
صحیح بخاری ومسلم کے حوالے سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب
مین سے جو شخص شریعت موسوی اور عیسوی کا پورا پیرو رہا اور اب شریعت محمدی کی پیروی بہی اوس نے کی اوس کو قیامت
کے دن دوہرا اجر ملیگا۔ آیۃ میں جس پھوٹ اور قیامت کے دن اوس پھوٹ کے فیصلہ کا جو ذکر ہے اس حدیث سے اہل کتاب
کے اُس گروہ کے اُس دن کے فیصلہ کا حال اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہی جنہون نے پچھلی اور حال دونون شریعتون کی پیروی اختیار
کی ہے۔ عربی زبان مین کسی چیز کی جب تعریف کرنی منظور ہوتی ہے تو اُس چیز کے ساتھ صدق کا لفظ لگا دیتے ہین جیسے
قدم صدق مبوء صدق اس سے مطلب یہ ہوتا ہی کہ صدق دلسے یہ چیز اچھی شمار کی جاتی ہی سرزمین ملک شام ایک شاداب
جگہ ہی اسلیے اُسکو مبوء صدق اور وہان کے عمدہ میوون کو ستھری چیزین فرمایا۔

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ

سو اگر تو ہے شک مین اس چیزسے جو اتاری ہمنے تیری طرف تو پوچھ اونسے جو پڑہتے ہین کتاب تجہسے آگے

لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا

بیشک آیا ہے تجکو حق تیرے رب سے سو مت ہو شبہ لانے والا اور مت ہو اُن مین جنہون نے جھٹلائین

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

باتین اللہ کی پہر تو بہی ہو دے خراب جنپر ٹہیک آئی بات تیرے رب کی وہ نہ مانینگے

وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ۝

اگرچہ پہنچین اُنکو ساری نشانیان جب تک نہ دیکھین دکھہ کی مار

اوپر یہود کی پہوٹ کا حال تہا کہ اس پھوٹ مین بعضے اون مین سے راہ راست پر لگگئے اور جان گئے کہ توراۃ مین جن نبی آخرالزمان

منزل ۳

کے اوصاف ہین بلاشک یہ وہی نبی ہین اُس ذکر کو پورا کرنے کے لئے اِن آیتون مین فرمایا اے رسول اللہ کے اگر تمہین اس مین کچھ شک ہو
کہ آیا تمہارے اوصاف تفصیل سے توراۃ مین ہین یا نہین تو تم اون لوگون سے دریافت کرلو جو اگلے رسولون کی کتابین دیکھے ہوئے
ہین کیونکہ جو اہل کتاب تم پر ایمان لاچکے ہین جیسے عبداللہ بن سلام وہ اب کوئی بات چھپانے کے نہین حضرت عبداللہؓ بن عباس
نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہ مین شک کرتا ہون اور نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اے
رسول اللہ کے جو لوگ خدا کی نشانیون کو جھٹلاتے ہین تم انسے الگ تھلگ رہو یہ لوگ کبھی ایمان نہین لائین گے اپر خدا کی بات پوری
اتر ہی جو خدا نے ابلیس سے کہی تھی کہ تجھ سے اور تیرے ساتھیون سے دوزخ کو بھر دونگا یہ اُسوقت زبان سے ایمان کا لفظ نکالین گے
جب عذاب آتے ہوئے دیکھیں گے مگر اوسوقت کے ایمان سے انکو کیا فائدہ ہوسکتا ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ مین تین طرح کے لوگ تھے کچھ تو پکے مسلمان تھے اور کچھ پکے منکر اسلام اور کچھ لوگ شک کی حالت مین تھے اور عرب کے
بت پرست لوگون کو علماء یہود کے قول کا بڑا اعتبار تھا اسلئے اہل عرب مین جو بت پرست لوگ اسلام کی جانب سے شک کی حالت مین
تھے اللہ تعالی نے اُنکے راہ راست پر لانے کا یہ راستہ نکالا کہ بطور فرض اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر یہ فرمایا اے رسول اللہ کے
اگر تمہین اس مین کچھ شک ہو کہ آیا تمہارے اوصاف تفصیل سے توراۃ مین ہین یا نہین تو تم اہل کتاب مین کے اون لوگون سے
اس حال کو دریافت کرلو جو راہ راست پر آچکے ہین مطلب اس فرضی خطاب سے یہی ہی کہ جس صاحب شک گروہ کا ذکر اوپر
گذرا اگر وہ چاہین تو اہل کتاب سے پوچھ کر اپنا شک رفع کرلین پھر فرمایا کہ علم آلہی مین جو لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہین وہ اس راستہ سے بھی
بے بہرہ رہین گے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ یہ راستہ امت کے خاص گروہ کے لئے نکالا گیا ہی اور یہ ارشاد فرمایا گیا ہی کہ جو
ازلی گمراہ نہیں ہین فقط اون ہی لوگون کو یہ راستہ مفید ہوگا الغرض یہ فرضی خطاب ایسا ہی ہے جیسا سورۃ الزمر مین لئن
اشرکت لیحبطن عملک مین ہی کہ ظاہر مین خطاب تو نبی کو ہی اور حقیقت مین مشرک لوگون کو شرک کی یہ مذمت جتلائی گئی ہی کہ اگر کوئی
نبی بھی شرک کرے تو اُسکے سب عمل اکارت ہوجاوین پھر کسی دوسرے کی کیا اصل ہی صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے
جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعضے لوگون کے دل مین شیطان یہ شک ڈالتا ہی کہ سب چیزین تو اللہ نے پیدا کین
پھر اللہ کو کسنے پیدا کیا ایسے شک کے وقت آدمی کو یہ کہدینا چاہیئے کہ مین اللہ کے خالق ہونے اور اُسکے رسولون کے سچے ہونے پر
ایمان لایا صحیح مسلم مین عثمانؓ بن ابی العاص سے روایۃ ہی جس مین عثمان کہتے ہین شیطان اکثر طرح طرح کے شک میری نماز مین
ڈالدیا کرتا تہا مین نے اسکی شکایت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپنے فرمایا ایسے وقت پر تم اعوذ باللہ پڑھا کرو اور بائین
طرف تین دفعہ تھوک دیا کرو عثمان کہتے ہین جب سے مینے اللہ کے رسول کی نصیحت پر عمل کیا اوسوقت سے میری وہ شکایت جاتی رہی
صحیح مسلم مین عبداللہؓ بن مسعود سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان
تعینات ہی فرشتہ نیک خیال آدمی کے دلمین ڈالتا رہتا ہی اور شیطان طرح طرح کے شک وشبہ آدمی کے دلمین ڈالتا رہتا ہے
صحابہ نے پوچھا کہ حضرت کیا آپکے ساتھ بھی شیطان تعینات ہی آپ نے فرمایا کہ ہان تعینات تو ہی لیکن اللہ تعالی کی یہ مدد ہے

منزل ۳

حق مین ہو کہ مین آسکے بدخیال اور شک و شبہ سے محفوظ ہون اوپر یہ جو گذرا کہ آیۃ مین شک کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
جو کی گئی ہو وہ فرضی طور پر ہے حقیقی طور پر نہیں ہو آسکی تائید ان صحیح حدیثون سے ہوتی ہو کیونکہ ان حدیثون کے موافق ہر طرح کا
اعتقادی و عملی شک شیطان آدمی کے دل مین ڈالتا ہو جس سے اللہ کے رسول محفوظ ہین پہر آپکے دل مین کسی طرح کے شک کے
پیدا ہونے کا کوئی موقع دنیا مین باقی نہین رہا۔ سورہ اعراف مین گذر چکا ہو کہ جب شیطان ملعون ٹھرایا جاکر آسمان سے اوتار
جانے لگا تو اوسنے بنی آدم کے بہکانے کی قسم کہائی آسکے جواب مین فرمایا کہ جو کوئی تیرے بہکاوے مین آویگا وہ بھی تیرے
ساتہ دوزخ مین جاویگا اسی کو یہان فرمایا کہ علم الٰہی مین جو لوگ شیطان کے پیرو ٹھہر چکے ہین وہ کسی نصیحت سے راہ راست
پر نہ آوینگے اور آخر کو وعدہ الٰہی کے موافق وہ دوزخ مین شیطان کے ساتھی ٹھہرین گے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا
سوکیون نہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پہر کام آتا انکو یقین لانا مگر یونس کی قوم جب وہ یقین لائے کہولدیا ہمنے
عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۝
انپر سے ذلت کا عذاب دنیا کے جیتے اور کام چلایا اونکا ایک وقت تک

اوپر ذکر تہا کہ یہ نافرمان لوگ جب تک آنکھون سے عذاب کو دیکہہ لیوین گے اسوقت تک ایمان نہ لاوین گے اس آیۃ مین فرمایا کہ عذاب
آتے ہوئے دیکھکر ایمان لانے سے کسی قوم کو کسی بستی مین عذاب سے رہائی نہیں ہوئی مگر یونس علیہ السلام کی قوم کو انکا پورا قصہ
سورہ صافات مین آئیگا لیکن صحیح طور پر عبد اللہ بن مسعود کی روایۃ سے جو قصہ مسند امام احمد مصنف ابن ابی شیبہ مین ہو آسکا
خلاصہ یہ ہو کہ یونس نے اپنی قوم کو ایمان لانے کو کہا ادنھون نے انکار کیا اسلئے یونس علیہ السلام نے آنسے کہا فلان روز تمپر عذاب آئیگا
اور خود وہان سے نکلکر چلے گئے انکی قوم بغداد کی سرزمین شہر موصل کی ایک بستی نینوی میں رہتی تہی جب آن لوگون نے دیکہا کہ کالے کالے
ابر دہوئین کی طرح شہر کے چارون طرف چلے آرہے ہین تو یہ قوم توبے نبی کے ہورہی چکی تھی یونس علیہ السلام چلے ہی گئے تھے
یہ سب اکٹھے ہوکر میدان میں جمع ہوگئے بچون کو عورتون سے جدا کردیا اور اسی طرح چارپاؤن کے بچون سے چارپاؤن کو الگ
الگ کردیا اور خدا سے عاجزی کرنے لگے اور خوب گڑگڑائے جس سے اللہ تعالی کو رحم آگیا اور اوسنے عذاب کو پہیر دیا حضرت عبد اللہ
بن عباس کہتے ہین کہ اس قوم کے اور عذاب کے درمیان میں دو تہائی میل کا فاصلہ باقی رہ گیا تہا بعضے مفسرون نے یہ بھی
بیان کیا ہو کہ عاشورے کے دن جمعہ کے روز یہ عذاب آیا تہا عبد اللہ بن مسعود کی روایۃ مین یہ بھی ہو کہ یونس علیہ السلام کے زمانے مین جھوٹے
شخص کی سزا قتل ٹھہری ہوئی تہی اسلئے جب وقت مقررہ پر عذاب نہ آیا تو یونس علیہ السلام نے قتل کے اندیشہ سے بڑا سفر اختیار کیا
اور ایک کشتی مین بیٹھے وہ کشتی نہ چلی حضرت یونس علیہ السلام نے اون کشتی والوں سے کہا کہ اس کشتی مین اپنے آقا سے بھاگا
ہوا ایک غلام ہو جب تک آسکو تم لوگ دریا مین نہ ڈالوگے اوسوقت تک یہ کشتی نہیں چلے گی اسپر اون لوگون نے قرعہ ڈالا اور تین دفعہ
قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا آخر یونس علیہ السلام نے اپنے آپکو دریا مین ڈالدیا اور اونکو ایک مچھلی نگل گئی باقی قصہ

منزل ۳

کی روایتین سورہ والصافات مین اصل قصہ کی تفسیر مین آوین گین سورہ والصافات مین یہ بھی آویگا کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے
بعد اس قوم کی ہدایت کیلئے حضرت یونس علیہ السلام پہر مامور ہوئے سورہ انبیا مین آویگا کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من
الظالمین کی برکت سے یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی مسند امام احمد ترمذی نسائی مستدرک حاکم مین سعد
بن ابی وقاص سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یونس علیہ السلام کی اس دعا مین اسم اعظم ہے اسلئے اسکو
پڑھکر جو دعا مانگی جاویگی وہ قبول ہوگی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝
اور اگر تیرا رب چاہتا یقین ہی لاتے جتنے لوگ زمین میں ہیں سارے تمام اب کیا تو زور کریگا لوگو نپر کہ ہوجاوین با ایمان

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝
اور کسی جی کو نہین ملتا کہ یقین لاوے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہے گندگی انپر جو نہیں بوجھے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسبات کی حرص تہی کہ سارے لوگ مسلمان ہوجاوین اسپر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ کیا تم زبردستی لوگونکو
مومن بنانا چاہتے ہو تمہین یہ نہیں معلوم کہ بغیر حکم خدا کے کوئی ایمان نہیں لا سکتا یہ بات غیر ممکن ہی کہ سب کے سب مومن ہوجاوین
یہ خدا کی مشیت کے خلاف ہی اگر خدا چاہتا تو سارے جہان کو مومن بنا دیتا مگر اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے جن
لوگو نمین عقبی کی بہبودی کے سمجھنے کا مادہ نہیں ہی خدا کی دلیلون مین حجت نکالتے ہیں وہ کیونکر ایمان لا سکتے ہیں۔ صحیح مسلم کے
حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی یہ حدیث اوپر گذر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا مین
ہو رہا ہی اللہ تعالی نے وہ سب لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی یہ حدیث ان دونون آیتو نکی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیتون اور حدیث
کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ اگر اللہ چاہتا تو مکہ کے یہ سارے مشرک بت پرست راہ راست پر آجاتے لیکن اللہ تعالی کو یہ اس لئے
منظور نہیں ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی کے موافق جہان اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہی وہان یہ بھی لکھا گیا
ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ان مشرکون مین سے کچھ لوگ قرآن کی نصیحت پر نہ دہیان کرین گے نہ راہ راست پر آوین گے
بلکہ شرک کی حالت میں دنیا سے اوٹھ جاوینگے اور انکا ٹھکانا دوزخ ٹھہریگا اسواسطے کسی کو مجبور کرکے راہ راست پر لانے کا اللہ کا
حکم نہیں ہی اور بغیر اللہ کے حکم کے نہ کوئی مجبور ہو سکتا ہی نہ راہ راست پر آسکتا ہی جس کے معنے اکثر مفسرون نے عذاب کے لئے ہین
اور بعضون نے شرک کی گندگی کے ترجمہ مین پچھلا قول لیا گیا ہی۔

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ۝
تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانون مین اور زمین میں اور کچھ کام نہین آتین نشانیان اور ڈرانیوالے ان لوگونکو جو نہیں مانتے

فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ
سو اب کچھہ راہ دیکھتے ہیں مگر انہی کے سے دن جو ہو چکے ہیں ان سے پہلے تو کہہ اب راہ دیکھو مین بھی تمہارے

منزل ۳

الْمُنْتَظِرِيْنَ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ساتھ راہ دیکھتا ہوں پھر ہم بچا دیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور جو ایمان لائے اسی طرح ذمہ ہے ہمارا بچا دینگے ایمان والوں کو

اوپر منکرین قیامت کی کم عقلی کا ذکر تھا ان آیتوں میں اونکو عقل سے کام لینے پر آمادہ کیا اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہدو کہ زمین و آسمان میں کیا کچھ نہیں ہے اگر تم لوگ غور اور فکر کرو تو بات بات سے سمجھ لو کہ خدا کی خدائی میں تمہارے بتوں کو کچھ دخل نہیں چاند سورج دن کا ہونا رات کا ہونا اندھیری راتوں میں ستاروں کا نکلنا رات کو انکو سفر کرنیوالوں کو کیسا مفید ہے کہ وہ ستاروں کو دیکھکر سمت دریافت کر لیا کرتے ہیں پھر بارش کا ہونا کھیتوں کو سرسبز کرنا کیسا فائدہ مند ہے غرضیکہ ہوشیار آدمی درختوں کے پتہ تک سے خدا کی وحدانیت کا پتہ لگا لیتا ہے پھر فرمایا کہ یہ قدرت کی سب نشانیاں اوسی کو بکار آمد ہیں جو ایمان بھی لاوے اور جو ایمان لانے والے نہیں ہیں یہ نشانیاں اونہیں کیا فائدہ پہونچا ئینگی کیونکہ ان لوگوں کو بھی اوسی روز بد کا انتظار ہے جیسے اگلے رسولوں کی قوم کو تھا کہ اپنے رسول کو جھٹلاتے رہے اور آخر ایک روز آخر عذاب آیا اور وہ اوس سے بچ نہ سکے اگر یہ بھی اسی کے منتظر ہیں تو کہدو کہ کان اور آنکھیں اوسی کی راہ اور آواز پر رکھو ہم بھی تمہارے ساتھ بیٹھے انتظار کر رہے ہیں اور یہ یاد رکھو کہ خدا کا عذاب جب آتا ہے تو وہ اپنے رسول اور مومنوں کو بچا لیتا ہے اور رسول کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیتا ہے خدا نے اپنے ذمہ یہ بات ضروری ٹھہرائی ہے کہ وہ مومنوں کو نجات دیگا اور پناہ میں رکھے گا اور نافرمان لوگوں کو ایک دن عذاب میں گرفتار کریگا۔ صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے انس بن مالک کی یہ روایت سورہ انفال میں گذر چکی ہے کہ ابوجہل وغیرہ نے اپنی سرداری کے غرور میں یہ دعا مانگی تھی کہ یا اللہ اگر یہ قرآن اور دین اسلام سچ ہو اور ہم اسکو نہ مانتے ہوں تو ہم پر پتھروں کا مینہ برسے یا اور کوئی عذاب ہم پر آجاوے اسیطرح صحیح بخاری میں انس بن مالک رض کی حدیث ہے کہ بدر کی لڑائی میں جب ابوجہل سخت زخمی ہوکر زمین پر گر پڑا تھا تو عبداللہ رض بن مسعود نے غصہ سے اسکی ڈاڑھی پکڑ لی ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے جب مشرکین مکہ کو عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو سرکشی کرکے عذاب کے آنکی خود دعا مانگتے تھے اور جب ان کی آیتوں کے وعدہ کے موافق ہجرت کے بعد عذاب آگیا تو انکے بڑے بڑے سرداروں کی ساری عزت اور سرکشی خاک میں مل گئی ابوجہل جیسے سرکش سردار کی ڈاڑھی پکڑی جاوے اور کوئی حمایت کو نہ کھڑا ہوا اس سے زیادہ عزت اور سرکشی اور کیا خاک میں مل سکتی ہے ان حدیثوں سے یہ تفسیر بھی ہو سکتی ہے کہ جس طرح آیتوں میں ذکر تھا آخر وہی ہوا کہ مکہ کے سرکش ازلی گمراہ لوگ اپنی سرکشی کے سبب سے عقل کو کچھ کام میں نہ لاسکے نہ قدرت الٰہی کی کسی نشانی سے کچھ فائدہ اوٹھا سکے اور آیتوں کے وعدہ کے موافق انکا جو کچھ انجام ہوا وہ اونھوں نے اور سب نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تو کہہ اے لوگو اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو میں نہیں پوجتا جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے

منزل ۳

اللّٰہِ وَلٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

لیکن مین پوجتا ہون اللہ کو جو تمکو کھینچ لیتا ہے اور مجکو حکم ہے کہ رہون ایمان والون مین

وَاَنْ اَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝

اور یہ کہ سیدھا کر ہونہہ اپنا دین پر حنیف ہوکر اور مت ہو شرک والون مین

ان آیتون مین یہ حکم ہی کہ اے رسول تم اپنے دین اور ان مشرکون کے دین مین فرق تبلادو کہ جو دین مین لیکر آیا ہون اگر تم اوس کو صحیح نہیں جانتے اور اس مین شک کرتے ہو تو سن لو کہ تم خدا کے سوا جنکی عبادت کرتے ہو ہم آنکی ہرگز عبادت نہین کرینگے ہم تو اوس خدا کی عبادت کرتے ہین جو بالکل اکیلا ہی اوسکا کوئی شریک نہین ہی اوسی کے قبضہ مین تمہاری جان ہی اوسنے پیدا کیا ہی اور وہی تمہین موت کا بھی مزا چکھائیگا اور پھر یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری جان پر جس کا پورا پورا اختیار ہی وہ آسانی سے تمپر عذاب کر سکتا ہی اور یہ تمہارے معبود جنکی تم عبادت کرتے ہو یہ کسی کو کوئی نفع اور نقصان نہیں پہونچا سکتے اور مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہی کہ مین ہمیشہ خالص اللہ کی عبادت کرون اور مشرکون کے زمرہ سے الگ رہون صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب مشرکین مکہ نے بہت سرکشی اختیار کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون کے حق مین یہ بددعا کی کہ ان پر ایسا قحط پڑے جیسا قحط یوسف علیہ السلام کے زمانہ مین پڑا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے مکہ مین اس طرح کا قحط پڑا کہ لوگ ہڈیان مردار جانورون کی کھال اور مردار جانور کھا کر زندگی بسر کرتے تھے اس قحط کے زمانہ مین ان مشرکون نے اپنے بتون سے مینہہ کے برسنے کی بہت کچھ التجا کی مگر کچھ نہوا آخر ابوسفیان نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی اور آپکی دعا سے اللہ تعالی نے مینہہ برسایا اس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ ایسے بڑے بڑے معجزے دیکھنے کے بعد اسلام کے حق ہونے مین مشرکین مکہ کی ایک شک کی حالت تھی اسپر فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگون سے کہدو کہ مثلاً قحط کے وقت کے تجربہ کے بعد تم لوگون کو بت پرستی کے حق ہونے مین یہ شک کرنا چاہیے کہ بتون نے جب ایک قحط کی تکلیف بھی رفع نہ ہوسکی تو پھر وہ اور کیا کرسکتے ہیں رہا اسلام اس کا حال تو تمکو معلوم ہوچکا کہ اس قحط کے وقت مذہب اسلام کے رسول نے تمہین کیا فائدہ پہونچایا اس فہمائش کے بعد بھی یہ لوگ نہ مانین تو اپنی توحید اور شرک سے بیزاری کا حال انکو جتلادو تاکہ قحط کے وقت کی مدد کی طرح آئندہ انکو تم سے پھر کسی مدد کی توقع نہ رہے حنیف کے معنے شرک سے بیزار۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا نہ برا پھر اگر تونے یہ کیا تو تو بھی اسوقت ہی گنہگارون مین

اس آیت مین اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے یہ فرمایا ہی کہ جسکے ہاتھ مین کچھ نفع و نقصان نہ ہو اسکو مدد کی غرض سے پکارنا اور اسکی پرستش کرنا بیفائدہ اور بڑے ظلم اور ستم کی بات ہی کیونکہ جس اللہ نے پیدا کیا اور جس اللہ کی قدرت مین بندہ کا نیک و بد نفع و نقصان سب کچھ ہی اوس پروردگار کو چھوڑ کر بے نفع و نقصان کی چیز و نکو اپنا معبود

منزل ۳

بنا لااس سے بڑھکر دنیا مین کوئی ظلم اور ستم نہین ہی اس آیۃ کے مطلب مین بظاہر یہ خطاب تو اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہی اور در اصل مکہ کے بت پرست لوگون کو یہ مطلب سمجھایا ہی کہ اپنے پیدا کرنے والے معبود حقیقی کو چھوڑ کر جو لوگ بتون کی پرستش کرتے ہین وہ لوگ بڑے ظالم اور ستمگار ہیں آگے کی آیۃ مین اس مطلب کے ثابت کرنے کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالی کی طرف کی غیب کی تکلیف اور راحت کا بدلنا جبکہ دنیا میں ہر ایک کے اختیار سے باہر ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سوا اللہ تعالی کے کسی کو معبود بنے کا حق نہین ہی اور جو لوگ بغیر کسی حق اور استحقاق کے سوا اللہ تعالی کے اور چیزونکو معبود قرار دیتے ہیں وہ بڑے ظالم اور ستمگار ہین مسند امام احمد اور ترمذی مین حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث گویا ان آیتونکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عباس کو نصیحت کرتے وقت یہ فرمایا کہ ہر طرح کی مدد کی خواہش تجھکو اللہ تعالی سے ہی کرنی چاہئے کیونکہ تمام دنیا تجھکو ضرر پہونچانا چاہے یا نفع جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو نہ کوئی تجھکو کچھ نفع پہونچا سکتا ہی نہ کچھ ضرر پہونچا سکتا ہی ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی۔

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ

اور اگر پہنچا دے تجکو اللہ کچھ تکلیف تو کوئی نہیں اوسکو کھولنے والا اسکے سوائے اور اگر چاہے تجھپر کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا

يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

پہنچادے وہ جسپر چاہے اپنے بندون مین اور وہی ہے بخشنے والا مہربان

منزل ۳

اس آیۃ میں اللہ تعالی نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہراکر بت پرستون کو یہ سمجھایا ہی کہ اگر تمپر کوئی آفت آجاوے تو خدا کے سوا کوئی اوسکو ٹال نہین سکتا اور اگر خدا تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کسی کا مقدور نہیں کہ اوسے روک سکے خدا اپنے بندون مین سے جسپر چاہتا ہی فضل کرتا ہے وہ بڑا غفور الرحیم ہی عبد اللہ بن مسعود کی حدیث جو اوپر گذر چکی اوسکو اس آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ مکہ کی قحط کیوقت جبتک اللہ کی مدد شامل حال نہوئی ان بت پرستونکے بتونسے کچھ نہ ہوسکا۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا

تو کہہ اے لوگو آچکا حق تمکو تمہارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آوے سو وہ راہ پاتا ہی اپنے بھلے کو اور جو کوئی بھولا پھرے سو

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

ع ۱۱

بھولا پھریگا اپنی بری کو اور مین تمپر نہین ہون مختار اور تو چل اسی پر جو حکم پہنچے تیری طرف اور ثابت رہ جبتک فیصلہ کرے اللہ اور وہ سب سے

آنحضرت کو اس آیۃ مین حکم ہوا کہ آپ لوگونسے کہدین کہ جو دین اور کتاب میں لیکر آیا ہون وہ بالکل حق ہی اسمین کوئی شک اور شبہ نہین ہی جو اس سے ہدایت پائیگا وہ اپنے ہی جان کے لئے پائے گا اور اپنا آپ فائدہ اوٹھائیگا دوسرونکا اس میں کچھ حصہ نہیں اور جو اسکو نہ مانیگا اور گمراہ کا گمراہ ہی رہیگا اسکا وبال اوسی کی گردن پر ہوگا اور ونکو اوس سے کوئی علاقہ نہیں اور مین تم لوگونکا کوئی وکیل و مختار نہیں ہون کہ سبہی کو ایماندار بنادون مجھے تو خدا نے راستہ بتلانے کو بہیجا ہی جو خدا کا پیغام ہی وہ تمہین پہونچا دیتا ہون آگے آپ

تم جانو اور خدا جانے۔ اور پھر خاص حضرت کو خدا نے یہ حکم کیا کہ آپ تو وحی کے تابعدار بنے رہیں اور جب تک خدا اون لوگوں کا کوئی
فیصلہ نہ کرے آپ صبر کئے رہیں وہ بڑے انصاف کے ساتھ انصاف کرنیوالا حاکم ہی امام سیوطی کا قول ہی کہ حضرت صبر کئے
رہے پھر خدا کا حکم ہوا کہ ان مشرکوں سے جنگ کرو اگر ایمان لائیں تو خیر ورنہ قتل کرڈالو۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ
کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنی اہل جنت کو اس قدر سامان دیا جاویگا
جو دنیا کی پانچ بادشاہتون کے برابر ہوگا اور اعلی درجہ کے اہل جنت کے سامان کا حال اللہ تعالی کو ہی خوب معلوم ہے نہ کسی
نے وہ آنکھون سے دیکھا نہ کانون سے سنا نہ اسکا تصور کسی کے دلمین گذر سکتا ہی۔ یہ حدیث فمن اہتدی فانما یہتدی لنفسہ کی گویا تفسیر ہی
صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس رضؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن اور اسلام
کے منکر لوگ دوزخ کے عذاب سے گھبرا کر تمام دنیا کے برابر سونے کو بدلہ مین دینا اور اوس عذاب سے نجات کا حاصل کرنا چاہینگے تو ممکن
نہیں یہ حدیث ومن ضل فانما یضل علیہا کی گویا تفسیر ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ رضؓ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر
چکی ہی کہ ابوجہل اور اسکے چند ساتھیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کی حالت مین دیکھکر آپکی پیٹھ پر نجاست کی بھری ہوئی
اوجھڑی ڈالدی۔ عبد اللہ رضؓ بن مسعود اس روایت مین یہ بھی کہتے ہین کہ ان اوجھڑی ڈالنے والونمین سے اکثر لوگ بدر کی لڑائی مین
شرک مارے گئے اور مینے انکی لاشونکو دیکھا یہ حدیث واصبر حتی یحکم اللہ وہو خیر الحاکمین کی گویا تفسیر ہے۔

منزل ۳

سُوْرَۃُ هُوْدٍ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ مِائَۃٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | ثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّعَشْرُ رُکُوْعَاتٍ

معتبر سند سے ترمذی اور مستدرک حاکم مین حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ایک روز کہا کہ حضرت آپ تو جلدی بڈھے ہوگئے آپنے فرمایا مجھکو سورہ ہود اور سورہ واقعہ اور سورہ والمرسلات اور سورہ عم یتساءلون اور سورہ اذا الشمس
کورت نے بڈھا کر دیا حاصل یہ ہی کہ ان سورتون مین حالات قیامت کا ذکر ہی اون حالات کے سننے سے آپکے دلپر ایسا اثر خوف کا ہوا جس خوف
اور اندیشہ کے اثر نے آپکو ضعیف کردیا کیونکہ آدمی ہر وقت کے اندیشہ سے جلدی ضعیف ہوجاتا ہی امت کے اون غافلونکو اس
حدیث کے مضمون پر ذرا غور کرنا چاہیئے جو قیامت کے حساب کتاب سے بالکل غافل ہیں اور سوچنا چاہیئے کہ قیامت ایسی ایک اندیشہ
کی چیز ہی جس اندیشہ نے باوجود نبی ہونے کے نبی وقت کو بڈھا کردیا اسی مضمون کی ایک حدیث صحیح سند سے عقبہ رضؓ بن عامر کی روایت سے
تفسیر ابن مردویہ اور طبرانی مین بھی ہی یہ سورۃ مکی ہی اگرچہ بعضے سلف نے اس مین کچھ آیتین مدنی قرار دی ہین لیکن اس تفسیر کے
مقدمہ مین یہ گذر چکا ہی کہ جس سورۃ کی شروع کی آیتین مکی ہون وہ ساری سورۃ مکی کہلاتی ہی۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

کتاب ہے کہ جانچ لی ہیں باتین اوسکی پھر کھولی گئی ہین ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے کہ نہ پوجو مگر اللہ کو

اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا

مین تمکو اسی کی طرف سے ڈر سنانے والا اور خوشخبری پہونچاتا ہون اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اوسکی طرف کہ برتاوا دے تمکو

حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ

ایک وعدے مقرر تک اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی اور اگر تم پھر جاؤگے تو ڈرتا ہون

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

تمپر ایک بڑے دن کی مار سے اللہ کی طرف ہے تمکو پھر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

الرا بھی حروف مقطعات مین سے ہی جسکے معنے سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں معلوم ہین جیسے الم وغیرہ چنانچہ اسکی تفصیل سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران مین گذر چکی ہی ان آیتون مین اللہ پاک نے قرآن مجید کی تعریف بیان فرمائی ہی کہ یہ کتاب ایسی ہی کہ اسکی کل آیتین شروع سے آخر تک بالکل مضبوط ہین جیسے ایک دیوار کی بنیاد کہ کبھی اس مین ردو بدل ہونیوالا نہین ہی جیسے پہلی کتابین توریت و انجیل وغیرہ کہ ایک کے بعد ایک منسوخ ہوتی گئین پہلے یہ کتاب لوح محفوظ مین تھی پھر اللہ پاک نے اپنے سچے رسول پر تفصیل کے ساتھ اسکو نازل فرمایا اور حرام حلال کی تفصیل تبلادی جو قیامت تک قائم رہیگی فرمایا کہ تم لوگ سوائے خدا کے اور کسی کی بندگی نکرو صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ سے روایت ہی کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر جو مکہ مین ہی چڑھ گئے اور اپنے قبیلے قریش کے ہر رشتہ دارون سے پہلے نزدیک کے رشتہ والون پھر دور کے رشتہ دارون کو پکارا جب سب جمع ہوگئے تو فرمایا اے قریش کے گروہ اگر مین تمکو اسبات کی خبر دون کہ صبح کو ایک بہت بڑا لشکر جسمین بے شمار سوار اور پیادہ ہونگے تمپر چڑھائی کریگا تو تم مجھے سچا جانوگے اون سب نے ایکزبان ہوکر کہا ہمنے تمہاری کوئی بات جھوٹی نہین دیکھی آپنے فرمایا کہ مین تمہین خدا کے عذاب سے ڈراتا ہون اور اسکے جنت کی خوشی سناتا ہون کہ جو باتین گذر چکین اور جو کچھ تم پہلے کر چکے اُن سے استغفار کرو اور آیندہ کیلئے توبہ کرلو خدا اس کا نفع تمہین دنیا مین بہت ہی اچھا دیگا تمہارے رزق بڑھائیگا عیش آرام مین رکھیگا اور آخرت مین ہر شخص کے عمل کیموافق دس گونہ فضل کریگا یہ حدیث نذیر و بشیر کی گویا تفسیر ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوت کل ذی فضل فضلہ کی تفسیر مین یہ بیان کیا ہی کہ جو شخص ایک برائی کرتا ہی اسکی ایک برائی لکھی جاتی ہی اور جو ایک نیکی کرتا ہی اسکی دس نیکیان لکھی جاتی ہین اگر اسنے کوئی برائی کی اور دنیا مین کوئی سزا اسکی نہوئی تو اسکی دس کی دس نیکیان آخرت مین ملین گی اور اگر دنیا مین کوئی سزا نہین ہوئی تو ایک نیکی اُن دس مین سے اُس ایک برائی کا کفارہ ہوگی اور نو نیکیان باقی رہین گی پھر فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگونسے یہ بھی کہدو کہ اگر تم شرک سے توبہ و استغفار نکروگے تو مجھے خوف ہی کہ قیامت کے دن تمپر عذاب ہو کیونکہ جب تم لوگ مرجاؤگے تو پھر ایکدن خدا تمہین زندہ کریگا اور تمہارے اعمال کا پورا بدلہ دیگا وہ ہر شی پر پوری پوری قدرت رکھتا ہی چنانچہ تمکو اپنی اسی قدرت کاملہ کے سبب سے اسنے تمکو نیست سے ہست کیا اب مرجانیکے بعد اگر تم ویسے ہی نیست ہوجاؤگے تو پھر دوبارہ تمہین نیست سے ہست کرنا اور نیک و بد کی جزا و سزا کا کرنا اسکی قدرت سے کسیطرح باہر نہین ہی بغیر کسی سند کے تم جو اسکے منکر ہو یہ تمہاری نادانی ہی کیونکہ جو کام ایک دفعہ ہوچکا پھر دوبارہ اسکے ہوجانیکا انکار کرنا کسی صاحب عقل کا کام نہین ہی صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین اللہ تعالی نے فرمایا پہلی دفعہ کی پیدائش کو آنکھو سے دیکھکر انسان نے دوسری دفعہ کی پیدائش کا جو انکار کیا اور اپنے انکار سے میرے کلام کو اسنے جھٹلایا یہ بات انسانکو مناسب نہتھی یہ حدیث آخری آیت کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ اپنی پہلی پیدائش کو آنکھوں سے دیکھکر یہ منکرین حشر بغیر کسی سند کے حشر کا

منزل ۳

جو انکار کرتے ہیں یہ انکی شان سے بعید ہی

اَلَآ اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ ۙ
سنتاہے وہ دوہرے کرتے ہیں اپنے سینے کہ پردہ کرین اس سے سنتاہے جس وقت اوڑھتے ہیں اپنے کپڑے

یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝
وہ جانتاہے جو چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں وہ تو جاننے والا ہے جیون کی بات

اس آیۃ کی شان نزول کئی طرح سے بیان کی گئی ہی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ آسمان کی طرف منھہ کرنا اس حالتمین کہ انکے شرمگاہ کھلی ہون مکروہ جانتے تھے اسپر یہ آیۃ اتری ہی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس سے یون روایۃ کی ہی کہ مرد اپنی عورت سے صحبت کرتا تھا تو آسمان کو نہیں دیکھتا تھا اپنا منھہ ڈھانک لیتا تھا اُسکے حق مین یہ آیۃ آئی ۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جب مشرک لوگ کوئی بری بات کرتے یا کوئی بدعمل کرتے تو کبڑے ہوکر کرتے اور یہ گمان کرتے تھے کہ ہم اسکو خدا سے پوشیدہ رکھتے ہیں اسپر اللہ نے فرمایا کہ جب یہ رات کو اندھیرے مین سو جاتے ہیں اور کپڑون مین لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اوسوقت بھی خدا انکے ہر ایک چھپی اور کھلی بات کو جانتاہی بعضون نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کافر جب مخالفت کی کوئی بات گھر مین بیٹھکر کہتے تھے اور اُسکا جواب قرآن مین اترتا تھا تو یہ گمان کرتے تھے کہ دیوار کے پیچھے کوئی لگ کر سن جاتاہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر کہدیتاہی اس خیال سے وہ کپڑے اوڑھکر اور جھک کر کلام کیا کرتے تھے اسپر آیۃ اتری اور فرمایا کہ خدا سے کوئی بات پوشیدہ نہین رہ سکتی وہ تو دل کے اندر کی بات کو جانتاہی ۔ اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آیۃ مین ذکر نہیں ہی اسلیے پچھلے قول کو تو حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین ضعیف ٹھہرایاہی صحیح بخاری مسلم اور ترمذی مین عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہی کہ کعبہ مین تین مشرکون نے آپسمین چپکے چپکے کچھہ باتین کین پھر ایک نے دوسرے سے کہا کیا اللہ نے ہماری یہ باتین سن لی ہونگی اُسنے کہا جو بات ہم پکار کر کرین وہ اللہ سنتاہی اور جو چپکے سے کرین وہ نہین سنتا تیسرے نے کہا اگر اللہ سنتاہی تو سب باتین سنتاہی اوپر کے ان سب قولون مین مجاہد کا قول اس صحیح حدیث کے موافق ہی کہ مشرکین مکہ انسان کے دیکھنے سننے کو دیکھکر یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالی کا سننا دیکھنا ایسا ہی ہی کہ آڑ مین کی چیز کو نہ وہ دیکھتاہی نہ چپکے چپکے سے باتین کرنیکو وہ سنتاہی اسواسطے اللہ تعالے نے اوپر کی آیۃ مین ان لوگون کے حشر کے انکار کی نادانی کا مبہم طور پر ذکر فرماکر اس آیۃ مین اُنکی ایک کھلی کھلی نادانی کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ کسی کام کو آڑ مین کرنے سے پہلے انکے دلمین اُسکے کرنیکا ارادہ جو ہوتاہی اللہ تو اُس تک کو جانتاہی کیونکہ دل اور اوسکا ارادہ یہ سب اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزین ہین حاصل کلام یہ ہی کہ غائب کا قیاس حاضر پر بالکل غلط ہی جسطرح مثلاً مکہ مین مینہہ برستا ہوا دیکھکر یہ قیاس کر لینا کہ اسوقت مدینہ مین بھی مینہہ برس رہا ہوگا ملا ایک غلط قیاس ہی اسیطرح دنیا کی بعض بعض باتون پر قیاس کرکے بغیر دیکھے بھالے ان لوگون کا حشر کا انکار یا اللہ دیکھنے سننے کا اپنے دیکھنے سننے پر قیاس ان لوگون کی نادانی کی باتین ہین مسند بزار طبرانی وغیرہ کے حوالہ سے انس بن مالک کی ایک صحیح روایۃ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب لوگونکے نامہ اعمال کھولے جاوینگے تو اللہ تعالی بعضے عملونکو مقبول قرار دیویگا اور بعضونکو نامقبول یہ حالت دیکھکر فرشتے عرض کرینگے یا اللہ ان نامقبول عملون مین ظاہر تو کوئی خرابی نہیں معلوم ہوتی اسکے جواب مین اللہ تعالے فرماویگا تمکو معلوم نہین یہ عمل خالص نیت سے نہین کیے گئے یہ حدیث انه علیم بذات الصدور کی گویا تفسیر ہے

منزل ۳

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور کوئی نہین پاؤن چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اسکی روزی اور جانتا ہے جہان ٹھیرتا ہے اور جہان سونپا جاتا ہے سب موجود

حاصل مطلب آیتہ کا یہ ہے کہ اللہ کی جتنی مخلوق ہے خواہ خشکی کی رہنے والی خواہ دریا کی سبکو خدا روزی پہونچاتا ہے اور خدا ہر ایک مخلوق کے قرار کی جگہ جانتا ہے کہ کہان اسکی بود و باش ہے اور کس چیز سے اسکی پیدائش ہے اور کہان اور کس سرزمین مین اسکی موت ہے اور یہ سب باتین لوح محفوظ مین دنیا کی پیدائش کے پہلے سے موجود مین حاصل یہ ہے کہ جب اللہ پاک کا علم اتنا بڑا وسیع ہے کہ ہر ایک شخص اور ہر ایک جاندار کے رہنے کی جگہ کو جانتا ہے وہ جہان ہوتا ہے اوسکا رزق وہین پہونچا دیتا ہے اور اوسنے تمہارے دلکا حال پہلے ہی لوح محفوظ مین اپنے علم کے موافق لکھ لیا ہے تمہارے دلونکی بات کو جانتا اوسکے نزدیک کتنی بڑی بات ہے یہ تمہارا ہر بات کو چھپانا کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہے اوسپر ظاہر اور پوشیدہ سب یکسان ہے جسطرح وہ کھلی ہوئی باتونکو جانتا ہے اسی طرح چھپی ہوئی باتونکو بھی جانتا ہے۔ انس رضی بن مالک کی حدیث جو اوپر گذری وہی حدیث اس آیتہ کی بھی تفسیر ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث بھی گذر چکی ہے کہ دنیا مین جو کچھ ہو نیوالا تھا دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھ لیا ہے یہ حدیث کل فی کتاب مبین کی گویا تفسیر ہے مستقرہا ومستودعہا کی تفسیر مین اگرچہ سلف کے کئی قول ہین مگر علی بن طلحہ کی سند سے صحیح قول حضرت عبد اللہ رضی بن عباس کا یہی ہے کہ مستقرہا کی تفسیر بود و باش کی جگہ ہے اور مستودعہا کی تفسیر موت کی سرزمین ۔

منزل ۳

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

اور وہی ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین اور تھا تخت اوسکا پانی پر کہ تمکو آزمائے

اس آیتہ سے یہ خیال کرنا چاہیے کہ پانی یا عرش یا اور کوئی شی سوائے ذات الٰہی کے قدیم ہے چنانچہ عمران بن حصین کی حدیث بخاری مین جو ہے اوس کا اور ترمذی مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ مین جو حدیثین ہین اونکا حاصل یہ ہے کہ پہلے پہل سوائے ذات باری کے پانی عرش کچھ بھی نہین تھا پہلے سب سے اللہ تعالی نے پانی کو پیدا کیا پھر عرش معلی کو پیدا کیا جیسا کہ مسند امام احمد اور ترمذی مین ابو رزین رضی عقیلی کی صحیح روایتہ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور پھر عرش۔ اسکے بعد قلم کو پیدا کیا اور لوح محفوظ کو پیدا کیا اور زمین آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ زمین و آسمان مین قیامت تک ہونے والا ہے اوسکو لکھا اور پھر سب کچھ پیدا کیا۔ صحیح مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل مین ابو زید رضی انصاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام سے منبر پر چڑھ کر تمام دن صحابہ کو پیدائش عالم کا حال شروع سے لیکر قیامت کے قائم ہونے تک بڑی تفصیل سے اس طرح سمجھایا کہ صبح کی نماز پڑھکر بطور خطبہ کے عالم کی پیدائش کے حال کو ذکر فرمانا شروع کیا یہانتک کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا اور آپ نے منبر سے اوترکر ظہر کی نماز پڑھی اور ظہر کی نماز کے بعد پھر منبر پر چڑھکر بقیہ وہی حال فرمانا شروع کیا اور عصر کا وقت جب آیا تو منبر سے اوترکر عصر کی نماز پڑھی اور پھر وہی حال فرمانا شروع کیا یہان تک کہ شام ہوگئی ابو زید کہتے ہین کہ آنحضرت نے تو اوس روز قیامت تک کا حال فرمایا تھا مگر ہم لوگون نے کچھ یاد رکھا اور کچھ بھول گئے اسی سے معلوم

ہوا کہ پیدائش عالم کے باب مین جو صحابہ کے آثار مین وہ اسرائیلیات سے نہیں بلکہ آنحضرت سے سنی ہوئی باتین ہیں لیکن سب سے پہلے عقل کے پیدا ہونے کے جس قدر آثار مین وہ سب ضعیف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے الی اللہ مرجعکم فرما کر پہلے حشر کا ذکر فرمایا اور پھر بیچ مین اپنے علم کا اور پھر پیدائش عالم کا تاکہ منکرین حشر جان لیوین کہ جسنے اپنے علم سے بغیر نمونہ کے پہلے سب کچھ پیدا کیا ہی وہ اسی نمونہ کے موافق پھر دوبارہ سب کچھ پیدا کریگا اور سزا و جزا کا فیصلہ ہوگا تاکہ پہلی دفعہ کا پیدا کرنا بیفائدہ نرہے ایسی ظاہر بات کا انکار کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہو چنانچہ اسی تنبیہ کیلئے قرآن شریف میں جگہ جگہ پیدائش عالم پر غور کرنیکی ہدایت منکرین حشر کو فرمائی گئی ہی۔

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط

کون تم مین اچھا کرتا ہے کام

آیت کے اوپر کے ٹکڑے مین اللہ تعالیٰ نے عالم کی پیدائش کا ذکر فرما کر اس ٹکڑے مین اس پیدائش عالم کا اصلی سبب ظاہر فرمایا ہی کہ نیک و بد عمل کی اس آزمائش کے لئے تمکو پیدا کیا گیا ہی کہ کون دنیا میں جا کر نیک عمل کرتا ہی اور آخرت مین جزا کے قابل ٹھہرتا ہی اور کون بد عمل کر کے سزا کے قابل قرار پاتا ہی اگرچہ اللہ کا علم ازلی ہی اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اوسکو پہلے سے معلوم ہی چنانچہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے ہی جو کچھ دنیا مین ہونے والا ہی وہ اوسنے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی مگر نیک و بد کام جب تک کسی سے دنیا مین ظاہر نہو جاوے فقط لوح محفوظ کے لکھے پر سزا و جزا کا مدار اللہ تعالیٰ نے نہین رکھا ہی اور جانچ اچھے عمل کی ہی زیادتی عمل کی نہیں ہی اسواسطے کہ اچھا عمل وہ ہی جو شریعت کے قاعدہ سے صحیح ہو اور خالص ثواب کی نیت سے کیا جاوے جس عمل مین بدعت کا لگاؤ یا ریا کا لگاؤ ہی وہ عمل جزا کے قابل نہیں ہی اسلئے زیادتی عمل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہین فرمایا کیونکہ کسی شخص نے بغیر پابندی قاعدہ شریعت کے ایجاد طبع اور بدعت کے طور پر یا کسی شخص نے بغیر خالص ہونے نیت ثواب کے دکھاوے اور ریا کے طور پر تو دے کے تودے عمل کے کئے تو وہ سب جزا کے حساب سے اکارت ہیں چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عائشہ کی حدیث بدعت کے طور کے عمل کے اکارت ہونے مین مشہور ہی کہ آنحضرت نے فرمایا دین میں جو شخص کوئی ایجاد نکالے وہ ایجاد مردود ہی جسکے معنے یہ ہیں کہ وہ ایجاد اعتقادی ہو یا فعلی قابل جزا کے نہیں ہی بلکہ ایک مردود چیز قابل سزا ہے چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ مین جو روایتیں ہیں اوس کا حاصل یہی ہی کہ بدعتیون کے اعمال کا عذاب بدعت کے ایجاد کرنے والے پر بھی ہوگا اور دکھاوے کے عمل کے اکارت ہونیکی بابت صحیح مسلم مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ مین جو حدیثین ہیں انکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت نے ریاکاری کو شرک کے مشابہ فرمایا ہی اور یہ فرمایا ہی کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ ریاکارون سے صاف فرماویگا کہ مین اس شرکی عمل کے قبول کرنے سے بیزار ہون جن لوگون کے دکھانے کو تم نے یہ عمل کئے ہیں جاؤ اون سے ہی اس شرکی عمل کی جزا چاہو اب یہ تو ظاہر ہے کہ قیامت کے نفسا نفسی کے میدان مین کون کسی کو جزا دیتا ہی اور جزا تو درکنار بیہقی ترمذی ابن ماجہ طبرانی وغیرہ مین جو حدیثین ہیں انسے معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ریاکارون کے لئے سخت سخت عذاب لکھے ہیں۔ مستدرک حاکم مین روایت ہی جسمین معاذ بن جبل رض کو یمن بھیجتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہی کہ دین کے کامون کو ریاکاری اور بدعت کے میل سے پاک و صاف رکھو تاکہ تھوڑا سا عمل بھی

منزل ۳

نجات کے لئے کافی ہو جاوے یہ حدیث احسن عملا کی گویا تفسیر ہے۔ اس حدیث کی سند مین ایک راوی عبداللہ بن زحر کو اگرچہ بعضے علما نے
ضعیف کہا ہے لیکن ابوزرعہ اور نسائی نے اوسکو معتبر راوی قرار دیا ہے اور ضعفا میں نہیں لکھا اسی واسطے حاکم نے اسکی اس روایہ کو صحیح
اور ترمذی نے اسکی چند روایتونکو معتبر کہا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث آیۃ کی تفسیر قرار پا سکتی ہے۔

وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ

اور اگر تو کہے کہ تم اٹھوگے مرنے کے بعد تو البتہ کافر کہنے لگین یہ کچھ نہین مگر جادو ہے

مُّبِيْنٌ ۝ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ

صریح اور اگر ہم دیر لگا دین انسے عذاب کو ایک مدت گنی ہوئی تک تو کہنے لگین کیا روک رہا ہے

اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اسکو سنتا ہے جسدن آویگا اونپر نہ پھیرا جاویگا انسے اور الٹ پڑیگا انپر جسپر ٹھٹھے کرتے تھے

ع ۱

اوپر حشر کا ذکر فرما کر ان آیتون مین فرمایا اے رسول اللہ کے اگر تم اِن مشرکون سے یہ بات کہوگے کہ مرنے کے بعد خدا پھر تمہین زندہ کریگا
تو یہ لوگ اسکو جادو ٹھہرا لینگے باوجود اس بات کے کہ انہین خوب معلوم ہے کہ آسمان اور زمین چاند سورج سبکو خدا ہی نے پیدا کیا ہے
لیکن یہ لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں حالانکہ بغیر نمونہ کے پہلے پہل ہر چیز کا بنانا مشکل ہے دوبارہ
اسکا بنانا کوئی مشکل نہین ہے اونکا یہ کہنا کہ یہ تو جادو کی باتین ہین محض کفر کی راہ سے ہے پھر فرمایا کہ باوجود کلام اللہ کے جھٹلانے
کے ہم جو ان لوگو پر عذاب نہین بھیجتے ڈھیل دے رکھی ہے اسکو تعجب اور مسخراپن سے وہ یون کہتے ہیں کہ عذاب مین دیر کیون لگا رکھی
ہے کیون نہین نازل ہو چکتا اسپر فرمایا کہ جس روز عذاب آجائیگا تو کسی کے ٹالے بھی نہیں ٹلنے کا ہے اور انکی یہ ہنسی اور مسخراپن
سب پھر سے پر آجائین گے۔ عذاب کی جلدی جو مسخراپن سے کرتے تھے اور حشر کو جھٹلاتے تھے یہ مشرکین مکہ مین کے وہ بڑے
بڑے سردار تھے جنکا دین و دنیا کا جو کچھ انجام ہوا وہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایۃ سے گذر چکا کہ بدر
کی لڑائی مین یہ لوگ مارے گئے اور تین دن تک بے گور و کفن انکی لاشین پڑی رہین اور پھر اون لاشون کو کھینچ کر ایک گڑھے
مین ڈالدیا گیا یہ تو ان لوگونکی سرکشی کی سزا دنیا مین ہوئی انکا عذاب آخرت کا حال جتلانے کیلئے اللہ کے رسول نے ان کی لاشون
پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا پایا حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتون مین جو ارشاد تھا کہ اب تو
یہ لوگ مسخراپن سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں لیکن جب اپنے وقت پر عذاب آجاویگا تو پھر ٹالے نہین ٹلے گا انسؓ بن مالک
کی اس روایت سے اوسکی تفسیر اچھی طرح سمجھ مین آجاتی ہے حشر کی آیتونکو مشرکین مکہ جادو جو کہتے تھے اس سے اونکا یہ مطلب تھا
کہ جسطرح جادو کی باتین خلاف عقل ہوتی ہیں اوسی طرح کی یہ حشر کی باتین بھی ہین۔

منزل ۳

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ

اور اگر ہم چکھا دین آدمی کو اپنی طرف سے مہر پھر وہ چھین لین اس سے تو وہ ناامید ناشکر ہو اور اگر ہم

وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ
چکہاوین اُسکو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچے اُسکو تو کہنے لگے گئین برائیان مجہسے تو وہ خوشیان کرتا بڑائیان کرتا

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ
مگر جو لوگ ثابت ہین اور کرتے ہین نیکیان اونکو بخشش ہے اور ثواب بڑا

مطلب یہ ہی کہ ان لوگونکی ناشکری کچہہ قرآن کی نعمت کی ناقدری پر منحصر نہیں ہی بلکہ انکی ناشکری تو دنیا کی نعمتون مین بہی ہی چنانچہ ان مین سے کسی کو اللہ اپنی رحمت کا اگر نمونہ دکہاتا ہی اور آسکے رزق مین ترقی کر دیتا ہی تو یہ لوگ عیش وآرام مین پڑے رہتے ہین اور جب انکے سر سے ذرا بہی اس رحمت کا سایہ الگ کر لیا تو پہر اونکو آیندہ کی فلاحیت کی امید نہیں رہتی اور پہلے عیش وآرام انکے خیال سے بالکل جاتے رہتے ہین اور اگر اللہ تکلیف کے بعد کسی کو خوش حال کر دیتا ہی تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہی اور اپنی مال پر اس قدر اترانے لگتا ہی کہ جس کا کچہہ ٹہکانا نہین مگر جو لوگ سختی اور مصیبت کیوقت صبر کرتے ہین اور نیک عمل کیے جاتے ہین تو انکے لیے اس صبر کے بدلے میں مغفرت ہی اور نیک عمل کے عوض مین جنت معتبر سند سے ترمذی مین ابو سعید خدری رض سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو جو مصیبت پہونچتی ہی مثلاً کوئی تکلیف یا رنج فکر غم تو وہ اوسکے گناہ کا کفارہ ہوتا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیب رومی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راحت کیوقت شکر اور تکلیف کیوقت صبر یہ ایماندار آدمی کا کام ہی ان حدیثونکو آیتون کے ساتہ ملانے سے یہ مطلب اچہی طرح سمجہہ مین آسکتا ہی کہ راحت کیوقت شکر اور تکلیف کیوقت صبر فرمانبردارونکی نشانی ہی اور راحت کیوقت ناشکری اور تکلیف کیوقت بے صبری نافرمانونکی نشانی ہی اور تکلیف کیوقت صبر کرنے سے آدمی کے گناہ معاف ہو جاتے ہین۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ
سو کہین تو چہوڑ بیٹہے گا کوئی چیز جو وحی آئی تیری طرف اور خفا ہوگا اس سے تیرا جی اسپر کہ وہ کہتے ہین کیون نہ اترا

عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ
اُسپر خزانہ یا آتا اسکے ساتہہ فرشتہ تو تو ڈر سنانے والا ہے اور اللہ ہے ہر چیز پر ذمہ رکہنے والا

اس آیۃ کی شان نزول اور اس آیۃ کے معنے بیان کرنے سے پہلے ایک تمثیل بیان کی جاتی ہی اوس تمثیل کے سمجہہ لینے کے بعد اس آیۃ کا مطلب اور اس آیۃ کی شان نزول دونون خوب سمجہہ مین آجاوینگے وہ تمثیل یہ ہی کہ فرض کیا جاوے کہ ایک شخص زید اہل حرفہ ہی اور اوسنے بڑی محنت سے بہت دنون مین ایک کام سیکہا اور اب اوسکی عمر بہی اس قابل نہیں کہ وہ دوسرا کوئی کام سیکہ سکے اور خاندان اور برادری کے دیترہ اور عادت سے یہ ممکن ہی نہیں کہ زید دوسرا کام کر سکے ایسی حالت مین زید اپنا کام کرتے کرتے اپنے کام مین کچہہ دقتین پاکر اپنے کسی دوست سے اون دقتونکو بیان کرے اور زید کا دوست فہمائش کے طور پر زید سے یہ کہے کہ کیا تم ان دقتون کے سبب سے اپنے کام کو چہوڑ دوگے اس فہمائش سے

زید کے دوست کا یہ مطلب نہیں ہی کہ زید کا اپنے کام کو چھوڑ دینے کا ارادہ ہی کیونکہ یہ تو زید کے دوست کو خوب معلوم ہے کہ زید سے یہ کام
چھوٹ نہین سکتا بلکہ زید کے دوست کی فہائش کا مطلب یہی ہی کہ یہ کام تو تم سے چھوٹنا ممکن نہیں ہے پھر جو دقیتن اس کام میں پیش
آتی ہیں اُنکو جھیلو اور کام کرو اسیطرح تسکین کے طور پر اللہ تعالی نے اوسوقت یہ آیت نازل فرمائی ہی کہ جب کفار مکہ آنحضرت اور قرآن شریف
کے حق مین طرح طرح کی باتین بناتے تھے کہ اس قرآن مین سے ہمارے بتونکی مذمت کا ذکر نکال ڈالو کبھی اور کچھ اسی قسم کی باتین کرتے تھے کہ
قرآن خود محمد نے بنالیا ہی اللہ کا کلام ہوتا تو ہمارے روبرو آسمان سے فرشتہ اُسکی تصدیق کو آتا کبھی کہتے تھے کہ محمد نبی ہوتے تو ایسے تنگ
حال کیون رہتے اُنکے حکم مین ضرور دنیا بھر کا خزانہ ہوتا اب مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ نبی اللہ کے یہ تو ممکن نہین کہ ان کفار مکہ کی ایسی باتین
بنانے پر تم اُنکی مخالف طبیعت آیتون کو اُنکو سنانا چھوڑ دو کیونکہ کل نبی اسبات سے معصوم پیدا کئے گئے ہیں کہ وہ اللہ کا ہر طرح کا
حکم صاف صاف بغیر اپنی کسی ذاتی تصرف کے امت کو پہونچا دیوین اسلئے جب تک اللہ تعالی تمکو قوت دیوے اور ان کافرونکو
زیر کرے اُنکی باتونکا کچھ خیال نکرو اور اپنا کام کئے جاؤ پھر آنحضرت کی اس تسکین کے بعد اللہ تعالی نے آگے کی آیتون مین کافرونکی
اسبات کا جواب دیا ہی کہ محمد نے یہ قرآن خود بنالیا ہی حاصل اُس جواب کا یہ ہی کہ اگر ایسا کلام انسان سے بنایا جانا ممکن ہی تو تمکو اجازت
ہی کہ تم اکیلے یا اپنے جھوٹے معبودون سے مدد لیکر اسطرح کا کچھ کلام بناکر پیش کرو اور اگر تمہارے جھوٹے معبود تمکو اس کام
مین کچھ مدد نہ دین تو جان لو کہ یہ کلام اوسی سچے معبود کا ہی جو اپنی ذات اپنی صفات اپنے کلام مین سب سے نرالا ہی سوا اس کے
بعضے مفسرین نے اس آیۃ کے معنے جو بیان کئے ہیں وہ نبی معصوم کی شان کے بالکل مخالف ہیں اسلئے صحیح معنے یہی ہیں
جو بیان کئے گئے ہیں کیونکہ یہ وہ معنے ہیں جو خود اللہ تعالی نے سورۃ الحجر کی آیۃ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون مین فرمائے
ہیں جب قرآن کی تفسیر قرآن مین ہی تو اس سے بڑھکر اور کونسی تفسیر ہو سکتی ہی اس سورۃ الحجر کی آیۃ مین فقط اتنا ذکر ہے کہ مشرکین
مکہ کی بیہودہ باتونکے سبب سے اللہ کے رسول رنجیدہ خاطر رہتے تھے بعضے مفسرونکے قول کے موافق اس رنجیدہ خاطری کیساتھ
اگر اللہ کے رسول کا یہ ارادہ بھی ہوتا کہ بتونکی مذمت کی آیتونکو مشرکین مکہ سے چند روز پوشیدہ رکھا جاوے تو خفگی کے طور
پر اس مکی سورۃ میں اُسکا ذکر بھی ضرور ہوتا ترمذی ابو داؤد وغیرہ کے حوالہ سے ابو ہریرہ رض حضرت عبد اللہ رض بن عباس اور عبد اللہ رض
بن عمرو بن العاص کی روایتین گذر چکی ہین جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کی کسی بات کو جان بوجھکر
پوشیدہ رکھے گا قیامت کے دن اُسکے منھ مین آگ کی لگام دیجاویگی اس معتبر حدیث سے بھی اوس تفسیر کی پوری تائید ہوتی
ہوتی ہی جو اوپر تمثیل دیکر بیان کی گئی کیونکہ اللہ کے رسول نے جس بات سے امت کے علما کو ڈرایا ہے یہ ممکن نہیں کہ اللہ کے رسول
خود اپنے لئے اُس باتکو روا رکھین کسلئے کہ انبیا کے دلمین اللہ کا خوف بہ نسبت امت کے بہت زیادہ ہوتا ہی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم
کے حوالہ سے حضرت عائشہ رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ بہ نسبت
تم لوگونکے مین اللہ سے زیادہ ڈرتا ہون واللہ علی کل شیء وکیل کا یہ مطلب ہی کہ اے رسول اللہ کے تمہارے ذمہ فقط اللہ کے
حکم کا پہونچا دینا ہے پھر اوس حکم کے ماننے والونکی جزا اور نہ ماننے والونکی سزا یہ سب اللہ کے ذمہ ہے۔

منزل ۳

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کیا کہتے ہین باندہ لیا ہے اسکو تو کہو تم بہے آؤ ایک دس سورتین ایسی باندہ کر اور پکار رہو جسکو پکار سکو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ

الله کے سوا اگر ہو تم سچے پہر اگر نہ ادا کرین تمہارا کہنا تو جان لو کہ اترا ہے الله کی

اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

خبر سے اور کوئی حاکم نہین سوا اسکے پہر اب تم حکم مانتے ہو

اوپر گذرا کہ آنحضرت کو کفار جہٹلاتے تھے اور طعن کرتے تھے کہ اگر تم سچے ہو کہ تمہین خدا نے بہیجا ہی تو اوس سے کہو وہ آسمان سے تمکو خزانہ بہیجدے اور یہ بہی کہتے تھے کہ تمہارے ساتھ کوئی فرشتہ آسمان سے آنا چاہیے تھا جو تمہارے رسول ہونے کی تصدیق کرتا اسپر الله پاک نے اپنے رسول کی تسلی کی کہ تم ان مشرکونکی باتو پر نجاؤ تم سے پہلے بہی رسولونکو لوگون نے جہٹلایا ہی تم تو ڈرانے کے واسطے آئے ہو اسلیے تم اپنا کام کیے جاؤ خدا ہر شی کا نگہبان ہے جو کچھہ یہ لوگ بکتے ہیں سب وہ سنتا ہی وقت مقررہ پران لوگون کو اس جہٹلانے کی حقیقت معلوم ہو جاویگی اب ان آیتونمین فرمایا یہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ محمد خود یہ قرآن بنا کر لائے ہین تو تم انسے کہو اسکی سی دس سورتین تم ہی بنا کر لاؤ تمہاری شاعری اور سب زبان دانی اور فصاحت وبلاغت دیکھی جائے اور اکیلے نہ بنا سکو تو جس سے جی چاہے مدد لو پہر اگر بنا کر نہ لائین تو تم لوگ جان لو کہ یہ عاجز ہوگئے اور ان لوگونکو یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ یہ قرآن خدا نے اپنے علم خاص سے اتارا ہی اور وہ ایسا ہی جس کا کوئی شریک نہیں اور جب قرآن کلام الٰہی ٹہر جاوے تو ان لوگونکو اسکی پابندی مین پہر کیا عذر ہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسٰی اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے قرآن کی مثال مینہہ کی اور اچھے برے لوگونکی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہی اس حدیث کو آیتونکی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ مشرکین مکہ مین سے جن لوگونکی قسمت مین ہدایت لکہی تہی انکے دلپر قرآن نے ایسا ہی اثر کیا جیسا اثر اچھی زمین مین مینہہ کے پانی کا ہوتا ہی اور جو لوگ علم الٰہی مین ہدایت سے محروم قرار پاچکے تھے قرآن کی نصیحت انکے حق مین ایسی ہی رائگان گئی جس طرح بری زمین مین مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہے اور اس طرح کے لوگ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے مرتے دم تک ایسے ہی منکر رہے جس طرح کے انکا ذکر ان آیتون مین ہے +۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝

جو کوئی ہو چاہتا دنیا کا جینا اور اسکی رونق بہردین ہم انکو انکے عمل اسی مین اور انکو اس مین نقصان نہین

انس بن مالک اور حسن بصری کی روایۃ سے اگرچہ یہ آیۃ کافرونکی شان مین نازل ہوئی ہے لیکن مجاہد ابن جریر نے حضرت عبدالله ابن عباسؓ کی روایتہ سے یہ کہا ہی کہ آیۃ کا حکم ریاکارون کو بہی شامل ہے اس صورت مین معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ کافر در منافق یا مسلمان ریاکار جو کچھہ عمل نیک دنیا مین کرتے ہیں اوس کا بدلا انکو یہین دنیا مین مل جاویگا اور آخرت مین اونکو بلا عمل جانا او

منزل ۳

اور عذاب بھگتنا پڑیگا۔ مجاہد نے تیس دفعہ سارا قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تفسیر سیکھنے کی غرض سے پڑہا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا جو مرتبہ تفسیر کے باب مین ہی وہ کئی جگہ اوپر بیان ہوچکا ہے اسواسطے مجاہد کا قول جو اس آیہ کی تفسیر اور شان نزول مین ہی وہ زیادہ معتبر ہے بلکہ سفیان ثوری نے تو یہان تک کہا ہی کہ تفسیر کے باب مین جب مجاہد کا قول آجاوے تو دوسرے کسی کی روایۃ کی پہر ضرورت نہین اسواسطے امام بخاری نے بخاری کی کتاب التفسیر مین جس قدر مجاہد کے قول پر بہروسہ کیا ہے مجاہد کے سوا اور لوگونکی روایۃ پر نہین کیا غرض بعضے مفسرین نے مجاہد کے قول کو اپنی تفسیرون مین ضعیف قول کی طرح جو نقل کیا ہی یا مجاہد کے قول کو نقل کرکے اوسپر اعتراض جو کیا ہی وہ خود ایک ضعیف بات ہی۔ معتبر سند سے مسند امام احمد مین محمودؓ بن لبید سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان ریاکارون سے قیامت کے دن اللہ تعالی فرما دیگا کہ جن لوگون کے دکہانے کے لئے تمنے دنیا مین نیک کام کئے تھے وہی تمکو ان کامون کا بدلہ دیوین گے مطلب ہی کہ بارگاہ الٰہی میں ایسے عمل بالکل بیکار ہیں اس اس حدیث سے مجاہد کے روایۃ کی پوری تائید ہوتی ہے اسلئے کہ جن لوگونکا ذکر آیۃ مین ہی اون لوگونکی شان مین آگے اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہی کہ ایسے لوگون کے نیک عمل بیکار ہیں حدیث کا یہ مطلب ہی کہ ان لوگون مین ریاکار مسلمان بھی داخل ہیں اور یہی مطلب مجاہد کی روایۃ کا ہی اب دونون آیتون اور حدیث کو ملاکر حاصل مطلب یہ ہوا کہ کافر اور منافق تو عقبے کے سزا و جزا کے منکر ہین اور مسلمان ریاکار اگرچہ عقبی کی سزا و جزا کے قائل ہیں لیکن اونکے بعضے نیک عمل عقبیٰ کی جزا کے خیال سے نہیں بلکہ دنیا کے دکہاوے کے خیال سے ہوتے ہین اسلئے کافر اور منافقون کے سب نیک عمل اور ریاکار مسلمانون کے فقط دنیا کے دکہاوے کے عمل عقبی کی جزا کے حساب سے یہ سب بیکار ہیں منافقون سے مقصود یہان اعتقادی منافق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ظاہری مسلمان اور باطنی کافر تھے عملی منافق مثلاً نماز مین سستی کرنے والے یا لڑائی جھگڑے کے وقت گالی منہہ سے نکالنے والے آیتون کے حکم مین داخل نہین ہین۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ لَیۡسَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا النَّارُ ۫ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوۡا فِیۡہَا وَ بٰطِلٌ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝

وہی ہین جنکو کچہہ نہین پچہلے گہر مین سوا آگ کے اور مٹ گیا جو کیا تہا اسجگہ اور خراب ہوا جو کماتے تھے

اس سے اوپر کی آیۃ مین یہ ذکر ہوچکا ہی کہ جو لوگ فقط دنیا کی عزت اور زینت کیلئے عمل کرتے ہیں اونکو اوسکا بدلہ دنیا ہی مین مل جاتا ہی اونہیں کی شان مین یہ آیت اوتری ہے جسمین فرمایا ہی کہ انکے عمل کا بدلہ دنیا مین ہی مل جاویگا باقی رہی آخرت تو وہان انکا کچہہ حصہ نہین ہی اگر ہے تو دوزخ ہے اور جو کچہہ اونہون نے دنیا مین کیا ہی وہ سب مٹ جائے گا اور جتنے عمل انکے ہین وہ سب بیکار ہین کیونکہ انکا ارادہ اس عمل سے طلب دنیا کا تہا آخرت کے واسطے اونہون نے کچہہ نہیں کیا تہا جو وہان بہی جزا کے سزاوار ہوون۔ اعتقادی منافقون کے حال مین صحیح مسلم کے حوالہ سے ابن عمرؓ کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقونکا حال دو ریوڑون میں کی بہکی ہوئی بکری کا سا ہے کہ کبھی ادہر اور کبھی اودہر مطلب یہ ہی کہ مسلمانون مین یہ لوگ ظاہری مسلمان ہیں اور کافرون مین پورے کافر یہ حدیث اور محمود بن لبید کی اوپر کی حدیث

منزل ۳

اس آیۃ کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل وہی ہی جو اوپر بیان کیا گیا کہ کافر اور منافقون کے عقبیٰ کے انکار اور ریا کار مسلمانون کے دنیا کے دکہاوے کے عمل عقبیٰ کی جزا کے حساب سے یہ سب بیکار ہیں۔

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَ

بھلا ایک شخص جو ہے نظر آتی راہ پر اپنے رب کے اور پہنچتی ہے اسکو گواہی اس سے اور پہلے اس سے کتاب موسے کی راہ ڈالتی اور

رَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ

مہربانی وہی لوگ مانتے ہیں اسکو گواہی اس سے اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقون مین سو آگ ہی وعدہ اسکا سو تو مت

فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

رہ شبہ مین اس سے یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے پر بہت لوگ یقین نہین کرتے

اوپر کی آیۃ مین اللہ تعالیٰ نے کافرون اور منافقون اور ریا کارون کا ذکر فرمایا تہا اس آیۃ مین خالص مسلمانون کا ذکر فرمایا ہی حاصل معنی آیۃ کے یہ ہیں کہ جن لوگون نے کفر و نفاق اور ریا کاری کے سبب دنیا کی بہبودی پر اپنا بہروسہ رکہکر کفر و نفاق کے سبب آخرت کا انکار کیا ہی یا ریا کاری کے سبب آخرت کے اجر کو کہو دیا ہی جن لوگونکا ذکر اس آیۃ مین ہی وہ لوگ ویسے نہین جو فطرت سلیمہ پر پیدا ہو کر اوس فطرت سلیمہ کے پیچہے پیچہے انبیا اور آسمانی کتابین اس فطرت سلیمہ کی صداقت کے طور پر جو کچہ آیا اسکو وہ پورا پورا مانتے ہیں یہ لوگ نہ کافرون اور منافقون کی طرح آخرت کے منکر ہیں نہ ریا کارون کی طرح انکے نیک عمل دنیا کے دکہاوے کیلئے ہیں بلکہ جو کچہ کرتے ہیں ثواب آخرت کی نیت سے خالص اللہ کے لئے کرتے ہیں اسلیئے انکے نیک اعمال کا پورا اجر عقبیٰ مین ملیگا۔ بعضے مفسرین کا قول ہی کہ اس آیۃ مین شاہد کا جو ذکر ہے اوس سے مراد حضرت علیؓ ہیں مگر یہ قول درجہ صحت کو نہین پہونچتا حافظ ابن کثیر نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہی فطرت سلیمہ سے مراد وہی پیدائش کے پہلے کی توحید ہے جسپر ہر ایک بچہ پیدا ہوتا ہی جس کا اقرار میثاق کے روز سب روحون سے لیا گیا ہی صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ کی روایۃ مین صحیح مسلم اور سنن مین اور صحابہ کی روایتون مین اسی فطرت سلیمہ کا ذکر ہے حاصل اون سب روایتونکا یہ ہی کہ جب تک بچہ بولنا سیکھتا ہی اوسوقت تک اسی میثاق والی توحید پر پیدا ہو کر قائم رہتا ہی پہر ہوشیار ہونے کے بعد جس طرح کے ماں باپ ہوتے ہیں اون مین مل جاتا ہی غرض بعضے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا مین شریعت کی نصیحت نیک صحبت سے انکی وہ میثاقی توحید اور مضبوط ہو جاتی ہے اور بعضے دنیا مین آنے کے بعد کفر و نفاق و ریا کاری کے سبب سے اوس میثاقی توحید کو برباد کر دیتے ہیں اس آیۃ مین اللہ تعالے نے پہلے گروہ کی تعریف اور دوسرے گروہ کی مذمت فرمائی ہے پہلے گروہ کا ذکر اس آیۃ مین ہے اور دوسرے گروہ کا ذکر اوپر کی آیتون مین گذرا کہ وہ لوگ قرآن کو اللہ کا کلام نہین مانتے اور عقبیٰ کی سزا و جزا کا اونکے دلمین یقین نہین ہے فقط دنیا کی زندگی پر اونکا دارومدار ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ بینہ کے معنے یہان میثاقی اور پیدائشی توحید اور پیدائشی نور ایمان کے ہین اور و یتلوہ شاہد منہ کا مطلب یہ ہی کہ جس شخص کے دلمین میثاقی اور پیدائشی توحید اور پیدائشی نور ایمان ہے اوس نے

منزل ۳

اللہ کے رسولون اور آسمانی کتابونکی پوری تصدیق کی اور جس شخص کے دلمین میثاقی اور پیدائشی توحید اور پیدائشی نور ایمان نہین ہے وہ ان باتونکا منکر ہے۔ پیدائشی توحید کی روایتونکا ذکر تو اوپر گذر چکا ہے میثاقی توحید اس میثاقی توحید کے باب مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ایک حدیث تو انس رضؓ بن مالک کی گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کم سے کم عذاب والے دوزخی سے قیامت کے دن اللہ تعالی پوچھے گا کہ اے شخص اگر تیرے پاس اس وقت تمام دنیا کی دولت ہو تو اوسکو بدلہ مین دیکر اس عذاب سے نجات حاصل کرنیکی آرزو کریگا وہ کہویگا کہ ہان اوسپر اللہ تعالی فرماویگا کہ جس وقت تو آدم کی پیٹھ مین نطفہ تھا اوسی وقت مینے تجھسے توحید کا عہد لیا تھا لیکن دنیا مین پیدا ہونے کے بعد اوس عہد پر تو قائم نہیں رہا پھر آج اس بدلہ دینے کی آرزو اور تمنا سے کیا ہو سکتا ہے دوسری حدیث ابی رضؓ بن کعب کی معتبر روایۃ سے مسند امام احمد مین ہے کہ عالم ارواح مین اللہ تعالی نے اپنے سب بندون سے توحید کا عہد لیا تھا اور پھر فرمایا کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد رسول اور آسمانی کتابین بھیجکر مین تمہین یہ عہد یاد دلاؤنگا پیدائشی نور ایمان سے مقصود وہی عالم ارواح کا نور ہے جسکا ذکر عبد اللہ رضؓ بن عمرو بن العاص کی روایۃ سے ترمذی مسند امام احمد اور مستدرک حاکم مین ہے کہ اللہ تعالی نے جب عالم ارواح مین سب مخلوق کو پیدا کیا تو ساری مخلوق جہالت اور خواہشات نفسانی کے اندھیرے مین تھی پھر اللہ تعالی نے انپر ایک نور چھڑکا اس نور کے چھڑکنے سے جو لوگ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد راہ راست پر آنیوالے تھے انکے دلمین وہ نور سما گیا اور جو لوگ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد گمراہ رہنے والے تھے وہ اوس نور سے محروم رہگئے ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے مسند امام احمد کے راوی بھی معتبر ہیں اوپر یہ جو بیان کیا گیا کہ بینہ کے معنے پیدائشی توحید کے اور پیدائشی نور ایمان کے ہین اور رسولونکا آسمانی کتابونکا لیکر آنا اوس توحید اور نور ایمان کی تائید ہے ان حدیثونسے اوسکی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ جو مطلب اوپر کی تفسیر کا ہے وہی مطلب ان حدیثونکا ہے کہ عالم ارواح مین مخلوقات کو پیدا کرکے پہلے وہ نور چھڑکا اور پھر توحید کا عہد لیا اور یہ فرمایا کہ اسی کی یاد دہی کیلئے اللہ کے رسول آسمانی کتابین لیکر دنیا مین آوینگے اور پھر دنیا مین اوس عہد کے موافق ہر ایک کو فطرت اسلامی پر پیدا کیا اور کتابین دیکر رسول بھیجے توراۃ اور قرآن مین شرعی احکام بہت تفصیل سے ہین اسواسطے ان آیتون مین ان ہی دونون کتابونکا نام فرمایا اب آگے فرمایا کہ فرقہ اہل کتاب یا مشرکین مین سے جو شخص اس قرآن یا کسی اور کتاب آسمانی یا اللہ کے کسی رسول کا منکر ہوگا اوسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور اپنے رسولون کو مخاطب کرکے یہ بھی فرمایا کہ اوپر کی وجوہات کے موافق اگرچہ اس قرآن کے کتاب آسمانی ہونے مین کسی کو شک و شبہ کرنے کا موقع نہین ہے لیکن ازلی گمراہی کے سبب سے بہت لوگ اوسکے منکر ہین اب آگے اون بے انصاف لوگونکا ذکر فرمایا جو اللہ کی عبادت مین دوسرونکو شریک کرتے ہین اور اتنا انصاف نہین کرتے کہ جب اللہ نے انکو انکی ضرورت کی سب چیزونکو پیدا کیا تو پھر دوسرونکو اللہ کی تعظیم مین شریک ٹھہرانے کا کیا حق ہے ان لوگونکے حق مین یہ بھی فرمایا کہ انہیں قیامت کے دن اللہ کے روبرو اپنے جرم کی جوابدہی کے لئے کھڑا ہونا پڑیگا اور اللہ کے فرشتے انکے اعمال کی گواہی ادا کرکے اللہ کی لعنت کے قابل انکو ٹھہراوینگے جسکا

منزل ۳

مطلب آیہ کا یہ ہی کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور رہنے کے لائق ہیں جس طرح لفظ صاحب کی جمع اصحاب ہے ویسے ہی شاہد کی جمع اشہاد گواہونکے معنے میں ہی مجاہد اور اکثر سلف کے قول کے موافق یہ فرشتوں کی گواہی کا ذکر ہے صحیح بخاری و مسلم مین عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اور منافقونکو رسوا کرنے کے لئے اللہ کے فرشتوں کی زبان پر تقسیم اعمال نامہ کیوقت آخری آیۃ کا یہ ٹکڑا ہوگا ہولاء الذین کذبوا علی ربہم الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اس حدیث سے مجاہد اور سلف کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ

اور کون ظالم اس سے جو باندہے اللہ پر جھوٹ وہ لوگ روبرو آوینگے اپنے رب کے اور کہین گے گواہی والے

هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

یہی ہیں جنہوں نے جھوٹ کہا اپنے رب پر سن لو پھٹکار ہی اللہ کی بے انصاف لوگوں پر

صحیحین اور مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں جو حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث ہی اسمین اس آیۃ کی تفسیر اور شان نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمائی ہی کہ میدان محشر میں نامہ اعمال بٹنے سے پہلے اللہ تعالیٰ بعضے مسلمان گنہگاروں کو اپنی بہت ہی پاس بلاکر ایسے ہر ایک شخص کے گناہ اسکو یاد دلاویگا جب وہ مسلمان گنہگار اپنے ہر ایک گناہ کا اقرار کریگا اور دلمین جان لیویگا کہ اب مین دوزخ کو بھیجا جاؤنگا اسوقت اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے فرماویگا کہ دنیا مین مین نے تیرے یہ گناہ چھپائے اور لوگونسے تیری عیب کی شی کی آج بھی مین تیرے گناہ چھپاتا ہون یہ کہکر اُس شخص کا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ مین دینے کا حکم فرماویگا اور یہ لوگ بعد حساب و کتاب کے جنت مین چلے جاوینگے اور کافرون اور منافقون کو حساب سے پہلے ہی فرشتے اور بعض اہل محشر پکار پکار کر کہوینگے انپر خدا کی لعنت ہے یہی لوگ ہیں جو خدا اور رسول اور خدا کے حکمون اور آج کے دن کو جھٹلاتے تھے اسی میدان محشر کے فرشتونکی شہادت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ مین فرمایا ہی چنانچہ اسکا ذکر اوپر بھی گذر چکا ہی غرض ان لوگونکا نامہ اعمال اُلٹے ہاتھ مین دیا جاویگا اور حساب و کتاب کے بعد یہ لوگ دوزخ کو چلے جاوینگے۔

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝

جو روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈہونڈتے ہین اسمین کجی اور وہی ہین آخرت سے منکر

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ

وہ لوگ نہین تھکانے والے زمین مین بھاگ کر اور نہیں اونکو اللہ کے سوا حمایتی دونا ہے

يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اُنکے لئے عذاب نہ سکتے تھے سننا اور نہ تھے دیکھتے وہی ہیں جو

وقف لازم

خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ۝

ہار بیٹھے اپنی جان اور گم ہوگیا اُنسے جو جھوٹ باندہتے تھے آپ ہی ہوا کہ یہ لوگ آخرت مین یہی ہین سب سے خراب

یہ آیتین انہیں لوگونکی شان مین ہین جنکا ذکر اوپر کی آیۃ میں ہوچکا ہی کہ وہ خدا پر جھوٹ باندہتے ہین قیامت کے دن سارے جن وانس اور ملائکہ کے روبرو رسوا ہونگے اور ہر طرف سے یہی پکار ہوگی کہ یہ وہ ہی لوگ ہین جنہون نے خدا پر جھوٹ باندہا تہا یہ بڑے ظالم ہین لعنت ہو انپر اب فرمایا کہ آپ یہ لوگ گمراہ ہین لیکن۔ اور ونکو بہی دین حق مین داخل ہونے سے روکتے ہین اور یہ چاہتے ہین کہ ہماری طرح دوسرے بھی گمراہ ہوجائین یہ لوگ آخرت کے منکر ہین کہتے ہین کہ مرنے کے بعد پہر کیسا جینا پہر فرمایا یہ لوگ دنیا مین خدا کو عاجز نہین کرسکتے اگر خدا انپر عذاب کا ارادہ کرے تو یہ لوگ کہیں بہاگ کر نہین جاسکتے اور نہ اُسکی پکڑ سے بچ سکتے ہین کیونکہ خدا کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جو انکا حمایتی بنکر انکو عذاب سے بچالے خدا اُنسے ہر حال مین بدلہ لے سکتا ہی مگر اوس نے یہ بدلہ آخرت کے دن پر اٹھا رکھا ہی صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ ظالمون کو جبتک چاہتا ہی ڈہیل دیتا ہی اور جب پکڑ لیتا ہی تو پہر نہیں چھوڑتا پہر فرمایا کہ ان لوگون کے واسطے دگنا عذاب ہی کیونکہ کان آنکھ۔ انکو اسی واسطے دئے تھے کہ دیکھکر اور سنکر سمجھین بوجھین اور قدرت کی نشانیونکو مانین مگر یہ تو اندہے اور بہرے بنگئے حق بات کی پیروی نہین کرتے اور سپر طرہ یہ کہ دوسرونکو بہی اپنے ساتہ گمراہ کرتے ہین راہ حق سے بہٹکاتے ہین ان لوگون نے اپنا بڑا نقصان کیا پہر فرمایا اس نقصان کے ذلت انکے وہ جھوٹے معبود کچھ کام نہ آئین گے سب لاپتہ ہونگے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

البتہ جو یقین لائے اور کین نیکیان اور عاجزی کی اپنے رب کی طرف وہ ہین جنت کے لوگ وہ اس مین رہا کرینگے

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝

مثال دونون فرقون کی جیسے ایک اندہا اور بہرہ اور ایک دیکھتا اور سنتا کیا برابر ہے دونوکا حال پہر کیا تم دہیان نہین کرتے

اوپر کی آیتون مین بدبختون کا حال بیان فرماکر اب ان آیتونمین نیک بخت اور سعادتمندون کا حال بیان فرمایا کہ جن لوگون نے اچھے عمل کئے اور ہر ایک حکم کو خدا کے بجالائے اور جن چیزونسے اونکو منع کیا تہا اونسے بازرہے اُنکے واسطے خدا نے جنت مقرر کی ہی جسمین طرح طرح کی نعمتین اور انواع واقسام کے کہانے اور ہر ایک طرح کے آرام وراحت کا سامان ہی وہ اُس مین رہینگے وہان پہر نہ موت آئے گی نہ نیند پسینے تک سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ وہان نہ بوڑہے ہونگے نہ بیمار پہر اللہ نے ان کفار اور ان مومن بندون کے درمیان مین فرق بیان کیا کہ وہ کفار ایسے ہین جیسے اندہے اور بہرے کہ انکو بہلائی کا رستہ نہین سوجہتا اور نہ سچی سچی باتین سنتے ہین اور یہ مومن بندے ایسے ہین جیسے سنتے دیکھنے والا کہ ہر ایک بات کو سنتے اور دیکھتے ہین اور حق وناحق میں فرق کرتے ہیں اسلئے ان دونون مین بہت بڑا فرق ہی کہ یہ فرق سمجھنے اور عبرت پکڑنے کے قابل ہی۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شدادؓ بن اوس کی ایک معتبر روایۃ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہی

منزل ۳

ع ۲

جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے اور عقل سے بے بہرہ وہ شخص ہے جو عمر بھر اس سے غافل رہے اور پھر عقبیٰ کی بہبودی کی توقع اللہ سے رکھے ان آیتوں مین فرمانبردار نافرمان بردار گروہ کی یہ مثال جو اللہ تعالی نے بیان فرمائی ہے کہ فرمان بردار گروہ ایک ہوشیار آنکھہ کان سے کام لینے والے شخص کی مانند ہے اور نافرمان گروہ ایک بیوقوف آنکھہ کان سے بے خبر شخص کی مانند ہے یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ

اور ہمنے بیجا نوح کو اوسکی قوم کی طرف کہ مین تمکو ڈرسناتا ہون کھولکر کہ نہ پوجو سوائے اللہ کے

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ۝

مین ڈرتا ہون تمپر عذاب سے ایک دکھہ والے دنکے

مصنف ابن ابی شیبہ مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی کہ چالیس برس کی عمر مین حضرت نوح کو نبوت ہوئی اور طوفان سے پہلے ساڑھے نوسو برس اپنی قوم کو وہ نصیحت کرتے رہے اور ساٹھہ برس طوفان کے بعد پھر زندہ رہے اس حساب سے حضرت نوح کی عمر ایک ہزار پچاس برس کے قریب ہوئی حاکم نے اس روایۃ کو صحیح کہا ہی صاحب شریعت انبیا کی ابتدا حضرت نوح سے شروع ہی حضرت آدم سے لیکر حضرت نوح کی قوم کے پہلے تک کی لوگون مین بت پرستی نہیں تھی شیطان کے بہکانے سے پہلے اس قوم نے بت پرستی دنیا مین شروع کی جسکی تفصیل صحیح بخاری کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایۃ سے سورہ نوح مین آویگی غرض حضرت نوح سے حضرت موسی تک کے انبیا اور انکی قوم کا قصہ اللہ تعالی نے ذکر فرما کر آخر کو وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القری فرمایا ہی جسکا مطلب ہی کہ عادت الٰہی یہ ہی کہ پہلے لوگون کی راہ پر لانے اور سمجھانے کو انبیا بھیجے جاتے ہیں آسمان سے ہر طرح کی فہمائش کے احکام اوتارے جاتے ہیں قوم کے جاہل لوگ نبی وقت کو جھٹلاتے ہیں یا کچھ تکلیف دیتے ہیں تو نبی کو صبر کرنے اور تکلیف سہنے کا حکم ہوتا ہے قحط بیماری جانی ومالی نقصان پہلے دنیا کے ان چھوٹے چھوٹے خاص عذابون سے قوم کی تنبیہ کیجاتی اور سرکشی دور کی جاتی ہی اسپر اگر لوگ نہ مانین تو عام عذاب پھیل کر سب ہلاک ہوجاتے ہین الغرض تاریخی پچھلے کسی حال سے آیندہ کا کوئی معاملہ ثابت کرنا یہ ایک بہت عمدہ طریقہ ہے مثلاً شاہجہان بادشاہ کے عہد مین کسی شخص کا یہ کہنا کہ جس طرح اب وزیرون مین پھوٹ پڑ گئی ہے اسی طرح کی پھوٹ اکبر بادشاہ کے عہد مین تاریخ کی کتابون سے معلوم ہوتی ہی اور یہ بھی تاریخ کی کتابون سے معلوم ہوتا ہی کہ اوسوقت کی پھوٹ سے اکبر کی بادشاہت مین بڑی خرابی پھیلی تھی اس مقولے سے اس کہنے والیکا یہ مطلب ہے کہ تاریخی تجربہ کے قرینہ سے اس زمانہ حال کی پھوٹ کا نتیجہ بھی آیندہ ملک کی خرابی کا وہی ہوگا جو اکبر کے زمانہ مین ہوا اس تاریخی ثبوت کے ڈہنگ پر جگہ جگہ قرآن شریف مین پچھلے انبیا اور گذشتہ امتونکا ذکر فرمایا گیا ہی ظاہر مین اون قصونکا مکرر ذکر کیا جانا خیال مین آتا ہی لیکن حقیقت مین اوس سے ایک معاملہ گذشتہ کو معاملہ حال سے مطابقت دیکر آیندہ کا نتیجہ لوگونکی سمجھہ مین آنا مقصود ہوتا ہی یہان آیندہ کا نتیجہ یہی مقصود ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تشفی اور تسلی دیگئی ہی کہ اہل

منزل ۳

نبی برحق تم دل جمعی رکھو اگر یہ قریش باوجود فہمائش کے تمہاری نصیحت نہ مانینگے تو جس طرح حضرت نوح سے لیکر فرعون کی قوم تک انجام ہوا چندروز مین وہی انجام انکا ہوگا چنانچہ وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادک سے اس دلجمعی کیطرف اشارہ ہی اور قریش کو تنبیہ کی گئی ہی کہ اگر باوجود فہمائش کے تم اپنی سرکشی سے باز نہ آؤگے تو پچھلی قومونکی طرح ہلاک کردئے جاؤگے و کذالک اخذ ربک اذا اخذ القری وہی ظالمۃ سے اسی کی طرف اشارہ ہی۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے حکم سے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ نصیحت کی کہ اگر تم لوگ بت پرستی سے باز نہ آؤگے تو تمپر عذاب کے آجانیکا خوف ہی اسلئے تم لوگون کو چاہیے کہ بت پرستی کو چھوڑدو اور جس اللہ نے تمکو پیدا کیا ہی خالص وسے اسی کی عبادت کرو۔ نذیر مبین کا یہ مطلب ہی کہ بت پرستی اللہ کو بہت ناپسند ہی اسلئے صاف لفظون مین اسکے وبال سے تم لوگونکو ڈرادینا میرا کام ہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ رضؓ اور عبداللہ بن مسعود رضؓ کی روایتین ایک جگہ گذرچکی ہین جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کو انجانی کے عذر کا رفع کردینا بہت پسند ہی اسیواسطے اسنے آسمانی کتابین دیکر رسول بھیجے تاکہ لوگونکو اللہ تعالی کی مرضی اور نامرضی کی باتین معلوم ہوجاوین اور کسی کو ان باتون کی انجانی کا عذر باقی نرہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رضؓ کی روایۃ بھی ایک جگہ گذرچکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز روزہ حلال وحرام کے احکام ضرورت کے موافق ہر ایک صاحب شریعت نبی کے زمانہ مین بدلتے رہتے ہین اور اسی کو ہر ایک نبی کی شریعت کہتے ہیں مگر توحید جو اصل دین ہی اوس سے کوئی شریعت خالی نہین رہی ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ احکام دین کی انجانی کے سبب سے دنیا مین جب شرک پھیلا اوسکے رفع کرنے کے لئے اول صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالی نے آسمانی کتابین دیکر رسول بھیجے اور ہر ایک شریعت مین توحید کی تاکید قائم رکھی اور ہر ایک نبی نے عمر بھر اس تاکید کو ہر طرح پورا کیا لیکن علم الہی مین جن لوگون کا شرک کی حالت مین مرنا ٹھہرچکا تھا انکے دلپر انبیا کی نصیحت کا پورا اثر نہوا کیونکہ بعضے نبی ایسے بھی گذرے ہین جنکی تمام عمر کی کوشش مین فقط ایک ہی شخص راہ راست پر آیا چنانچہ صحیح مسلم کی انس رضؓ بن مالک کی روایۃ مین اس کا ذکر ہی کہ قیامت کے دن بعضے نبیون کے ساتھ فقط ایک شخص فرمانبردار ہوگا اور باقی امت نافرمان ہوگی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رضؓ کی روایۃ ایک جگہ گذرچکی ہی کہ بہ نسبت اور امتونکے امت محمدیہ کی تعداد قیامت کے دن زیادہ ہوگی اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ قرآن کا ایک ایسا معجزہ ہی کہ قیامت کے دن اسکے پیرو اور آسمانی کتابونکے پیروی کرنے والون سے زیادہ ہونگے۔

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ

پھر بولے سردار جو منکر تھے اسکی قوم کے ہم دیکھتے نہین تجکو مگر آدمی جیسے ہم اور دیکھتے نہین کوئی تابع ہوا تیرا مگر جو ہم

هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ۝

مین نیچ قوم ہین اوپر کی عقل سے اور ہم نہین دیکھتے تمکو اوپر اپنے بڑائی بلکہ ہمکو خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو

یہ جواب نوح علیہ السلام کی قوم نے اسوقت دیا کہ جب نوح علیہ السلام نے ان لوگون سے کہا کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت

منزل ۳

نکو نہین تو تمپر ایک بہت بڑا عذاب نازل ہونے کا خوف ہے اسپر انکی قوم کے سرداروں نے کہا کہ جیسے ہم انسان ہین تم بھی انسان
ہو پھر تمپر وحی آئی ہمپر نہ آئی یہ کیا بات ہے علاوہ اسکے جو لوگ تمہارے تابع ہوئے ہین وہ سب کے سب رذیل ہین کوئی بھی اعلیٰ ہین
نہین اور یہ ایمان بھی لائے تو کچھہ سوچ سمجھکر نہین لائے کیونکہ انکو عقل ہی کب ہے اسلئے فقط ان لوگونکے ایمان لانسے کوئی فضیلت
تمکو نہیں ہو سکتی تیسری بات یہ کہی کہ تمکو ہم اپنے سے بڑھکر نہین دیکھتے ہمسے زیادہ عزت دار نہیں ہو نہ مال و دولت مین نہ جاہ و
مرتبہ مین اسلئے ہم تمکو جھوٹا سمجھتے ہین۔ شیطان نے منکر قوموں کے دلمین یہ وسوسہ قدیم سے ڈال رکھا ہے کہ اللہ کا رسول فرشتہ
ہونا چاہیئے انسان تو سب ایکسے ہین پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک انسان اللہ کا رسول ہو اور دوسرا نہو یہی شبہ قوم عاد
اور ثمود کو بھی تھا کہ اللہ کا رسول انسان کیونکر ہو سکتا ہے چنانچہ ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کے قصہ مین اس کا ذکر گذر
چکا ہے۔ مشرکین مکہ اس شبہ کے ساتھہ یہ بھی کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی صداقت ایک فرشتہ ہمارے روبرو بیان کرے
سورہ انعام مین اسکا جواب اللہ تعالی نے جو دیا ہے وہ گذر چکا کہ فرشتہ کو اصلی صورت مین دیکھنا تو انسانی قوت سے باہر ہے پھر اگر انسان
کی صورت مین فرشتہ آویگا تو ان لوگونکا یہی شبہ باقی رہیگا ان لوگونکا ایک یہ شبہ بھی قدیمی ہے کہ اگر انسان نبی ہو تو کوئی مالدار شخص
ہونا چاہیئے تاکہ اسکی قدر و منزلت کے سبب سے لوگ اسکا کہنا مانین سورہ زخرف مین اللہ تعالی نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالی
نے اپنی حکمت کے موافق کسی کو غریب کسی کو مالدار کیا ہے اسی طرح اپنی مصلحت کے موافق جسکو چاہا اپنا رسول بنایا اللہ تعالی کو اپنی مخلوق
کا حال ان لوگوں سے زیادہ معلوم ہے ان لوگونکو اس مین کچھہ دخل نہین ہے معتبر سند سے تفسیر ابن ابی الدنیا وغیرہ مین عبداللہ بن عمرؓ
سے روایت ہے کہ مالدار آدمی اللہ تعالی کے نزدیک کیسا ہی عزیز ہو لیکن دنیا کے عیش و آرام کے معاوضہ مین کچھہ نہ کچھہ اوسکا درجہ عقبی
مین ضرور گھٹ جاویگا اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھہ مین آسکتی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی مین مالدار لوگون کو اس لئے
نبی نہیں ٹھہرایا کہ نبوت درجہ بڑھنے کی چیز ہے اور مالداری اوسکے برعکس ہے صحیح بخاری مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے
ہرقل بادشاہ روم کا جو قصہ ہے اوسمین یہ ہے کہ ہرقل نے ابوسفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھتے پوچھتے یہ بھی
پوچھا کہ ان نبی کے پیرو مالدار لوگ ہین یا غریب ابوسفیان نے جواب دیا کہ غریب اسپر ہرقل نے کہا کہ انبیا کے پیرو قدیم سے غریب ہوتے چلے
آتے ہین ہرقل کے اس قول کا یہ مطلب ہے کہ مالدار لوگ اپنی مال و متاع کے غرور مین نبی کی نصیحت کم سنتے ہین اسلئے انبیا کے پیرو
اکثر غریب ہوتے چلے آئے ہین نوح علیہ السلام کے پیرو غریب لوگ جو تھے اوس کا سبب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھہ مین آجاتا ہے

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مین ہوا نظر آتی راہ پر اپنے رب کی اور اوسنے دی مجکو مہر اپنے پاس سے

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ

پھر وہ تمہاری آنکھہ سے چھپا رکھی کیا ہم لگادین تمکو اور تم اس سے بیزار ہو

پھر نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے جواب مین کہا کہ جو دین مین خدا کی طرف سے لایا ہون اور جسبات کی تمہین ہدایت کرتا ہون

منزل ۳

تمپر اسکا قبول کرنا واجب ہے اور جو تم نے جواب دیے ہیں کوئی بھی ٹھیک نہیں انسان ہونے میں بیشک ہم تم برابر ہیں مگر انسان ہونا نبوت کے مخالف نہیں اور نہ یہ ضرور ہے کہ سب کے سب جتنے انسان ہیں نبی ہوجائیں یہ تو خدا کا فضل ہے جسکو وہ پسند کرتا ہے رسول بناکر لوگوں کی طرف بھیجتا ہے اگر تم میں اسکی قابلیت اور صلاحیت ہوتی تو ممکن تھا کہ تم بھی رسول بنا دیے جاتے اور رذیلوں کے ایمان لانے سے بھی میری نبوت پر کچھ الزام نہیں آتا کیونکہ تمہاری طرح یہ بھی بشر ہیں انکو بھی تمہاری طرح عقل و فہم ہے انکا تابع ہونا میرے لیے حجت ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ دیکھو تم ہی لوگوں میں سے یہ ہیں جو مجھپر ایمان لائے ہیں تم کیونکر انکے ایمان لانے سے مجھپر الزام لگا سکتے ہو تمہاری تو بعینہ وہ مثال ہے کہ کوئی گروہ صحرا میں بھٹکتا پھرتا ہو اور اپنے راہ بر کا کہنا نہ مانتا ہو وہ گروہ راستہ پر نہیں آسکتا اسیطرح جب تم مجھے جھٹلاتے ہو اور دین حق کے قبول کرنے سے بیزار ہو تو میں زبردستی تمکو راستہ پر نہیں لا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالی کے علم ازلی میں جو گمراہ ٹھہر چکا اوسکو زبردستی کون راہ راست پر لا سکتا ہے صحیح بخاری مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی روایت ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی کے موافق جو شخص جنت میں جانیکے قابل ٹھہرا ہے وہ ویسے ہی عمل کرتا ہے اور ویسے ہی کاموں کے کرنے میں اوسکو آسانی نظر آتی ہے اور جو شخص دوزخ میں جانے کے قابل ٹھہرا ہے وہ ویسے ہی عمل کرتا ہے اور ویسے ہی کاموں کے کرنے میں اوسکو آسانی نظر آتی ہے نوح علیہ السلام کے جواب کا یہ مطلب اس حدیث سے خوب حل ہوجاتا ہے کہ علم الٰہی کے موافق نبوت معجزہ سب چیز کی صداقت جن لوگوں کی نظر سے اسطرح چھپی ہوئی ہے کہ وہ ان حق باتونکے قبول کرنے سے بیزار ہیں اور یہی بیزاری انکو آسان اور حق باتونکی صداقت مشکل نظر آتی ہے تو ایسے لوگوں کو دوزخ کے راستہ سے پھیر کر جنت کے راستہ پر زبردستی کوئی نہیں لا سکتا آگے جاکر نوح علیہ السلام نے ان لفظوں میں جو جواب دیا ہے ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغویکم یہ دوسرا جواب گویا پہلے جواب کی تفسیر ہے اور اس دوسرے جواب اور حضرت علیؓ کی حدیث کو ملا کر پہلے جواب کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ

اور اے قوم نہیں مانگتا میں تم سے اسپر مال میری مزدوری نہیں مگر اللہ پر

پھر نوح علیہ السلام نے اسبات کی تفصیل بیان کی کہ میں جو لوگونکو راہ حق بتلاتا ہوں اور خدا کا پیغام پہونچاتا ہوں اس سے میرا منشا یہ نہیں ہے کہ کوئی مجھے اسکی اجرت میں مال و دولت دے یہ نبوت کا دعوی ہرگز طلب دنیا کے لیے نہیں ہے جو تم کوئی تہمت مجھپر دہر سکو گے یہ تو خالص خدا کے واسطے ہے اسکا اجر بھی خدا ہی دیگا۔ اللہ تعالی کی طرف سے انبیا پر یہ بات فرض ہے کہ وہ خالص نصیحت کے طور پر احکام الٰہی امت کے لوگونکو پہونچا دیں اب انبیا اس نصیحت کے معاوضہ میں اگر امت کے لوگوں سے کچھ اجرت اور مزدوری لیویں تو وہ خالص دلی نصیحت کا موقع باقی نہیں رہتا اسواسطے وعظ و نصیحت کے معاوضہ میں انبیا کو کسی اجرت یا مزدوری کا لینا جائز نہیں ہے یہی یہ بات کہ امت کے علما انبیا کے وارث بنکر لوگونکو قرآن کے موافق کچھ وعظ و نصیحت کریں یا قرآن پڑھا دیں تو انکی اجرت کا کیا حکم ہے اس میں علما کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رح اور امام احمد رح کے نزدیک

قرآن کی تعلیم کے معاوضہ مین کسی اجرت کا لینا جائز نہیں ہی۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ مین ابی بن کعب اور عبادہ بن الصامت سے جو روایتیں ہین انکا حاصل یہ ہی کہ عبادہ بن الصامت اور ابی بن کعب نے کچھ لوگونکو قرآن کی سورتین سکھائین ان لوگون نے اپنے ان استادون کو کچھ تحفہ دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو جب اس تحفہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تحفہ قیامت کے دن تحفہ لینے والے کے حق مین دوزخ کی آگ بن جاویگا اس حدیث سے امام ابو حنیفہ رح کے اور امام احمد رح کے مذہب کی پوری تائید ہوتی ہی جو علما اس اجرت کے جائز ہونے کے قائل ہین اونھون نے اس قسم کی آیتون اور حدیثونکا طرح طرح سے جواب دیا ہی جسکی تفصیل حدیث کی شرح اور فقہ کی کتابون مین ہے۔

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ

اور مین نہیں ہانکنے والا ایمان والونکو انکو ملنا ہے اپنے رب سے لیکن مین دیکھتا ہون تم لوگ جاہل ہو

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ

اور اے قوم کون چھڑاوے مجکو اللہ سے اگر انکو ہانک دون کیا تم دھیان نہیں کرتے

جس طرح نوح علیہ السلام کے قوم کے مالدار لوگون نے حضرت نوح علیہ السلام سے یہ جھگڑا کیا کہ اے نوح اگر تم ان کم عزت اور مفلس لوگونکو اپنی مجلس مین آنے سے روکدوگے تو ہم مالدار اور عزت دار لوگ کبھی کسی وقت تمہاری مجلس مین آکر کچھ تمہاری نصیحت سنینگے اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا جس جواب کا ذکر اس آیۃ مین ہی سورۂ انعام مین گذر چکا ہی کہ قریش مین کے عزت دار اور مالدار لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسی خواہش کی تھی اور یہ جھگڑا کیا تھا جسپر اللہ تعالی نے سورۂ انعام کی چند آیتین نازل فرماکر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اون لوگونکی خواہش کو پورا کرنے سے منع فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر قیامت تک آخر شیطان تو ایک ہی ہی جو ہر زمانہ کے لوگونکو بہکاتا ہی اسواسطے ہر ایک زمانہ کے لوگونکے دلون مین اوس ظالم نے ایک ہی طرح کے وسوسے ڈالے ہین اور ہر وقت کے منکر لوگون نے ہر زمانہ کے رسول سے ایک ہی طرح کے ملتے جلتے جھگڑے کئے ہین اور ایک مدت دراز سے اون جھگڑونکا رواج ہر زمانہ کے منکر لوگون مین چلا آیا ہی لیکن خواہ کسی قدر مدت دراز کا رواج ہو شریعت الٰہی مین بغیر حکم الٰہی اور سند شرعی کے کوئی رواج معتبر نہیں ہے اسلئے ہر زمانہ کی شریعت نے اس رواج کو نامعتبر ٹھہرایا اور توڑا یہ رواج تو اللہ کے رسولون سے جھگڑا کرنیکا ایک بد بات کا رواج تھا ظاہر ہی اگر کوئی بات نیک معلوم ہوتی ہو اور سند شرعی سے اوس بات کی تائید نہ ہوتی ہو تو اس طرح کی نیک بات کا رواج بھی شریعت مین جائز نہین ہے صحیحین کی حضرت انس رض کی حدیث اوپر گذر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ بعضے صحابیون نے خلاف سنت ہمیشہ روزہ رکھنے کا اور بعضون نے ہمیشہ مجرد رہنے کا عہد کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ پر خفا ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص میری سنت کے خلاف کوئی کام کریگا وہ میری پیروی کرنے والے گروہ سے خارج ہی۔ انہم ملاقوا ربہم ولکنی اراکم قوما تجہلون۔ اسکا مطلب یہ ہی کہ غریب دیندار لوگ ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا اعتقاد رکھتے ہین اسلئے نیک عمل کرتے ہین تم لوگ جاہل ہو

منزل ۳

جو ایسے لوگونسے دوری ڈہونڈتے ہو آگے جو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے مشرک لوگونکو جواب دیا ہی اوس کا حاصل یہ ہی کہ مین ان غریب دیندار لوگونکو بلا قصور اپنی مجلس کے آنے سے روک دون گا تو یہ بڑی نا انصافی ہے پہر تم ہی لوگ دہیان کرو کہ اگر اس نا انصافی کی پرسش اللہ کی طرف سے ہو گی تو مین کیا جواب دونگا۔ سورہ انعام مین اللہ تعالیٰ نے بہی ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائی ہے کہ اگر تم ان مشرکون کے کہنے سے غریب دیندار لوگونکو اپنی مجلس کے آنے سے روک دوگے تو تم نا انصاف ٹہروگے اس سبب سے سورہ انعام کی آیتین نوح علیہ السلام کے اس جواب کی گویا تفسیر ہین۔

> وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور مین نہین کہتا تم کو کہ میرے پاس ہین خزانے اللہ کے اور نہ مین خبر رکہون غیب کی اور نہ کہون کہ مین فرشتہ ہون اور نہ کہونگا جو تمہاری آنکہہ مین حقیر ہین نہ دیگا انکو اللہ بہلائی اللہ بہتر جاننے والا ہے اسکا جو انکے جی مین ہے یہ کہون تو مین بے انصاف ہون

اوپر کی آیہ مین جو نوح علیہ السلام کی قوم نے یہ کہا تہا کہ اپنے اوپر ہم تمہاری کوئی فضیلت نہین دیکہتے اور تم ہمسے زیادہ عزت دار نہین ہو یہ اوسی کا جواب نوح علیہ السلام نے اونکو دیا کہ خدا کے خزانے میرے قبضہ مین نہین اور نہ مین غیب کی باتین جانتا ہون نہ کوئی فرشتہ ہون جو تم میری فضیلت سمجہو میری فضیلت تو خدا کی طرف سے یہ ہے کہ اوسنے مجہے معجزے عنایت کئے ہین اور جن لوگون نے میری پیروی اختیار کی ہی تم انکو ذلیل و خوار سمجہتے ہو اگر انکا باطن ویسا ہی ہی جیسا ظاہر ہے تو چاہے کوئی کتنا ہی انکو برا کہے حقیر سمجہے مگر خدا کے نزدیک انکا بڑا مرتبہ ہی خدا تو انکے دل کی باتونکو جانتا ہی آخرت مین اچہے سے اچہا انکو بدلہ دیگا اور جو لوگ انکو برا سمجہتے ہین وہ بڑا ظلم کرتے ہین بے سمجہے بوجہے ناحق انکی برائی اور مذمت کرتے ہین اور تمہارے کہنے سے اگر مین بہی انکے ساتہ برا برتاؤ کرون اور اپنے پاس سے انکو نکالدون تو مین بہی ظالم ٹہرونگا۔ ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ کا تعلق ویا قوم لا اسئلکم علیہ مالا سے ہے مطلب ہی کہ احکام الٰہی کے پہونچا دینے پر نہ تو مین تم سے کچہہ مزدوری مانگتا ہون نہ مین تمکو یہ لالچ دیتا ہون کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہین تم میری پیروی کروگے تو مین تمکو بہت کچہہ دیکر نہال کر دونگا۔ ولا اعلم الغیب اس کا مطلب یہ ہی کہ مین یہ بہی نہین کہتا کہ آئندہ کا تمہارا ہر طرح کا بہلا برا میرے ہاتہہ مین ہی کیونکہ آئندہ کی بہلائی برائی ایک غیب کی بات ہی جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کو معلوم نہین اس مین بتون سے بہلائی برائی کی امید کی نوح علیہ السلام نے گویا بیخ کاٹی ہے۔ ما نراک الا بشرا مثلنا جو قوم نوح نے کہا تہا اسکا جواب نوح علیہ السلام نے یہ دیا کہ مین بہی اپنے آپکو فرشتہ نہین کہتا باقی آیہ کا مطلب وہی غریب دیندارون کے حق مین یہ ہی کہ انکے دل کا حال تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی لیکن ظاہر مین وہ دیندار ہین اسلئے انکے حق مین یہ غیب کی بات نہین کہہ سکتا ہون کہ ان لوگونکی دینداری اوپری ہی اسلئے بارگاہ الٰہی سے ان لوگون کو کچہہ بہلائی نہین پہونچ سکتی کس لئے کہ اگر اٹکل سے مین ایسی بات کہونگا تو یہ میری بے انصافی ہی صحیح بخاری مین حضرت عمر سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولکل امری ما نوی مطلب ہی کہ شرعی کامون مین دلکا ارادہ

اور نیت اصل ہے اوپرے دلسے دنیا کے دکہاوے کیلئے جو کام کیا جاویگا وہ بیکار ہے اور جو خالص عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے کیا جاویگا وہ عقبیٰ کے اجر کے قابل ہے مگر یہ دلکے ارادے اور نیت کا حال سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں چنانچہ طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب سربہر لوگون کے اعمال نامے کہولے جاوین گے تو اللہ تعالیٰ اون مین سے بعضے عملونکو نامقبول فرمائیگا اسپر فرشتے عرض کرینگے یا اللہ ظاہری طور پر توان عملون مین کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ فرماوے گا انسان کے دل کا حال سوائے میرے اور کسی کو معلوم نہیں مجھکو خوب معلوم ہی کہ یہ عمل خالص نیت سے نہیں کئے گئے نوح علیہ السلام کے جواب کے آخری ٹکڑے کی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں ۔

قَالُوا يٰنُوحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدٰلَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ

بولے اے نوح تو ہم سے جہگڑا اور بہت جہگڑ چکا اب لے آجو وعدہ دیتا ہے ہمکو اگر تو سچا ہے

قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللّٰهُ إِنْ شَآءَ وَمَآ أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ○ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيٓ إِنْ أَرَدْتُّ

بولا کہ لاویگا تو اوسکو اللہ ہی اگر چاہے گا اور تم نہ تہکا دُگے بہاگ کر اور نہ کام کریگی تم کو میری نصیحت جو مین چاہون

أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ قف وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○

تمکو نصیحت کرون اگر اللہ چاہتا ہوگا کہ تم کو بے راہ چلاوے وہی ہے رب تمہارا اور اسی کی طرف پہر جاؤگے

منزل ۳

جب نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے ہر ایک سوال کا پورا جواب پایا تو کہنے لگے کہ اے نوح ہم تم سے ہر طرح بحث کرکے تہک گئے کوئی حجت ہماری پیش نہ چلی اب تو جس عذاب کا تم ہمکو خوف دلاتے ہو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب نازل کرا دو اسکا جواب نوح نے دیا کہ یہ میرے بس کا کام نہیں ہی خدا کے ہاتھ ہے اگر وہ عذاب جلدی بہیجنا چاہے گا تو کوئی اوسکو روک نہیں سکتا اور اگر اسکی حکمت دیر کی مقتضی ہی تو دیر مین نازل ہوگا اگر تم چاہو کہ ہم بچ جائین سو یہ بچہ ہے یہ ممکن ہی نہیں ہی کہ تم یا اور کوئی اوسکو عاجز کردے یا تم کہین بہاگ کر چلے جاؤ اور بچ جاؤ اور میری نصیحت بہی تمکو کچھہ فائدہ مند نہیں ہوسکتی مین ہزار چاہون کہ تم کسی طرح ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تمہاری گمراہی ٹہر چکی ہو تو مجھہ سے کچھہ نہیں ہوسکتا وہ تمہارا رب ہے اسی نے تمکو پیدا کیا وہی تمہین دنیا مین زندہ رکہتا ہی وہی تمہاری پرورش کرتا ہی اوسی کے ہاتھہ مین ہدایت اور گمراہی ہی اسی کی طرف تمہین پہر جانا ہی وہان تمہارے اعمال کا بہت اچھی طرح بدلہ ملیگا سورہ انفال میں گذر چکا ہی کہ مشرکین مکہ جب کسی حجت مین غالب نہ آسکے تو اونہون نے بہی عذاب کے آجانے کی خواہش کی تہی صحیح بخاری کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی یہ حدیث بہی گذر چکی ہی کہ ابوجہل نے یہ عذاب کی خواہش کی تہی اور سب مشرک اسکے ہم خیال تہے حاصل یہ ہی کہ قوم نوح اور قریش کی عذاب کی خواہش کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہ آسمانی کتابون اور اللہ کے رسولون کے منکر لوگ عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا نہیں جانتے تہے اسلئے جب یہ لوگ زبانی جہگڑون مین لاجواب ہوجاتے تہے تو بید ہڑک عذاب کی خواہش انکی زبان پر آجاتی تہی صحیح بخا

مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی میں جو شخص دوزخی ٹھہر چکا ہے دنیا میں پیدا ہونے کے بعد وہ ویسے ہی کام کرتا ہی اور یہ بھی گذر چکا ہی کہ ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغویکم کی حضرت علی کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے ✦

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ○

کیا کہتے ہیں بنالایا قرآن کو تو کہہ اگر میں بنالایا ہون تو مجھپر ہے میرا گناہ اور میرا ذمہ نہیں جو تم گناہ کرتے ہو

ع ۳ / ۱۱

اس آیۃ میں اس بات کا اختلاف ہی کہ یہ آیت نوح علیہ السلام کی قوم کی شان میں ہی یا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ یہ کہتے تھے بعضے مفسرین نے یہ کہا ہی کہ جو کچھ نوح علیہ السلام کی قوم حضرت نوح پر اعتراض کیا کرتی تھی وہی اعتراض کفار مکہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے تھے مگر یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نوح علیہ السلام کو کوئی کتاب نہیں ملی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا تو کفار مکہ کہنے لگے کہ یہ قرآن انہوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے خدا نے نہیں اوتارا ہے اس کا جواب اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلایا کہ ان سے کہو کہ یہ قرآن اگر ہم خود بنا کر کہتے ہیں تو اسکا جرم ہمپر ہے اور تم جھٹلاتے ہو تو اس سے بھی میں بری ہوں اور بعضے مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اس آیۃ کو بھی حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ سے تعلق ہے جب انکی قوم ہر ایک بات میں ہار گئی اور کوئی حجت نہ چلی تو کہنے لگے تمپر وحی وغیرہ کچھ بھی نہیں آئی ہے تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ تمہارے پاس سند تو ہے نہیں جس سے تم خدا کے رسول سمجھے جاؤ تو یہ جواب اللہ کی طرف سے نوح علیہ السلام کو تبلایا گیا کہ کہدو اگر میں جھوٹ کہتا ہونگا تو اوسکا گناہ مجھپر ہے اور تم جو مجھپر تہمت جھوٹ کی دہرتے ہو میں اس سے بالکل الگ ہوں حاصل کلام جب نوحؑ کی قوم ایمان نہیں لائی تو انکو حکم ہوا کہ انکے واسطے بد دعا کرو حضرت نوح نے بد دعا کی کہ اے رب زمین پر کسی کافر کا گہر بسنے والا نچہوڑ تو یہ آگے کا حکم آیا۔ تفسیر مقاتل میں اسی کو ترجیح دی ہی کہ حضرت نوح کے قصہ میں یہ آیۃ قریش کی شان میں ہی معتبر سند سے مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہؓ بن عباس سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ولید بن مغیرہ جو مشرکین مکہ میں بڑا لسان اور شاعر تھا قرآن کی آیتیں سنکر اوسنے یہ کہا کہ یہ کلام آدمی اور جنات کے کلام سے انوکھا ایک کلام ہے مگر پھر ابوجہل کے بہکانے سے ولید یہ کہنے لگا کہ قرآن میں یہ انوکھی تاثیر جادو کے سبب سے ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ جب تم میں کا ولید بن مغیرہ جیسا شخص قرآن کو آدمی کے کلام سے انوکھا تبلاتا ہی تو مجھ ان پڑھ آدمی پر قرآن کے بنانے کا جھوٹا الزام جو لگاتے ہو ایکدن اس جھوٹے الزام کے وبال میں پکڑے جاؤ گے اور اسوقت تمکو کھل جاویگا کہ میں اس جھوٹے الزام سے بری تہا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث گذر چکی ہی کہ ان جھوٹا الزام لگانے والوں میں کے اکثر آدمی بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور اللہ کے رسول نے انکی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پالیا اوپر یہ جو کہا تہا کہ ایکدن یہ لوگ جھوٹے الزام میں پکڑے جاوینگے اور اسوقت ان لوگوں کو معلوم ہو جاویگا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے اور اللہ کے رسول انکے جھوٹے الزام سے بالکل بری تھے اسکی صداقت اس

منزل

حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ
اور حکم ہوا طرف نوح کے اب ایمان نہ لاویگا تیری قوم میں مگر جو ایمان لاچکا سو غمگین نہو ان کاموں پر جو کر رہے ہیں

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ○
اور بنا کشتی رو برو ہماری اور ہمارے حکم سے اور نہ بول مجھسے ظالموں کے واسطے یہ البتہ غرق ہوں گے

جب قوم نوح نے عذاب کی جلدی کی اور حضرت نوح کو بہت ستانا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح اب تمہاری قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائیگا جتنے ایمان لاچکے وہ لاچکے آیندہ اب کسی سے ایمان لانیکی امید نہیں تم انکی کسی بات کا غم نکرو جو یہ کررہے ہیں تم ایک کشتی طیار کرو ہم وحی کے ذریعہ سے کشتی کے بنانے کا ڈھنگ تمہیں بتاتے ہیں اور ان ظالموں کے باب میں سفارش کے طور پر بارگاہ الٰہی میں کچھہ کہو یہ سب ڈوبنے والے ہیں قتادہ کا قول ہے کہ حضرت نوح کی کشتی تین سو گز لمبی تھی ابن عباس کہتے ہیں بارہ سو گز لمبی اور چھہ سو گز چوڑی تہی کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ دو ہزار گز لمبی اور سو گز چوڑی تہی مگر سبکا اسبات میں اتفاق ہے کہ بلندی میں وہ کشتی تیس گز تہی اس کشتی میں تین درجے تہے ہر درجہ دس گز کا تہا نیچے کا درجہ چارپایا گائے بیل بھینس وغیرہ کی قسم میں سے جانوروں کے واسطے اور بیچ کا درجہ آدمیوں کیلئے اور اوپر کا درجہ پرندوں کیلئے بنایا تہا کشتی کی چوڑائی میں ایک دروازہ بھی تھا اور ایک سرپوش تہا کشتی کے اوپر ڈہانپنے کو تاکہ کثرت سے مینہ جو برس رہا تہا اوسکے صدمہ سے کشتی والے محفوظ رہیں حافظ ابو جعفر ابن جریر عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ عیسے علیہ السلام کے حواریں میں سے ایک شخص نے حضرت عیسے سے کہا کہ کبھی ایسے شخص کو آپ زندہ کریں جسنے حضرت نوح کی کشتی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو وہ ہمسے اوسکا حال بیان کرے حضرت عیسے اون لوگوں کو اپنے ساتھہ لئے ہوئے ایک ٹیلہ پر پہونچے اور تھوڑی سی مٹی اوٹھا کر اپنے ساتھیوں سے پوچھا تم لوگ جانتے ہو یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا خدا اور خدا کا رسول جانتے ہیں کیا خبر حضرت عیسے نے کہا یہ حضرت نوح کے بیٹے حام کی پنڈلی کی مٹی ہے اور عصا سے ٹیلہ کو مار کر کہا خدا کے حکم سے کہڑا ہو جا جسوقت وہ اوٹھا تو اوسکے سر کے بال بالکل سفید تہے حضرت عیسے نے پوچھا کیا تو اسی عمر میں ہلاک ہوا تہا اسنے کہا کہ نہیں جب میں مرا تہا جوان تہا اسوقت میں نے یہ گمان کیا کہ قیامت آگئی اسلئے اس خوف سے میں بوڑھا ہوگیا پہر اوس سے کشتی کا حال پوچھا گیا تو بیان کیا وہ کشتی بارہ سو گز کی لمبی اور چھہ سو گز کی چوڑی تہی اوس میں تین طبقے تہے نیچے چارپائے بیچ میں آدمی اوپر پرندے جب چارپایوں کی لید کی کثرت ہوئی تو خدا نے وحی بہیجی کہ اے نوح ہاتھی کی دم دباؤ اوسکی دم دبانے سے ایک جوڑا سور کا پیدا ہوگیا جسنے لید وغیرہ کا صفایا کیا جب چوہے بہت ہوگئے اور کشتی کی لکڑی اور رسیاں کترنے لگے تو اللہ کا حکم ہوا کہ شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں ہاتھہ مارو اس سے ایک جوڑا بلی کا پیدا ہوا جسنے چوہوں کو کہانا شروع کر دیا پہر حضرت عیسے نے پوچھا نوح کس طرح سمجھے کہ سارا شہر ڈوب گیا اسنے کہا کہ ایک کوّے کو بہیجا تہا کہ خبر لائے مگر وہ ایک مردار پر جہک پڑا اسکے لئے حضرت نوح نے بد دعا کی تہی اسی لئے وہ گھروں

منزل ۳

مین رہنا پسند نہیں کرتا خوف زدہ ہوکر آدمیوں سے بھاگتا ہی پھر کبوتر کو بھیجا وہ جاکر چونچ مین ایک پتہ زیتون کا اور تھوڑی سی
مٹی پنجے مین دباکر لایا اس سے سمجھا کہ سب ہلاک ہو گئے آپنے کبوتر کیواسطے دعا کی تہی وہ گھرون مین رہتا ہے اور آدمیوں سے نہین
بھاگتا پھر حوارین نے کہا یاحضرت اس شخص کو ہمارے گھر لے چلئے وہان چلکے یہ سارا اور باقی کا حال بیان کریگا حضرت
عیسے نے کہا جس کا رزق اب دنیا مین نہیں ہے وہ کیونکر تمہارے ساتھ چل سکتا ہی پھر حضرت عیسے نے کہا خدا کے حکم
سے پھر ویسا ہی ہو جا جیسا تہا وہ خاک کا ٹیلہ ہوگیا۔ حافظ ابن کثیر نے عبد اللہ بن عباس کی اس روایۃ کو غریب قرار دیا ہی
کوئی اکیلا مقبول راوی کسی حدیث کی سند مین ہو تو اوس حدیث کو غریب کہتے ہیں اور اگر ایسے اکیلے مقبول راوی کی روایۃ
کسی ثقہ راوی کے مخالف بھی ہو تو اسکو شاذ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی اس حدیث
کے راوی حافظ ابن کثیر کے نزدیک مقبول تو ہین مگر اس روایۃ مین اکیلے ہیں اور انکی روایۃ کسی ثقہ راوی کے مخالف نہین
ہے اس لئے غریب ہی شاذ نہین ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمروؓ بن العاص کی حدیث گذر چکی ہی جس مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مین جو کچھ ہونے والا تھا اللہ تعالی نے وہ سب لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی صحیح
بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم آلہی کے
موافق جو لوگ دنیا مین پیدا ہوتے اور مرنے کے بعد دوزخی ٹھہر سکے ہیں وہ دنیا مین کام بھی ویسے ہی کرتے ہین ان حدیثون
کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ قوم نوح مین سے جس قدر آدمیونکا راہ راست پر آنا لوح محفوظ مین
لکھا گیا تھا جب اون آدمیونکی گنتی پوری ہو گئی تو اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو حکم بھیجدیا کہ اب اس قوم مین سے اور کوئی
نیا شخص راہ راست پر نہ آویگا اور نوح علیہ السلام کو یہ بھی جتلا دیا کہ ان لوگون کے بے ڈھنگے کامون سے کچھ غمگین نہ ہونا چاہیے
یہ لوگ علم آلہی مین دنیا اور عقبی کے عذاب کے قابل ٹھہر چکے ہیں اسلئے مرتے دم تک ایسے بے ڈھنگے کام کرینگے۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۚ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ

اور وہ کشتی بناتا تہا اور جب گزرتے اوسپر سردار اسکی قوم کے ہنسی کرتے اس سے بولا اگر تم ہنستے ہو ہمسے تو ہم ہنستے ہین

مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ؕ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ

تم سے جیسے تم ہنستے ہو اب آگے جان لوگے کہ کسپر آتا ہے عذاب کہ رسوا کرے اسکو اور اترتا ہے اسپر عذاب ہمیشہ کا

جب حضرت نوحؑ کشتی بنا رہے تھے تو لوگ آتے جاتے کشتی بناتے دیکھکر مسخراپن کرتے تھے کبھی کہتے تھے نبی بنکر اب بڑھئی
بنگئے کبھی کہتے تھے کہ کہین پانی کا تو پتہ بھی نہیں ہے یہ خشکی مین کس طرح کشتی چلاؤگے اور اس بات کو بھی ہنسی سمجھتے تھے جو
حضرت نوحؑ اونسے کہتے تھے کہ عنقریب تم لوگ ڈوبنے والے ہو وہ کہتے تھے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی خشکی مین ڈوبیگا
حضرت نوح بھی اونپر ہنستے تھے کہ یہ لوگ مجھپر ہنس رہے ہیں مگر عنقریب ڈوبکر ہلاک ہونے والے ہیں مفسرون نے یہان
یہ بیان کیا ہی کہ وہ کشتی سال کی لکڑی کی تہی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں دو سو برس مین بنی تہی۔ توریت مین

منزل ۳

مذکور ہی کہ صنوبر کی لکڑی کی تھی مگر اس باب مین کوئی صحیح روایۃ نہیں ہی پھر نوح علیہ السلام نے کہا کہ اب قریب مین تم لوگ جان لیوگے کہ کون عذاب آنے سے رسوا ہوتا ہی اور کسپر ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ہوگا مطلب یہ ہی کہ تم لوگ دنیا مین تو ڈوب کر ہلاک ہوگے اور آخرت مین ہمیشہ کیلئے دوزخ کا عذاب بھگتوگے حضرت عائشہ فرماتی ہین نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ہزار برس تک بلکہ اور ساڑھے نو سو برس وہ اپنی قوم کو خدا کی طرف بلاتے رہے اونکے آخر زمانہ مین ایک بہت بڑا درخت ہوا اور ہر طرف اسکی شاخین پھیل گئین تو نوح علیہ السلام نے اسکو کاٹکر کشتی کا سامان شروع کیا اونکی قوم دیکھکر ہنستی تھی کہ خشکی مین کیونکر کشتی چلے گی وہ کہتے تھے اب معلوم ہوجائے گا۔ جب کشتی تیار ہوچکی تو اکبارگی زمین ابل پڑی اور ہر کوچہ و بازار مین پانی ہی پانی نظر آنے لگا سب ڈوبنے لگے تو ایک عورت کو بہت خوف ہوا اوس کا ایک ننھا سا بچہ تھا وہ اوسے بہت چاہتی تھی وہ اوسے لیکر پہاڑ پر چڑھ گئی جب وہان بھی پانی آگیا تو بالکل اوپر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئی جب پانی اوسکے گلے تک پہونچا تو اوسنے اپنے دونون ہاتھون پر بچے کو اوپر اوٹھالیا مگر کچھ بس نہ چل سکا پانی اوسکو بہا کیے گیا اگر اللہ پاک کسی پر رحم کرتا تو اوسوقت اوسی عورت پر رحم کرتا یہ روایۃ مستدرک حاکم وغیرہ مین ہے اور ذہبی نے اسکو ضعیف قرار دیا ہی لیکن یہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم مین بھی ہی اور ابن ابی حاتم نے صحت روایۃ کی پابندی ابن جریر اور حاکم سے زیادہ کی ہی اس لیے اس روایۃ کو بالکل ضعیف نہین کہا جاسکتا صحیح سند سے ترمذی طبرانی اور مستدرک حاکم مین ابی بکرہ رضہ کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا وہ آدمی ہے جس کی عمر بڑی ہوا اور اوس کے عمل نیک ہون اور برا وہ آدمی ہے جس کی عمر بڑی ہو اور اوس کے عمل بد ہون مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جزا و سزا نیک و بد عملون کے موافق ہوگی اسلیے جس نیک عمل والے آدمی نے بڑی عمر پاکر نیک عمل بڑہائے اوسکی جزا بڑھ گئی اور وہ اچھا رہا اور جس بد عمل والے آدمی نے بڑی عمر پاکر بد عمال بڑہائے ویسے اسکی سزا ہوگی اس لئے وہ برا رہا اس حدیث سے آیتونکی یہ تفسیر ٹھہری کہ کشتی کی تیاری کے سبب سے طوفان کے آنے مین جس قدر دیر ہوئی یہ زمانہ بھی قوم نوح کے حق مین ایک عذاب کا زمانہ تھا کیونکہ اس قدر عمر کے حصہ مین اونھون نے اللہ کے نبی نوح علیہ السلام سے مسخرا پن کرکے اپنی بداعمالی اور اوسکی سزا کو اور بڑھا لیا فسوف تعلمون سے آخر آیۃ تک اس مطلب کو بیان فرمایا گیا ہی کہ تم لوگ ہنستے کیا خاک ہو تمہارے رونے کے دن تو آگے آتے ہین ابن ماجہ مستدرک حاکم اور مسند ابی یعلی کے حوالہ سے انس رضہ بن مالک اور عبد اللہ بن قیس کی روایتین گذرچکی ہین کہ دوزخی لوگ دوزخ مین یہان تک روئین گے کہ آنکے آنسوؤن مین کشتی چلائی جاوے تو چل نکلے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہی ان لوگونکے رونیکے دن تھے جو آگے آئے

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ

یہانتک کہ جب پہنچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے کہا ہمنے لادلے اسمین ہر قسم سے جوڑا دوہرا اور اپنے گھر کے لوگ

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

مگر جسپر پہلے پڑچکی بات اور جو ایمان لایا ہو اور ایمان نہیں لائے تھے ساتھ اسکے مگر تھوڑے

منزل ۳

جب نوح علیہ السلام کشتی بنانے سے فارغ ہو گئے اور تنور اوبل پڑا تو اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ جو جو جانور انسان
کی زندگی میں فائدہ دینے والے ہیں یا جنکا باقی رکھنا دنیا میں منظور تھا انکا ایک ایک جوڑا لیلو اور بعضوں نے درختوں کو بھی
لکھا ہی کہ انکے لینے کا بھی حکم ہوا تھا اور بعضوں کا قول ہی کہ جب کشتی میں گدھا چڑھنے لگا تو شیطان نے اسکی دم پکڑ لی
وہ چڑھ نہ سکا کئی دفعہ کوشش کی اوٹھا بیٹھا آخر حضرت نوحؑ نے گدھے سے کہا کہ شیطان کشتی کے اندر آجا اسلئے گدھا
معہ ابلیس کے کشتی میں داخل ہو گیا بعضوں نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ کشتی والوں نے یہ کہا کہ یہاں شیر بھی ہے چار پائے کیونکر
ان سے رہیں گے اسواسطے خدا نے شیر کو بخار میں مبتلا کر دیا اور پہلے دنیا میں تپ اسی سے شروع ہوئی اس سے پہلے بخار
کا نام ونشان بھی نتھا پھر لوگوں نے کہا کہ چوہے کھانے پینے کی چیزونکا نقصان کر دینگے خدا کا حکم ہوا شیر کو چھینک آئی
اور ایک بلی پیدا ہوئی جسکو دیکھکر چوہے دبک گئے تنور کی تفسیر میں بہت اختلاف ہی لیکن حافظ ابو جعفر ابن جریر نے
تنور کے مشہور معنے کو ترجیح دی ہی یہ تنور نوح علیہ السلام کے گھر میں تھا اور اس میں سے پانی کا اوبلنا طوفان کی نشانی ٹھہرا تھا
حاصل یہ ہی کہ زمین و آسمان ہر جگہ سے پانی نکلا امام رازی کہتے ہیں کہ یہ جو روایۃ مشہور ہے کہ ابلیس بھی کشتی میں داخل ہو گیا
تھا کچھ سمجھ میں نہیں آتی اسلئے کہ اسکا جسم ناری یا ہوائی ہے پانی سے اسکو بھاگنے کی ضرورت نہیں ہی اور آیت سے بھی اس کے
بارہ میں کچھ معلوم نہیں ہوتا اور نہ کسی صحیح حدیث میں اس کا ذکر ہے پھر فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں زن و فرزند کو بھی ساتھ لیلو
مگر ان میں سے اپنی بیوی کنعان کی ماں اور کنعان کو اور کنعان کی بیوی کو ساتھ نہ لینا کیونکہ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے
اپنی قوم کے دین پر تھے اسواسطے ان کے حق میں حکم تھا کہ یہ ڈوب جاوینگے پھر فرمایا کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں تمہاری
قوم میں سے اونکو بھی اپنے ساتھ لیلو اور یہ لوگ جو ایمان لائے تھے بہت ہی کم لوگ تھے قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آٹھ آدمی
تھے حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اسی آدمی تھے اور یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ جب یہ لوگ کشتی سے اترے
تھے تو ایک بستی بسائی جسکا نام قریۃ الثمانین رکھا گیا یہ بستی اب تک موصل کے اطراف میں موجود ہی صحیح بخاری و مسلم کے
حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مجھکو امید ہی کہ
اور انبیاء سے میرے پیرو زیادہ ہونگے۔ اس حدیث کو وما امن معہ الا قلیل کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی
کہ تمام امتوں میں سے تھوڑے لوگونکا ایمان لانا کچھ نوح علیہ السلام پر منحصر نہیں ہی بلکہ قیامت کے دن خاتم النبیین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور سب انبیاء کے پیرو تھوڑے ہونگے لیکن امت محمدیہ کو چاہیے کہ وہ ریاکاری اور بدعت
میں گرفتار ہو کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امید میں خلل نہ ڈالیں کیونکہ مسند امام احمد وغیرہ کے حوالہ سے
محمود بن لبید کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے دکھاوے کے عمل کو چھوٹا
شرک فرمایا ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ پورے مشرک لوگ ظاہر میں سوا اللہ کے بتونکی پرستش کرتے ہیں اور ریاکار لوگ
اگرچہ بظاہر اللہ کی عبادت کرتے ہیں لیکن انکی نیت میں دنیا کے دکھاوے کا میل ہوتا ہی اور یہی چھوٹا شرک ہی صحیح

منزل ۳

بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر سند شرعی کے جو عمل دین مین نکالا جاویگا وہ بدعت ہی اور ایسا بدعت کا عمل نامقبول ہی ان حدیثون سے معلوم ہو گیا کہ دین کے جس کام مین دنیا کے دکھاوے یا بدعت کا دخل ہوگا اوس عمل سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین ضرور خلل پڑیگا جس خلل سے اللہ کے رسول کی اوس امید مین بھی ضرور خلل پڑجاویگا جس امید کا ذکر اوپر گذرا۔

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ
اور بولا سوار ہو اسمین اللہ کے نام سے اسکا بہنا اور ٹھہرنا تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان اور وہ لے بہتی ہی انکو

فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ
لہرون مین جیسے پہاڑ اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو اور وہ ہو رہا تھا کنارے اے بیٹے سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ

الْكَافِرِينَ ۝ قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ
منکرون کے کہا مین لگ رہونگا کسی پہاڑ کو کہ بچائے گا مجکو پانی سے بولا کوئی بچانیوالا نہین آجکے دن اللہ

اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ۝
کے حکم سے مگر جسپر وہ مہر کرے اور بیچ آپڑی دونون مین موج پھر ہوگیا ڈوبنے والونمین

پھر نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ بسم اللہ کشتی مین سوار ہو جاؤ خدا کے نام کی برکت سے یہ کشتی پانی پر چلے گی اور اسیکے نام سے ٹھہریگی میرا رب بڑا غفور الرحیم ہے ہمپر رحم کہا کہ بخشش کی اور کافرونکو ہلاک کیا۔ تفسیر ضحاک مین ہی کہ نوح علیہ السلام جب چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو بسم اللہ کہتے تھے کشتی چلنے لگتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ تھم جائے بسم اللہ کہدیتے تھے تھم جاتی تھی اسی واسطے ہر کام کے شروع مین بسم اللہ کا کہنا مستحب ہے ناقابل اعتراض سند سے مسند ابی یعلی اور طبرانی مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت جب کشتی مین سوار ہونے کیوقت بسم اللہ الملک وما قدروا اللہ حق قدرہ اور بسم اللہ مجریہا ومرسہا ان ربی لغفور الرحیم کہین گے تو ڈوبنے سے محفوظ رہین گے اب آگے پانی مین اوس کشتی کے بہنے کی کیفیت بیان فرمائی کہ اس طرح بہتی پھرتی تھی جیسے پہاڑ بلکہ اونچے سے اونچے پہاڑ سے تین چالیس گز بلندی پر تیرتی تھی پھر نوح علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بیٹے یام کو جس کا دوسرا نام کنعان بھی تھا اور وہ کنارے پر کھڑا تھا آواز دی کہ بیٹا تو بھی ایمان لا کر کشتی مین میرے پاس چلا آ اور کافرونکا ساتھ ندے نہین تو بھی ڈوب جائیگا اوسنے نہ مانا اور جواب دیا کہ مین پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤنگا وہان پانی سے پناہ ملجاویگی اور ڈوبنے سے بچ جاؤنگا وہ یہی سمجھہ رہا تھا کہ پانی کیا پہاڑ سے بھی اوپر تک آجاویگا اور بعضون نے کہا ہی اوسنے ایک ناؤ کانچ کی بنا رکھی تھی کہ جب سیلاب آئیگا تو مین اسپر سوار ہونگا مگر یہ روایت درجہ صحت کو نہین پہونچی قرآن مجید مین تو فقط یہی مذکور ہے کہ اوسنے پہاڑ پر پناہ لینے کو کہا پھر نوح علیہ السلام نے اوسکو جواب دیا کہ پہاڑ کی کیا ہستی ہے آج کوئی کسی کو خدا کے عذاب سے پناہ نہین دیسکتا

ہان جسپر خدا رحم کریگا وہ بیشک نہین ڈوبے گا جیسے اس کشتی والے بچ گئے پہر نوح اور اونکے بیٹے کے درمیان مین ایک ایسی موج آئی کہ انکے بیٹے کو بہا کرلے گئی اور وہ ڈوب گیا۔ سورہ زخرف مین اللہ تعالی نے خشکی کی ہر طرحکی سواری اور کشتی کا ذکر فرماکر سواری کیوقت سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون کے پڑہنے کی ہدایت فرمائی ہی معتبر سند سے ترمذی ابوداؤد نسائی مین حضرت علیؓ سے جو روایت ہی اوس مین خشکی کی سواری کیوقت کا یہ ذکر بہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسوقت سورہ زخرف کی یہ آیتہ پڑہا کرتے تھے سورہ زخرف کی اس آیتہ کا حاصل مطلب یہ ہی کہ یہ اللہ ہی کی قدرت ہی کہ اوسنے ان سواریون کو ہمارے قبضہ مین کردیا ورنہ یہ بات ہماری طاقت سے باہر تھی اور جس طرح اب ہم ان سواریونپر چڑہے پہرتے ہیں اسی طرح ایک دن چار آدمیونکے کندہے پر ہمارا جنازہ جاویگا۔ بعضے سلف کا قول ہے کہ خشکی کی سواری اور کشتی کی سواری دونون سواریون کے وقت سورہ زخرف کی یہ آیتہ پڑہنی چاہیے اور سورہ زخرف کی آیتون سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہی کیونکہ اون آیتون مین دونون سواریون کا ذکر ہے فقط اتنی بات ہی کہ دریائی سفر کا موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین زیادہ پیش نہیں آیا اس لئے اسباب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عملی روایتہ نہین ہی بعضے سلف کا یہ قول ہی کہ کشتی کی سواری کیوقت سورہ ہود کی آیتہ اور خشکی کی سواری کیوقت سورہ زخرف کی آیتہ پڑہی جاوے لیکن بہتر یہ ہی کہ کشتی کی سواری کے وقت دونون آیتونکو پڑہا جاوے تاکہ سورہ زخرف کی آیتون اور حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث دونوپر عمل ہوجاوے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذرچکی ہی کہ علم الہی کے موافق جو لوگ دوزخ کے قابل ٹہرچکے ہیں وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ویسے ہی کام کرتے ہیں اور وہی کام انکو اچھے نظر آتے ہیں اس حدیث کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جب طوفان کا پانی کثرت سے پہیل چکا تہا اور موجین آرہی تہین اسی خوف کے وقت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو وہ نیک صلاح دی جنکا ذکر ان آیتونمین ہے لیکن علم الہی کے موافق کنعان کے حق مین جو کچھ ٹہرچکا تہا آخر کنعان کی نظر مین وہی کفر کی حالت کا مرنا اچھا معلوم ہوا اسی طرح کا قصہ ابوطالب کا صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین ہی کہ ابوطالب کے آخری وقت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو اسلام قبول کرلینے کی نیک صلاح دی مگر ابوطالب نے وہ صلاح نہیں مانی

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور سکھا دیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹہری

عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہون قوم بے انصاف کو

حاصل مطلب یہ ہی کہ جب سب کفار ڈوب گئے بلکہ کوئی جاندار سوائے ان کشتی والون کے نہ بچا تو اللہ تعالی نے آسمان کو یہ حکم دیا کہ اب پانی نہ برسا تہم جا اور زمین کو یہ حکم دیا کہ تونے جتنا پانی اگلا ہے نگل جا خدا کا حکم پورا ہوچکا سب کفار

منزل ۳

الربع

ہلاک ہوگئے مینہ تھم گیا اور پانی سوکھ چلا تو کشتی اپنے سواروں کو لئے ہوئے جودی پہاڑ پر آلگی اور فرمایا کہ ساری قوم ظالم لوگوں کی خدا کی رحمت سے دور ہوگئی جس کا مطلب یہ ہے کہ سب کے سب ہلاک ہوگئے طوفان نوحؑ میں کوئی شخص ان کشتی والوں کے سوا زندہ نہ بچا ساری دنیا ہلاک ہوگئی بعض لوگوں کا گمان ہے کہ بعض بعض شہر طوفان سے بچ گئے تھے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کی حدیث جو اوپر گذر چکا ہے کہ اگر اللہ پاک کسی پر رحم کرتا تو اس وقت اپنی بچے کی ماں پر رحم کرتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا ہلاک ہوئی علاوہ اسکے سارے اہل کتاب کیا یہود اور کیا نصاریٰ سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ نوحؑ آدم ثانی ہیں اور طوفان کے بعد جتنے بنی آدم ہیں سب نوحؑ کی اولاد میں ہیں قرآن مجید کا بھی یہی فیصلہ ہے وجعلنا ذریتہ ہم الباقین جس کا مطلب یہ ہے کہ طوفان کے بعد اولاد نوح ہی سے دنیا آباد ہوئی پھر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ طوفان کی آفت سے کچھ لوگ بچ گئے جن میں اولاد نوح کے علاوہ اور لوگ آباد تھے جب نوح علیہ السلام کشتی سے اترے تو تھوڑے دنوں میں اور سب کشتی والوں کا انتقال ہوگیا فقط نوحؑ کے تینوں بیٹے باقی رہے جن سے نوح علیہ السلام کی نسل بڑھی اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی ذریات کو دنیا میں ہمنے باقی رکھا جودی پہاڑ کے متعلق بھی مفسروں کا اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ شہر موصل میں ایک پہاڑ ہے کوئی کہتا ہے ملک شام میں ہے کسی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اسی طور کا نام جودی بھی ہے جس پر حضرت موسیٰ کو نبوت ملی ہے مجاہد کہتے ہیں یہ پہاڑ ایک جزیرہ میں ہے سارے پہاڑ ڈوب گئے تھے مگر جودی بسبب اپنی خاکساری کے ڈوبنے سے محفوظ رہا اس پر کشتی آکر ٹھہری قتادہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک مہینہ تک لوگ اوپر رہے پھر نیچے اتار دی گئی اور بہت دنوں تک بطور نشانی کے وہ کشتی باقی رہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے پہلے لوگوں نے دیکھی ہے تفسیر ضحاک میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے کہ جودی پہاڑ موصل کے پاس ہے سورہ لقمان میں آویگا کہ شرک سے بڑھکر کوئی بے انصافی اور ظلم نہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا اسلئے انسان پر فقط اللہ تعالیٰ کی تعظیم واجب ہے برخلاف اسکے جن لوگوں نے بغیر کسی استحقاق کے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت میں غیروں کو شریک کیا تو ان لوگوں سے بڑھکر کوئی ظالم اور نا انصاف نہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اسی مطلب کے ادا فرمانے کیلئے قرآن شریف میں مشرک لوگوں کو ظالم فرمایا گیا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت مقررہ تک ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے پھر جب ان لوگوں کو پکڑتا ہے تو بالکل انہیں برباد کر دیتا ہے یہ حدیث وقیل بعدا للقوم الظالمین کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وقت مقررہ آنے سے پہلے یہ لوگ عذاب کی جلدی کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل رہی جب وقت مقررہ پر گرفت ہوگئی تو سوا ان لوگوں کے جو شرک کے ظلم سے بچے ہوئے تھے اور ساری قوم غارت ہوگئی بلکہ قوم نوح کے علاوہ قوم عاد سے لیکر فرعون تک جو قومیں طرح طرح کے عذابوں سے غارت ہوئیں ان سب کی حالت کی بھی یہ حدیث گویا تفسیر ہے

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ○

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو بولا اے رب میرا بیٹا ہے میرے گھر والون مین اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے

قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والون مین اسکے کام ہین ناکارے سو مت پوچھ مجھسے جو تجکو معلوم نہین

إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ○ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ

مین نصیحت کرتا ہون تجھکو کہ نہ ہو جاوے نادان مین بولا اے رب مین پناہ لیتا ہون تیری اس سے کہ پوچھون تجھسے جو معلوم نہو مجکو

عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ

اور اگر تو نہ بخشے مجکو اور رحم نکرے تو مین ہون خرابی والون مین

جب نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب یہ کنعان میرا بیٹا ہی میرے اہل مین سے ہے اور تو نے وعدہ کیا تہا اور حکم دیا تہا کہ کشتی مین اپنی اہل کو بھی ساتھ لے لو اور تیرا وعدہ سچا ہوا کرتا ہی پہر یہ کیونکر ڈوب گیا تو تو بڑا انصاف والا ہی حکم ہوا کہ اللہ نے تو اون لوگون کے لئے وعدہ کیا تہا جو ایمان لائین یہ لڑکا تو اون نہین لوگون مین تہا جنکے حق مین کہا گیا تہا کہ یہ ایمان نہین لائین گے اور آخر کو ڈوب جاوینگے تمہین مناسب نہین ہی کہ جس بات کو نہ جانتے ہو اوسکا سوال کرو مطلب یہ ہی کہ اللہ کی مرضی کے خلاف تمہین سوال نہین کرنا چاہیے کیونکہ خلاف مرضی سوال کرنا جاہلونکا کام ہی پہر حضرت نوح نے بہت جلد خدا سے پناہ چاہی کہ مین ایسی بات پوچھون جس کا علم مجھے نہ ہو اگر تو اس قصور کو جو لاعلمی مین مجھسے ہوا ہے نہ بخشے گا تو مین اپنے عمل مین بہت گھاٹے مین رہونگا حضرت عبد اللہ بن عباس رضہ نے انہ عمل غیر صالح کے ایک اور معنے بھی بیان کئے ہین کہ یہ نوح علیہ السلام کی طرف خدا کا اشارہ تہا کہ یہ سوال کرنا تمہارا ایسا عمل ہے جو قبول کرنے کے لائق نہین ہے خدا کے یہان اہل سے مراد قرابت دین ہی قرابت نسب نہین بیٹا تمہارا اگرچہ تمہارا نطفہ ہی مگر جب خدا کے دین پر نہین ہے تو قرابت کا اوس سے کیا لگاؤ باقی رہا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رضہ کی حدیث گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو عذاب الٰہی سے بچنے کی کوشش کرنیکی نصیحت فرمائی ہے اور یہ فرمایا ہی کہ خلاف مرضی الٰہی مین تم لوگونکی قیامت کے دن کچہ مدد نہین کر سکتا مشرک قرابت دارون کے حق مین مغفرت کی دعا کی ممانعت کی روایتین سورہ توبہ مین گذر چکی ہین صحیح بخاری کے حوالہ سے ابو ہریرہ رضہ کی حدیث گذر چکی ہی کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی نجات کی کوشش کرین گے مگر کارگر نہ ہوگی ان روایتونکو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جنکا حاصل یہ ہے کہ مشرک قرابت دارونکی نجات کی کوشش انتظام الٰہی کے برخلاف ہے نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کنعان کے شرک کا تفصیلی حال معلوم نہ تہا کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کے روبرو کچہ منافقون کی سی باتین کرتا تہا اسلئے نوح علیہ السلام نے اسکی نجات کی درخواست اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین کی اور اللہ تعالیٰ نے نصیحت کے طور پر اوس درخواست کا یہ جواب دیا کہ

منزل ۳

نوح تمکو کنعان کے عملون کا حال معلوم نہین ہے وہ در پردہ مشرک تھا اسواسطے نہ اوسکی نجات ممکن ہی نہ تمکو نامعلوم معاملہ مین اللہ تعالیٰ سے درخواست مناسب ہے اسپر نوح علیہ السلام نے اپنی حالت لاعلمی کی خطا کی معافی چاہی اور اللہ تعالیٰ نے اون کی وہ خطا معاف کر دی۔

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

حکم ہوا اے نوح اتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتون کے ساتھ تجھپر اور کتنے فرقون پر تیرے ساتھ والون مین اور کتنے فرقے ہین کہ

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

پھر پہنچے گی انکو ہماری طرف سے دکھہ کی مار

حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ کشتی مین اسّی آدمی تھے چالیس مرد اور چالیس عورتین وہ کشتی مین ایک سو پچاس دن رہی کشتی کا منہ مکہ کی طرف تھا چالیس روز وہ کشتی مکہ کے گرد پھرا کی پھر اوسکا منہ اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف پھیر دیا وہان اکر ٹھیری نوح علیہ السلام نے ایک کوے کو بہیجا کہ خبر لاوے وہ ایک مردے پر اکر بیٹھہ رہا جب دیر ہوئی تو ایک کبوتر کو بہیجا وہ اکر زیتون کا پتا لیگیا اوسکے پنجے کیچڑ مین بہرے ہوے تھے اسلئے حضرت نوحؑ نے جان لیا کہ پانی خشک ہو گیا اور پہاڑ سے نیچے اوترے اور ایک گانون بسایا جسکا نام ثمانین رکھا ایک روز صبح کو جب لوگ سوتے ہوے اوٹھے سبہون کی باتین بدل گئین کوئی کسی کی بات نہین سمجھتا تھا عربی زبان انہین بہت بہلی معلوم ہوتی تھی حضرت نوحؑ ایک کی بات کا ترجمہ کر کے دوسرے کو بتلاتے تھے قتادہ کہتے ہین کہ دسوین تاریخ محرم کو عاشورے کے دن یہ لوگ جودی سے نیچے اوترے تھے اور اوسدن انہون نے روزہ رکھا تھا معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہی کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر یہودیون کی طرف ہوا وہ دن عاشورہ کا تھا وہ سب بہی سے تھے آپنے پوچھا یہ کیسا روزہ ہی اون لوگون نے کہا کہ آج ہی کا دن ہی کہ موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریا سے پار ہوے تھے اور فرعون ڈوبا تھا اور آج ہی کے دن نوح علیہ السلام کشتی سے زمین پر اتری تھی موسیٰؑ اور نوحؑ نے اسکے شکریہ مین روزہ رکھا تھا آپنے فرمایا ہم زیادہ اس روزہ کے حقدار ہین اور آپنے روزہ کی نیت کر لی کیونکہ ابتک کچھ کھایا پیا نہ تھا اور صحابہ سے بھی یہ فرمایا کہ جسنے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ رکھہ لے غرضکہ جب حضرت نوحؑ پہاڑ سے نیچے اوترنے لگے تو یہ گمان کیا کہ ساری دنیا تو غرق ہو گئی کوئی چیز کھانے پینے کی کیونکر ملیگی اوسپر یہ حکم ہوا کہ اے نوح سلامتی اور برکتون کے ساتھ اتر و مطلب یہ ہی کہ جن چیزون پر انسان کی سلامتی موقوف ہی وہ سب تمہارے لئے موجود ہین اور تمہاری نسل مین بھی برکت ہو گی مگر علم الٰہی کے موافق تمہاری اولاد اولاد مین دو فرقے ہون گے ایک تو راہ راست پر آنیوالا فرقہ ہو گا جو دنیا اور عقبیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیگا اور دوسرا نافرمان لوگونکا فرقہ ہو گا جو دنیا کی چند روزہ راحت اوٹھا کر پھر عقبیٰ اور دنیا کے طرح طرح کے عذابون مین پکڑا جاویگا۔ قوم عاد سے لیکر قریش تک نوح علیہ السلام کی اولاد اولاد کی جو حالت دنیا مین پیدا ہونے کے بعد گذری ان قومون کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے موافق مبہم طور پر وہ سب حالت اللہ تعالیٰ نے اس حکم مین نوح علیہ السلام

منزل ۳

کو جھٹلادی سارہی قسم کی آئندہ کی سچی پیشین گوئیوں سے قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برحق رسول ہونا ثابت ہوتا ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مان کے پیٹ مین جب بچہ کا پتلہ تیار ہو جاتا ہی تو اللہ تعالی اپنے علم ازلی کے موافق رحم پر تعینات والے فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ اس بچہ کا رزق اسکی عمر اسکے اعمال اسکی نیکی بدی کا حال لکھ لیا جاوے وہ فرشتہ ایک کاغذ پر یہ سب باتین لکھ لیتا ہی پھر اوس پتلے مین روح پھونکی جاتی ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ جودی پہاڑ سے اوترتے وقت نوح علیہ السلام کے دل مین یہ خیال جو گذرا تھا کہ ساری دنیا کی چیزین تو غرق ہو گئین اب پہاڑ سے اترنے کے بعد کھانے پینے کی چیزین ان باقی کے لوگون کو کیونکر ملین گین نوح علیہ السلام کے اس خیال کا جو جواب اللہ تعالی نے دیا ہے آیۃ اور حدیث کو ملا کر اوسکا حاصل یہ ہی کہ انسان کے جسم مین روح کے پھونکے جانے سے پہلے جن باتون کا انتظام علم الٰہی کے موافق لکھا جا چکا ہی انسان کا رزق بھی اون مین داخل ہی اس کا کچھ اندیشہ نکرنا چاہئے رزق کے ساتھ انتظام الٰہی مین اور باتین جو لکھی گئی تھین جواب کے پورے ہو جانے کے لئے اونکا تذکرہ بھی جواب مین اللہ تعالی نے کر دیا تھا اس لئے اوس پورے جواب کو اس آیۃ مین دوہرایا ✦

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا

یہ بعضی خبرین ہین غیب کی کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف نہ انکو جانتا تھا تو اور نہ تیری قوم اس سے پہلے سو تو

فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ○

ٹھیرا رہ البتہ آخر بھلا ہے ڈر والون کا

منزل ۳

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا قصہ اللہ تعالی نے اوپر تفصیل سے ذکر فرما کر اس آیۃ مین مشرکین مکہ اور اوس زمانہ کے ہند اور چین اور فارس اور مصر کے مشرکون کے قائل کرنے کو یہ فرمایا ہے کہ یہ قصہ اور اس طرح کے زمانہ گذشتہ کے اور قصے غیب کی خبرین ہین جنکو اللہ تعالی وحی کے ذریعہ سے جتلایا ہی جسکو اللہ تعالی جتلاتا ہے اوسی کو صحیح طور پر یہ قصے معلوم ہوتے ہیں دوسرے کو ان قصون کا حال کیا معلوم ہو سکتا ہے مشرکین مکہ تو ان پڑھ لوگ ہین اس طرح کی غیب کی خبرون کا ان لوگونکا انکار کرنا تو محض سرکشی کے سبب سے ہے کچھ دنون انکی سرکشی پر اے اللہ کے رسول تمکو صبر کرنا چاہئے انجام کار یہی ہوگا کہ اللہ کے رسول تمکو اور تمہارے ساتھ جو اللہ سے ڈرنے والے پرہیز گار لوگ ہیں انکو غلبہ ہوگا اور اللہ کی وحی اور غیب کی خبرون کے جھٹلانے والے یہ سرکش لوگ اخیر کو ذلیل ہونگے رہے ہند اور فارس اور چین اور مصر کے اوس زمانہ کے وہ مشرک لوگ جنھون نے یا تو اپنی کتابون مین طوفان نوح کا انکار لکھا ہے یا یہ لکھا ہے کہ شہر بابل اور اسکے اطراف مین یہ طوفان آیا تھا تمام دنیا مین نہین آیا یہ لوگ بھی عرب کے اوس زمانہ کے ان پڑھ لوگونکی طرح اس قصہ کے حال سے بیخبر اور جاہل ہین کیونکہ نہ اونکی اتنی عمر ہے کہ انھون نے اس قصہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہو نہ انکے پاس اوس زمانہ کی کوئی

تاریخ کی صحیح کتاب ہے یہان لوگون نے اپنی اٹکل کو ایک غیب کی بات مین جو لگایا ہے اسکا کیا اعتبار ہے جس غیب دان کے حکم سے وہ طوفان دنیا مین آیا تھا صحیح قصہ اس طوفان کا وہی ہے جو اس غیب دان نے وحی کے ذریعہ سے اپنے رسول کو بتلایا ہے۔ سورہ انعام مین گذر چکا ہے کہ ہجرت سے پہلے مسلمانون مین سے اگر کوئی شخص مشرکین مکہ کی بتون کی کچھ مذمت کرتا تھا تو یہ مشرک لوگ اپنے بتون کی حمایت مین اللہ تعالیٰ کی مذمت کرنیکو مستعد ہو جاتے تھے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اسلام کا غلبہ اور بت پرستون کی ذلت جتانے کیلئے فتح مکہ کے وقت انہی بتون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی لکڑی مار مار کر گرا دیا اور کوئی مشرک ان بتون کی کچھ حمایت نکر سکا سورہ انعام کی آیۃ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے جس سے مشرکون کی حد سے زیادہ سرکشی پر صبر کا حکم اور اس صبر کے اجر مین آخر اسلام کا جو کچھ غلبہ ہوا وہ حالت دونون باتین اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہین اور اس طرح کی سچی پیشین گوئی سے قرآن کا کلام الٰہی ہونا اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا رسول ہونا اچھی طرح آدمی کے ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝

اور عاد کی طرف بھیجا انکا بھائی ہود بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی تمہارا حاکم نہین سوائے اسکے تم سب جھوٹ کہتے ہو

یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا

اے قوم مین تم سے نہیں مانگتا اسپر مزدوری میری مزدوری اسی پر جسنے مجکو پیدا کیا پھر کیا تم نہین بوجھتے اور اے قوم گناہ بخشواؤ

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ۝

اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اسکی طرف چھوڑے تم پر آسمان کی دھارین اور زیادہ دے تمکو زور پر زور اور نہ پھرے جاؤ گنہگار ہو کر

منزل ۳

ان آیتون مین اللہ پاک نے حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا حضرت ہود کو قوم عاد کا بھائی فرمایا صرف بسبب قومیت اور قرابت کے عاد دو ہوئے ہین ایک حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کی اولاد مین جنکی طرف یہی حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے دوسرے عاد شداد اور لقمان اور انکی قوم جنکا ذکر ارم ذات العماد مین ہے عاد ایک شخص کا نام تھا اوسی کے نام پر ایک قبیلہ مشہور ہو گیا حضرت ہود علیہ السلام نوح علیہ السلام سے آٹھ سو برس کے بعد دنیا مین آئے انکی عمر چار سو چونسٹھ برس کی ہوئی قوم عاد ملک شام اور ملک یمن کے بیچ مین ایک ریگستان مین رہتی تھی اور بتون کی پرستش کرتی تھی اس قوم کی سرکشی کے سبب سے تین برس تک مینہ نہین برستا تھا جسکے سبب سے انکی کھیتیون کو سخت نقصان پہونچا اور کال پڑ گیا اور تیس برس تک انکی عورتین بانجھ رہین کسی کے یہان بچہ نہ ہوا حضرت ہودؑ نے انکو خدا کی طرف بلایا کہ اے قوم میری تم اوس خدا کی عبادت کرو جسکا کوئی شریک نہین ہے تم جن بتونکو پوجتے ہو اور انکو اپنا شفیع سمجھتے ہو تو تم اس خیال مین جھوٹے ہو کوئی سند تمہارے پاس اسکی نہین ہے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی معبود ہے یا کسی اور کے

اختیار مین تمہارا نفع نقصان ہی کیا تمہین اتنی سمجھ نہیں کہ یہ بت نہ تمہارا قحط دفع کر سکتے ہیں نہ تمہاری عورتون کو اچھا کر سکتے ہین مین جو نصیحت کرتا ہون اور حق کی طرف بلاتا ہون اسکا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا ہون یہ محض اللہ کے لئے ہے وہی اجر دیگا جسنے مجھے پیدا کیا ہے تمہین غور کرنا چاہئیے کہ ایک شخص بلا اجرت اور مفت مین تمہاری دنیا اور آخرت کو درست کرتا ہے اور تم اوسکا کہنا نہیں مانتے اپنے سرکش سردارونکے کہنے پر چلتے ہو ای قوم تمکو یہی ضروری ہے کہ جو کچھ تم سے گناہ ہو چکے ہین اسکے لئے خدا سے استغفار کرو اور آیندہ کے لئے توبہ کرلو کہ اب گناہ کے پاس بھی نجائینگے اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالی آسمان سے موسلا دھار مینہہ برسائیگا تمہاری ساری کھیتیان ہری بھری ہو جائینگی تمہارے رزق مین ترقی ہو جائے گی اور تمہاری قوتین بھی بڑہ جائینگین اور نسل بھی بڑہے گی اور اگر میری نصیحت سے منہہ موڑوگے تو مجرم ٹھہروگے ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ بیہقی اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمیشہ استغفار کیا کرتا ہے ہر ایک غم سے آزاد ہو جاتا ہے اور ہر سختی سے اوسکو نجات ملتی ہے اور جہان سے گمان بھی نہیں ہوتا وہان سے اوسکو روزی ملتی ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہ لوگ بت پرست تھے اسلئے یہان استغفار سے مقصود شرک سے باز آنا ہے

قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝

بولے اسے ہود تو ہم پاس کچھہ سند سے نہیں آیا اور ہم نہین چھوڑنے والے اپنے ٹھاکرونکو تیرے کہنے سے اور ہم نہین تجکو ماننے والے

یہ ہود علیہ السلام کی قوم عاد کا جواب ہے جب ہود نے اونکو نصیحت کی کہ تم بتونکا پوجنا چھوڑدو اور خدا سے استغفار کرو اور آیندہ کیواسطے توبہ کرلو خدا تمہارے رزق مین اور اولاد مین ترقی کریگا تو اون لوگون نے یہ جواب دیا کہ تم کوئی سند لیکر خدا کی طرف سے نہین آئے ہو جو خواہ مخواہ ہم تمپر ایمان لے آئیں اور صرف تمہارے کہنے سے اپنے ان معبودون کو چھوڑدین اور صاف انکار کردیا کہ ہم تمپر ایمان نہیں لائینگے ہود علیہ السلام کو بھی خدا کی طرف سے عجیب وغریب معجزے ملے تھے قوم عاد نے یہان پر فقط مخالفت کی راہ سے یہ بات کہی تھی کہ تم کوئی سند لیکر نہیں آئے ہو صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہے کہ علم الہی میں جو شخص دوزخی ٹھہر چکا ہے وہ دنیا مین آکر ویسے ہی کام کرتا ہے قوم ہود کے اس سرکشی کے جواب کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ علم الہی مین دوزخی ٹھہر چکے تھے اسلئے اونکو یہ سرکشی کا جواب اچھا معلوم ہوا۔

منزل ۳

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ

ہم تو یہی کہتے ہین کہ تجکو جھپٹ لیا ہے کسی ہمارے ٹھاکر نے بری طرح بولا مین گواہ کرتا ہون اللہ کو اور تم گواہ رہو کہ مین بیزار ہون

مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ

ان سے جنکو تم شریک کرتے ہو اسکے سوائے سو بدی کرو میرے حق مین سب ملکر پھر مجکو فرصت ندو مینے بھروسا کیا اللہ پر جو رب ہے میرا اور تمہارا

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ

کوئی نہیں پاؤں دھرنے والا مگر اسکے ہاتھ میں ہے چوٹی اسکی بیشک میرا رب ہے سیدھی راہ پر پھر اگر تم پھر جاؤگے تو مین

اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا ۭ اِنَّ

پہنچا چکا جو میرے ہاتھ بھیجا تھا تمکو اور قائم مقام تمہارے کریگا میرا رب کوئی اور لوگ اور نہ بگاڑ سکوگے اسکا کچھ تحقیق

رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِيْظٌ ○ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان اور جب پہنچا ہمارا حکم بچادیا ہمنے ہود کو اور جو یقین لائے تھے اسکے ساتھ اپنی مہر

مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○ وَتِلْكَ عَادٌ ڐ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا

سے اور بچادیا ہمنے انکو ایک گاڑھی مار سے اور یہ تھے عاد منکر ہوئے اپنے رب کی باتون سے اور نہ مانا اوسکے

رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ○ وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ

رسولونکو اور مانا حکم اونکا جو سرکش تھے مخالف اور پیچھے پائی اس دنیا مین پھٹکار اور قیامت

الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ○

کے دن سن لو عاد منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے عاد کو جو قوم تھی ہود کی

ع ٥ منزل ٣

حضرت ہود کی بد دعا سے قوم عاد مین تین برس متواتر قحط رہا جب قحط سے قوم عاد کے لوگ بہت بری حالت مین ہوگئے تو حضرت ہود کو اونپر ترس آیا اس لئے حضرت ہود نے اونکو وہ نصیحت کی جس کا اس رکوع کے شروع مین ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ اے قوم عاد اللہ سے اپنے شرک اور بت پرستی کی توبہ استغفار کرو تاکہ اللہ تمپر رحم کرے اور مینہہ برسا دے اور تمہاری یہ قحط کی حالت رفع ہو مگر شیطان کسی کے دلپر قابو پالیتا ہی تو وہ حق بات کے ماننے کی جگہ حق بات کا اولٹا جواب دیتا ہی اسلئے انہون نے یہ الٹا جواب دیا کہ اے ہود تمہارے کہنے سے ہم اپنے معبودونکو ہرگز نہین چھوڑینگے اور تم جو ایسی باتین کرتے ہو اسکا سبب یہ ہی کہ تم اکثر ہمارے معبودونکو برا کہتے رہتے ہو اوسکے برے اثر سے تم مجنون اور دیوانے ہوگئے ہو آخر لاچار ہوکر حضرت ہود نے یہ جواب دیا کہ مین تو تمکو جو نصیحت کرنی تھی وہ کرچکا تم نہین مانتے تو اللہ تعالی تمکو ہلاک کرکے تمہاری جگہ دوسری قوم زمین پر آباد کریگا آخر وہی ہوا کہ سخت آندھی سے یہ لوگ غارت ہوگئے اور قوم ثمود اونکی جگہ آباد ہوئی دوسرا جواب ہود علیہ السلام نے قوم کے لوگونکو یہ دیا کہ اے قوم مین اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہون اور تم لوگ بھی اسکے گواہ رہو کہ مین تمہاری ان شرک کی باتونسے بیزار ہون کہ تمہارے بتونکو یہ قدرت ہی جو انہون نے مجکو دیوانہ بنا دیا تمہارے بتونکو کچھ اختیار ہوتا تو وہ تمہارا قحط دفع کردیتے یا تمہاری عورتونکو اچھا کرتے اگر تمہارا یہی غلط خیال ہے کہ ان بتونکو کچھ اختیار ہے تو تم اور تمہارے بت ملکر جھٹ پٹ مجھکو کچھ صدمہ پہونچا دو میرا بھروسہ تو اوس ذات پاک پر ہے جسکا اختیار ہر ایک پر چلتا ہی اور مین یہ خوب جانتا ہون کہ مین سیدھے راستہ پر ہون اور

اللہ تعالی کا انتظام بھی سید ہا ہے وہ کسی بے گناہ کو کسی آفت مین نہین پہنسنے دیتا اور مجھے جو نصیحت کرنی تہی وہ مین تمہین کر چکا تم نہیں ملنتے تو اللہ تعالی تمہین غارت کر کے تمہاری جگہ دوسری قوم زمین پر آباد کریگا اور جب اللہ تم کو ہلاک کرنا چاہے گا تو تم اوسکا کچھ بگاڑ نہ سکوگے اور اللہ ایسا صاحب قدرت ہی کہ سب چیزین اوسکی نگہبانی مین ہین تم مجھکو کچھ نقصان پہونچانا چاہوگے تو مجھکو اللہ کی نگہبانی کافی ہی نبی کی بددعا سے قوم عاد پر جو دنیا مین سخت آندہی کا عذاب آیا اور عقبی مین وہ لوگ سخت عذاب مین گرفتار ہوئے اب آگے اللہ تعالی نے اوس کا ذکر فرمایا کہ اوس عذاب سے ہود اور انکے ساتھ کے ایماندار لوگ تو بچ گئے اور ساری قوم ہلاک ہوگئی عاد کی ہلاکت کے قصہ کا حاصل یہی ہی کہ سات رات اور آٹھ دن سخت آندہی ان لوگو نپر مسلط رہی پہلے پہل آندہی کو دیکھکر یہ لوگ اپنے گھرون مین گھس گئے اور گھرون کے دروازے بند کرلیے آندہی نے اونکے گھرون کے دروازے توڑ ڈالے اور اون لوگو نکو پٹخ پٹخ کر ہلاک کردیا یہ تو دنیا کے عذاب کا حال ہوا عقبی کا ان لوگو نکی یہ حال فرمایا کہ اللہ کی رحمت سے دور رہین گے جس کا مطلب یہ ہی کہ ہمیشہ عذاب مین گرفتار رہین گے۔ اب آگے مشرکین مکہ کو تنبیہ فرمائی کہ ملک شام کے سفر مین قوم ہود کی اوجڑی ہوئی بستی دیکھکر عبرت پکڑو اور سمجھو کہ قوم کے سرکش سردارون کا کہنا مانکر اللہ کے احکام اور اللہ کے رسولون کو جھٹلانے والو نکا یہ انجام ہوتا ہی کہ دنیا اور عقبی مین ایسے لوگ اللہ کی رحمت سے دور جا پڑتے ہیں۔ اخذ بناصیتہا عرب کا ایک محاورہ ہی جو فرمانبرداری کے معنے مین بولا جاتا ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے کہ اللہ تعالی قوم ہود جیسے ظالم بے انصاف لوگو نکو جب تک چاہتا ہے مہلت دیتا ہے اور پھر پکڑتا ہے تو بالکل ہلاک کردیتا ہے یہ حدیث قوم ہود کی مہلت اور ہلاکت کی گویا تفسیر ہے۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُم

اور ثمود کی طرف بہیجا انکا بہائی صالح بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی حاکم نہین تمہارا اسکے سوا اوسی نے بنایا تمکو

مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ○

زمین سے اور بسایا تمکو اس مین سو گناہ بخشواؤ اس سے اور اوسکی طرف آؤ تحقیق میرا رب نزدیک ہی قبول کرنیوالا

ملک شام اور مدینہ کے مابین میں حجر نام کا جو ایک شہر ہے وہان قوم صالح کے یہ لوگ رہتے تھے حضرت ہود کے اور حضرت صالح کے درمیان مین سو برس کا فاصلہ ہے حضرت صالح کی عمر دو سو اسی برس کی ہوئی ہی حضرت ہود کی امت کو عاد اولی اور حضرت صالح کی امت کو عاد ثانی کہتے ہیں تین سو سے ہزار برس تک کی عمر کے لوگ اس قوم مین گذرے ہین سورہ اعراف مین انکی قوم کا قصہ گذر چکا ہی صحیح بخاری مسند امام احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ کی روایتین اوپر گذر چکی ہین کہ تبوک کے جاتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا گذر جب ان ثمود کی اجڑی ہوئی بستی پر سے ہوا تو آپ نے صحابہ کو حضرت صالح کے معجزے کی اونٹنی کی پیدائش اور پھرنے چلنے کی جگہ تبلائی اور فرمایا انبیا سے معجزہ کا چاہنا اچھا نہین

منزل ۳

نصف

قوم صالح نے حضرت صالح سے معجزہ چاہا اور پھر اوس معجزہ کی اونٹنی کی قدر نکی آخر ساری قوم ہلاک ہو گئی اور جس کنوین سے وہ اونٹنی پانی پیا کرتی تھی اوس کنوین کے سوا اور کنوین کے پانی کے استعمال کو آپ نے منع کیا اور فرمایا کہ جب تک اس بستی سے گذر نہ ہو جاوے خدا سے ڈرنا اور رونا چاہیے خدا کا عذاب آتے ہوئے کچھ دیر نہین لگتی اونٹنی کے کنوین کے سوا اور کنوین کے پانی سے جس قدر صحابہ نے آٹا گوندہ لیا تھا وہ گوندھا ہوا آٹا آپنے پھکوا دیا ابن ابی عاصم ایک صحابی نے پوچھا کہ حضرت مین اپنا یہ گوندھا ہوا آٹا اپنے اونٹ کو کھلا دون تو آپنے اجازت دی مگر کسی آدمی کو وہ آٹا استعمال نہین کرنے دیا تاکہ ایسے اللہ کے غصہ کی جگہ صحابہ کا ٹھہرنا اللہ تعالی کو ناپسند نہ معلوم ہو ھوانشاکم من الارض اس کا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا اون ہی آدم کی اولاد مین تم ہو حضرت صالح نے اپنی قوم کو یہ اللہ تعالی کی ایک قدرت جتلائی کہ اللہ تعالی نے ایک مٹی کے پتلے مین وہ تاثیر رکھی ہی کہ اوس سے سلسلہ بہ سلسلہ سب بنی آدم پیدا ہوتے ہیں پھر ایسے صاحب قدرت کی تعظیم کو چھوڑ کر تم پتھر کی مورتوں کو کیوں پوجتے ہو جن مین کسی طرح کی کوئی قدرت نہیں و استعمرکم فیہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس زمین سے سلسلہ بہ سلسلہ اللہ تعالی نے تمکو پیدا کیا اوسی زمین مین پھر تمکو آباد کیا کہ اوس مین مکان بناتے ہو باغ لگاتے ہو کھیتی کرتے ہو غرض یہ سب انتظام اسی لیے ہے کہ تم بت پرستی چھوڑ کر خالص اوسی اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت اور پچھلے شرک سے توبہ استغفار کرو اور یہ جانو کہ اللہ تعالے شرک سے بچنے والے بندونکی ہر طرح کی خبر گیری سے کچھ دور نہین ہی بلکہ اونکی ہر طرح کی التجا قبول کرنے کو موجود ہے سورہ بقر کی آیۃ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب کو اور استغفار کے باب مین حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث جو اوپر گذری کہ استغفار سے رزق بڑہ جاتا ہی اور ہر طرح کی سختی آسان ہو جاتی ہی اس حدیث کو اس آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جو کوئی اللہ تعالی کی خالص ویسے عبادت کریگا اللہ اوس سے قریب ہے اور اوس کی ہر طرح کی خواہش کا جواب بہی اور اوسکی توبہ استغفار کے سبب سے اوسکے رنج و غم اور تنگدستی کے رفع کرنے کو موجود ہے۔

منزل ۳

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ

بولے اے صالح تجھپر ہمکو امید تھی اس سے پہلے کیا تو ہمکو منع کرتا ہے کہ پوجین جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے اور ہمکو

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ

شبہ ہے اس مین جس طرف کہ تو بلاتا ہے ایسا کہ دل نہیں ٹہیرتا بولا اے قوم بھلا دیکھو تو اگر مجھکو سوجھ ملگئی اپنے رب سے اور

اٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ۝

اوسنے مجکو دی اپنی طرف سے مہر پھر کون میری مدد کرے اللہ کے سامنے اگر اوسکی بیحکمی کرون سو تم کچھ نہیں بڑھاتے میرا سوا نقصان کے

یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا جواب ہی جب حضرت صالح نے اونکو خدا کا پیغام پہونچایا کہ تم خالص خدا ہی کی عبادت کرو اور بتونکی پوجا سے باز آؤ تو یہ جواب اون لوگون نے دیا کہ ہم لوگ تجھسے بڑی بڑی امیدین رکھتے تھے

تو بڑا ہونہار لڑکا ہی باپ دادا کے دین کو ترقی دیگا اور تجسے ہر ایک بات میں ہمکو مدد ملیگی افسوس ہماری ساری امیدین خاک مین ملگئین تو ہمکو لوگونکو باپ دادا کے قدیم راہ ورسم سے روکنے لگا ہمارے باپ دادا جن معبودونکی عبادت کرتے تھے اونکو کیونکر ہم چھوڑ سکتے ہین ہمین تو تیری طرف سے شبہ سا ہوگیا ہی اور جس بات کی تو ہمین نصیحت کرتا ہی اور جسکی طرف تو بلاتا ہی او سپر ہم لوگونکا اطمینان نہین ہی پھر صالح علیہ السلام نے انکو جواب دیا کہ اچھا تم بتلاؤ کہ خدا نے تو مجھے طرح طرح کے معجزے اور نشانیان دیکر اور رسول بناکر تمہارے پاس بھیجا اگر مین تم لوگونکا لحاظ اور پاس کر کے خدا کا پیغام پہونچانے سے کسی طرح دریغ کرون اور تمہین اوسکی طرف بلانے مین سستی کرون تو پھر کون میری مدد کریگا اور کون خدا کے قہار کے عذاب سے نجات دیگا اسلئے مین تمہارا ساتھ نہین دیسکتا کیونکہ تم سے گھاٹے اور نقصان کے سوا اور کچھ بھی نہین حاصل ہوگا قوم ہود کے جواب کی تفسیر مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث جو گذری وہی حدیث اس جواب کی بھی گویا تفسیر ہے۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ

اور اے قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمکو نشانی سو چھوڑ دو اسکو کہاتی پھرے اللہ کی زمین مین اور نہ چھیڑو اسکو بری طرح تو پکڑیگا تمکو

عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝

عذاب قریب کا پھر اوسکے پاؤن کاٹے تب کہا برت لو اپنے گھرون مین تین دن یہ وعدہ ہی جھوٹا نہ ہوگا

فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ

پھر جب پہنچا حکم ہمارا بچا دیا ہمنے صالح کو اور جو یقین لائے اسکے ساتھ اپنی مہر کر کر اور اس دن کی رسوائی سے تحقیق

رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ

تیرا رب وہی ہے زور آور زبردست اور پکڑا ان ظالمون کو چنگھاڑ نے پھر صبحکو اپنے گھرون مین اوندہے پڑے ہے جیسے

لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝

کبھی رہی تھے اسمین سن لو ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہی ثمود کو

قوم ثمود نے حضرت صالحؑ سے معجزہ طلب کیا حضرت صالحؑ نے خدا سے دعا کی اللہ نے قبول کی اور پتھر کے اندر سے ایک اونٹنی پیدا کردی اونٹنی نے اوسی وقت ایک بچہ دیا وہ بچہ بھی اوسی وقت مان کے برابر ہوگیا صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ یہ خدا کی اونٹنی ہی اسے آزاد چھوڑ دو جہان اسکاجی چاہیگا چرے گی تم اسے نہ ستانا اور نہ بری طرح چھیڑنا اگر ستاؤگے تو یاد رکھو بہت جلد عذاب مین گرفتار ہوجاؤگے مگر یہ قوم کب ماننے والی تھی ایک شخص قدار نامی نے اوسکی کونچین کاٹ ڈالین صالح علیہ السلام نے انسے کہا کہ تم نے میری بات نمانی آخر اونٹنی کو ستایا اب تم لوگ دنیا مین اور تین روز کھا پی لو اور اپنے اپنے گھرون مین عیش و آرام کر لو آج کے چوتھے دن تمپر عذاب آئیگا اور اسکو ذرا بھی جھوٹ نہ سمجھو خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوا کرتا جس روز ان لوگون نے اونٹنی کی کونچین کاٹین وہ بدھ کا دن تھا اتوار کی رات کو وہ سب سوتے تھے کہ یکبیک آسمان سے اس زور کی آواز آئی کہ ان بدبختون کے کلیجے پارہ پارہ ہوگئے اور جس طرح پڑے سوتے تھے ویسے کے ویسے مرکر رہگئے اور بالکل پیوند زمین ہوگئے گویا یہ شہر انسے بسا ہی نتھا اللہ پاک نے صالح علیہ السلام اور

منزل ۳

ع ۶

مومنین کو اپنی رحمت سے اس عذاب سے بچا لیا اور ان لوگوں کی طرح رسوائی سے انکسار کہا پھر خدا نے فرمایا کہ دیکھو قوم ثمود نے توحید کا انکار کیا اور کافر کے کافر ہی رہے اسی واسطے خدا کی رحمت سے دور پڑ گئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسےٰ اشعری رضؓ کی حدیث جو گذر چکی ہے کہ ایسے نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے مہلت دیتا ہے اور پھر جب پکڑ لیتا ہے تو بالکل ہلاک کر دیتا ہے ثمود کی مہلت اور ہلاکت کی بھی یہ حدیث گویا تفسیر ہے ✦

وَلَقَدْ جَاۤءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاۤءَ بِعِجْلٍ

اور آچکے ہیں ہمارے بھیجے ابراہیم پاس خوشخبری لیکر بولے سلام وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا

حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ

تلا ہوا پھر جب دیکھا انکے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر اوپری سمجھا اور دل میں انسے ڈرا وہ بولے مت ڈر ہم

اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَاۗىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ

بھیجے آئے ہیں طرف قوم لوط کے اور اوسکی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہمنے خوشخبری دی اسکو اسحق کے پیچھے

يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ ھٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝

یعقوب کی بولی اے خرابی کیا میں جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا یہ تو ایک عجیب چیز ہے

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

منزل ٣

وہ بولے کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی مہر ہے اور برکتیں تمپر اے گھر والو یہ وہ ہے سراہا بڑائیوں والا

یہ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ تمہید کے طور پر لوط علیہ السلام کے قصے سے پہلے ذکر کیا گیا ہے ابراہیم علیہ السلام کے ایک بھائی تھے جنکا نام ہاران تھا ونہیں کے بیٹے حضرت لوط علیہ السلام تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہی سب سے پہلے ایمان لائے تھے نوح علیہ السلام سے دو ہزار چھ سو بیالیس برس کے بعد یہ بھیجے گئے تھے انکی عمر ایک سو پچھتر برس کی ہوئی ہے ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسحٰق علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی برس کی ہوئی اور ابراہیم کے پوتے یعقوب بن اسحٰقؑ کی عمر ایک سو پینتالیس سال کی ہوئی ابراہیم علیہ السلام فلسطین ایک ملک ہے وہاں رہتے تھے اور لوط علیہ السلام ملک شام کے ایک گاؤں میں رہتے تھے فرشتوں کو خدا نے حکم دیا کہ لوط کی قوم پر عذاب لیکر جاؤ صحیح قول کے مطابق تین فرشتے تھے جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ یہ تینوں خوبصورت خوبصورت لڑکوں کی صورت بنکر پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشی سنانے کو آئے اور آتے ہی سلام کیا ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کا جواب دیا مگر ابراہیم علیہ السلامؑ نے انکو پہچانا نہیں مہمان سمجھا اور اپنی عادت کے موافق کہ جب کوئی مہمان آجاتا تو خاطر تواضع کرتے تھے انکے کھانے پینے کا بھی انتظام کرنے لگے اور ایک جوان گائے ذبح کرکے اوسکے کباب لگائے حنیذ کے معنے مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ گرم پتھر پر گوشت کے کباب لگانا جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کے آگے کھانا رکھا تو اونکے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھے کیونکہ فرشتوں کی غذا خدا کی تسبیح ہی دنیا کی

کہانے پینے سے اونکو کچہہ رغبت نہیں اور نہ دنیا کا کہانا پینا آنکے لیئے مقرر کیا گیا ہے جب اون مہمانون کے ہاتہہ کہانیکی طرف نہین بڑہے تو ابراہیم علیہ السلام دلمین بہت ڈرے کہ یہ کیسے مہمان ہین جو کہانا نہیں کہاتے اور اونکی قوم مین یہ دستور بہی تہا کہ جب کوئی مہمان آئے اور کہانا نہ کہائے تو ڈرتے تہے کہ خدا خیر کرے یہ کسی برے ارادے سے آیا ہی کیونکہ اوس زمانہ کے لوگ جس کا نمک کہا لیتے تہے اوسکے ساتہ پہر کچہہ دغا نہیں کرتے تہے اور جسکے ساتہ دغا کا ارادہ ہوتا تہا اسکا نمک نہیں کہاتے تہے اسلیئے اوس کے گہر کے کہانے سے بچتے تہے غرض جب ابراہیم علیہ السلام کے دلمین خوف ہوا تو قیاس سے یا خدا کے حکم سے اون فرشتون نے سمجہہ لیا اور کہا کہ ای ابراہیم تم ڈرو نہین ہم خدا کے بہیجے ہوئے ہین لوطکی قوم پر عذاب لیکر بہیجے گئے ہین ابراہیم علیہ السلام کی ایک کنیز تہین ہاجرہ نام جنسے اسمعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تہے اور انکی بیوی جنکا نام سارہ تہا جو حضرت ابراہیم کے چچا ہارون کی بیٹی تہین انکے کوئی اولاد نہین ہوئی تہی یہ پردے کی آڑ مین کہڑی تہین کہ مہمانونکی تواضع جو مجہسے متعلق ہوگی وہ مین بہی کرونگی جب اونہون نے یہ سنا کہ یہ فرشتے ہین اور لوط کی قوم پر عذاب لیکر چلے ہین تو ہنسین اب مفسرین نے کئی سبب انکی ہنسی کے بیان کئے ہین قتادہ کہتے ہین کہ یہ اس بات پر ہنسی تہین کہ جس قوم پر یہ عذاب لیکر جارہے ہین اونہیں انکا اسکی خبر ہی نہیں ہے کسی نے کہا ہی کہ انکے اور ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو پر ہنس پڑین کسی نے کہا ہے کہ اپنے شوہر کے خوف پر ہنسی تہین کہ یہ مہمان تو صرف تین ہی شخص ہین ابراہیم علیہ السلام کے ساتہ تو بہت سے آدمی ہین کوئی کہتا ہے کہ ٹہرا ہے ہین اولاد کی بشارت سنکر تعجب سے ہنس دین غرضکہ انکو بشارت دی گئی کہ تمہارے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہونگے اور آنکے بعد یعقوب علیہ السلام تمہارے پوتے پیدا ہونگے یہ سنکر انکو بہت تعجب ہوا اور کہا یہ تو بڑی خرابی کی بات ہی مین بوڑہی ہو گئی میری عمر قریب ننانوے برس کی ہو گئی اور میرے شوہر بالکل بوڑہے سو برس کی عمر کے ہین اس عمر مین لڑکا ہونا بہت ہی اچنبے کی بات ہی اون فرشتون نے جواب دیا کیا تم خدا کی باتون سے تعجب کرتی ہو خدا کے کارخانہ مین سب کچہہ ہی اسکی قدرت تو اس سے بہی زیادہ ہی یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ای گہر والو خدا کی رحمت تمپر ہے اور برکت بہی ہی کہ اسحٰق کے بعد تم اپنے پوتے اسحٰق کے بیٹے کو بہی دیکہو گی وہ خدا بڑا تعریف اور بزرگی کے قابل ہی تفسیر ابن منذر وغیرہ مین عمرو بن دینار رض اور عبد اللہ رض بن مسعود سے روایت ہے کہ جب فرشتون نے کہانے کی طرف ہاتہہ نہین بڑہایا تو ابراہیم نے پوچہا کیا بات ہی اونہون نے جواب دیا کہ ہم کہانا بلا قیمت نہین کہاتے ہین جسکا جواب ابراہیم نے یہ دیا کہ اس کہانیکی یہی قیمت ہی اور آنکے پوچہنے پر بتایا کہ اسکی قیمت یہ ہی کہ کہانے سے پہلے بسم اللہ کی جائے اور کہانے کے بعد خدا کا شکر اس جواب کو سنکر جبرئیل نے میکائیل کی طرف دیکہکر کہا کہ ایسے شخص کو خدا کا خلیل بنایا جانا بالکل برحق ہی یہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم مین بہی تفسیر سدی کے حوالہ سے ہے۔ ان اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن سدی کو امام احمد نے ثقہ کہا ہی۔ ان اسمٰعیل سدی کی تفسیر اسباط بن نصر ہمدانی نے جمع کی ہی اور انکو ابن معین نے ثقہ کہا ہی غرض یہ روایت معتبر ہے صحیح بخاری و مسلم مین ابی شریح خزاعی سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایماندار شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے مہمانکی خاطر تواضع کرے اور یہ بہی فرمایا کہ دعوت کی حد تین دن تک ہی جن مین ایک رات دن کے کہانے مین زیادہ خاطر داری

منزل ۳

کی جاوے ان ابی شریح کا مشہور نام خویلد بن عمرو ہے مدنی صحابی ہیں ۶۸ھ میں انہوں نے وفات پائی اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا جو تذکرہ تہا یہ حدیث اوسکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہی ہی کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم تہا اور ملت ابراہیمی میں مہمان کی خاطر داری کا مسئلہ تہا اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرع محمدی میں اس مسئلہ کو ایمان کی نشانی قرار دیا +

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۝ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ

پہر جب گیا ابراہیم سے ڈر اور آئی اُسکو خوشخبری جہگڑنے لگا ہمسے قوم لوط کے حق میں البتہ ابراہیم تحمل والا

أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ۝ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝

نرم دل رجوع رہنے والا اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال وہ تو آچکا حکم تیرے رب کا اور انپر آتا ہی عذاب جو پہیرا نہیں جاتا

حضرت ابراہیم کو جب خوشی سنائی گئی اور انکا خوف بھی جاتا رہا تو یہ سنکر کہ یہ فرشتے لوطؑ کی قوم کو ہلاک کرنیکو جارہے ہیں انکا دل بہت کڑہنے لگا اور فرشتوں سے جہگڑنے لگے کہ جس گانوں میں تین سو مسلمان ہونگے اُسکو ہلاک کردگے فرشتوں نے کہا نہیں تب ابراہیم نے کہا چالیس تو ہونگے چالیس نہیں تیس سہی تیس بھی نہوں دس تو ہونگے دس بھی نہیں سہی ایک تو ہوگا فرشتوں نے کہا ایک بھی نہیں تب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اوس گانوں میں لوطؑ بھی تو ہیں فرشتوں نے جواب دیا ہمیں سب کچھ معلوم ہے جو جو وہاں ہیں لوطؑ اور اُنکے گہر والے سوائے اُنکی بیوی کے سب بچ جائینگے اور انکی بیوی اور سارا گاؤں ہلاک ہوجائیگا مفسرین نے یہی معنے یجادلنا کے بیان کئے ہیں کہ اللہ نے فرمایا میرے رسولوں سے جہگڑا کیا اسکا سبب یہ تہا کہ ابراہیم بہت نرم دل تھے چاہتے تھے کہ کچھہ دنوں اور عذاب تہم جائے شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں مگر خدا نے فرمایا کہ تم بردبار اور نرم دل ہو اور خدا کی مرضی پر قائم رہنے والے ہو یہ باتیں صرف تمہارے نرم دل ہونیکی وجہ سے ہیں تم اس خیال سے باز و خدا کا حکم جاری ہوچکا انپر ضرور عذاب آئیگا جو کسی طرح رک نہیں سکتا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہی کہ قوم لوط جیسے سرکش لوگوں کو اللہ تعالیٰ جبتک چاہتا ہی مہلت دیتا ہے اور پہر مہلت کے بعد جب عذاب آجاتا ہی تو کسی کے ٹالے سے نہیں ٹلتا آخری آیۃ میں ابراہیم علیہ السلام کی سفارش کے نامنظور ہونے کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اوس کی تفسیر ہے +۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝ وَجَاءَهُ

اور پہنچے ہمارے بہیجے لوط پاس خفا ہوا اُنکے آنے سے اور رک گیا جی میں اور بولا آج دن بڑا ہے سخت ہی اور آئی

قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ

اُس پاس قوم اُسکی دوڑتے بے اختیار اور آگے سے کر رہے تہے بُرے کام بولا اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں

منزل ۳

أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ؕ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ۝ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ

یہ پاک ہین تمکو انسے سو ڈرو تم اللہ سے اور مت رسوا کرو مجکو میرے مہمانون مین کیا تم مین ایک مرد بہی نہین نیک راہ بولے تو جان چکا ہے

مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۝

ہمکو تیری بیٹیونسے دعوے نہین اور تجکو تو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہین

خدا کے بہیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر لوط علیہ السلام کے پاس پہونچے بعضے مفسرین نے یہ بیان کیا ہی کہ حضرت لوطؑ کی صاحبزادی شہر کے دروازہ پر پانی بہر رہی تہین فرشتون نے آکر انسے پوچھا ای لڑکی اس بستی مین کوئی جگہ ٹہرنے کی بہی ہی اونہون نے کہا تم یہین ٹہرو مین ابہی آتی ہون اور دوڑ کر اپنے باپ کے پاس آئین اور کہا کہ شہر کے دروازہ پر دو تین لڑکے خوبصورت خوبصورت کہڑے ہیں تمہاری قوم کو اگر معلوم ہو جائیگا تو وہ انہین پکڑ لین گے کیونکہ انکی قوم نے انسے کہہ رکہا تہا تم کسی کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو جو آدمی شہر مین آئے گا اوسکو ہم اپنے گہر لیجا کر مہمان بنائین گے پہر حضرت لوطؑ اپنی لڑکی کے سات گئے اور اونکو اپنے گہر مین لے آئے اسبات کی خبر سوائے لوط علیہ السلام کے گہر کے لوگونکے اور کسی کو نہ ہوئی مگر لوط علیہ السلام انکے آنے سے دل ہی دل مین بہت کڑہے اور بہت پریشان ہوئے کیونکہ وہ اپنی قوم کی عادت سے واقف تھے سمجہے کہ آج کا روز بہت سخت ہوگا قوم سے انکی خاطر لڑنا جہگڑنا پڑیگا جب گہر مین وہ فرشتے آچکے تو انکی بیوی نے اپنی قوم کو خبر دی کہ ہمارے گہر مین جوان اور حسین حسین تین لڑکے مہمان آئے ہیں اونکی قوم یہ خبر سنتے ہی دوڑ پڑی کیونکہ انکو برے کامونکی چاٹ لگی ہوئی تہی لوط علیہ السلام نے اونسے کہا بہائیو یہ میری لڑکیان حاضر ہیں اور بہی بہتیری عورتین ہین تم اونسے نکاح کر لو یہ تمہارے واسطے حلال اور پاک ہیں اور خدا سے ڈرو اور میرے مہمانون کے خیال سے درگذرو اور مجہے رسوا نکرو کیا تم میں ایک شخص بہی نیک اور خدا سے ڈرنے والا نہیں ہے اونکی قوم نے جواب دیا اے لوط تمہین پہلے سے معلوم ہی کہ ہم کو تمہاری لڑکیون سے کوئی سروکار نہیں ہم لوگ جس بات کے خواہان ہیں تم خوب جانتے ہو۔ یہ لوگ خوبصورت لڑکونسے جو بدفعلی کیا کرتے تھے ان لفظون مین وہی خواہش انھون نے ظاہر کی۔ مسند عبد الرزاق اور تفسیر ابن جریر مین قتادہ کا قول ہے کہ لوط علیہ السلام نے قوم کے لوگون کے آنے کی خبر سنکر اپنے گہر کا دروازہ بند کر لیا تہا جب قوم کے لوگون نے دروازہ توڑ کر لوط علیہ السلام کے گہر کے اندر گہسنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی اصلی صورت مین آکر ایک پر مارا جس سے یہ سب قوم کے لوگ اندہے ہو گئے اور لوط علیہ السلام کے گہر کا دروازہ انکو نظر نہ آیا آخر عمر مین ان عبد الرزاق کی آنکہین جاتی رہی تہین نابینا ہو جانے کے بعد کی انکی زبانی روایتون کے صحیح ہونے مین بعضے علما کو کلام ہے لیکن انکی کتابونکو امام بخاری نے صحیح قرار دیا ہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی مین جو شخص دوزخی ٹہر چکا ہی دنیا میں پیدا ہونیکے بعد ویسے ہی کام بہی وہ کرتا ہی اس حدیث کو ان آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ یہ لوگ جب تک آنکہون کے جاتے رہنے سے اپاہج نہ ہو گئے اوس وقت تک اپنے بد ارادہ

پرچھ رہی مسند امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ میری امت میں بھی قوم لوط کا فعل نہ پھیلے گا اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ نکلتا ہے کیونکہ جو پیشین گوئی آپ نے فرمائی تھی اوس کا ظہور کہیں کہیں اس امت میں موجود ہے حاکم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ

کہنے لگا کہیں سے مجکو تمہارے سامنے زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی محکم آسرے میں

جب لوط کی قوم نہیں مانی اور مہمانوں کے لینے میں ضد کی تو لوط علیہ السلام نے کہا کاش مجھ میں ذاتی قوت ہوتی یا یہاں میرا کنبہ ہوتا یا اور کوئی دوست احباب حامی مددگار وقت پر ساتھ دینے والے ہوتے تو میں ادنی کہکر تمہیں یہاں سے نکلوا دیتا اصل میں اس قوم میں لوط علیہ السلام کے کنبہ رشتہ کا کوئی نہ تھا پہلے یہ عراق میں رہتے تھے جب ابراہیمؑ کے ساتھ ہجرت کر کے شام کی طرف آئے تو انہیں یہ حکم ہوا کہ تم سدوم گاؤں میں لوگوں کی ہدایت کو جاؤ معتبر سند سے مسند امام احمد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت لوط کے بعد پھر جو نبی ہوا وہ اہل ثروت ہوا مختصر طور پر یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے رکن شدید کے معنے بعضے سلف نے یہی بیان کئے ہیں جو بیان کئے گئے اور بعضے سلف نے رکن شدید کے معنے اللہ تعالی کی ذات کے کئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک کی طرف لوط علیہ السلام نے جب رجوع کیا تو فرشتوں نے یہ کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اس قوم پر عذاب لیکر آئے ہیں یہ لوگ ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تم خاطر جمع رکھو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جو اوپر گذری کہ حضرت لوط کے بعد جو نبی ہوا وہ کنبے قبیلہ والا ہوا اس حدیث سے رکن شدید کے کنبے قبیلہ کے معنے کی بڑی تائید ہوتی ہے

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ

مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہیں تیرے رب کے ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تجھ تک سو لے نکل اپنے گھر کو کچھ رات سے اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں کوئی

اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝

مگر تیری عورت یوں نہیں ہی کہ اسپر پڑنا ہے جو ان پر پڑیگا انکے وعدہ کا وقت ہے صبح کیا صبح نہیں نزدیک

اس سورۃ میں اور سورۃ شعرا میں سورۃ نحل اور سورۃ والصافات چند سورتوں میں اللہ تعالی نے یہ قصہ ذکر فرمایا ہے پہلی اس قصہ کا یہی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک عراق سے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت لوط علیہ السلام نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت فرمائی حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے ہیں ہجرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین کی نواح میں رہتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام سدوم بستی کے لوگوں کی ہدایت کے لئے نبی ہوئے تھے حضرت لوط علیہ السلام نے مدت تک ان لوگوں کو ہدایت کی مگر وہ راہ راست پر نہ آئے جب اس قوم کی ہلاکت کا وقت آیا تو اللہ تعالی کے حکم سے حضرت جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہ السلام زمین پر آئے اور پہلے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحق کے پیدا ہونیکی خوشخبری سنائی اور پھر حضرت لوط کی امت کی بستی مین خوبصورت لڑکونکی صورت مین آئے اور مہمان بنکر حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مین اترے حضرت لوط کی بی بی نے قوم کے لوگون کو ان مہمانو کی خبر کردی قوم کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر حملہ کرکے چڑھ آئے حضرت لوط علیہ السلام قوم کے لوگون کے حملہ سے بہت پریشان ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی دور ہونیکی غرض سے ان فرشتون نے حضرت لوط علیہ السلام کو جتلایا کہ ہم اللہ کے فرشتے ہین اور پتھرونکا مینہہ برساکر اور بستی الٹ کر اس قوم کو ہلاک اور بستی کو نیست ونابود کردیا اب اوس بستی کی جگہہ بودار پانی کا ایک چشمہ ہی جو پانی کسی کام مین نہین آسکتا صحیح بخاری نسائی وغیرہ مین حضرت عائشہ کی حدیث ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب قوم کے لوگونکے ہاتہ سے اللہ کے رسول بہت پریشان ہوجاتے ہین تو اللہ تعالی غیب کا اپنے رسولونکی مدد فرماتا ہی اس حدیث کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ لوط علیہ السلام جب قوم کے لوگون کے ہاتہ سے بہت پریشان ہوئے تو ایکسا مدد تو غیب سے یہ ہوئی کہ وہ لوگ اندھے ہوگئے دوسری مدد یہ ہوئی کہ اللہ کے حکم سے فرشتون نے لوط علیہ السلام کی یہ تسلی کردی کہ صبح کو اس قوم پر عذاب آویگا بعضے سلف کا قول ہی کہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کی سرکشی سے یہانتک تنگ آگئے تھے کہ انھون نے رات کو ہی عذاب کے آجانے کی تمنا ظاہر کی اوس کا جواب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دیا کہ عذاب کا ایک مقرر وقت صبح ہے اور صبح بھی نزدیک ہے کچھ دور نہین ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۝

پھر جب پہنچا حکم ہمارا کرڈالی نیچے وہ بستی اوپر نیچے اور برسائے اوس پر پتھریان کنکر کی تہ بتہ

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۝

صاف بنائی تیرے رب کے پاس اور نہین وہ بستی ان ظالمون سے کچھ دور

المنزل ۳

ربع ع۷ النصف

جب لوط علیہ السلام کو حکم ہوگیا کہ آپ سواے اہل وعیال کے فقط اپنی بیوی کو چھوڑکر اس گاؤن سے چلے جاوین اب اوپر عذاب آویگا اور کوئی تم مین سے پیچھے مڑکر نہ دیکھے غرض کہ حضرت لوط خدا کے حکم سے باہر چلے گئے اور خدا کا عذاب آیا جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین کے اندر ڈالکر اس زمین کا طبقہ اوٹھالیا اور آسمان کی طرف لے گئے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ آسمان والون نے اسوقت مرغون کے بولنے اور کتون کے بھونکنے کی آوازین سنین پھر جبرئیل نے اوس طبقہ کو اوٹھاکر زمین کی طرف پھینکدیا یہ لوگ اوندھے آکر زمین پر پڑے یہی معنے ہین جعلنا عالیہا سافلہا کے مطلب یہ ہی کہ خدا نے اس گاؤن کی زمین ہی کو الٹ دیا پھر پتھر کی کنکریون کی بھرمار اوپر سے ہوئی۔ سنگ فارسی مین پتھر کو کہتے ہین اور گل مٹی کو حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہے کہ ان دونون لفظون کو ملاکر سجیل بنا ہی مطلب یہ ہی کہ وہ پتھر مٹی کے ملے ہوئے کھنگر تھے منضود کا مطلب یہ ہی کہ کنکریان اس طرح پھینکی گئین کہ ایک ذرا بھی مہلت نہ دی گئی پے درپے آتی تھین مسومۃ کے یہ معنے بیان کئے گئے ہین کہ ان کنکریون پر لوگون کے نام کی مہرین لگی ہوئی تھین جسکے نام کی کنکری ہوتی اوسی پر

پڑتی تہی مجاہدؓ کا قول ہے کہ یہ عذاب ان لوگو نپر صبح کے وقت نازل ہوا تھا۔ پہر بعد اسکے فرمایا کہ یہ بات ظالمون سے کچھ بعید نہیں ہے وہ لوگ اپنے ظلم کے سبب سے اسی لائق تھے کہ وہان کی زمین ہی تلے اوپر کر دی جائے بعضون نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ کفار مکہ کی طرف خطاب ہی کہ یہ لوگ بہی ظلم پر کمر باندہے ہوئے ہین انسے اور اوس گانون سے کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہی ملک شام مکہ سے قریب ہی ہے انکے ظلم کا بہی یہی نتیجہ ہوگا کہ انکی طرح اُنپر بھی کوئی عذاب نازل ہو بعض مفسرینکا یہ بہی بیان ہی کہ چار گانو تھے اُنمین سدوم زیادہ بڑا تہا ایک لاکہہ کی بستی تہی تین لاکہہ باقی کی بستیون میں تھے سب کے سب ہلاک ہوئے ایک بہی نہیں بچا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰؓ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے کہ ایسے سرکش لوگو نکو اللہ تعالی جب پکڑتا ہے تو بالکل ہلاک کر دیتا ہی یہ حدیث اس ہلاکت کی گویا تفسیر ہے۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا

اور مدین کی طرف بہیجا اُنکے بہائی شعیب کو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا حاکم اُسکے سوا اور نہ گہٹاؤ

الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝

ماپ اور تول میں دیکھتا ہون تمکو آسودہ اور ڈرتا ہون تمپر آفت سے ایک گہیر لانے والے دن کے

ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی اور تہین جنکا نام قنطورا تہا یہ یقطان کنعانیہ کی بیٹی تہیں انسے آٹھہ بچے پیدا ہوئے تھے جن مین سے ایک کا نام مدین تہا اس مدین بن ابراہیم نے ملک حجاز اور ملک شام کے درمیان مین ایک گانون بسایا جسکا نام مدین مشہور ہوگیا۔ یہ گانون مدین بحر قلزم کے کنارے تبوک کے سامنے چھہ منزل پر واقع ہے مدین بن ابراہیمؑ کی یہین بود و باش رہی انکی نسل سے جو پیدا ہوتے گئے یہیں بستے گئے رفتہ رفتہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہوگیا تبوک سے اسکی آبادی زیادہ ہوگئی مدین بن ابراہیمؑ کے ایک بیٹے کی اولاد مین حضرت شعیبؑ کے باپ پیدا ہوئے اسلیئے اللہ پاک نے حضرت شعیب کو قبیلہ مدین کا بھائی فرمایا مدین والے بہت خوش حال تھے انمین ایک عادت علاوہ بت پرستی کے اور بہی تہی کہ جب کوئی سودا خریدتے تھے تو بڑہتی لیتے تھے اور جب بیچتے تھے تو کم دیتے تھے دو قسم کے پیمانے اور بٹے بنا رکھے تھے بیچنے کا اور خرید کا اور اللہ جل شانہ نے انہیں لوگون مین حضرت شعیب کو پیدا کیا اور نبی بنا کر حکم دیا کہ انکو خدا کی طرف بلاؤ شعیب علیہ السلام نے انکو ہدایت کی کہ تم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور ناپ تول مین کمی بیشی نکیا کرو پورا پورا تول کر لو اور پورا تول کر دو اللہ پاک نے تمہین آسودہ حال بنایا ہی اگر ایسا نکروگے تو خوف ہی کہ یہ نعمت تم سے چھن جائے اور سختی و تنگی کا سامنا ہو اور تمپر ایسا عذاب آئے کہ تم اوس سے بچ نہ سکو معتبر سند سے نسائی اور ابن ماجہ مین حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ مدینہ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مدینہ کے لوگونکی عادت آپنے کم تولنے اور کم ناپنے کی پائی لیکن پہر آپکی نصیحت سے اکثر لوگونے وہ عادت چھوڑ دی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ قوم شعیب کیطرح عرب مین بھی کم تولنے اور کم ناپنے کی عادت تہی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے لوگونکی وہ عادت باقی نہیں رہی۔

منزل ۳

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○

اور اے قوم پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف سے اور نہ گھٹا دو لوگونکو انکی چیزین اور نہ مچاؤ زمین مین خرابی

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ ایک ہی امت کا نام ہو اور اسی ایک امت کے حضرت شعیب علیہ السلام نبی تھے لیکن نقط قتادہ اور عکرمہ کا یہ قول ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ جدا جدا دو امتین ہین اور حضرت شعیب علیہ السلام دو امتون کے نبی ہوئے ہین جمہور مفسرین نے اس قول پر طرح طرح سے اعتراض کیا ہو اس سورۃ اور سورہ شعرا کے قصہ کو ملا کر دیکھا جاتا ہو تو کم تولنے اور قزاقی کی اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ کی ایک سی ہی بد عادتین اللہ تعالیٰ نے دونون سورتون مین ذکر فرمائی ہین جس سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ دونون سورتون مین ایک ہی امت کا ذکر ہے یہ قصہ سورہ قصص مین آویگا کہ فرعون اور فرعون کی قوم کے خوف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین کو چلے گئے اور مدین مین ایک بزرگ کی لڑکی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا اس قصہ مین مشہور قول تو یہی ہے کہ وہ بزرگ یہی حضرت شعیب علیہ السلام تھے لیکن اس مشہور قول پر حافظ ابن کثیر اور اور مفسرین نے یہ اعتراض کیا ہو کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ نصیحت کی ہے کہ تم لوگون کے زمانہ سے تھوڑے ہی زمانہ آگے قوم لوط کے لوگ عذاب الٰہی مین گرفتار ہو چکے ہیں سرکشی کرو گے تو تم لوگ بھی عذاب الٰہی مین گرفتار ہو جاؤ گے اور یہ تو صحیح تاریخ کی کتابو نسے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت لوط اور حضرت موسیٰ کے زمانہ مین چار سو برس سے زیادہ کا فاصلہ ہو پھر حضرت موسیٰ کے زمانہ تک حضرت شعیب کیونکر زندہ رہ سکتے ہیں اس کا جواب بعضے مفسرین نے یہ دیا ہو کہ حضرت شعیب کی عمر بڑی ہوئی ہے لیکن یہ جواب کسی سند کا محتاج ہو اسواسطے حافظ ابن کثیر نے یہی بات صحیح قرار دی ہو کہ وہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام نہین تھے بلکہ حضرت شعیب کے بھتیجے تھے جنکا نام شہرون تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کی بعض حدیثون مین جو حضرت شعیب علیہ السلام کا نام اور ذکر آیا ہو ان حدیثون کی سند صحیح نہین ہے۔ تفسیر ابن حاتم تفسیر ابن جریر اور ابن عساکر مین حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہو کہ قوم شعیب کے لوگ مدین کے راستہ پر بیٹھ جاتے تھے اور مدین کے آنیوالے مسافرونکو حضرت شعیب کی باتین نہ سننے کی طرح طرح سے پٹی پڑھاتے تھے اور مسافرونکا مال بھی اکثر لوٹ لیتے تھے اسی کو ولا تعثوا فی الارض مفسدین فرمایا۔ غرض درختون کے پوجنے کے سوا راستہ پر بیٹھ کر مسافرونکے بہکانے اور لوٹنے اور کم تولنے اور ناپنے کی بری عادتین ان لوگونمین تھیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہو جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ علم الٰہی مین دوزخ کے قابل قرار پا چکے اونکو ویسے ہی کام دنیا مین اچھے معلوم ہوتے ہین یہ حدیث ان لوگونکی حالت کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہو کہ شعیب علیہ السلام نے اگرچہ ان لوگونکو راہ راست پر لانیکی بہت کوشش کی مگر یہ لوگ علم الٰہی مین دوزخ کے قابل قرار پا چکے تھے اسلئے شعیب علیہ السلام کی وہ سب کوشش رائگان گئی اور یہ لوگ مرتے دم تک راہ راست پر نہ آئے۔

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○

جو بچ رہے اللہ کا دیا وہ بہتر ہے تمکو اگر ہو تم یقین رکھتے اور مین نہین ہون تم پر نگاہبان

جب شعیب علیہ السلام قوم مدین کو خالص خدا ہی کی عبادت کرنے اور ناپ تول مین پورا پورا لینے دینے کو کہہ چکے تو پھر فرمایا کہ پورا پورا ناپنے اور تولنے کے بعد جو خدا کا دیا ہوا تمکو بچ رہے وہ تمہارے لئے بالکل پاک اور حلال ہی اور مین تمہارا نگہبان نہین ہون کہ تمہین گناہ مین نہ پڑنے دون یا میرے ہاتھ مین تمہارا حساب کتاب نہیں ہی جس کا بدلہ تمہین مین دون مین تو خدا کی طرف سے صرف تمہاری جس نصیحت کو بھیجا گیا ہون اوس نصیحت کا مطلب مینے تمہین سمجھا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے بقیت اللہ کی تفسیر مین یہ بیان کیا ہی کہ خدا کا رزق تمہارے لئے بہتر ہی اگر تم ایماندار ہو اور مجاہد نے کہا ہی کہ اگر تم لوگ ایمان والے ہو تو خدا کی عبادت تمہارے لئے کافی ہی۔ معتبر سند سے ابن ماجہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم مین جابر بن عبداللہؓ سے روایتین ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا رزق اللہ تعالی کی طرف سے مقرر ہے اسلئے رزق کی تنگی سے آدمی کو گھبرانا نہین چاہیے بلکہ حلال کمائی کی جستجو اور حرام کمائی سے بچنے کی کوشش مین ہمیشہ لگے رہنا چاہیے ان آیتون میں شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو حلال کمائی کی جو نصیحت کی ہے یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا

بولے اے شعیب تیری نماز پڑھنے نے تجکو یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دین جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے یا چھوڑ دین کرنا اپنے مالون مین

مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ○

جو چاہین تو ہی بڑا باوقار ہے نیک چال والا

منزل ۳

خازن مین عبداللہ بن عباسؓ کا اور ابن عساکر مین اخنف بن قیس کا قول ہی کہ شعیب علیہ السلام پہلے رسولون مین سے زیادہ نماز پڑھا کرتے تھے اسی واسطے انکی قوم نے کہا معلوم ہوتا ہی کہ تمہاری نماز نے یہ باتین سکھلائی ہیں جو تم ہمکو بتونکی عبادت اور پورا ناپنے تولنے کی تاکید کرتے ہو۔ یہ اخنف بن قیس ثقہ تابعی ہین اور سب حدیث کی کتابون مین انکی روایتین ہیں بعضے سلف نے لکھا ہے کہ شعیب علیہ السلام کی قوم نے نماز کا طعنہ اسلئے دیا کہ نماز دین کے کل رکنون سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہی اسلئے نماز سے مقصود گویا دین ہی بہرحال شعیب علیہ السلام کی قوم نے اونکو یہ جواب دیا کہ یہ سب تمہاری نماز کا اثر ہے جو تم ہم لوگونکو ہر بات سے منع کرنے ہو ایسا کب ممکن ہے کہ ہم اون بتونکو چھوڑ دین جنکی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے اور اپنے مال کے بھی ہم مختار ہین جس طرح چاہین گے اولٹ پھیر کرین گے تم کون منع کرنے والے پھر بطور طعن کے یہ بات کہی کہ تم بڑے بردبار اور نیک بخت ہو کہ ہماری عادتون کو برا جانتے ہو حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ ان لوگون نے اگرچہ شعیب علیہ السلام کو حلیم و رشید کہا مگر اس سے مراد انکی یہ تھی کہ تم بڑے بیوقوف ہو کیونکہ ایسا اکثر ہوتا ہی کہ کسی کو کہا جائے آپ بڑے عقلمند ہیں مگر اوس سے یہ مراد لیجائے کہ آپ نرے بیوقوف ہیں بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہی کہ فی الحقیقت شعیب علیہ السلام ان لوگون کے نزدیک بردبار اور نیک بخت تھے جب ہی اون لوگون نے کہا مگر مطلب ان لوگونکا یہ تہا کہ تم اس صفت کے آدمی ہو کر باپ دادا کے قدیم دین و آئین سے ہمکو پھیرتے ہو۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی یہ حدیث جو اوپر گذری کہ جو لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد ویسے

ہی کام کرتے ہیں اس حدیث سے ان لوگون کے اس سرکشی کے جواب کا سبب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مجکو سوجھ ہوئی اپنے رب کی طرف سے اور اوسنے روزی دی مجکو نیک روزی اور مین نہین

اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ

چاہتا کہ پیچھے آپ کرون جو کام تم سے چڑاون مین تو چاہتا ہون یہی سنوارنا جہانتک ہوسکے اور بن آنا ہی

اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

اللہ سے اوسی پر مینے بہروسا کیا ہی اور اوسی کی طرف رجوع ہون

یہ جواب ہی شعیب علیہ السلام کا جو اونہون نے اپنی قوم کو دیا تہا کہ اے قوم خدا نے مجھے یہ ظاہر ظاہر معجزے دیئے اور نبوت دی اور مجھے دنیا مین پاک اور حلال روزی دے رکہی ہی مین جن باتونسے تمہین روکتا ہون چہپ چہپا کر مین بہی اونکو نہین کرونگا یہ ہرگز نہین ہوسکتا کہ تمہین توکسی کام سے مین منع کرون اور مین آپ اوس کام کو کرون میرا ارادہ تو اصلاح کا ہے مین تو یہ چاہتا ہون کہ جہانتک ہو تمہاری آخرت اور دنیا دونون درست ہوجاوین اور مین تا بمقدور تمہارے معاملات درست کرنا چاہتا ہون اور میرا ہدایت کرنا اور راہ حق بتانا خدا کی مدد سے ہے اور اوسی پر میرا بہروسہ بہی ہی اور مین اوسکی طرف پہر کر جانیوالا بہی ہون صحیح بخاری و مسلم مین اسامہ بن زید سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں بعضے لوگو نپر سخت عذاب دیکہکر اور دوزخی اونسے پوچھین گے کہ تم تو ہمکو ناجائز باتونسے روکا کرتے تہے پہر تم اس طرح کے سخت عذاب مین کیونکر گرفتار ہوگئے وہ لوگ جواب دیوین گے کہ جن باتون سے ہم اونکو روکا کرتے تہے ہم خود اون باتونمین درپردہ گرفتار تہے اسلئے یہ عذاب آج ہمکو بھگتنا پڑا یہ حدیث وما ارید ان اخالفکم الی ما انہاکم عنہ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ کسی دوسرے کو بری بات سے روکنا اور خود آپ اوس مین گرفتار رہنا بڑے وبال کی بات تہی اسلئے شعیب علیہ السلام نے اپنی نصیحت مین قوم کے لوگو نکو یہ بھی جتلا دیا کہ جن باتونسے مین تمہین روکتا ہون مین بہی اون باتونکو کبھی ہرگز نہین کرنے کا۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ

اور اے قوم نہ کمائیو میری ضد کر کر یہ کہ پڑے تمپر جیسا کچہ پڑا قوم نوح پر یا قوم ہود پر یا قوم صالح پر

وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

اور قوم لوط تو تم سے دور نہین اور گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور اوسکی طرف رجوع لاؤ البتہ میرا رب مہربان ہے

پہر حضرت شعیب نے اپنی قوم سے کہا کہ میری ضد مین اگر کبھی تم اپنی بات پر نہ اڑے رہنا میرے کہنے پر عمل کرو نہین تو جس طرح نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا اور ہلاک ہوگئے اسی طرح تمپر بھی عذاب آجائیگا اور پہر کچہ نہ بن آئیگا ابھی کچہ زیادہ دن نہین ہوئے کہ لوط علیہ السلام کی قوم ہلاک ہوچکی ہی کل کی بات ہی وہ سرزمین بھی کچہ زیادہ دور

بھی نہیں قریب ہی ہی تمکو واجب ہی توبہ استغفار کرو خدا مہربان ہی اپنے بندونسے اوسکو محبت ہی وہ تمہاری توبہ قبول کریگا اور گناہ بخش دیگا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہونکے معاف کرنے کی صفت اللہ تعالی کو ایسی پیاری ہی کہ اگر دنیا مین کے حال کے لوگ گناہ نکرتے تو اللہ تعالی اور گنہ گار مخلوقات پیدا کرتا اور اونکو توبہ کی توفیق دیکر اونکے گناہ معاف کرتا یہ حدیث آخری آیۃ کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ توبہ کرنے والے شخص کی توبہ قبول کرنیکی صفت اللہ کو پیاری ہی اور توبہ کرنے والونسے اوسکو ایک طرح کی محبت ہے۔

قَالُوا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرٰىكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ
بولے اے شعیب ہم نہین پوچھتے بہت باتین جو تو کہتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں تو ہم مین کمزور ہی اور اگر نہ ہوتے تیرے
لَرَجَمْنٰكَ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُم مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ
بھائی بند تو تجکو ہم پتھراؤ کرتے اور کچھ تو ہم پر سردار نہین بولا ای قوم کیا میرے بھائی بندونکا دباؤ تمپر زیادہ ہی اللہ سے اور اوسکو ڈال رکھا تمنے
وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۖ إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝
پیٹھ پیچھے فراموش تحقیق میرے رب کے قابو میں ہی جو کرتے ہو

جب شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھاتے ہی گئے تو اونکی قوم کے لوگون نے کہا کہ شعیب تم جسقدر ہم لوگون کو سمجھاتے ہو ہماری سمجھ مین ایک نہین آتا اور تم ہم لوگونسے بہت کمزور ہو ہمیں تمہارے بھائی بندون کا خیال ہی نہین تو مارے پتھرون کے تمکو سنگسار کرویتے تم ان باتونسے اب ہمکو اچھے نہین لگتے بعضے مفسرون نے بیان کیا ہی کہ ضعیف کے معنے یہان نابینا کے ہین کیونکہ شعیب علیہ السلام خدا کی محبت مین اتنا روئے تھے کہ انکی آنکھین جاتی رہی تھین پھر شعیب علیہ السلام نے کہا کہ تمہین میرے بھائی بندونکا خیال ہے کیا خدا سے بھی زیادہ تمہیں عزیز ہین انکی عزت کا خیال کر کر مجھے چھوڑتے ہو اور خدا کو تمنے پس پشت ڈال رکھا جسکی عزت کے سامنے کسی کی بھی عزت نہین خیر جو کچھ تم کرتے ہو اور جتنے عمل تمہارے ہین سبکو خدا کا علم گھیرے ہوئے ہے وہ ذرہ ذرہ جانتا ہی تمہین اسکا بدلہ دیگا۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت گناہون کے سبب سے آدمی کے دلپر ایک زنگ لگ جاتا ہے جس سے نیک بات اسکے دلپر اثر نہین کرتی۔ قوم شعیب نے شعیب علیہ السلام سے یہ جو کہا کہ تمہاری نصیحت ہماری سمجھ مین نہین آتی یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ شرک اور کثرت گناہونسے ان لوگونکے دلپر زنگ چھا گیا تھا جس سے شعیب علیہ السلام کی نصیحت کا نہ اونکے دلپر کچھ اثر ہوتا تھا نہ وہ نصیحت انکی سمجھ مین آتی تھی۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ سَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَ
اور اے قوم کام کئے جاؤ اپنی جگہ مین بھی کام کرتا ہون آگے معلوم کر دگے کسپر آتا ہے عذاب کہ اسکو رسوا کرے اور
مَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۖ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ ۝
کون ہی جھوٹا اور تاکتے رہو مین بھی تمہارے ساتھ ہون تاکتا

منزل ۳

پہلے حضرت شعیب علیہ السلام نے اصحاب مدین کو شرک اور کم تولنے کی عادت سے توبہ استغفار کر نیکی نصیحت کی اور یہ کہا کہ مجھکو ڈر ہے کہ اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح اور قوم لوط کی طرح تم ہلاک ہو جاؤ گے جب ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کا کہنا نہ مانا تو آخر درجہ انہوں نے یہ فرمایا کہ جو تمہارا جی چاہے وہ کرو اب تمکو معلوم ہو جاویگا کہ تمہاری کیا رسوائی ہونے والی ہے آخر وہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں عذاب آیا آگ برسی اور سب ہلاک ہو گئے آخری نصیحت حضرت شعیب نے جو اپنی امت کو کی تھی جب بلوہ کے لوگ حضرت عثمان کے گھر پر چڑھ آئے اور حضرت عثمان کے شہید کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عثمان نے بھی یہی نصیحت کی تھی کہ دیکھو مجھکو شہید نکرو مجھکو خوف ہے کہ قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح اور قوم شعیب کا سا وبال تمپر نہ آوے آخر وہی ہوا کہ اوس روز سے مسلمان طرح طرح کے وبال میں گرفتار ہیں آنحضرت کے زمانہ سے لیکر حضرت عثمان کے زمانہ تک جو اقبال مندی اور خوشحالی تھی وہ بات باقی نہیں رہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی رضی کی حدیث گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی میں جو لوگ دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں دنیا میں پیدا ہونے کے بعد وہ لوگ کام بھی ویسے ہی کرتے ہیں اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شعیب علیہ السلام جب نصیحت کرتے کرتے تھک گئے اور انکی قوم کے لوگ راہ راست پر نہ آئے تو اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں انکے دلپر نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوگا اسلئے اللہ کے نبی نے اون لوگوں سے کہدیا کہ اب تم لوگوں کا جو جی چاہے سو کرو یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی طبیب کسی بیمار کی زندگی سے مایوس ہو کر کہدیتا ہے کہ جو تیرا جی چاہے وہ کھا پرہیز کی اب ضرورت نہیں ہے اس آیۃ میں عذاب کے آجانے کی پیشین گوئی جو اللہ کے رسول شعیب علیہ السلام نے کی تھی اُسکے ظہور کا حال اگلی آیۃ میں آتا ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا شُعَيۡبًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيۡنَ

اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہمنے شعیب کو اور جو یقین لائے تھے اُسکے ساتھ اپنی مہر سے اور پکڑا اون

ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۝ كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ؕ اَلَا بُعۡدًا

ظالمونکو چنگھاڑ نے پھر صبح کو رہگئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے جیسے کبھی نہ بسے تھے وہاں سن لو پھٹکار ہے

لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ۝

مدین کو جیسے پھٹکار پائی ثمود نے

جب شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے نا امید ہو گئے اور جان لیا کہ اب یہ ایمان نہیں لائیں گے تو فرمایا کہ دیکھو کون عذاب سے رسوا ہو کر ہلاک ہوتا ہے اوسوقت خدا کا عذاب آیا اللہ پاک نے اپنے رسول شعیب کو اور جو انپر ایمان لائے تھے اونکو اپنی رحمت سے بچا لیا اور قوم شعیب کو جنہوں نے ظلم کیا تھا اور حضرت شعیب کو جھٹلایا اور ایمان نہیں لائے یہ سب حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ایک سخت چیخ سے اس طرح ہلاک ہو گئے یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ اس گانوں میں کوئی بستا بھی تھا یا نہیں جس طرح قوم ثمود چنگھاڑ سے ہلاک ہوئی اسی طرح یہ قوم بھی ہلاک ہوئی اسلئے یہاں ثمود کا نام لیا قوم لوط کا نام نہیں لیا

منزل ۳

ع ۸/۱۲ ۸

تفسیر ابن حاتم میں محمد بن کعب قرظی اور حسن بصری سے روایتیں ہیں کہ قوم شعیب پر تین طرح کا عذاب ایک ساتھ آیا پہلے بستی میں ایک طرح کی سخت گرمی پھیل گئی اور اس گرمی کے وقت آسمان پر ایک ابر آیا جسکے نیچے ٹھنڈی ہوا بھی تھی جب یہ سب لوگ گرمی سے بچنے کے لئے اس ابر کے نیچے ٹھنڈی ہوا کی راحت سے چلے گئے تو آسمان سے ایک سخت آواز آئی جس سے زمین ہل کر زلزلہ پیدا ہو گیا اور اس ابر میں سے آگ کے انگارے برسے۔ یہ محمد بن کعب حسن بصری کے رتبہ کے ثقہ تابعی ہیں اور حدیث کی سب کتابوں میں انسے روایتیں ہیں سورہ اعراف میں اس قوم کا عذاب زلزلہ کا ہے اور اس سورۃ میں سخت آواز کا اور سورہ شعرا میں سائبان کی طرح کے ابر کا جس سے محمد بن کعب اور حسن بصری کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے کہ ایسے نافرمان لوگونکو وقت مقررہ تک اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے اور وقت مقررہ کے آجانے پر عذاب آجاتا ہے۔ یہ حدیث مثل اور قوموں کی حالت کے اس قوم کی حالت کی بھی گویا تفسیر ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ
اور بھیج چکے ہیں ہم موسے کو اپنی نشانیوں سے اور واضح سند سے فرعون اور اسکے سرداروں پاس پھر چلے

فِرْعَوْنَ ۖ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ۝ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ
کہنے میں فرعون کے اور نہیں بات فرعون کی کچھ نیک چال رکھتی آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن پھر پہنچا دیگا انکو آگ پر

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ ۝ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ۝
اور برا گھاٹ ہے جسپر پہنچے اور پیچھے سے ملی اس جہان میں لعنت اور دن قیامت کے برا انعام ہے جو ملا

منزل ۳

اوپر کے قصوں کے بعد ان آیتوں میں فرمایا کہ ہمنے موسےٰ کو طرح طرح کے معجزے اور نشانیاں دیکر فرعون بادشاہ مصر اور اسکے وزیروں اور سرداروں کے پاس بھیجا بعضے مفسروں نے آیات سے مراد توریت اور سلطان مبین سے مراد معجزے لیے ہیں مگر یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ فرعون کی ہلاکت کے بعد توریت نازل ہوئی ہے اسلئے بعض مفسروں نے دونوں کے معنے معجزے کے جو بیان کئے ہیں وہ قول صحیح ہے بہر حال کوئی بھی ان میں سے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا فرعون کے ساتھ فرعون ہی کے دین آئین پر قائم رہے اللہ پاک نے فرمایا فرعون کا طریقہ کوئی نیک انجام تھا بالکل گمراہی کا طریقہ تھا اسلئے جسطرح وہ لوگ دنیا میں فرعون کے تابعدار رہے اوسی طرح قیامت کے دن بھی یہ لوگ فرعون کے پیرو رہیں گے اور فرعون کے پیچھے پیچھے دوزخ میں چلے جائیں گے قتادہ نے ورد المورود کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ یہ لوگ جس گھاٹ پر جائیں گے وہ بہت ہی برا گھاٹ ہوگا کیونکہ انسان گھاٹ پر اسلئے جاتا ہے کہ پیاس بجھے دوزخ کا گھاٹ ایسا ہوگا کہ وہاں اور بھی تشنگی غالب ہوگی پھر فرمایا کہ انپر دنیا میں بہت لعنت ملامت ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے لوگ انکے بعد ہونگے اور انکا قصہ سنیں گے انپر لعنت کریں گے اور آخرت میں بھی اہل محشر انپر لعنت بھیجیں گے۔ رفد المرفود کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی نے یہ کہا ہے کہ مراد اس سے دنیا اور آخرت کی لعنت ہے صحیح مسلم میں سمرہ بن جندب رضی سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن

دوزخیون پر اونکی بداعمالی کے موافق عذاب ہوگا مثلاً کسی دوزخی کو تو دوزخ کی آگ ٹخنون تک جلا دیگی اور کسی کو گھٹنون تک اور
کسی کو کمر تک اور کسی کو اس سے بڑھکر فرعون اور اوسکے ساتھیون کی بداعمالی اور مشرکون سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ اور مشرک خدا
کو خدا جانکر اوسکی عبادت مین دوسرونکو شریک کرتے ہین اور فرعون خود اپنے آپکو خدا کہتا تہا اور اوسکے ساتھی اوسکا کہنا مانتے
تھے اسلئے سورہ غافر مین آویگا کہ فرعون اور اوسکے ساتھیونکا عذاب قیامت کے دن بہت سخت ہوگا صحیح بخاری ومسلم
مین عبداللہ بن عمر سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے ہر روز صبح وشام دوزخ کا ٹھکانا
قابل دوزخ اور جنت کا ٹھکانا قابل جنت روحونکو دکھایا جاکر یہ کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمہین اس ٹھکانے مین جانا
اور رہنا ہوگا حاصل کلام یہ ہے کہ قیامت کے دن تو فرعون اور اوسکے ساتھیونپر جو سخت عذاب ہوگا اب قیامت سے
پہلے ہر روز صبح شام اونکو وہ عذاب کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے جس سے ہر روز اونکے حق مین گویا روزمرہ قیامت کا سامنا ہے
اسی واسطے فرمایا کہ فرعون کا کہنا ماننے سے ان لوگونکو جو انعام ملا وہ برا انعام ہے مدد کے طور پر ایک شخص دوسرے شخص کو کوئی
چیز دیوے تو اوسکو رفد کہتے ہین اسی واسطے شاہ صاحب نے رفد کا مرادی ترجمہ انعام کیا ہے ۔ یقدم قومہ کا یہ مطلب ہے کہ جسطرح
دنیا مین ڈوبنے کے وقت فرعون اپنے ساتھیون کے آگے تہا اور سب لشکر اوسکے پیچھے تہا دوزخ مین جانے وقت بھی
ان لوگون کا یہی حال ہوگا ۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

یہ تہوڑے احوال ہین بستیون کے کہ ہم سناتے ہین تجکو کوئی اون مین قائم ہے اور کوئی کٹ گیا اور ہمنے اونپر ظلم نہ کیا

منزل ۳

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

لیکن ظلم کر گئے اپنی جان پر پہر کچہ کام نہ آئے اونکے ٹہاکر جنکو پکارتے تھے سوائے اللہ کے

شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۝

کسی چیز مین جب پہنچا حکم تیرے رب کا اور کچہ نہ بڑہایا اونکے حق مین سوائے ہلاک کرنا

اوپر چند قصے بیان فرماکر اب نتیجہ کے طور پر فرمایا اے رسول اللہ کے یہ پہلی امتون کی خبرین ہین جسکا مطلب یہ ہے کہ ان لوگون
نے اپنے رسولون کے ساتھ جیسا کیا ویسا پایا یہ گاؤن اور شہر جنپر عذاب آتا گیا بعض تو ایسے ہین کہ بالکل نیست ونابود نہیں ہوئے
ویران کر دئے گئے اور بعضونکا طبقہ ہی الٹ دیا گیا پہر فرمایا کہ اونپر اللہ کا ظلم نہین تھا آپ ان لوگون نے اپنے اوپر ظلم کیا رسولونکو
جہٹلاتے رہے اور راہ حق پر نہ آئے بتونکی پرستش کرتے رہے اور جب عذاب آیا تو اونکے وہ جہوٹے معبود کچہ نکر سکے اگر کچہ کام بھی
آئے تو یہی کہ انکو ہلاک ہی کر کے چہوڑا صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین جو کچہ ہونے والا تھا اللہ تعالی نے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس
پہلے وہ سب لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہین حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک نیک وبد کا حال اللہ تعالی

کو نیک و بد کے پیدا ہونے سے پہلے معلوم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ انصاف کیا کہ سزا و جزا کا فیصلہ اپنے علم پر نہین رکھا بلکہ
اُس علم کے ظہور پر رکھا جس کا مطلب یہ ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد جیسا کوئی کریگا مرنے کے بعد ویسا بدلہ پاویگا اس تفسیر
سے وماظلمناہم ولکن ظلموا انفسہم کا مطلب اچھی طرح سے سمجھ مین آسکتا ہے اور یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہی کہ تجربہ سے کسی کام کا
نتیجہ پہلے سے جان لینا اور بات ہی اور کسی کام پر کسی کو مجبور کرنا اور بات ہی اسلئے جو لوگ تقدیر کے لکھے پر اپنے آپ کو مجبور
قرار دیتے ہین وہ بڑی غلطی پر ہین اسی طرح جو لوگ یہ شبہ دل مین لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سبکو نیک کیون نہیں بنایا
وہ بھی غلطی پر ہین کیونکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کیلئے پیدا کی گئی ہی زبردستی سب کو نیک بنانے مین یہ امتحان بھلا
کس طرح پورا ہو سکتا تھا +

وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ○

اور ایسے ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب پکڑتا ہی بستیون کو اور وہ ظلم کر رہے ہیں بیشک اُسکی پکڑ دکھ دینے والی ہی زور کی

اللہ پاک نے اس آیۃ مین اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ تیرے خدا کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب کسی ظالم
کو پکڑ لیتا ہی تو پھر نہین چھوڑتا جیسے یہ گاؤن جن مین ظالم بستے تھے جنکا ذکر ہو چکا ہی کہ آخر برباد ہی کر دئے گئے اُسکی پکڑ بہت
دردناک ہی اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ حکم اونہیں گاؤن اور بستیون کیلئے تھا اور ون کیواسطے نہین ہی بلکہ ہر ایک ظالم
کا یہی نتیجہ ہوگا ابوموسیٰ اشعری کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے گذر چکی ہی کہ اللہ پاک ظالم کو مہلت دیتا ہی اور جب پکڑ
لیتا ہی تو پھر نہین چھوڑتا یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ○

اُس بات مین نشانی ہی اسکو جو ڈرتا ہی آخرت کے عذاب سے وہ دن ہی جسمین جمع ہونگے سب لوگ اور وہ دن ہی دیکھنے کا

انبیائے سابق اور اونکی امتون کے ذکر کے دو فائدہ تو اوپر مذکور ہو چکے یہ تیسرا فائدہ ہی جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہی حاصل اس
فائدہ کا یہ ہی کہ کافر اور منافق کے دل تو ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ اُنکے دل پر کسی نصیحت کا اثر نہین ہی ہان جو لوگ اللہ اور رسول
اور قیامت کے قائم ہونے پر ایمان لاچکے ہیں ان پچھلے قصون سے اُنکو ایک بڑی عبرت ہونی چاہیئے کسواسطے کہ پچھلی امتون
کا دنیا کا عذاب سنکر پورا یقین ہوتا ہی کہ اللہ کے وعدہ کا ظہور جس طرح دنیا مین ہو چکا اوسی طرح آخرت کے عذاب کا اُسکا
وعدہ سچا ہی اور ضرور ایک مقرر دن پر اُسکا ظہور ہونے والا ہی اوس وعدہ کے دن کے لئے کچھ نیکی کرنی چاہیئے تاکہ اُس
روز چھٹکارہ ہو کیونکہ جسطرح اوس دن کے آنے کا وعدہ حق ہی اوسی طرح اوس دن کا یہ وعدہ بھی حق ہی کہ جس کا نیکی کا پلہ اُس دن
بھاری ہوگا اُسی کا چھٹکارہ ہوگا پھر اس چھٹکارہ کی صورت بدون نیکی کے کرنے اور بدی سے بچنے کے کیونکر ممکن ہی تفسیر ابن
جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب بدی کا بدلہ ایک اور نیکی کا بدلہ دس ہے تو ایسے شخص
کے حال پر بڑا افسوس ہی جو دنیا سے ایسی حالت مین جاوے کہ اُسکی اکائیان دہائیون پر غالب ہون ترمذی مسند امام

منزل ۳

احمد بن حنبل وغیرہ مین ابوہریرہؓ ابی بکرہؓ جابرؓ بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن بسر سے صحیح روایتین ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین اچھا آدمی وہی ہے کہ جسکی عمر بڑی ہو اور اُسکے عمل نیک ہون اور بُرا آدمی وہ ہی کہ جسکی عمر بڑی ہو اور کام بُرے اور بد ہون معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابوہریرہؓ کی دوسری روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت طلحہ کے گہر مین تین مہاجر صحابہ رہتے تھے دونون اُنمین سے شہید ہوگئے اور ایک اون دونون شہیدون کے بہت روز کے بعد اپنی موت سے مرے طلحہ کہتے ہین کہ پہر مینے خواب مین دیکہا کہ تیسرا شخص جو اپنی موت سے مرا تہا جنت مین اون دونون شہیدون کے آگے ہی اِس خواب سے مجکو بڑا تعجب ہوا مین نے اپنا یہ خواب آنحضرت سے تعجب کے ساتہ بیان کیا آپنے فرمایا کچہ تعجب کی بات نہیں ہی نیک عمل ہوکر کوئی شخص بڑی عمر پاوے تو یہ بڑے اجر اور درجہ کی چیز ہی حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیۃ مین مسلمانون کے حق مین یہ ایک پیشین گوئی فرمائی ہی کہ مسلمانونکو نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہی جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہین وہ ذرا اپنی حالت پر غور کرین کہ اونکی حالت پر کہان تک اسکی پیشین گوئی صادق آتی ہے اور جن لوگونکو اللہ تعالی نے عمر دی ہی وہ اُسکو ایک دولت سمجہکر اوس دولت سے یہ تجارت کرین کہ اوس دولت سے نیک عمل کی دولت کمائین۔ ذلک کا اشارہ قیامت کے دن کیطرف ہی آیۃ کے اس ٹکڑے کا حاصل مطلب یہ ہی کہ میدان محشر مین آدم علیہ السلام سے قیامت تک جتنے بنی آدم پیدا ہوئے ہین وہ سب حساب وکتاب کے لئے جمع کئے جاوینگے چنانچہ صحیح بخاری ومسلم کی ابوہریرہؓ کی روایۃ مین اس کا ذکر تفصیل سے ہے اسی طرح طرح کے انتظام کے لئے وہان فرشتے بہی حاضر ہونگے مثلاً ستر ہزار نکیلین لگا کر ہزارہا فرشتے دوزخ کو میدان محشر مین لاوینگے جس کا ذکر صحیح مسلم اور ترمذی مین عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایۃ سے ہے اور اسی طرح کے بہت سے انتظام ہین جو اوس دن فرشتون کے ذمہ ہونگے سا انسان جنات اور فرشتون کے جمع ہوجانے سے وہ ایک عجب دن ہوگا اسلئے شاہ صاحب نے مرادی ترجمہ دن ہے دیکہنے کا فرمایا ہے۔

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍؕ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ۝

اور اُسکو ہم دیر جو کرتے ہین سو ایک وعدہ کی گنتی کو جسدن وہ آویگا بولیگا کوئی جاندار مگر اُسکے حکم سے سو اُنمین کوئی بدبخت ہی اور کوئی نیک بخت

اِس سے پہلے کی آیۃ مین یہ بیان ہوچکا ہی کہ قیامت کے دن اول سے آخر تک سب لوگ جمع ہونگے اسلئے فرمایا کہ قیامت کے آنے مین دیر اسلئے ہو رہی ہی کہ خدا نے یہ بات اس لئے ٹہرائی ہی کہ جبتک دنیا کے تمام پیدا ہونے والے لوگ پیدا نہ ہولین گے اور اونکے پیدا ہونے کے لئے جو مدت مقرر ہی وہ پوری نہ ہوجاویگی اوسوقت تک قیامت نہ آویگی اور اس مدت کی خبر خدا ہی کو ہی سوائے اُسکے اور کوئی نہین جانتا جب یہ مدت دنیا کی ختم ہوجاویگی تو وہ قیامت کا دن قائم ہوگا اور ہر شخص کو اوسکے عمل کے موافق جزا سزا ملیگی پہر اسکے بعد فرمایا کہ جب وہ دن آئیگا تو کسی کی کیا مجال ہی جو بغیر حکم خدا کے ایک بات بہی زبان سے نکال سکے اللہ پاک کا جسکو حکم ہوگا وہ شفاعت کے لئے کہڑا ہوگا پہر فرمایا کہ قیامت کے دن جتنے لوگ ہونگے اون مین سے بعضے بدبخت ہونگے جنکا ٹہکانا دوزخ ہی اور بعضے نیک بخت ہونگے جنکے لئے جنت بنائی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہین جب یہ

منزل ۳

دیۃ اور تری فمنھم شقی وسعید تو مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرض کیا کہ جب یہ بات مقرر ہوچکی کہ بعض آدمی بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہی جیسا کچھ تقدیر مین لکھا جاچکا وہ ہوکے رہے گا آپ نے فرمایا جسکے واسطے جس بات کو قلم جاری ہوچکا ہی وہی بات اوسپر آسان بھی ہوتی ہی جو شخص جس کام کیلئے پیدا ہوا ہے وہی کام وہ آسانی سے کرتا ہی اسلئے تمکو چاہیے کہ عمل کئے جاؤ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہی منذری نے اس حدیث کی سند پر اگرچہ یہ اعتراض کیا ہی کہ مسلم بن یسار راوی کو حضرت عمر سے ملنے کا موقع نہیں ملا اسلئے اس حدیث کی سند پوری نہیں ہی لیکن مسند امام احمد مستدرک حاکم اور امام مالک کی سند مین مسلم بن یسار نہیں ہی اسلئے یہ حدیث معتبر ہے بعضے مفسرین نے یہان یہ بات بیان کی ہی کہ جتنے لوگ قیامت مین ہونگے انکی دو ہی قسمین اللہ پاک نے بیان فرمائی ہین نیک بخت اہل جنت کو اور بدبخت اہل دوزخ کو مگر ان دو کے علاوہ ایک قسم اور بھی ہی یہ وہ لوگ ہین جنکے نیک عمل اور بُرے عمل دونون برابر ہین یا وہ لوگ جنکے نہ نیک عمل ہین نہ برے عمل ہین جیسے دیوانے اور بچے تو یہ لوگ خدا کی مشیت میں ہین انکے حق مین وہ جو چاہے گا حکم دیگا۔ لیکن اصل بات یہ ہی کہ جن لوگون کے نیک عمل اور بدعمل برابر ہین وہ لوگ اور دیوانے لوگ اور بچے صحیح حدیثون کے موافق جنت مین جاوینگے اس لئے پہلی دو قسمون میں یہ لوگ بھی داخل ہیں ۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

سو وہ لوگ بدبخت ہین سو آگ میں ہیں انکو وہان چلانا ہی اور دہاڑنا رہا کرین اُسمین جب تک رہی آسمان

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝

اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بیشک تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہے

منزل ۳

اللہ تعالی نے اس آیت مین بدبختون کا حال بیان فرمایا کہ جن لوگون نے دین حق کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کجروی سے باز نہین آئے اور بدبخت کے بدبخت ہی رہے انکے واسطے دوزخ مین جگہ ہی وہان یہ لوگ خوب وہکین گے جیخین گے چلائین گے۔ تاریخ مفسرین نے الا ماشاء ایک کی تفسیر مین دو مطلب بیان کئے ہین ایک یہ کہ آگ مین یہ لوگ اوتنے دنون تک رہین گے جتنے دنون دنیا کے آسمان و زمین مین رہ چکے ہیں اور اگر خدا چاہیگا تو زیادہ دنون تک رکھیگا اوسکی مرضی پر موقوف ہی اور دوسرا مطلب بیان کیا ہی کہ بدبخت ہمیشہ ہمیشہ دوزخ مین رہین گے مگر خدا جسکو چاہے گا ہمیشہ ہمیشہ نہین رکھیگا یہ بھی اوسکی مرضی پر موقوف ہی کسلئے کہ آسمان و زمین آخرت مین بھی ہونگے اسی کو فرمایا کہ جبتک آسمان و زمین رہین گے اوس وقت تک یہ لوگ دوزخ مین رہین گے کیونکہ اللہ پاک جو ارادہ کرتا ہی وہ کرتا ہی اوسکے ارادہ کو کوئی روکنے والا نہین ہی۔ صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کلمہ گو گنہگار کے دلمین رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہی وہ بھی میری شفاعت کے قابل ہوگا اور دوزخ سے نکلکر جنت مین جاویگا صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خالص دلسے ایک دفعہ بھی کلمہ پڑھا وہ بھی قیامت کے دن میری شفاعت

کے قایل ہیں اسکے سوا اور بھی صحیح حدیثین ہین جن مین کلمہ گو گنہ گارون کا دوزخ سے نکلکر جنت مین جانیکا ذکر ہے ان صحیح حدیثونکی بنا پر حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین الا ماشاء ربک کی صحیح تفسیر یہی قرار دی ہی کہ اس آیۃ اور آگے کی آیۃ مین الا ماشاء ربک فرما کر اللہ تعالی نے دونون جگہ کلمہ گو گنہ گارون کو دوزخ اور جنت مین ہمیشہ رہنے کی حالت سے مستثنے فرمایا ہی کیونکہ یہ لوگ دوزخ مین تو ہمیشہ یون نرہے کہ آخر کو دوزخ سے نکلکر جنت مین چلے گئے اور جنت مین ہمیشہ یون نرہے کہ ان لوگونکو کچھ مدت دوزخ مین گذری اس صحیح تفسیر سے وہ اختلاف اوٹھ جاتا ہی جس کا ذکر بعضے مفسرین نے اپنی تفسیر مین کیا ہی اس صحیح تفسیر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعضے سلف سے یہ جو روایتین ہین کہ دوزخیون کے دوزخ مین جانے کے بعد ایک زمانہ ایسا آویگا کہ جہنم خالی پڑا رہیگا ان روایتونکا یہ مطلب ہے کہ دوزخ کا پہلا طبقہ جسکا نام جہنم ہے اوس مین کلمہ گو گنہگار ڈالے جاوینگے اور جب شفاعت کے ذریعہ سے یہ لوگ دوزخ کے اوس طبقہ مین سے نکلکر جنت مین چلے جاوینگے تو دوزخ کا یہ طبقہ خالی پڑا رہیگا یہ مطلب ان روایتونکا نہین ہی کہ کسی زمانہ مین مشرک دوزخ سے نکل جاوینگے اور سارا دوزخ خالی پڑا رہیگا کیونکہ یہ مطلب قرآن حدیث اور مذہب اہل سنت کے برخلاف ہی معتزلے فرقے کا یہ مذہب ہے کہ جو کلمہ گو گنہ گار بغیر توبہ کے مرجاویگا وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اسواسطے اپنے مذہب کی تایید کے خیال سے صاحب کشاف نے ان صحیح حدیثون کے برخلاف جو کچھ اپنی تفسیر مین لکھا ہی اہل سنت اسکے قایل نہیں ہیں بلکہ اکثر سلف ان ہی صحیح حدیثون کو دونون آیتونکی تفسیر ٹھہراتے ہین۔ صحیح بخاری و مسلم مین انسؓ بن مالک کی شفاعت کے ذکر مین ایک بڑی حدیث ہی جس مین اللہ تعالی نے اپنے جاہ و جلال کی قسم کہا کر فرمایا ہی کہ کوئی کلمہ گو گنہگار دوزخ مین باقی نرہیگا اس سے اہل سنت کے مذہب کی پوری تایید ہوتی ہے۔

منزل ۳

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ

اور وہ جو نیک بخت ہیں سو جنت مین ہیں رہا کرین اسمین جب تک رہے آسمان و زمین مگر جو چاہی تیرا رب بخشش ہی بے انتہا

جس طرح وہان اوپر بد بختونکا حال بیان کیا یہان نیک بختونکا حال بیان فرمایا کہ جو لوگ نیک بخت ہیں رسولونکی پیروی کی دین حق کو قبول کیا انکے واسطے جنت ہے جبتک آسمان و زمین وہان کے رہین گے یہ لوگ جنت مین رہین گے بلکہ اس سے بھی زیادہ جس کا مطلب یہ ہی کہ ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی مین رہین گے پھر وہان سے نکلنا کیسا بلکہ اوپر ایسی بخشش ہوگی جسکی کوئی انتہا ہی نہین صحیح بخاری و مسلم مین عبد اللہ بن عمر سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ جب کل مخلوقات کا حساب و کتاب ہو جائیگا اور جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ مین چلے جاوین گے تو موت بلائی جائیگی وہ ایک بہیڑ کی صورت مین آئیگی اسکو ذبح کر کے کہا جائیگا کہ اے جنت والو اب موت نہیں ہی اب تم ہمیشہ جنت مین رہو اور اے دوزخ والو اب موت نہین ہی تم ہمیشہ دوزخ مین رہو حضرت عبد اللہ بن عمر کی اس حدیث کا مطلب یہ ہی کہ اوپر کی حدیثون کے موافق جب تمام کلمہ گو دوزخ سے نکل کر جنت مین جا چکین گے اوسوقت موت کو ذبح کیا جاویگا کیونکہ صحیح بخاری و مسلم مین ابو سعیدؓ خدری کی شفاعت کے باب مین جو ایک بڑی حدیث ہی اوس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہی کہ سب شفاعتون

کے ختم ہوجانے کے بعد جن دوزخیون کو اللہ تعالی اپنی لپ بہر کر دوزخ سے نکالے گا وہ مر کر کوئلہ ہوجاوینگے اور پہر حیات مین ڈالنے سے زندہ ہوجاوینگے اور پہر جنت مین داخل کئے جاوینگے چنانچہ صحیح مسلم کی ابو سعید خدری رضی کی حدیث مین ان لوگون کے مرجانے کا صاف ذکر آیا ہے حاصل کلام یہ ہی کہ اوپر کی حدیثون مین اور عبد اللہ بن عمر کی حدیث مین کچھ مخالفت نہین ہے اوپر کی حدیثین شفاعت کے وقت کی ہین اور عبد اللہ بن عمر کی حدیث مین موت کے ذبح کئے جانے اور دوزخیون کے ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا ذکر ہے وہ سب شفاعتون کے ختم ہوجانے کے بعد کا ہی۔ غرض عبد اللہ بن عمر کی اس حدیث سے معتزلی فرقہ کا یہ مطلب کسی طرح ثابت نہین ہوتا کہ گنہ گار کلمہ گو ابھی دوزخ مین ہی ہونگے اور اوس حالت مین موت کو ذبح کیا جاکر دوزخیون کو ہمیشہ کیلئے دوزخ مین رہنے کا حکم ہوجاویگا کیونکہ یہ مطلب انس بن مالک کی اوپر کی صحیح بخاری و مسلم کی اُس حدیث کے برخلاف ہی جسمین اللہ تعالی نے اپنے جاہ و جلال کی قسم کہا کر فرمایا ہی کہ کوئی گنہ گار کلمہ گو ہمیشہ دوزخ مین نرہے گا۔

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ

سو تو نہ رہ دہوکے مین ان چیزون سے جنکو پوجتے ہین یہ لوگ کچھ نہین پوجتے مگر ویسا ہے جیسا پوجتے تھے انکے باپ دادا اس سے پہلے اور ہم

نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

انکو انکا حصہ دینے عذاب سے بن گھٹایا اور ہمنے دی ہی موسی کو کتاب پہر اسمین پہوٹ پڑگئی اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ آگے نکل چکا

مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ

تیرے رب سے تو فیصلہ ہو جاتا انمین اور انکو اسمین شبہ ہی کہ جی نہین ٹہرتا اور جتنے لوگ ہین جب وقت آیا پورا دیگا رب

أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۱۱﴾

تیرا انکو انکے کئے اسکو سب خبر ہی جو وہ کر رہی ہین

اللہ پاک نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ کفار مکہ جن بتونکی عبادت کرتے ہین اسکے شرک ہونے مین تم کچھ شک نکرو مشرکین مکہ بت پرستی کو ملت ابراہیمی بتلاتے تھے جس سے ناواقف مسلمانونکو دہوکا ہوتا تھا اسلئے اللہ تعالی نے اپنے رسول کو مخاطب ٹہرا کر اون ناواقف مسلمانونکو جتلا دیا کہ بت پرستی کے شرک نہونے کی ان مشرکونکے پاس کوئی سند نہین ہی یہ فقط اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہین ہم اُسکا بدلہ پورا پورا انکو دینگے پہر فرمایا کہ اسی طرح ہمنے موسی علیہ السلام پر کتاب اوتاری ہی لوگون نے اوس مین اختلاف کیا بعضے ایمان لائے اور بعضے نہیں لائے تمپر بھی جو قرآن اوتارا گیا تو بعضے ایمان لے آئے اور بعضے ایمان نہین لاتے ہین یہ اختلاف پہلے سے ہوتا آیا ہے اسکا کچھ غم نہین کرنا چاہیے پہر فرمایا کہ اگر ایک خاص مدت تک دنیا کا قائم رکھنا اللہ کو منظور نہوتا اور اللہ کی رحمت اُسکے غضب پر غالب نہوتی تو ابھی اسکا فیصلہ ہوجاتا پہر فرمایا جو لوگ خدا کی کتاب کی طرف سے اپنے جی مین شک کرتے ہین انکو اُنکے اعمال کی جزا سزا اچھی طرح پوری دیجائیگی خدا کو اُنکے ہر ایک عمل کی خبر ہے۔ اوپر ایک جگہ یہ گذر چکا ہی کہ عمرو بن لحی کے زمانہ سے مکہ مین بت پرستی پھیلی اور پھر مشرکین مکہ اور انکے بڑے جتنے

ہین اور نادانی سے اسکو ملتہ ابراہیمی جانتے ہین اگر یہ لوگ اپنی نادانی کو چہوڑ دین تو ملتہ ابراہیمی کا زمانہ تو بہت دور ہی عمرو بن لحی کے زمانہ سے پہلے بھی مکہ مین بت پرستی کے جاری ہونیکی کوئی سند انکے پاس نہین ہی پہر فرمایا کہ جب لوگ بغیر کسی سند کے اپنی نادانی پر اڑے ہوئے ہیں اور باوجود فہمائش کے باز نہین آتے تو ایک دن اپنے کئے کی پوری سزا بھگتین گے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کے موافق نصیب کے معنے یہان جزا و سزا کے ہین جسکا مطلب ہی کہ انہین سے جو لوگ راہ راست پر آگئے وہ پوری جزا پاوین گے اور جو اسی شرک کے حال پر رہے وہ پوری سزا پاوین گے اللہ سچا ہی اللہ کا وعدہ سچا ہی اس کی سورۃ مین جو پیشین گوئی فرمائی گئی تہی اوسکے ظہور کا نمونہ بدر کی لڑائی کے وقت یہ معلوم ہو گیا کہ اس لڑائی کے وقت تک اہل مکہ مین سے جو لوگ راہ راست پر آ گئے اور اس لڑائی مین شریک ہوئے وہ قطعی جنتی ٹہرے چنانچہ مسند امام احمد مین جابرؓ بن عبد اللہ سے صحیح روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل بدر مین سے کوئی شخص ہرگز دوزخ مین نہ جاویگا اور اس لڑائی کیوقت تک انہین سے جو لوگ مشرک ہی اور اس لڑائی مین مارے گئے انکا انجام صحیح بخاری و مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایۃ سے ایک جگہ گذر چکا ہی کہ مرتے ہی وہ لوگ سخت عذاب مین گرفتار ہو گئے اور اللہ کے رسول نے اونکی لاشون پر کہڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا پا لیا صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہؓ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ قرآن شریف کی کسی آیۃ کے مطلب پر دو صحابیون کا جہگڑا سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگونکو معلوم نہین کہ تم سے پہلے لوگ کتاب آسمانی کے مطلب مین اختلاف ڈالکر برباد ہو گئے۔ یہود کے اختلاف اور پہوٹ کا جو ان آیتو نمین ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہود نے توراۃ کے لفظون اور معنون میں یہانتک اختلاف ڈالا کہ اس اختلاف نے انکی عقبیٰ کو برباد کر دیا یہود کی موجودہ حالت سے اس حدیث کے مضمون کی پوری صداقت ہوتی ہی کہ انکے اختلاف اور پہوٹ کے سبب سے ایک توراۃ کے تین نسخے عبرانی یونانی سامری بنگئے ہین اور ہر ایک فرقہ اپنی نسخہ کو صحیح کہتا ہی اسی واسطے فرمایا کہ ان لوگون نے کلام الٰہی کو ایسی شک کی حالت مین ڈال رکہا ہے جسکے سبب سے ایک فرقہ دوسرے کو جہٹلاتا ہی اور یہ بہی فرمایا کہ سب فرقون کے عملون اور حق و ناحق کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہی وقت مقررہ آنے پر ان عملون کی سزا و جزا کا پورا فیصلہ ہو جاویگا طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ قیامت کے دن سب لوگون کے اعمالنامے اللہ تعالیٰ کے روبرو جب پیش ہونگے تو بہت سے عمل ظاہر حالت سے فرشتونکو اچھے معلوم ہونگے مگر اللہ تعالیٰ اون عملونکو نامقبول ٹہراویگا یہ حدیث انہ بما یعملون خبیر کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جن عملونکا حال اعمالنامے لکہنے والے فرشتونکو بہی معلوم نہیں اوس غیب ان کو وہ حال بہی خوب معلوم ہی وان کلا لما لیوفینہم ربک اعمالہم آیۃ کے اس ٹکڑے کو اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر فرمایا ہی جسکی اصلی عبارت یون ہے وان کلہم لما بعثوا لیوفینہم ربک اعمالہم۔ اسیواسطے شاہ صاحب نے کلہم کا ترجمہ جتنے لوگ اور لما بعثوا کا ترجمہ جب وقت آیا فرمایا ہے

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَا تَرْكَنُوا

سو تو سیدہا چلا جا جیسا تجکو حکم ہوا اور جسنے توبہ کی تیرے ساتہ اور حد سے نہ بڑہو وہ دیکہتا ہے جو تم کرتے ہو اور مت جہکو

منزل ۳

اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○

آنکی طرف جو ظالم ہیں پہر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوائے مددگار پہر کہین مدد نہ پاؤگے

اگرچہ ان آیتون مین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب ٹھہرایا ہی لیکن اس حکم مین آپکی کل امت اول سے آخر تک سب شامل ہی حکم یہ ہی کہ جو کچھ اللہ کا حکم ہوا ہی اوسپر قائم رہو یہ آیت جب اتری تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ مستعد ہو جاؤ مستعد ہو جاؤ اور پہر آپکو کسی نے ہنستے ہوئے نہین دیکھا یہی وہ آیۃ ہی جس سے شرع کے کل احکام نکلتے ہین کیونکہ حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ جس طرح پر حکم ہوا ہی اوسپر جمے رہو کسی طرح کی کمی بیشی نہ ہونے پائے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہی اون سے بچتے رہو اور جن کامون کا حکم کیا گیا ہی اونپر مستعدی سے عمل کرتے رہو ذرا بھی فرق نہ ہونے پائے یہی وہ حکم ہی جس سے کوئی حکم الٰہی سخت نہین ہی کیونکہ بالکل حکم کے مطابق کرنا سوائے معصوم ذات انبیا علیہم السلام کے دوسرے سے دشوار ہی اسی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود نے بوڑہا کر دیا اس حکم کے بعد اللہ جل شانہ نے حد سے بڑہنے کو منع فرمایا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کا جس امر کا حکم ہوا ہی اوسکو بڑہا کر کرنا جیسے روزہ رکہنے کا حکم سارے دن کا ہی اس مین یون حد سے بڑہا جاوے کہ رات کو بھی روزہ رکہا جائے یا افطار کے وقت سے دیر کرکے روزہ افطار کیا جائے تو یہ طغیان ہو جائے گا پہر طغیان کرنے والون کے لئے یہ حکم ہوا ہی کہ اللہ تمہارے عملونکو دیکھہ رہا ہی وہ اوس کا ویسا ہی بدلہ دیگا۔ پہر یہ حکم ہوا کہ ظالم اور مشرکونسے میل جول نرکھو اگر ایسا کروگے تو تمہین دوزخ کی آگ جلائیگی ظلموا کی تفسیر مین بھی اختلاف ہی بعضے کہتے ہیں کہ حضرت کے زمانہ کے جو مشرک تھے اونہیں کے ساتھ میل جول نرکہنے کا حکم ہوا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ہر ظالم اس مین داخل ہے خواہ مسلمان ہو خواہ کافر و مشرک کسی سے بھی میل نکرو اگر تم ظالمون کا ساتھ دوگے تو اللہ کی مدد تم مین سے اوٹھہ جاویگی کیونکہ اللہ ظالم کو دوست نہیں رکھتا اور جب اللہ کی مدد اوٹھہ گئی تو پہر کوئی کسی کی مدد نہین کر سکتا۔ حاصل کلام یہ ہی کہ اوپر مشرکون اور یہود کا ذکر فرما کر ان آیتون میں مسلمانونکو شریعت الٰہی کے سیدھے راستہ پر قائم اور ثابت قدم رہنے اور مشرکون اور یہود کی عادتون سے بچنے کا حکم فرمایا ہی جس سے مقصود یہ ہی کہ ہر مسلمان وحدانیت کا اقرار کرکے پہر اوسپر ثابت قدم رہی کوئی بات ظاہری شرک یا ریاکاری کی ایسی نکرے جس سے اوس اقرار مین فرق آجائے اور اس اقرار کو سچا کرنے کے لئے نیک عملون مین حتی المقدور لگا رہی کیونکہ شریعت مین نیک عمل آدمی کے نیک ہونیکی نشانی قرار دیگئی ہین چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ علم الٰہی میں جو شخص نیک ٹھہر چکا ہی وہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد ویسا ہی کام بھی کرتا ہی صحیح بخاری و مسلم مین ابو سعید خدریؓ کی بڑی حدیث ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگونکو خالص دلسے وحدانیت الٰہی کا اقرار ہی اور اس اقرار کو سچا کرنے کے لئے ان لوگون نے کچھ نیک عمل نہیں کئے تو ایسے لوگ دوزخ سے یون نکلین گے کہ سب اشفاعتون کے بعد اللہ تعالےٰ ایسے لوگونکو دوزخ سے نکال کر جنت مین داخل کریگا ہر ایماندار شخص کو دوزخ سے بچنے کے لئے نیک عمل مین لگے رہنے کی جسقدر ضرورت ہی وہ اس حدیث سے اچھی طرح سمجھہ مین آسکتی ہی صحیح مسلم مین سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ سے روایۃ ہی جس مین سفیان کہتے ہین مینے آنحضرتؐ

منزل ۳

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضرت مجھکو دین مین کوئی ایسی بات بتادیجے کہ پہر مجکو کچھ پوچھنے کی ضرورت باقی نرہے آپنے فرمایا دین
مین خالص دلسے جن باتون کے ماننے کا حکم ہی اون باتونکو مانکر پہر اوسپر قائم اور ثابت قدم رہو معتبر سند سے مستدرک حاکم
مین حضرت ابوبکر صدیق کا قول ہی کہ دین پر ثابت قدم رہنے کا یہ مطلب ہی کہ دائرہ اسلام مین داخل ہوتے وقت آدمی نے جن باتونکا
عہد کیا مرتے دم تک آدمی اوسپر قائم رہی یہ حدیث اور حضرت ابوبکر صدیق کا قول ان دونون آیتونکی تفسیر ہے جس سے دینداری
کی باتونپر چلنے اور بیدینی کی باتون سے بچنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہی اور یہ بھی سمجھ مین آجاتا ہی کہ دین اور دین پر قائم رہنا کیا ہے

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ

اور کہڑی کر نماز دونو سرے دن کی اور کچھ ٹکڑون مین رات کے البتہ نیکیان دور کرتی ہین برائیونکو یہ یادگاری ہی یاد رکھنے والونکو

صحیحین ترمذی مسند امام احمد وغیرہ مین جو شان نزول اس آیۃ کی حضرت عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عباس اور ابی الیسر کی
روایۃ سے بیان کی گئی ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ابی الیسر کے پاس ایک عورت کھجورین خریدنے آئی تھی ابوالیسر بیان کرتے ہین
کہ مین نے اوس عورت سے کہا کہ بہ نسبت میری دکان کے میرے گھر مین عمدہ کھجورین ہین یہ سنکر جب وہ عورت میرے ساتھ
میرے گھر مین آئی تو مین نے اوس سے مباشرت تو نہیں کی لیکن سوا مباشرت کے اور سب بے شرمی کی باتین کی پھر مجھکو ندامت
ہوئی پہلے مین نے حضرت عمر سے اسکا ذکر کیا حضرت عمر نے فرمایا تیرا برا ہو شاید وہ عورت کسی غازی کی تہی جو لڑائی پر گیا
ہوا ہی مینے کہا کہ ہان پہر مین نے ابوبکر صدیق سے اسکا ذکر کیا اور پہر مینے خود آنحضرت سے اسکا ذکر کیا آنحضرت نے تہوڑی
دیر یہ قصہ سنکر سکوت کیا اتنے مین حضرت جبرئیل یہ آیۃ لائے اسکے بعد مینے آنحضرت سے پوچھا یہ حکم میرے لئے کیا خاص ہی
اسپر حضرت عمر نے میرے سینہ پر ایک تہپڑ مارا اور کہا کہ نہین سب مسلمانون کے لئے یہ حکم عام ہی اور آنحضرت نے فرمایا
کہ عمر نے سچ کہا ہی صحیح مسلم مین ابوہریرہ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز سے دوسری
نماز تک کے اور ایک جمعہ اور رمضان سے دوسرے جمعہ اور رمضان تک کے صغیرہ گناہ نماز اور روزہ سے معاف
ہو جاتے ہین حاصل یہ ہی کہ شرک اور کبیرہ گناہ تو بدون توبہ کے معاف نہین ہوتا صغیرہ گناہ نماز اور روزہ سے معاف
ہوجاتا ہی یہ تو اوپر بیان ہو چکا ہی کہ مشرک بدون توبہ کے مرجاوے تو اوسکی بخشش نہیں ہی اور کبیرہ گناہ والا شخص
بدون توبہ کے مرجاوے تو اوسکی بخشش اللہ کی مرضی پر ہے وہ چاہے بلا سزا کے اوسکو جنت مین داخل کرے چاہے
پہلے سزا دیکر داخل کرے غرض جہانتک ہو سکے کبیرہ گناہ سے بچنا چاہیئے اور شامت نفس سے کبیرہ گناہ ہو جاوے تو فوراً
توبہ کرنی چاہیئے شرائط توبہ کے اوپر بیان ہو چکے ہیں حاصل اونکا یہی ہی کہ گناہ سے دلمین شرمندہ ہونا چاہیئے اور آیندہ
کیلئے گناہ سے باز رہنے کا پورا قصد اور ارادہ دلمین توبہ کیوقت رکہنا چاہیئے۔ آیۃ کے ٹکڑے واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا
من اللیل سے پانچون وقت کی نمازین نکلتی ہین اور ان نمازون سے گناہونکے دور ہوجانے اور جاتے رہنے کا یہ مطلب ہے
کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک کے صغیرہ گناہ بغیر توبہ کے فقط نماز کی برکت سے معاف ہوجاتے ہین چنانچہ اسی مضمون

منزل ۳

کی ابوہریرہؓ کی حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے ابھی اوپر گذر چکی ہی وہی حدیث آیت کے ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے ذلک کا اشارہ اون باتوں کی طرف ہی جن کا ذکر اوپر کی آیتون مین گذرا مثلاً مشرکین مکہ اور یہود کی بیڈہنگی باتون سے بچکر دین پر پورے طور سے قائم رہنا مطلب یہ ہی کہ وہ باتین تو سب لوگونکی عقبیٰ کی بہبودی کی ہین مگر یہ قرآن کی نصیحت اونہی لوگون کے دلپر اثر کرتی ہی جو عقبیٰ کی جزاوسزا کے قائل ہین اور حساب کتاب کیلئے اللہ کے روبرو حاضر ہونا ونکو یاد ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگونکی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہی اس حدیث کو ذلک ذکرٰی للذاکرین کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جسطرح اچھی زمین مین مینہہ کے پانی سے اچھا نتیجہ نکلتا ہی اسی طرح قرآن کی نصیحت اونہی لوگون کے دلپر اثر کرتی ہی جو علم الٰہی مین نیک ٹھہر چکے ہین اور جسطرح بری زمین مین مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہی اسی طرح ازلی بدلوگون کے حق مین قرآن کی نصیحت رائگان ہے۔

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

اور ٹھیرا رہ البتہ اللہ ضائع نہین کرتا ثواب نیکی والون کا

اس سے پہلے کی آیت مین اللہ پاک کا یہ حکم ہوا تھا کہ دین پر قائم رہو اور دن کے شروع ہوتے اور ختم ہوتے اور کچھ رات گئی نماز پڑھا کرو جنکی تفصیل اچھی طرح سے کی جا چکی ہی اسکے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اب ان سب باتون پر صبر کرو خدا نیک کام کرنیوالونکا اجر ضائع نہین کرتا ہی۔ شریعت مین جن باتونکی مناہی ہی اس سے بچنے کیلئے جی کو روکنا اور مناہی کی پابندی پر صبر کرنا درکار ہی اسیطرح شریعت مین جن باتونکے بجالانے کا حکم ہی اوس حکم کی تعمیل مین کوئی تکلیف پیش آوے تو اوس تکلیف پر صبر ضرور ہی اس مناسبت سے شریعت پر قائم رہنے کے حکم کے بعد صبر کا حکم فرمایا۔ احسان کے معنے حسن نیت سے نیک عمل کرنے کے ہین چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی وہ حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سائل بنکر دین کی چند باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی ہین اور آپنے اون باتون کے جواب مین احسان کے یہ معنے بتلائے ہین کہ یا تو آدمی اس نیت سے عبادت کرے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہی اگر یہ مرتبہ آدمی کو نصیب ہو تو یہ نیت ضرور ہے کہ اللہ اوسکو دیکھ رہا ہی اس سے معلوم ہوا کہ دین پر قائم رہنے کا اور نمازون سے گناہونکے معاف ہونے کا جو اوپر ذکر ہے اسکے لئے احسان کی شرط ضرور ہی کیونکہ دین کے جس عمل مین یہ شرط نہ پائی جاویگی وہ عمل ضائع اور رائگان جانے کے قابل ہے اسی لیے کہ اس باب مین مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ آدمی کے جو عمل خالص نیت سے نہ ہونگے کہ وہ قیامت کے دن نامہ اعمال سے نکالدئے جاوینگے اور اونکا کچھ ثواب نہ ملیگا طبرانی کبیر کے حوالہ سے حضرت عبد اللہؓ بن عباس کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ قیامت کے دن جب ہر طرح کی تکلیف پر صبر کرنے والون کو بے انتہا اجر ملیگا تو بے صبر لوگ یہ تمنا کرینگے کہ دنیا مین کوئی قینچی سے اونکی بوٹیان کاٹتا اور وہ اس تکلیف پر صبر کرتے تو کیا اچھا ہوتا یہ حدیث ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کی گویا تفسیر ہے اس حدیث کی سند مین ایک راوی مجاعہ بن الزبیر ہے جسکو بعضے علماء نے ضعیف کہا ہے

منزل ۳

لیکن امام احمد نے اسکو معتبر قرار دیا ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا
سو کیوں نہوئے اون سنگتوں میں تم سے پہلے کوئی لوگ جنمیں اثر رہا ہو کہ منع کرتے بگاڑ کرنے سے ملک میں مگر تھوڑے

مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ
جو ہمنے بچا لئے انمیں سے اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے وہی راہ جسمیں عیش پایا اور تھے گنہگار۔ اور تیرا رب ایسا

لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۝
نہیں کہ ہلاک کر دے بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ پچھلی قومیں جتنی گذری ہیں اور جنکا قصہ تمہیں بتلایا گیا اون میں ایسے لوگ بھی تھے جو سمجھدار تھے اور اونہوں نے رسول کی پیروی اختیار کی تھی دنیا میں ظلم اور فساد سے الگ الگ رہے تھے اور ہمنے اون لوگوں کو نجات دیدی مگر یہ لوگ بہت کم تھے مفسرین نے فساد کے معنے شرک کے لکھے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے خالص خدا ہی کی عبادت کی تھی ان سے کوئی غرض نہیں رکھی اور جو لوگ دنیا کے مال و دولت پر غرور کر کے شرک سے باز نہیں آئے اور اونہوں نے دین حق کی پیروی نہیں کی وہی لوگ ہلاک ہوئے پھر فرمایا کہ خدا ناحق کسی پر ظلم نہیں کرتا اگر یہ لوگ ہر شخص کے حق کا خیال رکھتے اور ظلم پر کمر نہ باندھتے شرک نہ کرتے تو کبھی ہلاک نہ ہوتے یہ خود اونہیں کے ظلم کا نتیجہ تھا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ہمنے اپنی ذات پر ظلم حرام ٹھرایا ہے یہ حدیث وما کان ربک لیھلک القری بظلم واہلہا مصلحون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پچھلی قومیں اپنے شرک اور طرح طرح کے ظلم کے سبب سے ہلاک ہوئیں بے قصور ظلم کے طور پر اللہ تعالی نے اونکو ہلاک نہیں کیا کیونکہ ظلم اللہ تعالی نے اپنی ذات پر حرام ٹھرا لیا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ
اور اگر چاہتا تیرا رب کر ڈالتا لوگوں کو ایک راہ پر اور ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف میں - مگر جنپر رحم کیا تیرے رب نے

مطلب یہ ہے کہ اللہ میں یہ بھی قدرت ہے کہ سارے جہان کو ایک ہی دین پر کرتا سب کے سب دیندار ہوتے مگر خدا کی مرضی نہوئی کیونکہ دنیا کو اوس نے نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے زبردستی دیندار بنانے کے لئے نہیں پیدا کیا اسلئے لوگ الگ الگ فرقے ہوگئے پھر فرمایا کہ یہ لوگ ہمیشہ مختلف رہیں گے کوئی نصاریٰ کوئی یہود کوئی مجوس کوئی مشرک اسی طرح اپنی اپنی عقل کے موافق الگ الگ مذہب قائم کرینگے ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ کی ایک حدیث ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہود اکتہر فرقے ہوگئے نصاریٰ بہتر فرقے ہوئے اور امت محمدیہ تہتر فرقے ہونگے ان تہتر فرقوں میں بہتر فرقے دوزخ میں جاینگے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا حاکم کی معاویہ کی حدیث میں یہ ایک بات زیادہ ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسا فرقہ ہے جو جنتی ہے فرمایا وہ لوگ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلیں گے ابوہریرہؓ کی حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا ہے اور حاکم

منزل ۳

کی روایۃ بھی معتبر ہے۔ اس امت کے بے راہ فرقے وہی سلف کے برخلاف لوگ ہیں جیسے قدریہ جبریہ معتزلہ وغیرہ وغیرہ کہ یہ سب فرقے اپنے عقیدہ اور عمل میں سلف کے برخلاف ہیں اور آپس میں بھی انمین اختلاف ہے ایک فرقہ دوسرے کو حق پر نہیں جانتا الا من رحم ربک سے اہل سنت کا فرقہ مقصود ہے جو اپنے عقیدہ اور عمل میں سلف کا پیرو ہے اس فرقہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلنے والے لوگ ہیں حدیث کی کتابون میں اللہ کے رسول اور آپکے صحابہ کی حالت جو تفصیل سے لکھی ہے اس حالت کو امت کے موجودہ فرقون کی حالت سے ملایا جاوے تو خود یہ حالت حدیث کی پیشین گوئی کی صداقت اور یہ حدیث آیۃ کی تفسیر ہو سکتی ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالی نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جس کسی کا جیسا حال علم الہی میں ٹھہرا ہے لوح محفوظ میں لکھا گیا اب آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ سارے جہان کو ایک ہی حالت پر مجبور کر کے پیدا کر دینا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں تھا کیونکہ کوئی چیز اسکی قدرت سے باہر نہیں ہے لیکن دنیا نیک و بد کی جانچ کے لیے پیدا کی گئی ہے مجبوری کی حالت میں یہ جانچ باقی نہیں رہ سکتی تھی اسلیے دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جس کسی کا جیسا حال علم الہی میں ٹھہرا وہی حال لوح محفوظ میں لکھا گیا اور اوسی کے موافق مخلوقات کو پیدا کیا گیا جسکا ذکر آگے آتا ہے۔

وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○ وَكُلًّا نَقُصُّ

اور اسی واسطے انکو پیدا کیا ہے اور پورا ہوا لفظ تیرے رب کا کہ البتہ بھرونگا دوزخ جنونسے اور آدمیونسے اکٹھے اور سب بیان کرتے

عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ

ہم تیرے پاس رسولون کے احوال سے جس سے تسلی دین تیرے دلکو اور آئی تجکو اس سورت میں تحقیق بات اور نصیحت اور سمجھوتی

لِلْمُؤْمِنِينَ ○ وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ ○ وَانْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ○

ایمان والونکو اور کہدے انکو جو یقین نہیں کرتے کام کیے جاؤ اپنی جگہ ہم بھی کام کرتے ہیں اور راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○

اور اللہ کے پاس ہے چھپی بات آسمانونکی اور زمین کی اور اسی کی طرف رجوع ہے سارا کام سو اسکی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ رکھ اور تیرا رب بیخبر نہیں

منزل ۳

اگرچہ مفسرین نے اس آیۃ کے معنے کئی طرح بیان کیے ہیں مگر آیۃ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کو اور صحیح حدیثون کو اس آیۃ کی تفسیر قرار دیا جاوے تو صحیح معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے تمام مخلوقات کو فطرت اسلامی پر پیدا کیا ہے تاکہ فطرتی اسلام کے موافق وہ دنیا میں شرعی اسلام حاصل کریں اور قیامت میں اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں لیکن علم ازلی الہی کی دنیا کے پیدا ہونیکا یہ نتیجہ معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا کے پیدا کیے جانے کی صورت میں بہت سے جنات اور انسان دنیا میں آکر فطرتی اسلام کو رائگان کر دیوینگے اور شرعی اسلام کے مخالف کام کرینگے اور قیامت کے دن اللہ تعالی اس طرح کے جنات

وانسان سے دوزخ بھر لگا اور اگرچہ یہ بات اللہ تعالی کی قدرت سے باہر نہین ہے کہ اللہ چاہے تو فطرتی اسلام کی طرح سب مخلوقات کو یکسان اسلام شرعی کا پابند کر دیوے مگر یہ اسلام کی صورت ایک مجبوری کی صورت ہے اور مجبوری کا اسلام اللہ کی درگاہ مین قبول نہیں ہے کیونکہ لیبلوکم ایکم احسن عملا کے موافق کوئی موقع نیک و بد کے امتحان کا مجبوری کے اسلام مین باقی نہین رہتا اسلئے اللہ تعالی کے علم ازلی کے موافق دنیا مین مختلف مذہب کے لوگ نظر آتے ہین اور ہمیشہ نظر آوینگے صحیحین کی حضرت ابو ہریرہ رضی کی حدیث مشہور ہے کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر بڑا ہو کر ماں باپ کی صحبت مین کوئی یہودی بنجاتا ہے کوئی نصرانی کوئی مجوسی مسند امام احمد مین حضرت جابر رض کی حدیث ہے کہ جبتک بچہ کی زبان کھلے اور وہ بولنا سیکھے اوسوقت تک فطرتی اسلام کی حالت باقی رہتی ہے مسند امام احمد نسائی اور مستدرک حاکم مین حضرت اسود رض بن سریع سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خیبر کی لڑائی مین بعضے صحابہ نے کچھ مشرکون کے بچونکو قتل کر ڈالا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ ہر بچہ زبان کے کھلنے تک فطرت اسلام پر ہوتا ہے ان حدیثون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچہ فطرتی اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور جبتک بولنا سیکھے اوسوقت تک اوسی حالت پر رہتا ہے لیکن عقبی کی نجات کا مدار اللہ تعالی نے فطرتی اسلام پر نہیں رکھا ہے کیونکہ فطرتی اسلام ایسا ہی ہے جیسا کہ حالت مجبوری کا شرعی اسلام اور ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حالت مجبوری کا اسلام درگاہ الہی مین مقبول نہین ہے اسواسطے شرعی اختیاری اسلام سے جو انسان اور جنات علم ازلی الہی مین بے بہرہ اور منکر معلوم ہوئے اونکو اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین کمبخت ازلی لکھ لیا ہے اور ایسے ہی جنات اور انسانون سے قیامت کے دن دوزخ کے بھرنے کا ذکر اس آیۃ مین ہے بچہ کے بولنا سیکھنے تک پیدائش اسلام پر رہنے کی جابر رض بن عبد اللہ اور اسود رض بن سریع کی روایتین جو اوپر گذرین اس مضمون کی ابو ہریرہ رض کی روایت صحیح مسلم مین بھی ہے جس سے جابر رض بن عبد اللہ اور اسود رض بن سریع کی روایتونکی پوری تائید ہو جاتی ہے۔ اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے پچھلے رسولونکے قصے تمہاری ہی تسکین کے لئے سنائے گئے ہین تاکہ معلوم ہو جاوے کہ ہمیشہ سے اللہ کے رسولون اور اونکے پیرو لوگونکا انجام اچھا رہا ہے اور اونکے مخالف لوگ کسطرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہوتے رہے ہین اگر یہ مشرکین مکہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو یہی انجام انکا ہو گا پھر فرمایا قرآن کی اس سورۃ اور اور سورتون مین سچی باتین اور نصیحتین جو نازل ہوئی ہین وہ اونہی لوگونکے حق مین فائدہ مند ہین جو علم الہی مین فرمانبردار ٹھہر چکے ہین اور جو لوگ علم الہی مین نافرمان ٹھہر چکے ہین اونکو ان نصیحتونسے کچھ فائدہ نہین پہونچ سکتا پھر فرمایا ان نافرمان لوگونسے کہدیا جاوے کہ تم اپنا کام کئے جاؤ اور ہم اپنا کام کئے جاتے ہین اور یہ بھی کہدیا جاوے کہ تم اپنے انجام کا انتظار کرو اور ہم اپنے انجام کا انتظار کرتے ہین اور یہ بھی ان لوگونکو جتلا دیا جاوے کہ آسمان و زمین مین کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہین ہے ایک دن اوسی غیب دان کے روبرو سب مخلوق کے نیک و بد معاملے کا حساب کتاب اور جزا و سزا کیلئے پیش ہونگے آخر کو فرمایا اے رسول اللہ کے تم اللہ کی عبادت مین لگے رہو اور اللہ پر تم اپنا بھروسہ رکھو وہ ان اہل مکہ کے کامونسے خوب واقف ہے کہ کتنے انمین سے راہ راست پر آنے والے ہین اور کتنے اس حالت شرک پر مرنے والے ہین اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی سے لیکر فتح مکہ تک اس وعدہ کا پورا

منزل ۳

ظہور ہوگیا کہ کی سورۃ بنی اسرائیل میں آیۃ جاء الحق وزہق الباطل جو نازل ہوئی تھی فتح مکہ کے وقت کعبہ میں کے بتوں کو لکڑی مار مار کر گراتے وقت اللہ کے رسول نے اس آیۃ کو پڑھا جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے وعدہ کے موافق توحید مکہ میں بلکہ تمام ملک عرب میں پھیلی اور کفر وشرک بہا گا صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایتوں میں بتوں کے گرنے کا ذکر تفصیل سے ہے۔

سورۃ یوسف مکیۃ وہی مائۃ واحدی عشرۃ آیۃ واثنا عشر رکوعا

یہ سورۃ مکی ہے کل آیتیں اسکی ایک سو گیارہ ہیں حضرت ابن عباسؓ اور قتادہ کے قول کے موافق چار آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں بعضی مفسر اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اسکی کل آیتیں مکہ میں اتری ہیں اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ مکہ ومدینہ کے درمیان میں ہجرت کے وقت نازل ہوئی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۝ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ نَحۡنُ نَقُصُّ

یہ آیتیں ہیں واضح کتاب کی — ہمنے اسکو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا شاید تم بوجھو — ہم بیان کرتے ہیں

عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ٭ۖ وَ اِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ۝

تیرے پاس بہتر بیان اسواسطے کہ بھیجا ہمنے تیری طرف یہ قرآن اور تو تہا اس سے پہلے البتہ بے خبروں میں

الر حروف مقطعات میں سے ہے جنکا ذکر اول سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے اسکے بعد اللہ پاک نے قرآن پاک کی تعریف بیان فرمائی کہ یہ آیتیں واضح اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے زبان عربی میں نازل فرمایا ہے تاکہ تم لوگ عرب کے باشندے اسکو اچھی طرح سمجھو پھر اللہ پاک نے اس قصہ یوسف علیہ السلام کو احسن القصص فرمایا کیونکہ اس قصہ میں عبرت اور حکمت اور عجیب وغریب فائدے ہیں جو دین ودنیا میں انسان کے کارآمد ہیں مثلاً عورتوں کا مکر وفریب اور دشمن کی ایذا رسانی پر صبر اور خوش اسلوبی سے اس سے درگذر کرنا پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ ہمنے بذریعہ وحی کے اس قصہ کو تم پر نازل کیا ہے اگرچہ تم پہلے اس قصہ سے بالکل ناواقف تھے نہ تو تمنے اس قصہ کو کسی سے سنا اور نہ کبھی دل میں اس کا خطرہ گذرا حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہ اس سورۃ کی شان نزول میں یوں فرماتے ہیں کہ یہود نے مشرکین مکہ کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسبات کی خواہش ظاہر کی تھی کہ آپ یعقوب علیہ السلام اور انکی اولاد اور حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ بیان کریں کہ یعقوب علیہ السلام تو ملک شام میں رہتے تھے پھر انکی اولاد مصر میں کیونکر آگئی اس خواہش سے یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو آزمانا منظور تھا یہود کی اس آزمائش پر بطور معجزہ کے یہ سورۃ نازل ہوئی معتبر سند سے دلائل النبوۃ بیہقی اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہے جسکو حاکم نے صحیح کہا ہے کہ ولید بن مغیرہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قرآن شریف کی کچھ آیتیں سنکر اسکا دل بیقابو ہوگیا مگر پھر ابوجہل کے بہکانے سے وہ قرآن کو انسان کا کلام کہنے لگا یہ ولید بن مغیرہ وہی ہے جسکو عرب کے بڑے بڑے شاعروں کے اور جنات کے بہت سے اشعار یاد تھے اور مکہ کے فصیح لوگوں میں اس کا شمار تھا۔ ولید بن مغیرہ کے حال کی زیادہ تفصیل سورۃ

منزل ۳

مشرین آویگی معتبر سند سے مستدرک حاکم مین رفاعہؓ بن رافع سے روایتہ ہی جسمین رفاعہ کہتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے مین حج کے ارادہ سے مکہ گیا اور آنحضرت کی نصیحت سنکر اسلام لانے پر مجبور ہو گیا اگرچہ لوگون نے مجھکو دیوانہ بتلایا مگر مین نے اُنکے کہنے کا کچھہ خیال نکیا اسلام لانیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو سورہ یوسف یاد کرائی۔ یہ رفاعہؓ انصاری بدری صحابا مین سے ہیں۔ ان حدیثون کو آیتونکی تفسیر مین ایک تو یہ دخل ہی کہ قرآن کی آیتونکو واضح جو فرمایا ہی اوسکی تفسیر ولید بن مغیرہ جیسے آدمی کے حال سے اچھی طرح ہوسکتی ہی کہ قرآن کی واضح نصیحت نے اُسکے دلکو بے قابو کر دیا یہی حال رفاعہؓ کے دل کا ہوا کہ قرآن کی نصیحت کے سُنتے اُنکے دلکو فوراً اسلام کی طرف مائل کر دیا رفاعہؓ کی حدیث کو دوسرا دخل اس سورۃ کی تفسیر مین یہ بھی ہو کہ اس حدیث سے اس ساری سورۃ کا مکی ہونا ثابت ہوتا ہی۔

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ

جسوقت کہا یوسف نے اپنے باپ کو اے باپ مینے دیکھے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے میرے تئین سجدے کرتے

اللہ پاک نے سورہ یوسف کو حسن القصص فرماکر حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع کیا کہ ایک رات حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب مین دیکھا گیارہ ستارے آسمان سے زمین پر اوترے اور اُنکے ساتھ چاند و سورج بھی تھے اور ان سب ستارون نے آنکر یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا صبح اوٹھکر اس خواب کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا اس خواب کی تعبیر چالیس برس کے بعد پوری ہوئی جب حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر ہو گئے تھے اور اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا اور بھائیون نے سامنے کھڑے ہو کر سجدہ کیا اوسوقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب کی تعبیر حضرت یعقوب علیہ السلام کو یون یاد دلائی یا ابت ہذا تاویل رویای من قبل قد جعلہا ربی حقا جسکا مطلب یہ ہی کہ اے میرے باپ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جسکو اللہ تعالی نے سچ کر دکھایا۔ جسوقت حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا تھا تو انکی عمر سولہ سترہ برس کی تہی اور بعضون نے کہا ہی کہ بارہ برس کی عمر مین یہ خواب دیکھا تہا اور بعضے یہ بھی کہتے ہیں کہ اُسوقت انکی عمر سات برس کی تہی غرضکہ یوسف علیہ السلام روئے زمین پر ایکسو بیس برس تک زندہ رہے اور آپ اولوالعزم پیغمبرون مین شمار کئے جاتے ہین بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک حدیث نقل کی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم علاوہ نبوت کے نسب کے سبب سے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو بزرگی تہی اوسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ پیغمبرونکا خواب حق ہوتا ہی اس خواب مین گیارہ تارے حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے اور چاند و سورج یوسف علیہ السلام کے مان باپ تھے تفسیر سدی مین ہے کہ یہان حضرت یوسف کی مان سے مقصود حضرت یوسف کی خالہ راحیل ہین کیونکہ حضرت یوسف کی سگی مان کا انتقال اس خواب سے پہلے ہو چکا تھا۔ طبرانی کی عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی روایتونمین یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ جو آیا ہی ان روایتون کی سند ضعیف ہے تفسیر ابن جریر مین صحیح سند سے قتادہ کا قول ہی کہ پچھلی شریعتون مین بجائے سلام کے سجدہ جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا معتبر سند سے شعب الایمان بیہقی مستدرک حاکم اور تفسیر ابن جریر مین سلمانؓ فارسی سے روایتہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے خواب و اوسکی تعبیر تک

منزل ٣

چالیس برس کا فاصلہ ہو اس بناپر بعضے سلف کا قول ہو کہ خواب کی تعبیر کی آخری مدت چالیس برس تک ہو ۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

کہا اے بیٹے مت بیان کر خواب اپنا اپنے بھائیون پاس پھر وہ بناوینگے تیرے واسطے کچھ فریب البتہ شیطان ہی انسان کا صریح دشمن

اس آیۃ مین اللہ پاک نے اسبات کی خبر دی کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام اس خواب کی تعبیر کو سمجھ گئے کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی ایسا مرتبہ عطا کریگا کہ انکے بھائی انکے آگے سجدے مین گرجانے پر مجبور ہو نگے اسلئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا کہ بیٹا اس خواب کا اپنے بھائیون سے ہرگز ذکر نکرنا کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہی اور دلمین حضرت یعقوب نے یہ اندیشہ کیا کہ ایسا نہو جو یوسف کے بھائی بھی اس خواب کی تعبیر سمجھ لین اور یوسف کے جاہ و مرتبہ پر حسد کرنے لگین اور کسی مکرو فریب سے یوسف کی ہلاکت کی تدبیر سوچین صحیح بخاری مین ابو سعید خدری سے اور صحیح مسلم مین جابر بن عبد اللہ سے جو روایتین ہین اون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک خواب دیکھے وہ بیان کرے اور اگر برا خواب دیکھے تو اوسی وقت کروٹ بدل لے اور اپنی بائین جانب تین مرتبہ تھوک دے اور خدا کے ساتھ پناہ پکڑے اور کسی سے اوس کا ذکر نکرے اس طرح کرنے سے اوس خواب کا ضرر اسکو نہیں پہونچے گا۔ معتبر سند سے ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم مین ابی رزین عقیلی سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبتک کسی خواب کی تعبیر بیان نہین کی جاتی تو وہ خواب ایسا ادھر رہتا ہی جس طرح پردار جانور کے پنجہ مین کوئی چیز ادھر رہتی ہی اور جب اسکی تعبیر بیان کردی گئی تو جس طرح پردار جانور کے پنجہ مین سے کوئی چیز چھوٹ کر گر پڑتی ہی اسی طرح جو تعبیر بیان کی گئی ہی اسکا ظہور ہو جاویگا۔ ابن ابو رزین کا نام لقیط بن صبرہ ہی یہ مشہور صحابہ مین ہین حدیث کی سب کتابون مین انسے روایتین ہین آیۃ اور حدیثون کے ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ یوسف علیہ السلام کا وہ خواب اچھا تھا برا نہیں تھا اسواسطے یعقوب علیہ السلام نے اوس خواب کی تعبیر کو ادھر نہیں رکھا بلکہ یوسف علیہ السلام کو تعبیر کے طور پر یہ سمجھا دیا کہ یہ خواب ایسا اچھا ہی کہ اگر تمہارے بھائی اس خواب کو سنین گے تو وہ اس خیال سے تمہارے دشمن بنجاوین گے کہ اونھون نے یہ خواب کیون نہیں دیکھا اسلئے اس خواب کو اپنے بھائیون سے بیان نکرنا اور یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کے اچھے ہونیکی تفصیل کے طور پر یوسف علیہ السلام کو آگے یہ بھی سمجھا دیا کہ اللہ تعالی نے جسطرح یہ اچھا خواب تمکو دکھایا ہی اسی طرح تم جوان ہو کر اپنے دادا اسحاق اور بڑے دادا ابراہیم کے مانند نبی ہوگے اگرچہ یعقوب علیہ السلام بھی نبی تھے مگر آگے کی آیۃ مین اونھون نے عاجزی کے طور پر اپنا نام نہین لیا ۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى

اور اسی طرح نوازیگا تجکو تیرا رب اور سکھاویگا کل ٹھانی باتون کی اور پورا کریگا اپنا انعام تجپر اور

منزل ۳

آلِ یَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

یعقوب کے گھر پر جیسا پورا کیا ہی تیرے دو باپ دادو نپر پہلے سے ابراہیم اور اسحٰق پر البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمتون والا

حضرت یعقوبؑ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت یعقوبؑ کو وحی الہامی طور پر یہ بات معلوم تھی کہ حضرت یوسفؑ بھی نبی ہونگے اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحاقؑ کی طرح نبی ہونگے لیکن جب حضرت یوسفؑ کے بھائیون نے حضرت یوسفؑ کو اپنی ساتھ جنگل مین لیجانیکی اجازت حضرت یعقوبؑ سے چاہی جسکا ذکر آگے کی آیۃ مین ہی تو حضرت یعقوبؑ نے یہ فرمایا کہ مجھے ڈر ہی کہ یوسفؑ کو کہین بھیڑیا نہ کھاجائے حضرت یعقوبؑ کے ان دونون قولون کو ملاکر مفسرین کو بڑا خلجان پیدا ہوا ہی کہ جب حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کا جوان ہونا اور انکا نبی ہونا معلوم ہو چکا تھا تو پھر حضرت یعقوبؑ کو یہ خوف کیونکر ہوا کہ حضرت یوسفؑ کو چھوٹی سی عمر مین بھیڑیا کھاجاویگا جواب اس خلجان کا یہ ہی کہ انبیا کو وحی الہامی کے ذریعہ سے جو کچھ معلوم ہوتا ہی اسکے ظہور سے پہلے اونکو اسکے منسوخ ہوجانے کا بھی اندیشہ رہتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علامات قیامت مثلاً سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا اور دجال اور حضرت عیسٰیؑ کا آنا یہ سب کچھ وحی الہامی کے ذریعہ سے معلوم تھا لیکن سورج گہن کے روز آپ گھبراکر نکلے اور آپنے فرمایا آج مجھکو قیامت کے قائم ہوجانیکا خوف تھا چنانچہ صحیح بخاری مین ابو موسےٰ اشعری سے جو روایۃ ہی اسمین اسکا ذکر تفصیل سے ہی حاصل کلام یہی کہ اوپر تفصیل سے بیان ہو چکا ہی کہ لوح محفوظ مین جو کچھ قیامت تک کا حال لکھا ہی اب بھی اوسکا ردو بدل اور منسوخ کردینا اللہ تعالیٰ کے اختیار مین ہی اسواسطے انبیا کو وحی الہامی کے ذریعہ سے جو معلوم ہوتا ہی اوسکا منسوخ ہوجانا اور بجائے اسکے اسباب موجودہ کے موافق کسی دوسری صورت کے پیش آجانیکا اندیشہ انبیا کے دلسے ہرگز رفع نہین ہوسکتا قرآن اور حدیث کے مضامین پر جو شخص اچھی طرح غور کرے اسکو یہ بات کی پوری تصدیق ہوسکتی ہی مثلاً لوگونکی سرکشی کے اسباب پر خیال کرکے سورج گرہن سے آنحضرتؐ کا یہ تصور فرمانا کہ وقت مقررہ منسوخ ہوکر ابھی قیامت کے قائم ہوجانے کا حکم اللہ کی طرف سے ہوگیا ہو تو تعجب نہین ہی حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا خواب سنکر یہ بھی کہا کہ یوسف جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ اچھا خواب تمکو دکھایا ہی اسی طرح اللہ تعالیٰ تمکو نبوت کیلئے پسند اور منتخب کریگا اور اب تو تم اپنا خواب مجھ سے تعبیر کے لئے بیان کرتے ہی ہو آگے اللہ تعالیٰ تمکو خواب کی تعبیر کا ایسا علم عنایت فرماویگا کہ لوگ تم سے اپنے خوابون کی تعبیر پوچھا کرینگے غرض جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی طرح طرح کی نعمتین تمہارے بزرگونکو عنایت فرمائین اوسی طرح تمکو اور اولاد یعقوبؑ کو وہ طرح طرح کی نعمتین عنایت فرماویگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اوسکو اپنی سب مخلوقات کا حال خوب معلوم ہی وہ آدمی کو جس قابل دیکھتا ہی ویسا ہی اوس سے برتاؤ کرتا ہی اور اسکی حکمت ایسی بڑی ہی کہ اوسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہین حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام تک جتنے نبی ہوئے وہ سب اولاد یعقوب مین داخل ہین صحیح بخاری مسلم ترمذی اور نسائی مین حضرت موسےٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصے کی ابی بن کعبؓ کی جو روایتین

رکوع ۱۱

منزل ۳

اون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آجکل دنیا مین سب سے بڑا عالم کون ہی حضرت موسیٰ نے اپنا نام لیا اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کی یہ بات پسند نہ آئی اسلئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کی ملاقات کو بہیجا جب موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کشتی مین بیٹھے تو ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آن بیٹھی اور اوسنے دریا مین سے ایک قطرہ پانی کا پیا پہر خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ جو نسبت اس ایک قطرہ پانی کو دریا سے ہے وہی نسبت میرے اور تمہارے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت سے ہی - آیۃ مین اللہ تعالیٰ کے علم اور اوسکی حکمت کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے -

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ

البتہ ہین یوسف کے مذکور مین اور اوسکے بہائیون کے نشانیان پوچہنے والونکو جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اوسکا بہائی زیادہ پیارا ہی ہمارے باپ کو ہمسے

عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ

کہ لوگ ہین البتہ ہمارا باپ خطا مین ہی صریح — مار ڈالو یوسف کو یا پہینک دو کسی ملک مین کہ اکیلی رہی تمپر توجہ تمہاری باپ کی اور ہو رہو اوسکے پیچہے

قَوْمًا صَالِحِينَ ۝ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ

نیک لوگ — بولا ایک بولنے والا انمین مت مار ڈالو یوسف کو اور پہینکدو اوسکو گمنام کنوئین مین کہ اٹھا لیجاوے اوسکو کوئی مسافر اگر تمکو کرنا ہی

یوسف علیہ السلام بارہ بہائی تھے - روبیل شمعون لاوی یہودا زبولون یسّجر ان چہون کی مان لیا بنت لیان حضرت یعقوب علیہ السلام کے مامون کی بیٹی تہین اور دو کنیزین اونکی زلفہ و بلہہ تہین جن سے چار بیٹے تھے دان - نفتوناجاد اوشیر - حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی بیوی لیا کے انتقال کے بعد اپنی سالی سے نکاح کیا انکا نام راحیل بنت لیان تہا انسے دو بیٹے حضرت یوسف اور بنیا مین پیدا ہوئے - غرضکہ حضرت یوسف و بنیا مین ایک مان باپ سے سگے بہائی تھے اور باقی انکے سوتیلے بہائی تھے حضرت یوسف کی والدہ راحیل بنیامین اپنے چھوٹے بچے کے پیدا ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر فوت ہوگئین اسلئے حضرت یعقوب علیہ السلام ان دونون بچون کو بہ نسبت اپنے اور بیٹون کے زیادہ پیار کرتے تھے کیونکہ یہ بہت ہی چھوٹے چھوٹے بن مان کے بچے تھے - ہر حال اللہ جل شانہ نے اس آیۃ مین ذکر فرمایا کہ جو لوگ حضرت یوسف کا قصہ دریافت کرتے ہین اونکے لئے بڑی عبرت اور نشانیان اس مین ہین اصل مین قریش نے یہود سے یہ بات دریافت کی تہی کہ تم ہمین کوئی ایسی بات تبلادو جو ہم حضرت محمد صلعم سے پوچہین دیکہین صحیح تبلاتے ہین یا نہیں یہود نے قریش کو یہ سکہلایا کہ تم اونسے یہ بات پوچہو کہ ابراہیم علیہ السلام کا اصلی وطن تو شام تہا پہر اونکی اولاد بنی اسرائیل مصر مین کیونکر پہیل گئی جو حضرت موسیٰ اور فرعون کا جہگڑا درپیش ہوا اسی کو اللہ پاک نے فرمایا کہ ان سوال کرنے والون کے لئے حضرت یوسف اور اونکے بہائیونکے قصہ مین بڑی بڑی عبرت کی باتین ہین جس شخص کی بہبودی بہائیون نے قبول نکی اور حسد کیا آخر اونہین کے محتاج ہو کر رہے اونہین حضرت یوسف کو

سجدہ کرنے بن آیا علاوہ اسکے حضرت یوسف کا خواب دیکھنا اور اسکی تعبیر غرضکہ آخر قصہ تک طرح طرح کی نشانیاں پیش
آتی گئیں۔ پھر فرمایا کہ یوسف کے سوتیلے بھائی آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے باپ بھی کیا کم سمجھ آدمی ہیں کہ یوسف اور
بنیامین جو بہت چھوٹے بچے ہیں اور اپنی کم سنی کی وجہ سے کسی مصرف کی دو انہیں اونہیں ایسا پیار کرتے ہیں اور ہم
جو بڑے بڑے ہیں اور اونکے بازو کی قوت ہیں اور ہر ایک کام میں انکا ہاتھ بٹانے والے ہیں انکی نظروں میں ویسے
محبوب نہیں پھر ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ ہمیں اب یہ کرنا چاہیئے کہ یوسف کو یا تو قتل کر ڈالو یا کسی ایسی جگہ میں لیجا کر
پھینکدو کہ نہ تو وہ خود وہاں سے آسکے اور نہ باپ وہان تک پہونچ سکیں اور نہ کوئی خیر خبر یہاں کی وہان وہان کی
یہان آنے جانے جب یوسف باپ کی نظروں سے علیحدہ ہوجائے گا اور کوئی حال اس کا انکو معلوم نہ ہوگا یا وہ
اس سرزمین پر نہیں ہوگا تو باپ کی محبت ہماری طرف ضرور رہے گی اس مشورہ کے وقت یوسف کے بھائیوں
نے یہ بات بھی سوچ لی کہ یہ کام جس کا ہم ارادہ کر رہے ہیں واقع میں ہی تو برا اور اس میں گناہ عظیم بھی ہے مگر آخر کرنا کیا ہے
جب تک یوسف باپ سے جدا نہ ہوگا باپ کی محبت ہم پر زیادہ نہ ہوگی اب تو یوسف کے دفعیہ کے لئے جو تدبیر
بن پڑیں کر گزرو بعد کو دیکھا جائے گا توبہ استغفار کر کے نیک لوگوں میں داخل ہوجائیں گے غرضکہ گناہ کے پہلے توبہ
کی بھی ٹھہرائی اس صلاح کو یوسف کے دسوں سوتیلے بھائیوں نے نہیں پسند کیا بلکہ روبیل جو سب میں بڑا تھا
اُسنے یہ رائے دی کہ یہ دونوں باتیں سخت تر ہیں اور انکا ہونا دشوار ہے یوسف پھر بھی بھائی ہے اس کا قتل کرنا کوئی
آسان بات نہیں اول تو ہاتھ اوٹھنا مشکل دوسرے کوئی دیکھ دکھائے اور اگر کسی جگہ لیجا کر پھینک آئیں تو یہ بھی ناممکن
نہ باپ اتنے دور دراز سفر کی اجازت دیں گے اور نہ ہم میں اتنی قدرت و طاقت کہ اس بعید مسافت کو طے کر سکیں
اس سے بہتر یہ ہے کہ یوسف کو کسی کنوئیں میں پھینک دو اس صورت میں یہ بات ہوگی کہ ہلاک نہیں ہوگا تو جو کوئی
قافلہ اس کنوئیں پر گزرے گا اور پانی بھرتے وقت اسکو نکالے گا وہ اپنے ہمراہ اپنے ملک میں اسے لیجائے گا
تمہارا مطلب حاصل ہوجائے گا یوسف باپ کی نظروں سے علیحدہ ہوجائے گا پھر یہ کہا کہ اِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ اگر کرو
تو یہ کرو مطلب اسکا یہ ہے کہ پہلے تو ایسا کرنا ہی نہیں چاہیئے اور اگر ایسا ہی کچھ دل میں سما گیا ہے تو یہ تدبیر مناسب ہے
نہ ہم ہی کو اس میں دقت ہے اور نہ یوسف پر اس میں کچھ زیادہ سختی ہے جب آپس میں یہ بات پکی ہوگئی اور دسوں بھائیوں
کی رائے اس پر جم گئی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور انھوں نے یہ کہا جسکی خبر اللہ پاک نے آگے
کی آیت میں دی۔ کسی شخص کو اچھی حالت میں دیکھ کر اگر آدمی اپنے لئے اُس حالت کی آرزو کرے تو اسکو حسد کہتے
ہیں اب حسد کی شریعت میں دو حالتیں رکھی گئی ہیں ایک تو یہ کہ دوسرے شخص کی اچھی حالت کے جاتے رہنے
کی آرزو کر کے اپنا بھلا چاہے یہ گناہ ہے چنانچہ صحیح بخاری مسلم اور موطا امام مالک میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے حسد سے منع فرمایا ہے دوسری حالت یہ ہے کہ کسی کا برا نہ چاہے فقط اپنے

منزل ۳

بھلے کی تمنا کرے اسکو غبطہ کہتے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے جو روایت ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کی اس حالت کو جائز رکھا ہے یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام پر جو پیار اور محبت کی نظر تھی اسکے مٹادینے اور کھودینے کی نیت سے یوسف علیہ السلام کو باپ کی نظر سے دور کر کے اپنے حق میں بخل لکم وجہ ابیکم کی تدبیر جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے نکالی تھی یہ صورت حسد کی تھی غبطہ کی نہیں تھی اسیواسطے جو علما یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جو کچھ کیا وہ نبوت سے پہلے کیا

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

بولے اے باپ کیا ہے کہ تو اعتبار نہیں کرتا ہمارا یوسف پر اور ہم تو اسکے خیرخواہ ہیں بھیج اسکو ہمارے ساتھ کل کہ کچھ چرے اور کھیلے اور ہم تو اسکے نگہبان

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یہ قول روبیل کے اوسی صلاح کی بنا پر تھا جس کا ذکر اوپر گذرا لیکن بات بنانے کے طور پر باپ سے یہ بات کہی کہ آپ ہمپر اعتبار کیوں نہیں کرتے اور ہمیں یوسف کا خیرخواہ جان کر یوسف کو ہمارے ساتھ کیوں نہیں بھیجتے۔ یہ لوگ بکریاں چرانے جنگل میں جایا کرتے تھے اس لئے کہا کہ کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیجئے یہ وہاں جا کر کھیلے کودیگا اسکے ہاتھ پاؤں کھلیں گے اور ہم اسکے محافظ ہیں کسی قسم کا نقصان اسے نہیں پہونچے گا۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور ابوداؤد میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ آدمی کو جنت کا راستہ بتلاتا ہے اور جھوٹ دوزخ کا اسکے علاوہ سچ کی تعریف اور جھوٹ کی مذمت میں اور بہت سی صحیح حدیثیں ہیں۔ روبیل کی صلاح کے موافق یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دل میں تو یوسف کی بدخواہی تھی لیکن بات بنانے کے طور پر انھوں نے باپ کے روبرو اپنے آپکو یوسف کا خیرخواہ جو ظاہر کیا یہ جھوٹ میں داخل ہے جو علما یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے قائل ہیں وہ یہاں بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسد کے بیان میں گذری

منزل ۳

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ قَالُوْا

بولا مجکو غم پکڑتا ہے اس سے کہ لیجاؤ اسکو اور ڈرتا ہوں کہ کھاجائے اسکو بھیڑیا اور تم اس سے بیخبر رہو بولے اگر

لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

کھاگیا اسکو بھیڑیا اور ہم یہ جماعت ہیں قوت ور تو ہم نے سب کچھ گنوایا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ جواب دیا کہ اگر تم اسکو اپنے ساتھ لیجاؤ گے تو میرا جی گھبرائے گا تمہارے واپس آنے تک میں اس کے بغیر کیونکر رہ سکتا ہوں میرے دلکو جب تک کس طرح چین آئے گا اصل میں یعقوب ع کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ نہایت ہی محبت تھی گھڑی بھر کی جدائی انکی انپر شاق گزرتی تھی کیونکہ آپ پیغمبر تھے اور یوسف علیہ السلام میں بھی نبوت کی بو پاتے تھے اسکے علاوہ حسن بھی اللہ پاک نے یوسف علیہ السلام کو ایسا ہی دے رکھا تھا جو کسی مخلوق کو خدا نے نہیں دیا چنانچہ صحیح مسلم میں انس بن مالک کی روایت سے جو معراج کی حدیث ہے اس میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کے حسن کی تعریف فرمائی ہی ناقابل اعتراض سند سے ابوسعید خدری کی بیہقی میں اور ابوہریرہؓ سے طبرانی میں جو روایتیں ہیں ان میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور لوگوں کے حسن کو تارے سے خیال کرنا چاہیئے اور یوسف علیہ السلام کے حسن کو چاند بعضے سلف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تشبیہ سے مستثنے کیا ہی اس کے بعد یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم تو اپنی تیر اندازی اور دوادوش میں رہوگے اور بچہ تنہا رہجائیگا اور کوئی بھیڑیا اسکو اٹھا کر لے گیا اور کھا گیا اور تم بے خبر کے بے خبر ہی رہے تو پھر کیا ہوگا اسلیئے میں تو اسکو تمہارے ساتھ نہیں بھیجتا باپ کی یہ بات سنکر بیٹوں نے جواب دیا کہ واہ یہ بھی آپ نے خوب فرمایا کہیں ایسا ہو سکتا ہی کہ ہم یوسف سے غافل رہیں علاوہ اسکے بھیڑیئے کی کیا ہستی ہی اگر ایسا ہی بھیڑیا لیجایا کرے تو ہم تو روز آئے دن خسارہ اور گھاٹے میں رہیں ہماری بکریاں ہر روز ایک ایک کرکے بھیڑیا لیجائے ماحاصل کلام یہ ہی کہ باپ کے منہ سے جو کلمہ نکلا تھا اسی کو ان لوگوں نے آخر کار اپنا عذر ٹھہرایا اور یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالکر آئے تو یہی حیلہ کیا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہی کہ کسی کو ایسی بات کی تلقین نہ کیجائے جسکو وہ بہانہ مقرر کرکے جھوٹ بولے جسطرح یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہ بات نہیں جانتے تھے کہ انسان کو بھیڑیا کھا جایا کرتا ہی جب باپ نے انکے سامنے یہ بات کہی کہ مجکو ڈر ہی کہ یوسفؑ کو کبھی بھیڑیا نہ کھائے اور تم اوس سے غافل رہو اسی کو ان لوگوں نے سیکھ کر باپ کے سامنے جھوٹ بنایا اور کہا کہ اسکو تو بھیڑیا کھا گیا۔ یہ حدیث تفسیر ابوالشیخ اور تفسیر ابن مردویہ میں عبداللہ بن عمرؓ اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ابومجلز کی روایۃ سے ہی یہ ایک جگہ گذر چکا ہی کہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں صحت روایۃ کی زیادہ پابندی کی ہی اسلیئے اس روایۃ کو بے اصل نہیں کہا جا سکتا ان ابومجلز کا نام لاحق بن حمید ہی یہ ثقہ تابعی ہیں انکی ملاقات عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس اور انس ابن مالک سے ہوئی ہی صحاح کی سب کتابوں میں ان لاحق بن حمید ابومجلز سے روایتیں ہیں اسلیئے مرسل طور پر یہ صحیح روایۃ ہی۔ عبداللہ بن عمر کی اوپر کی مرفوع حدیث کو اس مرسل روایۃ سے ملایا جاوے تو یہ حدیث معتبر ٹھہرتی ہی۔ تابعی اگر آنحضرت سے روایۃ کرے تو اس کو مرسل کہتے ہیں اور صحابی کی روایۃ کو مرفوع۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○

پھر جب لیکر چلے اسکو اور متفق ہوئے کہ ڈالیں اسکو گمنام کنوئیں میں اور ہم نے اشارت کی اسکو کہ تو جتاویگا انکو انکا یہ کام اور وہ نہ جانیں گے

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اس بات کی خبر دی کہ آخرکار یوسف کے دسوں سوتیلے بھائی ضد کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو باپ کے پاس سے لیکر چلے اور جب کچھ دور پہونچ گئے تو اپنی عداوت اُنپر ظاہر کرنے لگے اور طرح طرح کی تکلیف اور ایذا یوسف علیہ السلام کو پہونچانے لگے جب ایک بھائی انکو مارتا تھا تو یہ دوسرے بھائی سے فریاد کرتے تھے وہ بھی مارنے لگتا تھا۔ راستہ بھر یہی حالت رہی آخر ہیودا سے نہ رہا گیا اُسنے کہا کہ کیا تم

منزل ۳

لوگوں نے اِس بات کا عہد نہیں کیا ہی کہ یوسف کو قتل نہیں کرینگے اور نہ ماریں گے نہ اور کسی طرح کی تکلیف دیں گے تم میں آپسمیں تو یہ بات طے ہوئی ہی کہ اسکو کنوئیں میں ڈالیں گے اب یہ کیا حرکت ہی جب یہودا نے یہ بات کہی تو یوسف کے بھائی اوس ایذا رسانی سے باز آئے اور اسی پر متفق ہوئے کہ چلکر اسکو کنوئیں کی تہ میں ڈالدیں غیابت الجب کے معنے کنوئیں کی تہ کے ہیں۔ بہرحال کنوئیں کے پاس پہونچکر یوسف علیہ السلام کا کرتہ ان لوگوں نے اوتار لیا اور مشکیں باندہیں تاکہ کنوئیں کی منڈیر وغیرہ پکڑ کر بچ نرہے یوسف علیہ السلام نے نہایت عاجزی سے اون سے کہا کہ میرے ہاتھ تو کھولدو کنوئیں کے اندر خدا جانے کون کون جانور ہونگے اور مجھے ایذا پہونچائیں گے کاٹ کھانے لگے میرے ہاتھ قابو میں رہیں گے تو میں اون جانوروں کو دفع کر سکوں گا اور میرا کرتہ بھی دیدو تاکہ میرا ستر تو ڈھکا رہے مگر افسوس کہ یوسف علیہ السلام کے اُن سخت دل بھائیوں نے ایک نہ سنی اور اُنکو کنوئیں میں لٹکا ہی دیا جب آدھی دور تک کنوئیں میں پہونچے تو رسّی کاٹ دی اور کہا کہ اوسی شمس و قمر اور ستاروں کو پکارو جنہیں خواب میں دیکھا تھا وہی تمہیں کپڑا بھی دیں گے اور تمہیں اِس آفت سے بچائیں گے یوسف علیہ السلام جب کنوئیں میں گرے تو بالکل تہ میں نہیں پہونچے کنوئیں کے بیچ میں ایک پتھر تھا اُسپر کھڑے ہو گئے اللہ پاک نے اِنکی تسکین کے لئے ایک فرشتہ بھیجدیا۔ بعضے مفسرین کا قول ہی کہ یوسف علیہ السلام کے گلے میں ایک تعویذ تھا فرشتے نے وہ کھولا یہ تعویذ دراصل تعویذ نہ تھا بلکہ اس میں وہی کرتہ لپٹا ہوا تھا جو جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے واسطے لیکر آئے تھے اور جب نمرود نے آپکو برہنہ کر کے آگ میں ڈلوایا تھا تو یہی کرتہ جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو پہنا گئے تھے یہ کرتہ نسلاً بعد نسل پہلے اسحٰق علیہ السلام کے ورثہ میں آیا پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام میں نبوت کی بو پاتے تھے اِس لئے اِس کرتہ کا وارث انہیں کو جانکر تعویذ کی طرح لپیٹ کر اِنکے گلے میں باندھ دیا تھا یہ کرتہ اس جگہ کام آیا فرشتے نے کھول کر انہیں پہنا دیا پھر اللہ پاک نے اِس بات کا ذکر فرمایا کہ ہم نے یوسف علیہ السلام پر اوس وقت یہ وحی بھیجی کہ تم اپنا دل اس بات سے خوش رکھو تم انہیں انکے کردار بد کسی وقت جتلاؤ گے اور انہیں اس بات کی مطلق خبر تک نہ ہوگی بلکہ تمہیں پہچانیں گے بھی نہیں اور خدا تمہیں اِن لوگوں پر فتحیاب کریگا اور عالی رتبہ بنائے گا تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہی کہ جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر ہو گئے تھے تو قحط کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کے بھائی اُنکے پاس پہونچے اور یوسف کو نہیں پہچانا لیکن یوسف علیہ السلام نے انہیں شناخت کر لیا تھا اور غلہ ناپنے کا پیمانہ جو یوسفؑ کے ہاتھ میں تھا اُسکو یوسف علیہ السلام نے ٹھونکا اور کہا کہ یہ جام تو اِس

منزل ۳

پیمانہ کو ٹٹولنے لگا اور کہا کہ یہ پیمانہ خبر دیتا ہے کہ تم نے باپ کے پاس جا کر کہا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا اور تم اُسکے کرتے پر کسی جانور کا خون لگا کر لے گئے تھے تاکہ باپ تمہارے قول کی تصدیق کریں غرض کہ یوسف علیہ السلام سے اِس بات کو سنکر یوسف علیہ السلام کے بھائی ایک دوسرے سے آپس میں کہنے لگے کہ یہ جام تو ہمارے حالات کی خبر دیتا ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جس میں وہ قصہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود اور اُسکی قوم کے بتوں کو توڑ ڈالا تھا اور جب نمرود کے روبرو اُسکی دریافت شروع ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تمہارے یہ بت بولتے ہیں تو اِس بڑے بت سے پوچھو اسی نے ان سب چھوٹے بتوں کو توڑا ہے اور خود ثابت ہے زیادہ تفصیل اِس قصے کی سورۃ الانبیاء میں آویگی مگر یہاں حاصل اِسی قدر ہے کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے باب میں اِن نمرودی لوگوں کو قائل کیا تھا اِسی طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پیمانہ کے بولنے کی حالت سے قائل کیا حاصل کلام یہ ہے کہ بعضی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ظاہری حال میں وہ جھوٹی نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں ان باتوں کو ذریعہ ٹھہرا کر ایک سچی بات کو نئے ڈھنگ سے ظاہر کیا جاتا ہے جس طرح یہاں یوسف علیہ السلام نے پیمانہ کے بولنے کو ذریعہ ٹھہرا کر ایک سچی بات اپنے بھائیوں کو جتلائی اور پیمانہ کے بولنے کا یہ مطلب ٹھہرایا کہ اگر پیمانہ بولتا تو یہی سچی بات بولتا

وَجَآءُوٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ

اور آئے اپنے باپ پاس اندھیرا پڑے روتے کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور چھوڑا یوسف کو اپنے اسباب پاس پھر اُسکو کھا گیا

الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ

بھیڑیا اور تو باور نکریگا ہمارا کہنا اگرچہ ہم سچے ہوں اور لائے اُسکے کرتے پر لوہو لگا جھوٹ بولا

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

کوئی نہیں بلکہ بنادی ہے تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات اب صبر ہی بن آوے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اِس بات پر جو بتاتے ہو

اِن آیتوں میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس بات کی خبر دی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف کو کنوئیں میں ڈال کر گھر کو واپس آئے اور رات کے وقت اندھیرا ہو جانے پر باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تاکہ اندھیرے میں ہماری صورتوں اور بشرے سے جھوٹ نہ ظاہر ہو اور گریہ و زاری سے زیادہ تصدیق ہمارے قول کی ہوگی باپ کے پاس پہونچکر یہ ذکر بیان کیا کہ ہم تو تیر اندازی اور دوڑ دوش میں تھے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس بٹھا دیا تھا ہمارا دور ہونا تھا کہ بھیڑیا آکر یوسف کو کھا گیا اور اُسکے ساتھ کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ آپ ہماری بات کو ہرگز یقین نکریں گے چاہے سچ ہی کہتے ہوں کیونکہ باپ نے اُنسے پہلے کہدیا تھا کہ مجھے خوف ہے

ہیں رنگ کر لائے تھے وہ پیش کیا تاکہ باپ کو ہماری بات کا یقین کامل ہو جائے مگر اتنا نہ سمجھے کہ باپ ہمارے خدا کے رسول ہیں کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں کیا وہ اتنا نہ سمجھیں گے کہ بھیڑیا اگر کھا گیا تو کرتہ ثابت چھوڑ گیا کہیں سے پھٹا بھی نہیں بہر حال باپ نے کرتہ دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ بیٹوں نے فریب کیا اور حسد کے مارے یوسفؑ کو مجھ سے علیحدہ کیا اس لئے یہ فرمایا کہ یہ سب محض جھوٹ ہی تمہارے دل نے یہ افترا پردازی کی ہی اب سوائے صبر کے کرنا کیا ہی اور یہی مناسب ہے کہ کوئی شکوہ و شکایت نہ ہو اور اس مصیبت پر خدا ہی سے مدد طلب کی جائے نستبق کے معنے تیر اندازی میں دوڑنے کے بھی ہیں اور آگے نکلنے کے لئے دو آدمی جو دوڑتے ہیں وہ معنے بھی ہیں۔ شریعت محمدی میں ملتہ ابراہیمی کی اکثر باتوں کی پیروی ہی اسلئے شریعت محمدی میں بھی یہ دونوں باتیں موجود ہیں چنانچہ مسند امام احمد اور صحیح بخاری میں سلمۃؓ بن الاکوع سے روایۃ ہی جس میں عرب کے بعضے لوگوں کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اولاد اسمٰعیل تیر اندازی کی ضرور مشاقی کرو تمہارے باپ اسمٰعیل بھی تیر انداز تھے صحیح مسلم میں عقبہؓ بن عامر سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما استطعتم من قوۃ کی تفسیر تیر اندازی فرمائی ہی آگے نکلنے کے لئے دوڑنے کی ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ اور مسند امام احمد میں حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہی جسمیں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ وہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملکر دو دفعہ دوڑے پہلی دفعہ حضرت عائشہ آگے نکل گئیں اور دوسری دفعہ آنحضرت آگے نکل گئے۔ لغت میں ایمان کے معنے کسی بات کی صداقت کے ہیں اور شریعت میں احکام الٰہی کی صداقت کے ہیں۔ وما انت بمؤمن لنا میں پہلے معنے لئے گئے ہیں حضرت عائشہؓ کی حدیث جو اوپر گزری اسکی سند میں اگرچہ بعضے علما نے کلام کیا ہی لیکن اوس حدیث کے چند طریقے ہیں جسکے سبب سے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہو جاتی ہی اسی واسطے ابوداؤد اور منذری دونوں نے اس حدیث کی سند پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔ صحیح بخاری و مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے پیش آتے ہی شروع شروع میں آدمی صبر کرے تو اوس صبر کا بڑا اجر ہی ورنہ رفتہ رفتہ تو مصیبت کا صدمہ کم ہو جانے سے خود آدمی کو صبر آجاتا ہی اس حدیث کو دوسری آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کا حال سنتے ہی شروع صدمہ کے وقت فصبر جمیل فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی اس لئے وقت مقررہ آنے تک اگرچہ چالیس برس کی دیر لگی مگر پھر اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے صبر کا اجر یہیں دنیا میں انکو دکھا دیا کہ انکے بیٹے کو عزیز مصر کرکے اون سے ملایا۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ

اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پنہیارا اسنے لٹکایا اپنا ڈول بولا کیا خوشی کی بات ہے یہ ہی ایک لڑکا اور چھپا لیا اس کو

بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ○

پونجی سمجھ کر اور اللہ خوب جانتا ہی جو کچھ وہ کرتے ہیں

ھرل ۳

جب یوسف علیہ السلام کو تین شبانہ روز کنوئیں میں گزرے تو ایک قافلہ جو مدین سے مصر کو جا رہا تھا راہ بھول کر اودھر آنکلا اور اپنا ڈیرہ خیمہ وہاں نصب کیا اور پانی لانے کے واسطے پانی بھرنے والے کو بھیجا جب اُسنے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو یوسف علیہ السلام نے ڈول کو پکڑ لیا جب وہ برآئے تو پنہیارہ انکے حسن وجمال کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کیونکہ ان کا حسن بے مثال تھا کسی بشر کی مجال نہیں جو انکے حسن کی صفت میں زبان کھول سکے وہ پانی والہ خوشی میں آکر چیخ اُٹھا کہ یہ نہایت ہی خوش نصیبی ہی اور بڑی ہی خوشی کی بات ہی کہ یہ لڑکا ہاتھ آیا۔ تفسیر سدی میں یا بشریٰ ہذا غلام کی تفسیر میں یہ بات بیان کی ہی کہ اوس قافلہ میں بشریٰ ایک شخص کا نام تھا اوسی کو پانی والے نے پکار کر کہا یا بشریٰ یہ لڑکا مجھے پانی بھرتے میں ملا پھر اہل قافلہ نے یوسف علیہ السلام کو چھپایا اور یہ بات نہیں ظاہر کی کہ یہ لڑکا ہمیں اس طرح کنوئیں میں سے ملا ہی بلکہ یہ کہا کہ اسکو ایک شخص ہمارے ہاتھ بہت ہی کم داموں پر بیچ گیا ہی تاکہ ہم لے مصر میں لیجا کر فروخت کریں پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ کو ہر ایک بات کی خبر ہی یہ لوگ جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہیں اسکو بھی وہ جانتا ہی اور جو بات یہ لوگ چھپا کر کرتے ہیں اُسکی بھی اُسکو خبر ہے اور دوسری تفسیر واسروہ بضاعۃ واللہ علیم بما یعملون کی یہ بھی ہی کہ یوسف علیہ السلام کا سوتیلا بھائی یہودا روز کنوئیں پر آتا تھا اور کچھ کھانے پینے کی چیز انکے واسطے لیکر آتا تھا جس روز وہاں قافلہ آیا اور پانی والے نے یوسفؑ کو کنوئیں میں سے نکالا اسنے اور بھائیوں کو جا کر اس کی خبر کی اور دسوں ملکر وہاں پہونچکر کہنے لگے کہ یہ ہمارا غلام ہی بھاگ کر آیا ہی اور اس بات کو پوشیدہ رکھا کہ یہ ہمارا بھائی ہی اور ہم نے کنوئیں میں اسکو ڈالا ہی اور یوسف علیہ السلام بھی یہ مصلحت وقت سوچکر خاموش رہے کہ اگر ظاہر کردوں کہ میں انکا بھائی ہوں تو یہ قافلہ کے لوگ مجھے بھائیوں کے حوالہ کردینگے اور بھائی مجھے لیجا کر قتل کر ڈالیں گے اس لئے اُنھوں نے کچھ تھوڑے درہموں پر اپنا فروخت ہو جانا پسند کر لیا۔ اسی کو اللہ پاک نے بیان کیا کہ یوسف کے بھائی جو جو حرکات اور جو جو فعل کر رہے ہیں باپ سے اگرچہ پوشیدہ کر رہے ہیں مگر اللہ جو غیب کا جاننے والا ہی وہ خوب جانتا ہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا تھا اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی یہ حدیث واللہ علیم بما یعملون کی گویا تفسیر ہے۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ○

اور بیچ آئے اُسکو ناقص مول کو گنتی کی گنین پاولیاں اور ہو رہے تھے اُس سے بیزار

علمائے مفسرین نے پہلے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے جو کچھ خطائیں ہوئی ہیں اونکو گنا ہی کہ قطع رحم نبی باپ کی نافرمانی معصوم کو غلام بنا کر بیچنا وغیرہ اور پھر اوس میں بڑی بحث کی ہی کہ حضرت یوسف کے بھائی تو نبی تھے اونسے اس طرح کی خطائیں کیونکر ہوئیں پھر بعضے مفسروں نے یہ جواب دیا ہی کہ جسوقت یہ خطائیں

منزل ۳

ع ۲ / ۱۴ / ۱۲

اتنے ہوئیں اسوقت وہ نبی نہیں تھے اسکے بعد انکو نبوت ہوئی ہی لیکن صحیح قول یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت
پر کوئی صریح دلیل شرعی قائم نہیں ہوئی ہی انبیا کے ذکر کے ساتھ قرآن شریف میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے
حق میں اسباط کا لفظ جو آیا ہی اوس سے مفسرین نے انکی نبوت نکالی ہی لیکن جس طرح عرب کی قوم کی شاخون کو عام طور
پر قبائل کہتے ہیں اسی طرح سے حضرت یعقوب کی اولاد کی شاخوں کو عام طور پر اسباط کہتے ہیں کسی خاص شاخ کو اس
لفظ سے مراد لینا دلیل خاص کا محتاج ہی۔ اگرچہ شرا کا لفظ خریدا اور فروخت دونوں معنوں میں آتا ہی۔ لیکن یہ لفظ یہاں
فروخت کے معنے میں اس سبب سے ہی کہ آگے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر ہی کہ وہ اپنے بھائی یوسف سے بیزار
تھے تو اب شرا کے معنے فروخت کے لئے جا کر یہی مطلب صحیح قرار پاتا ہی کہ اس بیزاری کے سبب سے یوسف کے بھائیوں
نے اپنے بھائی یوسف کو تھوڑی قیمت پر بیچڈالا اصل کلام یہ ہی کہ جب اوپر کی آیۃ میں یہ گزر چکا ہی کہ قافلہ کے لوگوں نے
یوسف کو پونجی سمجھ کر اپنے ساتھیوں سے چھپا لیا تھا تو ان لوگوں کے حق میں کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ یوسف
کی خریداری سے بیزار تھے اسی لئے جن مفسرین نے یہاں شرا کے معنے خرید کے لئے ہیں حافظ ابو جعفر ابن جریر نے
انپر اپنی تفسیر میں طرح طرح سے اعتراض کیا ہی مسند امام احمد ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ صحیح ابن حبان وغیرہ میں انس رض
بن مالک ابو ہریرہ رض ابو سعید خدری سے جو صحیح روایتیں ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کا نرخ
اور قیمت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہی اس میں کسی کا کچھ اختیار نہیں چلتا آیۃ اور ان صحیح روایتوں کے ملانے سے یہ
مطلب قرار پایا کہ باوجود خوبصورتی کے یہاں ایک دفعہ یوسف علیہ السلام کی فروخت کا کم قیمتی پر ہونا اور دوسری
دفعہ مصر میں اچھی قیمت پر ہونا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اسی کی مصلحت کے موافق تھا اور ہر ایک وقت پر اسنے
ظاہری اسباب کھڑے کر دئے تھے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جس شخص کے ہاتھ یوسف علیہ السلام کو بیچا
مفسرین نے اسکا نام مالک ابن دعر لکھا ہی سیر چلنے پھرنے کو کہتے ہیں قافلہ کے لوگ مسافر ہوتے ہیں اسلئے قافلہ کو سیارہ کہتے ہیں

منزل ۳

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ
اور کہا جس شخص نے خرید کیا اسکو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اسکو شاید ہمارے کام آوے یا ہم کر لیں اسکو بیٹا

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ؗ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ
اور اسی طرح جگہ دی ہمنے یوسف کو اس ملک میں اور اسواسطے کہ اسکو سکھاویں کچھ کل ٹھانی باتوں کی اور اللہ جیت رہتا ہی اپنا کام

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝
ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ اور جب پہنچا قوت کو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ہم نیکی والونکو

ان آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے الطاف اور مہربانیوں کا حال یوسف علیہ السلام پر بیان کیا کہ جب وہ قافلہ جس میں
یوسف علیہ السلام تھے مصر میں پہونچا تو مالک بن دعر نے یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا عزیز

لقب تھا وہاں کے وزیر کا جسکے ہاتھ میں سلطنت کے کل امور ملکی اور مالی اور فوجی کے اختیارات تھے مصر کے بادشاہ کا نام ولید بن ریان تھا اور عزیز مصر کا نام قطفیر تھا عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کے ہموزن سونا اور چاندی اور مشک اور ریشمی کپڑے دیکر یوسف علیہ السلام کو خرید کیا تھا جس کا وزن چار سو رطل تھا ایک رطل نوے مثقال کا ہوتا ہے اور مثقال ساڑھے چار ماشے کا اِس حساب سے کل چیزوں کا وزن چار من آٹھ سیر چھ ماشہ ہوتا ہے عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو گھر میں لاکر اپنی بیوی کے سپرد کیا جس کا مشہور نام زلیخا تھا۔ اور بیوی سے کہا کہ دیکھو اِس لڑکے کو نہایت آرام اور راحت سے رکھو اور اِسکے رہنے سہنے کے واسطے جگہ درست کردو اِس لڑکے سے بہت بڑا فائدہ ہوگا اگر ہم اِسکو فروخت بھی کردینگے تو نفع کثیر ہاتھ آئے گا یا ہم اِسکو بیٹا بنائیں گے تاکہ میرے حین حیات میں اور میرے بعد امور مملکت میں میرا قائم مقام ہو عزیز مصر لاولد تھا اِسلئے اوس نے یوسف علیہ السلام کو بیٹا بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پھر اللہ پاک نے اِس بات کا ذکر فرمایا کہ ہمنے یوسف علیہ السلام کو فقط یہی منزلت نہیں دی کہ وہ عزیز مصر کے گھر میں رہنے سہنے لگے اور اُسنے اُنکو اپنا بیٹا بنانے کا ارادہ ظاہر کیا بلکہ تمام زمین مصر پر بعد کو پورا پورا اختیار اُنکو دیدیا اور خواب کی تعبیر کا علم مرحمت کردیا۔ پھر یہ فرمایا کہ یوسف کے بھائیوں نے یہ چاہا تھا کہ یوسف اعلیٰ مرتبہ اور بلند درجے کو نہ پہونچے مگر اللہ جل شانہٗ اپنے ارادہ پر غالب ہے جو وہ کرنا چاہتا ہے اوسے کوئی نہیں روک سکتا اِسکے سامنے سب عاجز ہیں اُسکے علم میں جو کچھ پہلے ٹھہر چکا ہے وہ اُسکو پورا کرہی کے رہتا ہے اکثر آدمی اِس بات کو نہیں جانتے اور یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تقدیر الٰہی رُک جائے اور جو منشا خداوند جل جلالہٗ کا ہے وہ نہ ہونے پائے بہرحال اِسی وجہ سے کہ اللہ پاک کا ارادہ پورا ہوکر رہتا ہے اور کوئی امر اُسکو روک نہیں سکتا۔ زلیخا جو ایک عورت تھی اور عورتوں کی صحبت میں یوسفؑ کو رہکر اونکیں کے سے نشست برخاست طور طریقے اختیار کرلینے تھے مگر اللہ کے ارادہ کے موافق یوسف علیہ السلام اُسی عقل و دانش کے خلعت سے سرفراز رہے جو ایک شخص رات دن صالحین کی صحبت میں رہکر حاصل کرسکتا ہے۔ پھر اللہ پاک نے اِس بات کا ذکر فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام جوان ہوگئے تو اللہ نے انہیں احکام شرعیہ بتادیئے اِس جگہ مفسروں کا اختلاف ہے کہ اِس وقت حضرت یوسفؑ کی کیا عمر تھی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اٹھارہ برس کے تھے اور کسی نے یہ بیان کیا ہے کہ پچیس برس کے تھے اور کوئی کہتا ہے کہ تیس سال کے تھے کوئی یہ بھی کہتا ہے کہ تینتیس ۳۳ برس کے تھے بہرحال آیۃ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب آپ اچھی طرح بالغ ہوگئے اور آپکے ہاتھ پیروں میں پوری قوت آگئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت عطا کی پھر اللہ پاک نے اِس بات کا بیان فرمایا کہ اللہ کا یہ انعام فقط یوسف علیہ السلام ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ جو لوگ نیک بخت اور دیندار ہیں اونہیں بھی اِسی طرح کا بدلہ ملتا ہے عزیز مصر نے جس رواج کے موافق یوسف علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنانے کو کہا تھا یہ رواج عرب میں بھی تھا اور سورہ احزاب کی آیتوں سے جب تک رواج منسوخ نہیں ہوا اُسوقت تک یہ رواج

منزل ۳

اسلام میں بھی جاری رہا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو اپنا متبنیٰ بیٹا بنایا تھا صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ صحابہ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارا کرتے تھے جب سورہ احزاب میں حکم ادعوھم لابائھم ھو اقسط عند اللہ نازل ہوا تو پھر زید کو زید بن حارثہ کہہ کر پکارنے لگے۔ مطلب اس حکم کا یہ ہی کہ لے پالک بچونکو انکے اصلی باپ کی ولدیت سے پکارا کرو مثلاً زید بن حارثہ کہا کرو زید بن محمد نہ کہا کرو یہی اللہ کے نزدیک انصاف کا حکم ہی جو اللہ نے تم کو دیا اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کسی رواج کی پابند نہیں اسی لئے سوا شریعت محمدی کے اور شریعتوں سے بھی رواج منسوخ ہوتا رہا ہی مثلاً جس طرح شریعت محمدی نے لے پالک کے رواج کو منسوخ کردیا اسیطرح دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کے رواج کو شریعت موسوی نے منسوخ ٹھہرادیا جسکی تفصیل توراۃ کے حصہ تکوین باب ۲۹ اور حصہ احبار باب ۱۸ میں ہی حاصل کلام یہی دو بہنوں کے نکاح میں رکھنے کے رواج کو جو توراۃ نے منسوخ کردیا اور اسکو عیسائیوں نے اپنا مذہب قرار دے لیا تو پھر لے پالک کے رواج کو اگر قرآن نے منسوخ کردیا تو یہ کیا نئی بات ہی آخر اسکو بیان تو کیا جاوے اور اسکے بیان تک ماننا پڑیگا کہ جب قرآن نے لے پالک کے رواج کو منسوخ کردیا تو نہ قرآن کو رواج کے تابع کیا جا سکتا ہی نہ منسوخ رواج کے بھروسہ پر زینب کے نکاح کی بابت کوئی اعتراض گھڑا جا سکتا ہی اس سے زیادہ تفصیل زینب کے نکاح کی سورہ احزاب میں آوے گی۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ

اور پھسلایا اسکو عورت نے جسکے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کئے دروازے اور بولی شتابی کر کہا خدا کی پناہ

إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ○

وہ عزیز مالک ہی میرا اچھی طرح رکھا ہی مجکو البتہ بھلا نہیں پاتے جو لوگ بے انصاف ہوں

اس آیۃ میں اللہ پاک نے عزیز مصر کی بیوی کے حال کی خبر دی کہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا جسکے گھر میں یوسف علیہ السلام رہتے تھے اور اسکے شوہر نے تاکید کی تھی کہ یوسفؑ کو اچھی طرح رکھنا کسی طرح کی تکلیف اسکو نہ ہونے پائے وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن اور جمال پر فریفتہ ہوگئی اسکا جی چاہا کہ یوسفؑ سے بدفعلی کرے اسلئے اوسنے خوب بناؤ کیا اور بن سنور کر اپنے مکان کے ساتوں دروازے بند کردئے جب دیکھا کہ یوسف اس تنہائی اور دروازے بند کرنے پر بھی اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے تو خود اپنی زبان سے اپنے مطلب کا اظہار کیا اور اپنے پاس بلایا یوسف علیہ السلام اسکی اس بات سے بہت ہی پریشان ہوئے اور ایک نہایت معقول عذر اسکے سامنے پیش کیا جو عورتوں کی عقل کے آگے نہایت ہی قرین قیاس بھی تھا فرمایا کہ یہ بات ظلم صریح ہے یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ عزیز مصر جو میرا آقا ہی اسکے گھر میں خیانت کروں اور آقا بھی وہ جو میرا ہر طرح سے کفیل ہو مجھے اچھی طرح رکھتا ہی کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونے دیتا مجھے بجائے فرزند کے سمجھتا ہی میں تو خدا کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں عزیز مصر میرا پرورش کرنے والا ہی تو بدفعلی کی خواہش

رکھتی ہو تو نہیں جانتی کہ بدکاری ایک ظلم ہو اور ظلم کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں کبھی فلاح نہیں پاتے۔ زنا میں غیر شخص
کی عورت پر ہاتھ ڈالا جاتا ہو اسلئے زنا ظلم ٹھہرا یہ اوپر ایک جگہ گزر چکا ہو کہ مثلاً نماز نہ پڑھنا یا روزہ نہ رکھنا یہ حق اللہ کے گناہ
کہلاتے ہیں اور کسی کی عورت سے بدکاری کا کرنا یا کسی کا مال چرا لینا یہ حق العباد کے گنہ کہلاتے ہیں صحیح مسلم کے حوالہ
سے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہو کہ قیامت کے دن حق العباد کے گنہ گاروں کی نیکیاں صاحب حق
کو ملجاویں گی حاصل کلام یہ ہو کہ حق العباد کے گناہ بغیر حق کی تلافی کے فقط توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ نیکیوں کی
عین ضرورت کے وقت ایسے گنہ گاروں کو نیکیوں کا نقصان پیش آویگا اسلئے فرمایا کہ ایسے گنہ گار قیامت کے
دن کچھ بھلائی اور فلاح نہ پاویں گے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ

اور البتہ عورت نے فکر کیا اُس کا اور اُسنے فکر کیا عورت کا اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی یوں ہی ہوا اسواسطے کہ ہٹا دیں ہم اُس برائی

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝

البتہ وہ ہے ہمارے چنے بندوں میں

اس آیۃ کی تفسیر میں علمائے مفسرین نے بڑا اختلاف کیا ہو بعضے کہتے ہیں کہ قصد کی دو قسمیں ہیں ایک قصد مضبوط
ہوتا ہو جس طرح زلیخا کا قصد تھا اور ایک قصد اوپرے دل سے ہوتا ہو۔ پہلے قصد پر مواخذہ ہو دوسرے قصد پر
مواخذہ نہیں ہو چنانچہ حضرت یوسف کا قصد دوسری قسم کا تھا بعضوں نے کہا ہو یہ معاملہ حضرت یوسف کی نبوت
سے پہلے کا ہو لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہو کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہو کہ حضرت یوسف قصد کرتے اگر خدا کی طرف کی ہدایت
کو نہ دیکھتے اس قول پر بعضے لوگوں نے یہ جو اعتراض کیا ہو کہ لفظ لولا کا جواب مقدم نہیں آتا اوس کا جواب یہ ہو
کہ بعضے نحویوں کے نزدیک تو مقدم آتا ہو اور یہ بات تو سب نحویوں کے نزدیک مسلم ہو کہ جواب لولا کا محذوف کہا
جاوے تو لفظ لولا سے پہلے جو کچھ بات مذکور ہو وہی محذوف کے قائمقام گنی جاوے اسی تسلیم کی بنا پر آیۃ ان کادت
لتبدی بہ لولا ان ربطنا علی قلبہا کے معنے عام مفسرین یہی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے صبر دینے کے سبب سے حضرت
موسیٰ کی ماں نے حضرت موسیٰ کے قصہ کو ظاہر نہیں کیا پھر یہاں یہ معنے کیوں نہ کئے جاویں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت
کے دیکھنے کے سبب سے حضرت یوسف نے زلیخا کی طرف قصد نہیں کیا۔ اگر نحوی جھگڑے کے سبب سے اس قول کو صحیح
نہ مانا جاوے تو پھر وہی قول صحیح قرار پاتا ہو کہ قصد کی دو قسمیں ہیں ایک مضبوط اور دوسرا اوپری دل کا اس قول
کی تائید میں ابوہریرہؓ کی روایۃ سے ایک حدیث قدسی بھی صحیح بخاری و مسلم میں ہو جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہو کہ
انسان کے فقط بدی کے قصد پر کوئی بدی نہ لکھی جاوے۔ غرض ان دو قولوں کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس
اور مجاہد کے جو قول ہیں اونکی سند معتبر نہیں ہو۔ ہاں رب کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہو کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو اُس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت اِس طرح نظر آئی کہ گویا اِس کام سے یعقوب
علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو منع کر رہے ہیں۔ حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ جب زلیخا نے بدفعلی کا قصد کیا تو اوپر کے
دل سے کچھ وسوسہ یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی گزرا تھا لیکن یوسف علیہ السلام اللہ کے چنے ہوئے بندوں میں تھے
اسلئے اللہ تعالی نے اونکو اپنی قدرت کی نشانی دکھا کر اوس برائی اور بے حیائی کے کام سے روک دیا۔ برائی سے
مقصود عزیز مصر کی خیانت ہی اور بے حیائی سے مقصود بدکاری ہی۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ

اور دونوں دوڑے دروازے کو اور عورت نے چیر ڈالا اوسکا کرتہ پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے پاس بولی اور

بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي

تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید پڑے یا دکھ کی مار — یوسف بولا اسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تھاموں اپنا جی

زلیخا کی جب کچھ پیش نہ چلی اور ہزاروں آرزوں اور منتوں پر بھی یوسف علیہ السلام اوسکی طرف ملتفت نہ ہوئے
اور اوسکی ساری کوششیں بیکار گئیں اکیلے گھر میں جسکے ساتوں دروازے بند پڑے تھے یوسف علیہ السلام کو اور
تو کچھ سوجھی نہیں دروازے کی طرف بھاگ چلے تاکہ مکان سے باہر نکل جائیں کہ وہاں اِس عورت سے چھٹکارا ملیگا
اور اِسکے شر سے بچیں گے یوسف علیہ السلام کو بھاگتا دیکھ کر زلیخا بھی اِنکے پیچھے بھاگی کہ اِنکو پکڑ لیں باہر نہ جانے دیں
اِسی دوا دوش میں یوسف علیہ السلام کا کرتہ اوسکے ہاتھ میں آگیا یوسف علیہ السلام کو اِسکی پروا تو تھی نہیں کہ میرا کپڑا
پھٹے گا وہ تو یہ چاہ رہے تھے کہ کسی طرح سے اِس عورت سے رہائی ہو وہ بھاگے چلے گئے پیچھے کا دامن جو زلیخا کے ہاتھ میں آگیا
تھا وہ پھٹ گیا اور پھٹا تو ایسا پھٹا کہ گردن کے پاس سے بالکل نیچے تک کا حصہ اوسکے ہاتھ میں آگیا۔ جب یوسف ع
دروازے کے پاس آئے اور انکے پیچھے زلیخا بھی آگئی تھی کہ اتنے میں اِس کا شوہر بھی وہاں پہونچ گیا۔ اسنے بہت ہی جلد ایک
فریب بنالیا اور شوہر سے کہنے لگی کہ ایسے آدمی کی یہی سزا ہی جو تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے کہ اِسکو قید
میں رکھنا چاہیئے۔ یوسف علیہ السلام پر زلیخا دل وجان سے عاشق ہوگئی تھی اِس لئے سزا بھی تجویز کی تو ایسی جس میں
اِنکو زیادہ تکلیف نہ ہو اور پھر یہ آنکھوں سے اوجھل بھی نہ رہیں مگر فوراً اِس کہنے کے بعد اِسکے دل میں خیال آگیا کہ اِس
بات سے میری برات پوری نہیں ہوگی عزیز مصر دل میں تاڑ جائے گا کہ یہ شرارت اِسی عورت کی طرف سے ہی یہی
یوسف پر فریفتہ ہی اِسلئے جلدی سے یہ بھی کہدیا کہ یا اِسکو سخت عذاب و تکلیف دینی چاہیئے گو اِس کا دل تو نہیں چاہتا
تھا کہ یوسف علیہ السلام کا ایک بال بھی بیکا ہو مگر پردہ داری کے خیال سے اِسکو کہنا ہی پڑا کہ اِنکو درے وغیرہ کی کوئی
سخت سزا اتنی ضرور دے ہی یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ عورت نے آپ اصرار کیا اور میں کسی طرح راضی نہ ہوا اور شوہر
کے سامنے اوالٹا مجھے بدنام کیا اور میرے لئے سزا کی بھی تجویز بتلائی تو آپ نے اپنی برات کے لئے فقط ایک فقرہ جو بالکل

منزل ۳

صحیح صحیح تھا بیان کیا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہی اسنے خود خواہش ظاہر کی اور اس بات کی طالب ہوئی اور میں بھاگنے
پر یہ بھی میرے پیچھے لگی ہوئی چلی آئی میرا کرتہ اسکے ہاتھ میں آگیا اسنے پھاڑ لیا۔ اپنی بے قصوری جتلانے اور زلیخا کے الزام
سے بچنے کو زلیخا کی خواہش کا سچا حال یوسف علیہ السلام نے جو ظاہر کیا یہ غیبت میں داخل نہیں ہی کیونکہ کسی شخص کے ضرر
سے بچنے کے لئے اوس کا اصل حال بیان کیا جاوے تو اسکو غیبت نہیں کہتے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضہ سے
روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ایک شریر شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملنے آیا تو آپنے لوگوں کے سامنے اوس کی
شرارت کا حال اسلئے بیان فرمادیا کہ لوگ اسکو شریر جانکر اوسکی شرارت سے بچیں۔ اسی طرح فاسق کے فسق ظالم کے
ظلم اور بدعتی کی بدعت سے بچنے کے لئے ایسے لوگوں کا حال انجان شخص پر ظاہر کر دینا داخل غیبت نہیں ہی۔ ابن ماجہ
اور مستدرک حاکم میں ابو سعید خدری سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کے حکم سے
دو فرشتے پکار کر یہ کہا کرتے ہیں کہ مرد عورتوں کے حق میں اور عورتیں مردوں کے حق میں ایک وبال ہیں۔ یہ حدیث آیۃ کے
ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ زلیخا یوسف علیہ السلام کے حق میں ایک وبال ہو گئی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝
اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے کرتا اسکا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہی اور وہ ہے جھوٹا
وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝
اور اگر ہے کرتہ اسکا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ ہے سچا

منزل ۳

اس گواہ میں مفسرین نے اختلاف کیا ہی بعضے کہتے ہیں ایک حاکم تھا جس نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر حضرت یوسف کا کرتا آگے
سے پھٹا ہو تو زلیخا سچی ہی اور اگر پیچھے سے پھٹا ہو تو حضرت یوسف سچے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ حاکم نہیں تھا بلکہ ایک عقلمند
شخص تھا بعضے کہتے ہیں بادشاہ کا مصاحب تھا لیکن صحیح قول یہ ہی کہ زلیخا کے رشتہ داروں میں کا ایک دودھ پیتا بچہ
تھا اللہ تعالی نے اوسکو گویا کیا اور اوسنے یہ گواہی دی کیونکہ اگرچہ صحیحین میں دودھ پیتے بچوں کے بولنے کا جو قصہ ہی اسمیں
تین بچوں کا ذکر ہے لیکن مسند امام احمد مستدرک حاکم وغیرہ میں معتبر سند سے حضرت عبد اللہ رضہ بن عباس کی جو روایۃ ہے
اوس میں چوتھے لڑکے کا بھی حضرت یوسف کے گواہ کے پتے سے ذکر ہے۔ مجاہد کا قول ہی کہ یوسف علیہ السلام کے کرتہ نے
یہ گواہی دی لیکن جبکہ قرآن میں یہ تفصیل ہی کہ وہ گواہ زلیخا کے رشتہ داروں میں سے تھا تو اس صورت میں قول صحیح نہیں معلوم
ہوتا کیونکہ کپڑے کو کسی کا رشتہ دار نہیں کہہ سکتے علاوہ اسکے مجاہد کا یہ قول حضرت عبد اللہ رضہ بن عباس کی اوس حدیث کے
بھی مخالف ہی جس کا ذکر اوپر گذرا۔ اس گواہی کا حاصل یہی ہی کہ اگر کرتہ آگے سے پھٹا ہوگا تو یوسف علیہ السلام کی حملہ کی حالت
اور زلیخا کی حملہ روکنے کی حالت ثابت ہوگی اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوگا تو یوسف علیہ السلام کے بھاگنے کی حالت اور
زلیخا کی پیچھے سے کرتہ پکڑنے کی حالت ثابت ہوگی۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝

پھر جب دیکھا عزیز نے کرتہ اُسکا پھٹا پیچھے سے کہا بیشک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا البتہ تمہارا فریب بڑا ہے یوسف جانے دے یہ مذکور اور عورت تو بخشوا اپنا گناہ یقین ہے کہ تو ہی گنہ گار تھی

جب یوسف علیہ السلام کے سچے ہونے پر گواہی گزری اور دیکھنے پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عزیز مصر کو یقین ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے یہ سارا فریب اسی عورت کا ہے اسپر اُسنے کہا کہ عورتیں اس باب میں نہایت مکار ہوتی ہیں۔ صحیح مسلم میں ابو سعیدؓ خدری سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مرد کے لئے عورت احتیاط کرنے اور بچنے کی چیز ہے۔ نسائی نے اس روایت میں اتنا اور بڑھایا ہے کہ مرد کے حق میں عورت بڑے فتنہ اور فساد میں پڑ جانے کی چیز ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعیدؓ خدری سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی باتیں اور انکے مکر و فریب ایسے ہیں کہ بڑے بڑے سمجھدار مرد انکے کہنے میں آجاتے ہیں۔ یہ حدیثیں عورتوں کے فتنہ و فساد اور مکر و فریب کی گویا تفسیر ہیں اور ان حدیثوں سے عزیز مصر کے قول کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ پھر عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو مخاطب ٹھہرا کر کہا کہ تم ان باتوں سے درگزر کرو اور اس قصہ کا چرچا نکرو اور زلیخا سے کہا کہ خطا تیری ہے تو توبہ اور استغفار کر۔ صحیح سند سے طبرانی مستدرک حاکم اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبد اللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ تین شخص بڑے سمجھدار تھے ایک تو عزیز مصر جسنے قیافہ سے یوسف علیہ السلام کی قدر و منزلت پہچان کر اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ انکو اچھی طرح رکھنا۔ دوسرے شعیب علیہ السلام کی بیٹی جس نے اپنے باپ سے حضرت موسے علیہ السلام کے باب میں کہا کہ یہ صاحب قوت اور امانت دار شخص ہیں انکو نوکر رکھ لینا چاہیے۔ تیسرے حضرت ابو بکر صدیق جنہوں نے عمر علیہ السلام کو اپنا جانشین ٹھہرایا۔ اس آیت سے بھی عزیز مصر کا سمجھدار ہونا نکلتا ہے کیونکہ اُسنے خاطئین کہا خاطیات نہیں کہا تھا کہ یہ وہم نہ پڑے کہ مرد گنہ گار ہوتے ہی نہیں۔ فقط عورتیں ہی گنہ گار ہوتی ہیں حالانکہ گنہ گار ہونے میں مرد عورت دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ مسند امام احمد ترمذی اور مستدرک حاکم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولاد آدم میں گناہ سے تو کوئی خالی نہیں لیکن وہ گنہ گار اچھے ہیں جو گناہ کے بعد خالص دل سے توبہ کر لیتے ہیں اس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن مسعدہ بصری کی ثقاہت پر اگرچہ بعضے علما نے اعتراض کیا ہے لیکن ابن معین اور ابو حاتم نے علی بن مسعدہ کو معتبر قرار دیا ہے اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے حاکم کی اس سند پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

اور کہنے لگیں عورتیں اس شہر میں عزیز کی عورت خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے اسکا جی فریفتہ ہو گیا اُسکی محبت میں ہم تو دیکھتے ہیں

اللہ پاک نے اِس آیۃ میں اِس بات کی خبر دی کہ باوجود اسکے کہ عزیز مصر نے کوشش کی کہ یوسف زلیخا کا قصہ شہر میں مشہور نہ ہو مگر بحکم قضاو قدر تمام گھروں میں اِس کا چرچا ہونے لگا اور شہر رئیس و امیر کی عورتیں آپس میں اِس بات کا چرچا کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی عورت زلیخا ایک جوان پر دل و جان سے فریفتہ ہی اور وہ جوان وہی ہی جسکو اُسکے شوہر نے خرید کیا ہی اُسکی محبت میں دیوانی ہو گئی ہی غلام کی محبت زلیخا کے تمام رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہی اُسے اچھا بُرا کچھ نہیں سوجھتا وہ بالکل بہک گئی ہی دل پر ایک جھلی جو لپٹی ہوئی ہی اُسکو شغاف کہتے ہیں مطلب یہ ہی کہ زلیخا کے دل کو یوسف کی محبت نے گھیر لیا ہی صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمانداروں کے دلوں میں اللہ و رسول کی محبت دنیا کی ہر ایک چیز سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمانداروں کے دل دنیا کی چیزوں پر زیادہ مائل نہیں ہوتے اور اس کی نشانی علما نے یہ بتلائی ہی کہ حکم الٰہی کی تعمیل اور دنیا کی کسی غرض کا مقابلہ آنکر پڑے تو پورے ایماندار لوگ حکم الٰہی کی تعمیل کو دنیا کی غرض پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ اللہ و رسول کی محبت احکام شرع کی تعمیل پر منحصر ہی

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا

پھر جب سنا اسنے انکا فریب بلوا بھیجا انکو اور تیار کی انکے واسطے ایک مجلس اور دی انکو ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری

وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۖ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ

اور بولے یوسف نکل آ انکے سامنے پھر جب دیکھا اُسکو دہشت میں آگئیں اُسکے اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیاں حاشا للہ

مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝

نہیں یہ شخص آدمی یہ تو کوئی فرشتہ ہی بزرگ

منزل ۳

مصر کے امیروں کی جن عورتوں نے زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق اور محبت کا طعنہ دیا تھا اوس طعنہ کو اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں طعنہ نہیں فرمایا مکر فرمایا ہی سیرۃ ابن اسحاق وغیرہ میں اِس کا سبب بیان کیا ہی کہ حقیقتہً میں اون عورتوں کے طعنے میں یہ مکر تھا کہ وہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا شہرہ سنکر حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کو دیکھنا چاہتی تھیں اِس غرض سے اُنھوں نے یہ حیلہ نکالا کہ زلیخا پر طعن و تشنیع شروع کی تاکہ زلیخا اِس طعن و تشنیع سے گھبرا کر اون عورتوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت دکھلائے کہ دیکھو یہ صورت عشق و محبت پیدا کرنے کے قابل ہی یا نہیں ہی اسیواسطے زلیخا نے بھی اِن عورتوں کے مکر کا جواب مکر کی شکل میں دیا کہ اِن عورتوں کی دعوت کی اور دعوت میں دسترخوان پر اِس طرح کے میوہ جات رکھے جنکو چھری سے کاٹنے کی ضرورت پڑے اور ایسے وقت میں یوسف علیہ السلام کو اون عورتوں کے سامنے کیا کہ بجائے میووں کے چھیلنے اور کاٹنے کے اون عورتوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر ڈالے اوس وقت زلیخا نے اون عورتوں کو قایل کیا اور کہا کہ جس شخص کے ایک نظر دیکھنے سے تم اِس قدر بدحواس ہو گئیں پھر وہ تعت جسکی آنکھوں کے سامنے وہ شخص

رہے اسکے دل کا کیا حال ہوگا زلیخا کی اِس بات کے جواب میں اِن عورتوں نے کہا کہ بلاشک یہ شخص آدمی نہیں فرشتہ ہی معراج کی صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نظر آئے تمام دنیا کے حسن و جمال میں سے نصف حصہ حسن و جمال کا حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی نے دیا ہی حضرت یوسف علیہ السلام اکثر اپنے منہہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے تاکہ غیر عورتیں انکا حسن و جمال دیکھ کر بدنیت نہ ہو جائیں اور ہر مرد کے لئے اپنی جوانی اور حسن کو قابو مین رکھنا بڑے درجہ کا کام ہی صحیحین کی ابو ہریرہؓ کی حدیث میں اون سات شخصوں کا جو ذکر ہے جنکو اللہ تعالی قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرماویگا اون سات شخصوں میں ایک شخص وہ ہی جس کی جوانی اور خوبصورتی پر للچا کر کوئی عزت دار مالدار اور خوبصورت عورت اُس شخص کو بدکاری کے لئے بلاوے اور وہ شخص فقط خدا کے خوف سے اُس بدکاری سے باز رہے باقی کے چھہ شخصوں میں ایک وہ شخص ہی جو منصف حاکم ہو دوسرا وہ ہی جو جوان صالح ہو جسکی جوانی اللہ کی عبادت میں بسر ہو تیسرا وہ ہی جسکو جماعت اور مسجد کا ہر دم خیال لگا رہے چوتھا وہ ہی جو دینی غرض سے محض اللہ کے واسطے کسی سے دوستی پیدا کرے پانچواں وہ ہے جو ایک ہاتھ سے صدقہ دیوے اور دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو چھٹا وہ ہے جو تنہائی میں خدا کے خوف سے روتا رہے ۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا ۔ منزل۳

بولی سو یہ وہی ہی کہ طعنہ دیا تم نے مجکو اسکے واسطے اور مین نے چاہا اُس سے اسکا جی پھر اُسنے تھام رکھا اور مقرر اگر نکریگا جو میں

آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّاغِرِينَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي

اسکو کہتی ہون البتہ قید پڑیگا اور ہوگا بیعزت یوسف بولا اے رب مجکو قید پسند ہی اس بات سے جسطرف مجکو بلاتیاں ہیں اور اگرتو نہ دفع کریگا

كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

فریب تو مائل ہو جاؤں انکی طرف اور ہو جاؤں بیعقل سو قبول کرلی اُسکی دعا اُسکے ربنے پھر دفع کیا اُس سے انکا فریب البتہ وہی ہی سنتا جانتا

اوپر کی آیۃ میں یہ بیان ہو چکا ہی کہ عورتوں کے تذکرہ کی خبر جب زلیخا کو پہونچی تو اُسنے ایک محفل آراستہ کر کے اون عورتوں کو بلایا اور فراغت طعام کے بعد ترنج اور چھری دی کہ کاٹ کاٹ کر کھائیں اور اسی اثنا میں یوسف عؑ کو اُنکے سامنے بلایا یوسف علیہ السلام کے جمال کو دیکھ کر ساری عورتین حیرت میں آگئیں اور اپنی اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور بے ساختہ کہہ اوٹھین کہ یہ تو بشر نہیں معلوم ہوتا یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہی اسپر یہ بات زلیخا نے کہی کہ جسے تم فرشتہ سمجہہ رہی ہو اور جسکے حسن کو دیکھکر آپے سے باہر ہوگئین اور کسی کے ہوش ٹھکانے نہ رہے یہ وہی شخص ہی جسپر میں بدل و جان فریفتہ ہوں اسی کی الفت میرے دل مین نقش کالحجر ہو گئی ہی جس کا چرچا تمام مصر میں پھیلا ہوا ہی اور تم نے مجکو ملامت کی کہ زلیخا ایک ادنے غلام پر عاشق ہی اب تمہیں انصاف سے کہو

یہ شخص لائق اسکے ہی یا نہیں کہ اسکو پیار کیا جاوے اور اسکی محبت کا بیج دل میں بویا جاوے پھر اس بات کے جتلانے کے بعد کہ
یوسف علیہ السلام سارے عالم میں حسین ہیں یہ بات بھی ظاہر کی کہ تم یہ نہ جاننا کہ یہ شخص فقط حسن صورت ہی رکھتا ہی نہیں جیسی
اسکی صورت ہی ویسی ہی اسکی سیرت بھی ہی میںنے آپ اس سے محبت کی ابتدا کی تھی اور میںنے خود اسکو اپنی طرف بلایا تھا مگر یہ شخص
راضی نہ ہوا معصوم رہا گناہ کا مرتکب نہ ہوا غرضکہ جس طرح حسن میں اپنا آپ یہ مثال ہی اسی طرح عفت و پاکبازی میں بھی
بے نظیر ہی پھر زلیخا نے شرم کو بالائے طاق رکھکر صاف صاف کہدیا کہ یوسف اگر میرے حکم کی تعمیل نکریگا اور جو کچھ میں کہتی ہوں
اوسے بجا نہ لائیگا تو اسکے حق میں بہت ہی برا ہوگا یا تو ہمیشہ ہمیشہ قید میں رہے گا یا اور کسی دوسری قسم کی ذلت اسکے لئے
تجویز کیجائے گی جس سے یہ نہایت ہی ذلیل ہوگا جب حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی یہ باتیں سنیں تو انکے دل میں
بہت ہی خوف پیدا ہوا کہ دیکھئے اس عورت سے کس طرح اپنی عفت و عصمت قائم رہتی ہی یہ تو کچھ ہاتھ دہوکر میرے پیچھے
پڑی ہی اسلئے انھوں نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی عفت و عصمت کے روبرو قید کی کچھ ہستی نہیں میں اس بات کو پسند کرتا
ہوں کہ قید میں رہوں اور یہ ہرگز منظور نہیں کہ میری آبرو ریزی ہو اور دامن عصمت میں گناہ کا دہبہ آئے عورتیں جس کام
کو مجھ سے کہتی ہیں اگرچہ اس میں کوئی ظاہری ذلت نصیب نہیں ہوتی اور قید ہو جانا ایک نہایت ہی ذلت کی بات ہی
مگر میں تو اس قید کی ذلت کو پسند کرتا ہوں اور عورتوں کے کہنے پر عمل کرنا اور ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جانا ہرگز پسند
نہیں کرتا پھر یوسف علیہ السلام نے اسلئے دعا میں یہ بات اپنے پروردگار سے کہی کہ اے معبود حقیقی اگر ان عورتوں
کے فریب سے تو مجھے نہ بچائے گا تو ضرور میں انکے دام میں آجاؤنگا اور جہالت کا کام کرونگا تو دنیا بھر کے آدمیوں سے جاہل ٹھہرونگا
کیونکہ ایک شئی کی برائی کو جانکر پھر اس شئے کے کرنے پر جرأت کا کرنا سوائے جاہل مطلق کے اور کسی کا کام نہیں بعض
مفسروں نے یہاں یہ بات بھی بیان کی ہی کہ محفل میں جتنی عورتیں شریک تھیں ان سبکی سب نے باری باری سے خلوت
کرکے یوسف علیہ السلام کو بلایا اسی واسطے یوسف علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا کہ خدایا ان عورتوں کے مکر و فریب
سے بچا اور نہیں تو اگر فقط زلیخا کا خیال تھا تو بصیغہ جمع نہ فرماتے واحد کا صیغہ استعمال کرتے اور بعض مفسروں نے کہا صیغہ
جمع زلیخا کی شان میں بطور تعظیم کے فرمایا تھا بہرحال اللہ پاک نے یوسف ؑ کی دعا کا حال بیان فرماکر یہ بیان کیا کہ یوسف
علیہ السلام کی اس عاجزی اور انکساری سے دعا کرنیکو انکے رب نے قبول کرلیا اور ان عورتوں کے مکر و فریب سے خدا نے
یوسف علیہ السلام کو بچا لیا کیونکہ وہ ہر ایک ظاہر اور پوشیدہ باتونکا یکسان سننے والا ہی اور ہر شخص کے دل حالات کا
جاننے والا ہی صحیح بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی کہ ہجرت سے پہلے وہ کعبہ کے ستون کی آڑ
میں تھے تین مشرک لوگ بھی وہاں آئے اور آڑ کے سبب سے عبداللہ بن مسعود کو انھوں نے نہیں دیکھا آپس میں کچھ باتیں کیں عبداللہ
بن مسعود کہتے ہیں کہ میں وہ باتیں نہیں سمجھا لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں سنکر ان مشرکوں کے حق میں سورہ حم سجدہ کی آیتیں
نازل فرمائیں ان آیتوں کی تفصیل وہیں سورۃ میں آویگی۔ طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے انس بن مالک کی صحیح حدیث

ایک جگہ گزر چکی ہی کہ نامہ اعمال کے لکھنے والے فرشتوں کو بعضے عملوں کا حال معلوم نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرماویگا کہ یہ عمل خالص دل سے نہیں کئے گئے اسواسطے ان عملوں کو بغیر ثواب کے نامہ اعمال میں سے نکال دیا جاوے یہ حدیثیں انہ ہو السمیع العلیم کی گویا تفسیر ہیں۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

پھر یوں سوجھا لوگوں کو ان نشانیوں کے دیکھنے پر کہ قید رکھیں اسکو ایک مدت

اوپر کی آیۃ میں اللہ پاک نے یوسف علیہ السلام کی دعا اور آپکے مقبول ہونے کا حال بیان فرما کر اب یہ کیفیت قید کی بیان فرمائی کہ جب اس بات کا چرچا ہر ایک رئیس و امیر کے گھر میں ہونے لگا اور ہر شخص کی زبان پر یہی مذکور تھا کہ زلیخا عزیز مصر کی بیوی اپنے شوہر کے غلام پر دل و جان سے فریفتہ ہی اور اوسکی محبت میں دیوانی ہو رہی ہی اور اسنے آپ اپنی خواہش آپ ظاہر کی اسپر عزیز مصر اپنے صلاح کاروں کی صلاح اور مشورے سے اس بات پر آمادہ ہوا کہ یوسفؑ کو قید میں رکھنا چاہئے حالانکہ سارے لوگ جان چکے تھے اور کھلی کھلی شہادت اور نشانیاں موجود تھیں کہ اس مقدمہ میں یوسفؑ کا کوئی قصور نہیں ساری شرارت عورت کی ہی بے زبان بچے کی گواہی گزر چکی تھی کہ اگر کرتہ یوسفؑ کا پیچھے سے پھٹا ہو تو یوسف بے خطا ہیں اور خطا وار عورت ہی چنانچہ کرتہ کے دیکھنے سے یوسف علیہ السلام کا بے قصور ہونا عزیز مصر کو اچھی طرح ثابت ہو گیا تھا اسی بنا پر یوسف علیہ السلام سے عزیز مصر نے یہ بات کہی تھی کہ یوسف ان باتوں سے درگزر کر اور اپنی عورت کو معذرت کے لئے کہا تھا کہ تو خطا وار ہی مگر پھر بھی سوائے اس بات کے اور کچھ بن نہ آیا کہ یوسف علیہ السلام کو قید میں رکھا جائے تاکہ لوگ جانیں کہ عورت بے قصور ہے اگر کچھ خطا ہی تو اسی مرد کی ہی۔ دوسری مصلحت یہ تھی اگر انکو قید نہ کیا جاوے اور دونوں ایک جگہ ہوں گے تو عورت کبھی باز نہ آئے گی کسی نہ کسی حیلہ سے ضرور یوسفؑ پر قابض ہو جائے گی اور انکو اپنے پھندے میں پھانسے گی اسلئے ضرور ہی کہ انکو قید ہی کر دیا جائے کہ عورت کا پھر کچھ بس یوسف علیہ السلام پر نہ چلے اور لوگوں میں اس کا چرچا موقوف ہو جائے اور لوگ یہ بھی جان جائیں کہ ضرور یوسفؑ کی طرف سے یہ بات شروع ہوئی ہی اور انہیں کی خطا ہی جسکی سزا میں جیل خانہ گئے ہیں اور مدت اس قید کی اتنی رکھی گئی تھی کہ اس عرصہ میں یہ قصہ رفع دفع ہو جائے اس قید میں اللہ پاک نے مدت نامعلوم رکھی ہی مگر بعض مفسرین نے اسکے متعلق یہ بیان کیا ہی کہ جب تک اس معاملہ کا چرچا موقوف نہ ہو جائے اسوقت تک کی یہ قید تھی اور سعید بن جبیر نے سات سال کہا ہی اور کسی نے پانچ برس اور کسی نے چھ سال۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام تین مرتبہ مصیبت میں آئے اول مرتبہ تو اس مقدمہ میں قید میں گئے پھر جب قید خانہ میں اذکرنی عند ربک کہا تو اور کئی سال تک قید میں رہ گئے پھر تیسری دفعہ جب بھائیوں سے یہ کہا کہ ایتھا العیر انکم لسارقون تو بھائیوں نے منہ در منہ یہ جواب دیا کہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل صحیح مسلم ابوداؤد اور صحیح ابن خزیمہ میں جابرؓ بن عبداللہ سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

منزل ۳

نہ پایا آدمی کو چاہیے کہ اپنی اولاد اور اپنے مال کے حق میں بد دعا نہ کرے کیونکہ مقبولیت کے وقت میں وہ بد دعا قبول ہو جاتی ہی جس سے آدمی کو ضرر پہونچ جاتا ہی اوپر کی آیتوں اور اس آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو قید سے ڈرایا تو یوسف علیہ السلام کی زبان سے بھی بد دعا کے طور پر قید کی خواہش نکل گئی اور اس بد دعا کے قبول ہو جانے سے اُسکے ظہور کا یہ سامان بہم پہونچ گیا کہ آخر عزیز مصر کی صلاح یوسف علیہ السلام کے قید کرنے پر جم گئی اور یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں بھیجدیے گئے اگر یوسف علیہ السلام فقط ان عورتون کے مکر فریب سے بچنے کی دعا کرتے اور وہ دعا قبول ہو جاتی تو اوسی طرح کا کوئی انتظام غیب سے ہو جاتا مگر تقدیر آلہی میں یون ہی تھا کہ بت پرستون کے ہاتھ سے ایک اللہ کے نبی جیل خانے جانے کی تکلیف اُٹھاوین گے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِىْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

اور داخل ہوئے بندی خانہ میں اسکے ساتھ دو جوان کہنے لگا اُنمیں سے ایک میں دیکھتا ہون کہ میں نچوڑتا ہون شراب اور دوسرے نے کہا میں اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہیں اُس میں سے بتا ہمکو اسکی تعبیر ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکی والا

یہان اتنی بات محذوف ہی کہ جب عزیز مصر کی صلاح یوسف علیہ السلام کے قید کرنے پر جم گئی اور یوسف علیہ السلام قید خانہ میں داخل ہوئے تو دو شخص اور بھی بادشاہ مصر کے دربار کے اُنکے ہمراہ قید ہوئے ایک تو بادشاہ کا ساقی تھا آبدار خانہ شاہی کا اہتمام اُسکے ہاتھ میں تھا بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر تھا اور دوسرا باورچی خانہ کا داروغہ تھا شاہی کھانے کا انتظام اسکے سپرد تھا ان دونوں کو اہل مصر نے اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ بادشاہ کو شراب اور کھانے میں زہر دیدین اور اس کی رشوت میں جس قدر روپیہ چاہیں ہم سے لیں ایک روز بادشاہ کو کھانے کے وقت کچھ شبہ پیدا ہوا دونوں سے دریافت کیا یہ کھانا اور شراب کس قسم کے ہیں ساقی نے کہہ دیا کہ آپ یہ کھانا نہ کھائیں اس میں زہر ملا ہوا ہی بادشاہ نے ساقی سے کہا تو یہ شراب پی جا وہ پی گیا اوسے کچھ نقصان نہ پہونچا اور باورچی سے کہا کہ تو یہ کھانا کھا جا اُسنے کھانے سے انکار کیا تو وہ کھانا کسی جانور کو کھلایا گیا وہ فوراً مر گیا اس جرم میں ساقی اور نان بائی دونوں کے دونوں جیل خانہ میں بھیجے گئے پانچ برس کے بعد ان دونوں نے خواب دیکھا ساقی نے یہ خواب میں دیکھا کہ میں انگور نچوڑ نچوڑ کر شراب بنا رہا ہوں اور باورچی نے یہ خواب دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹیان لئے جاتا ہوں اور جانور اُسے نوچ نوچ کر کھاتے ہیں یوسف علیہ السلام قید خانہ میں بھی ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف اور ہر وقت خدا کی عبادت کرتے رہتے تھے اور قیدیوں کے حال پر بھی بہت مہربان تھے جب کوئی بیمار ہوتا تو اوس کی خبر گیری کرتے اور نہایت محبت سے اُنکے ساتھ پیش آتے تھے اسی واسطے ان دونوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ ہم آپکو نیکوں کا جانتے ہیں آپ ہمارے اس خواب کی تعبیر بیان کیجیے صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ سچا خواب تو سچ بولنے والے دیندار شخص کا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ سچ بولنے والے دیندار شخص کا دل سچ پر جما ہوا ہوتا ہے اسلئے اُسکے دل میں جو خیال آتا ہے وہ اکثر سچا ہوتا ہے اور یوں تو کبھی کبھی بت پرستوں کا خواب بھی سچا ہوتا ہے جسطرح مثلاً یہ ساقی اور نان بائی کا خواب یا بادشاہ مصر کا خواب جسکا ذکر آگے آویگا۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي

بولا نہ آنے پاویگا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہے مگر بتا چکوں گا تم کو اُسکی تعبیر اُسکے آنے سے پہلے یہ علم ہے کہ مجکو سکھایا میرے رب نے

تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ

میں نے چھوڑا دین اُس قوم کا کہ یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور آخرت سے وہ منکر ہیں اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا ابراہیم اور

وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝

اور یعقوب کا ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا کسی چیز کو یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت لوگ بھلا نہیں مانتے

یوسف علیہ السلام نے ساقی اور باورچی سے جنہوں نے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تھی پہلے تو یہ فرمایا کہ تمہارا کھانا جس وقت آئے گا اُس سے پہلے میں تمہارے خواب کی تعبیر کہدوں گا اور جو کچھ میں کہوں گا نہ تو وہ جادو کے زور سے کہونگا اور نہ علم نجوم اور نہ تعلیم شیطان سے بلکہ اوس علم کے ذریعہ سے بتلاؤں گا جسکی تعلیم مجھکو میرے پروردگار عالم نے کی ہے اور جو علم خداوند جل شانہ نے عطا کیا ہے اوس سے میں یہ تعبیر بتلاؤں گا اس کے بعد پھر آپ نے دین اسلام کی تلقین کرنی شروع کی اور بت پرستی کی مذمت بیان کی کہ میں بچپن سے اوس قوم کے میل جول میں تھا جو نہ تو خدا پر ایمان رکھتے تھے اور نہ آخرت پر انکا دین و ایمان تھا مگر میں سرے سے اوس عقیدہ کا پابند نہیں ہوا اور اپنے باپ دادا ابراہیم علیہ السلام و اسحق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کے طریقہ پر رہا کہ ہمیشہ خدا واحد کو اکیلا جانتا رہا اور اُسی کو قادر مطلق تصور کرتا رہا اور سچ پوچھو تو ہمیں زیبا بھی نہیں ہے کہ جس خدا نے ہمیں خاک سے بنایا اور دنیا کی ساری چیزیں ہماری ضرورتوں کے لئے پیدا کیں اور پھر ہم اسکے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرا کر پرستش کریں اسکے بعد پھر یہ فرمایا کہ باوجود اس بات کے کہ خدا کی وحدانیت کی نشانیاں بالکل ظاہر ہیں اور اُسکی خدائی کا پتہ ذرہ ذرہ سے عیاں ہے انسان اگر تھوڑی سی عقل والا بھی ہو تو ذرا سے غور و فکر میں اللہ پاک کو واحد اور بے مثل جان لے مگر خدا نے جس کسی کو ایسی عقل اور ایسا دل دیا اور جس شخص کا ایسا عقیدہ بنایا وہ محض اُسکا فضل ہے ہم اگر یہ کہیں کہ ہم اپنی سمجھ سے خدا کو اکیلا مانتے ہیں اوسی کو ہر ایک امر میں قادر مطلق جانتے ہیں تو یہ بالکل نادانی ہے یہ اُسکا احسان ہے کہ اُسنے ہمیں ایسی سمجھ دی اور راہ حق پر لگایا مگر اکثر آدمی ان باتوں کو نہیں سمجھتے اور خداوند جل جلالہ کی ناشکری کرتے ہیں۔ من فضل اللہ علینا و علی الناس انبیا کے گروہ پر تو اللہ کا یہ فضل ہے کہ اللہ نے انکو اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا اور عام لوگوں پر اللہ کا یہ فضل ہے کہ اُسنے عالم لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیا کو اپنا نائب بنایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذ رضؓ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں

منزل ۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہی کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نکریں اس حق کے ادا
ہونے پر اللہ کا وعدہ یہ ہی کہ وہ شرک سے بچنے والے اپنے بندونکو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ اس حدیث کو
آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا
اسلیئے اسکی شکرگذاری میں انسان کو لازم ہی کہ وہ خالص اللہ کی عبادت کرے اوسکی عبادت میں دوسرونکو شریک نہ
ٹھہراوے لیکن دنیا میں بہت سے لوگ اس شکرگذاری کے رستہ کو بھولے ہوئے ہیں بعضوں نے تو سوا اللہ کے اورونکو
اپنا معبود بنا رکھا ہی بعضے بدعت میں گرفتار ہیں جس سے انکا عبادت کا طریقہ حکم آلہی کے موافق نہیں ہی بعضے دنیا کے
دکھاوے کے لیئے عبادت کرتے ہیں جو بالکل رائگاں ہی۔ یہ سب کچھ اسلیئے ہی کہ ان لوگوں کے دل میں آخرت کے عذاب
و ثواب کا یا تو یقین ہی نہیں ہی یا ہی تو پورا نہیں ہی اسواسطے جنکو آخرت کا یقین نہیں وہ تو آخرت کے بالکل منکر ہیں
اور ادھورے یقین والے ریاکاری اور بدعت میں گرفتار ہیں ملتہ قوم لا یؤمنون باللہ وہم بالآخرۃ ہم کافرون سے مقصود
یہاں عزیز مصر اور اسکی قوم ہی کہ انہی لوگوں میں یوسف علیہ السلام چھوٹے بڑے ہوئے اور انہیں لوگوں کے شرک سے آپ بیزار تھے

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ
اے رفیقو بندی خانے کے بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر یا اللہ اکیلا زبردست کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اسکے مگر نام

اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا
ہیں کہ رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے انکی کوئی سند حکومت نہیں ہی کسی کے سوائے اللہ کے

اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
اسنے فرما دیا کہ نہ پوجو مگر اسی کو یہی ہی راہ سیدھی پر بہت لوگ نہیں جانتے

یوسف علیہ السلام نے کفر کی مذمت اور توحید کا حال اور خداوند جل جلالہ کے اوصاف بیان کرکے یہ نصیحت فرمائی
کہ اے میرے قید کے مصاحبو ذرا غور کرو کہ یہ بت پرستی بہتر ہی یا حق پرستی اور یہ تمہارے کئی جدا جدا معبود اچھے ہیں
یا وہ خدائے برتر کہ جو اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور ساری خدائی میں اسی کا بول بالا ہی اسکے قہر کے آگے کسی کی کچھ
نہیں چل سکتی پھر فرمایا کہ تم جو ان بتوں کی پرستش کرتے ہو اسکی پوری سند نہیں ہی یہ بت تو تمہارے جعلی معبود ہیں تم نے
اور تمہارے باپ دادا نے پتھر کی مورتیں تراش کر انکے جدا جدا نام رکھ چھوڑے ہیں اور اوسی کو پوجنے لگے ہیں ورنہ ان میں
کوئی طاقت اور کوئی قدرت نہیں ہی جو معبود بننے کے لائق ہو سکیں اگر سارے جہان کو پیدا کیا ہی تو اوسی اللہ نے اور اگر
حکومت اور قبضہ سارے جہان پر ہی تو وہ فقط اس اللہ جل شانہ کا ہی اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہی اس بنا پر
اگر پرستش کے لائق ہی تو وہی ہی اور تم بھی اب اس سے خبردار ہو جاؤ کہ اوسی کو اکیلا جانو اور اسی کی خالص بندگی کرو
کیونکہ یہی دین مستقیم ہی اور اسی کا نام صراط مستقیم ہی جو شخص اس راہ سے ذرا بھی ادھر ادھر ہوا تو شیطان کا

تسلط اسپر ہو جاویگا اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے ہیں اور اسی سبب سے گمراہی اور شرک و کفر میں مبتلا رہتے ہیں صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ایک جگہ گذر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ پچھلے زمانے میں کچھ نیک لوگ مر گئے تھے جنکے مرجانے کا رنج و غم انکے رشتہ داروں اور معتقدوں کے دلوں پر بہت تھا شیطان نے موقع پاکر ان لوگوں کو یہ بہکایا کہ ان نیک لوگوں کی شکل کے بت بناکر رکھ لئے جاویں تاکہ ان بتوں کے دیکھ لینے سے ان نیک لوگوں کی صورت آنکھوں کے سامنے رہے اور اس تدبیر سے ان نیک لوگوں کی صورتوں کے آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جانے کا رنج و غم کچھ کم ہو جاوے۔ شیطان کے بہکانے سے ان لوگوں نے وہ بت بنائے اور رفتہ رفتہ ان بتوں کی پوجا ہونے لگی جو آجتک چلی آتی ہی ہشام بن محمد کلبی مفسر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہی کہ یہ نیک لوگ قابیل بن آدم کی اولاد میں سے تھے اور اسی زمانے میں یہ مورتیں بنائی گئیں اور ادریس علیہ السلام کے نبی ہونے کے زمانے میں ان مورتوں کی پوجا ہونے لگی پہلے ادریس علیہ السلام اور پھر حضرت ادریس کے بعد نوح علیہ السلام اسی بت پرستی کے مٹانے کو نبی ہو کر آئے اور رفتہ رفتہ اسی مورت پرستی کی شاخیں ستارہ پرستی آتش پرستی وغیرہ نکل آئیں حاصل کلام یہ ہی کہ یہ سب پوجائیں دین الٰہی سے الگ لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہیں کہ انکے وبال میں نوح علیہ السلام سے لیکر فرعون تک بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا اسی واسطے ان پوجاؤں کو بے سند اور توحید کو سیدھی راہ فرمایا یہ ہشام بن محمد اگرچہ حدیث کی روایت میں معتبر نہیں ہیں لیکن تاریخ میں انکا اعتبار ہی یہ ۲۰۶ھ کے علما میں ہیں حافظ عبد الرحمن ابن جوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں انکے قول کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہی۔

منزل ۳

يَٰصَٰحِبَيِ ٱلسِّجۡنِ أَمَّآ أَحَدُكُمَا فَيَسۡقِي رَبَّهُۥ خَمۡرٗاۖ وَأَمَّا ٱلۡأٓخَرُ فَيُصۡلَبُ فَتَأۡكُلُ ٱلطَّيۡرُ

اے رفیقو بندی خانے کے ایک جو ہے تم دونوں میں سو پلاویگا اپنے خاوند کو شراب اور دوسرا جو ہی سو سولی چڑھیگا پھر کھاوینگے جانور

مِن رَّأۡسِهِۦۚ قُضِيَ ٱلۡأَمۡرُ ٱلَّذِي فِيهِ تَسۡتَفۡتِيَانِ ٥

اسکے سر میں سے فیصل ہوا کام جس کی تحقیق تم چاہتے تھے

ساقی اور نان بائی اور بادشاہ مصر ان تین کافر شخصوں کے خواب اور تعبیر کا ذکر ان آیتوں اور آگے کی آیتوں میں آچکا ہی اور کسی آیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ کافر مشرک یا فاسق فاجر شخصوں کے سب خواب جھوٹے ہوتے ہیں اسی واسطے صحیح مذہب علمائے اہل سنت کا یہی قرار پایا ہی کہ اہل اسلام نیک لوگوں کا خواب اکثر صحیح ہوتا ہی اور کافر مشرک فاسق فاجر لوگوں کا خواب بھی کبھی کبھی صحیح ہوتا ہی اور صحاح کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت عائشہ کی حدیثیں جو ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات کے وقت خاص اہل اسلام کو خوشخبری دی ہی اور یہ فرمایا ہی کہ میرے بعد نبوت اور وحی تو ختم ہو گئی لیکن اہل اسلام کا خواب غیب کی خبر معلوم ہونے کا ایک ذریعہ ہی جو میرے بعد بھی باقی رہے گا ان حدیثوں اور ان آیتوں کو ملاکر علما نے

یہی مطلب نکالا ہے کہ اہل اسلام نیک لوگوں کے خواب اکثر سچے ہونگے اور کافر مشرک فاسق فاجر لوگوں کے خواب کبھی کبھی سچے ہوں گے کیونکہ سوا انبیاء کے اور سب کے خوابوں میں شیطان کے بہکاوے اور غلطی کے ڈالنے کا دخل اگرچہ موجود ہے مگر کافر مشرک فاسق فاجر لوگ شیطان کی مرضی کے موافق کام کرتے رہتے ہیں اسلئے انکے ہر کام اور انکی ہر بات میں شیطان کا دخل بہ نسبت اہل اسلام کے زیادہ ہے اور ذکر الٰہی کے سبب سے نیک اہل اسلام پر شیطان کا غلبہ کم ہے بعضے لوگوں نے فقط خواب کے ذکر کی ان حدیثوں سے الہام کا انکار جو کیا ہے اس کا جواب حافظ ابن حجر اور علماء نے یہ دیا ہے کہ خواب تو عام اہل اسلام دیکھ سکتے ہیں اور الہام خاص خاص اللہ کے بندوں کو ہوتا ہے اسواسطے عام اہل اسلام کے ذکر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط خواب کا تذکرہ فرمایا ہے اور الہام کا ذکر خاص طور پر جدا فرمایا ہے چنانچہ صحیحین کی حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں فرمایا ہے کہ پہلی امتوں میں صاحب الہام لوگ گذرے ہیں اگر اس امت میں بھی صاحب الہام لوگ ہوئے تو حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ یہ ضرور صاحب الہام ہیں غرض خواب کی حدیث جدا ہے اور الہام کی حدیث جدا ہے ایک حدیث کے مطلب سے دوسری صحیح حدیث کا انکار ایک بڑی غلطی ہے مصنف ابن ابی شیبہ تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جب نان بائی کے سولی پر چڑھائے جانے کی تعبیر بیان کی تو ساقی اور نان بائی دونوں اپنے خوابوں کے منکر ہو گئے اسی کا جواب یوسف علیہ السلام نے یہ دیا قضی الامر الذی فیہ تستفتیان جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خواب تم دونوں نے بیان کرکے انکی تعبیر پوچھی تھی اب جب انکی تعبیر بیان کی جا چکی تو اسکے موافق ظہور ضرور ہوگا اب خواب کے انکار کرنے سے وہ تعبیر ٹل نہیں سکتی جھوٹا خواب بنانا بڑے وبال کی بات ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے اور ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت علیؓ سے موقوفاً و مرفوع روایتیں ہیں جن میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ

اور کہہ دیا اسکو جسکو اٹکل کیا تھا کہ بچیگا ان دونوں میں میرا ذکر کریو اپنے خاوند پاس سو بھلا دیا اسکو شیطان نے ذکر کرنا

فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ

اپنے خاوند سے پھر رہ گیا قید میں کئی برس

منزل ۳ ع ۷/۵ ۱۵

یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتلا کر ساقی سے یہ کہا کہ تو اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کیجیو کہ قیدخانہ میں ایک غلام مظلوم بھی مقید ہے اور پانچ برس اسکو قید میں گذر چکے وہ خواب کی تعبیر بہت اچھی بیان کرتا ہے مگر جب ساقی قید سے باہر نکلا تو شیطان نے اوسے بھلا دیا اور اوس نے یوسف علیہ السلام کا تذکرہ اپنے بادشاہ کے سامنے نہ کیا اور یوسف علیہ السلام اور تھوڑے عرصہ تک قید میں رہے مجاہد و محمد بن اسحاق وغیرہ نے فانسہ الشیطان الآیۃ کی یہی تفسیر بیان کی ہے جو اوپر بیان کی گئی مگر اکثر مفسرین نے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ یوسف علیہ السلام کو شیطان نے خدا کی یاد بھلا دی خدا کا بھروسہ چھوڑ کر اونھوں نے ساقی سے یہ بات کی کہ تو اپنے بادشاہ سے کہنا اس طرح پر ایک شخص جیل خانہ میں قید ہے

اِس بات پر یوسف علیہ السلام چند عرصہ تک اور قید میں رہی۔ بضع سنین کے معنے مجاہد و قتادہ نے یہ بیان کئے ہیں کہ تین سے
نو تک بضع سنین ہی وہب بن منبہ کا قول ہی کہ حضرت ایوبؑ بلا میں اور حضرت یوسفؑ زندان میں اور بخت نصر عذاب
میں سات سات برس رہے ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کل چودہ برس قید میں رہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بارہ برس رہے
مصنف ابن ابی شیبہ وزوائد مسند عبداللہ بن احمد اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انسؓ سے روایۃ ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت
یوسف علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تجھکو قتل سے کس نے بچایا جب تیرے بھائیوں نے تیرے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا حضرت
یوسفؑ نے کہا اے رب تو نے پھر پوچھا کہ جب تیرے بھائیوں نے تجھ کو کنوئیں میں ڈال دیا تو کس نے تجھے
نکالا حضرت یوسفؑ نے کہا اے رب تو نے پھر پوچھا کہ جب عزیز مصر کی عورت نے بدکاری کا ارادہ کیا تو کس نے
اسکے ہاتھ سے تجھے نجات دی فرمایا کہ اے رب تو نے اسپر اللہ پاک نے فرمایا کہ پھر کس طرح تو مجھکو بھول گیا اور آدمی پر بھروسہ کیا
حضرت یوسفؑ نے کہا کہ گبھراہٹ میں یہ بات زبان سے نکل گئی فرمایا کہ مجھے اپنی عزت کی قسم ہی کہ چند سال اور میں تجھکو قید
خانہ میں رکھوں گا چنانچہ سات برس وہ قید میں اور رہے۔ طبرانی تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ
ہی کہ یوسف علیہ السلام ساقی سے اذکرنی عند ربک نہ کہتے تو اور زیادہ قید میں نہ رہتے ساگرچہ اس حدیثؓ کی سند میں سفیان بن
وکیع اور ابراہیم بن زید یہ دو راوی ضعیف ہیں لیکن انسؓ بن مالک کی حدیث جو اوپر گزر چکی اوس سے اس روایۃ کو تقویت
ہو جاتی ہی کیونکہ اس حدیث کی ابن ابی حاتم کی سند معتبر ہے علاوہ اسکے تفسیر ابن ابی حاتم میں اسی مضمون کی ایک حدیث
ابوہریرہ کی روایۃ سے بھی ہی اور ایک جگہ گزر چکا ہی کہ تفسیر ابن ابی حاتم میں صحت روایۃ کی پابندی بہ نسبت تفسیر ابن جریر و مستدرک حاکم کے زیادہ ہے

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ
اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں موٹی انکو کھاتی ہیں سات دبلی اور سات بالیں ہری
خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ
اور دوسری سوکھی اے دربار والو تعبیر کہو مجھ سے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر کرتے

دنیا عالم اسباب ہی ہر مقصد کے پورا ہونے کے لئے اللہ تعالی نے کوئی نہ کوئی سبب دنیا میں پیدا کیا ہی مگر یہ بات اللہ تعالی ہی جانتا
ہی کہ کس سبب سے کونسا مقصد پورا ہوگا ساقی اور نان بائی کے خواب کی تعبیر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بتلائی تھی تو
حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں یہ خیال گذرا تھا کہ شاید ساقی کا قید سے چھوٹنا حضرت یوسف کی بھی رہائی کا سبب
قرار پا دیگا اس لئے ساقی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ جب تو قید خانہ سے چھوٹ کر بادشاہ کے پاس جاوے
تو میرا ذکر بھی بادشاہ سے کیجیو لیکن اللہ تعالی کے علم میں ساقی کا قید سے چھوٹنا اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی
کا ابھی سبب قرار نہیں پایا تھا بلکہ سات برس کے بعد مصر کے بادشاہ کا خواب اور اس ساقی کا حضرت یوسف علیہ السلام
کا حال بادشاہ سے بیان کرنا یہ سب باتیں ملکر علم الٰہی میں حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سبب قرار پائی تھیں جب

علم الٰہی کے موافق جو سبب تھا اوس کا وقت آگیا تو ریان بن ولید بادشاہ مصر نے یہ خواب دیکھا جس کا ذکر اس آیۃ میں ہی اور
اس خواب سے وہ ڈر گیا اور اپنے شہر کے جادوگروں اور کاہنوں اور عقلمندوں سب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی اور وہ سب
اس خواب کی تعبیر بتلانے سے عاجز آگئے اسی چرچے سے سات برس کی بھولی ہوئی بات ساقی کو یاد آئی اور اسنے بادشاہ سے
حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا اور جیل خانہ میں آنکر حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ کا خواب بیان کیا اور حضرت
یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر ایسی بتلائی کہ بادشاہ اور سب اہل مصر دنگ ہو گئے غرض اس مسبب الاسباب کو جب
کوئی کام منظور ہوتا ہی تو اسی طرح غیب سے سبب کھڑے ہو جاتے ہیں نہیں تو بنتے ہوئے سبب بگڑ جاتے ہیں۔ بادشاہ کے
خواب کی تاریخ سے سات برس کے بعد سات برس کا قحط پڑنے کو تھا اسلئے سات موٹی گائیں اور ہری بالیں خواب کے بعد
کی اچھی پیداوار کے سات سال ہیں اور دبلی گائیں اور سوکھی بالیں قحط کے سات سال ہیں اور خواب کا حاصل یہ ہی کہ قحط کے
سات برس میں کوئی چیز پیدا نہ ہوگی بلکہ اچھی پیداوار کے سات برس میں جو کچھ پیدا ہوا تھا وہ سب سات برس کے قحط
میں صرف ہو جاویگا۔ انی اریٰ کا مطلب یہ ہی کہ مینے خواب میں دیکھا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ کی حدیث ہے
جس کا حاصل یہ ہی کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کڑے ڈال دئے گئے تھے جسکی
تاویل آپ نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کذاب کی فرمائی۔ مرد کو سونے کے کڑوں کا استعمال جس طرح بے محل ہی اسیطرح
جھوٹے شخص کی باتیں بھی بے محل ہوتی ہیں اس مناسبت کے سبب سے دو جھوٹے شخصوں کی مثال خواب میں سونے
کے دو کڑوں سے سمجھائی گئی اسیطرح کی مناسبت بادشاہ مصر کے اس خواب میں ہی کہ موٹی گائیں اور ہری بالیں اچھی
پیداوار کے زمانہ کی مثال ہی اور دبلی گائیں اور سوکھی بالیں قحط کے زمانے کی مثال ہی۔ خواب کی تعبیر کے وقت اس مناسبت
کو سمجھنا ضروری ہی اس لئے ناسمجھ آدمی کے روبرو خواب کا بیان کرنا منع ہی چنانچہ ترمذی میں ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث ہی
جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب سمجھدار اور خیرخواہ شخص سے ہی بیان کیا جاوے سوا ایسے شخص کے اور کسی سے نہ بیان کیا جاوے۔

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ
بولے یہ اڑتے خواب ہیں اور ہمکو تعبیر خوابوں کی معلوم نہیں اور بولا وہ جو بچا تھا ان دونوں میں اور یاد کیا مدت

اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ
کے بعد میں بتاؤں تم کو اسکی تعبیر سو تم مجکو بھیجو جاکر کہا اے یوسف اے سچے حکم دے ہمکو اس خواب میں سات گائیں موٹی

يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ
انکو کھاویں سات دبلی اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی کہ میں لیجاؤں لوگوں پاس شاید انکو

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا
معلوم ہو کہا تم کھیتی کروگے سات برس لگ کر سو جو کاٹو اسکو چھوڑ دو اسکے بال میں مگر تھوڑا جو

منزل ۳

تَاْكُلُوْنَ ○ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○

کھاتے ہو پھر آوینگے اُسکے پیچھے سات برس سختی کے کھا جاوین جو رکھا تم نے اُنکے واسطے مگر تھوڑا جو روک رکھو گے

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ○

پھر آویگا اِس پیچھے ایک برس اُس میں مینھہ پاینگے لوگ اور اُس میں رس نچوڑیں گے

ع ۱۲

اوپر کی آیۃ میں یہ بات بیان ہو چکی ہی کہ بادشاہ مصر نے ایک خواب دیکھا تھا کہ سات گائیں موٹی موٹی ہیں جنکو سات گائیں دبلی دبلی کھا رہی ہیں اور سات بالین ہری ہری ہیں جنکو سوکھی بالیں کھا گئیں جسکی تعبیر اپنے اہل دربار اور کاہنوں سے اوسنے دریافت کی تھی اون لوگوں نے بادشاہ کے سوال کا یہ جواب دیا کہ یہ خواب آپکا محض خیال ہی جسکی تعبیر ہمارے علم و قیاس سے باہر ہے ہم کچھہ نہیں تبلا سکتے غرض اونھوں نے یہ نہیں کہا کہ اِس خواب کی تعبیر ہی نہیں ہی بلکہ یہ کہا کہ وما نحن بتاویل الاحلام بعلمین جس کا مطلب یہ ہی کہ ہمیں اِس قدر علم نہیں ہی کہ اِسکی تعبیر بیان کریں اور مطلب اِس گفتگو سے انکا یہ تھا کہ بادشاہ کا خیال پلٹ دیں کہ وہ اِس خواب کی تعبیر کے درپے نہ ہو مگر اُسوقت ساقی نے جو قید سے چھوٹ کر آیا تھا یوسف علیہ السلام کی بات یاد کی اب تک وہ بھولا ہوا بیٹھا تھا شیطان نے اُسکو بھلا دیا تھا اب اتنے عرصہ کے بعد جب بادشاہ کے خواب کی تعبیر کا تذکرہ آیا تو اُسنے کہا کہ مجھے بھیجدو لوگوں نے اِس سے کہا کہ جا کہاں جانا چاہتا ہی یہ جیل خانہ گیا اور وہاں آکر یوسف علیہ السلام کو صدیق کہہ کر پکارا کیونکہ یوسف کی راستبازی اسپر اچھی طرح ظاہر ہو چکی تھی قید میں بھی کبھی اِنکو جھوٹ بولتے نہیں سنا تھا اور اُسکے خواب کی تعبیر بھی جو کچھہ تبلائی تھی وہ بالکل صحیح صحیح نکلی اِس میں کچھہ فرق نہ ہوا اور یہ دوسرے شخص کے خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تھا اِسلئے اوسنے کہا کہ مجھے اِس باب میں فتویٰ دیں کہ سات گائیں موٹی موٹی کو سات گائیں دبلی دبلی کھاتی ہیں اور سات بالین ہرے ہرے اور دوسرے خشک اون ہرے بالوں کو کھاتی ہیں اگر آپ اِسکی تعبیر تبلاوین گے تو میں واپس جاکر لوگوں میں اُس تعبیر کو بیان کردوں گا جس سے آپکا فضل و علم ظاہر ہو گا اور لوگوں پر آپکی قدر و منزلت روشن ہو گی یوسف علیہ السلام نے اُس ساقی سے اِس بات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا کہ تجھے اتنی مدت کے بعد میں یاد آیا اور اتنے عرصہ تک تو بالکل بے خبر رہا کیونکہ انکو قید خانہ سے نکلنے کی فکر تھی اِس خیال سے جلدی اوس خواب کی تعبیر تبلادی فرمایا کہ سات گائیں موٹی موٹی سے مطلب یہ ہی کہ سات برس میں جو کچھہ کھیتی کرو اور غلہ پیدا ہو اوس میں سے بقدر ضرورت اپنے اور جانوروں کے کھانے کے لیلو اور باقی اناج کو بدستور بال میں رکھہ چھوڑو اگر بال سے جدا کرو گے تو گھن لگ جانے کا اندیشہ ہی پھر تم اور تمہارے جانور بھوک کے مارے مرجائیں گے کیونکہ پھر سات برس تک لگاتار قحط پڑے گا پھر اُسوقت تمہارا کل اندوختہ تمہارے کام آئے گا اور جو کچھہ تمنے جمع کر رکھا ہو گا وہ کھاؤ گے کچھہ باقی نہیں رہے گا بیج کے لئے جو غلہ رکھہ چھوڑتے ہیں وہ نور ہیگا باقی سب کھا کر بیٹھہ رہو گے غرضکہ خواب کی تعبیر کے ساتھہ ساتھہ تدبیر بھی تبلاتے گئے پھر فرمایا کہ اِس سات سال کی قحط سالی کے بعد ایک سال ایسا مینھہ برسے گا کہ ساری زمین تر ہو جائے گی اور سارے شہر سیراب ہو جائیں گے اور اچھا اناج و میوہ پیدا ہو جائے گا

منزل ۳

اور لوگ اپنی عادت کے موافق انگور تل وغیرہ اچھی طرح نچوڑیں گے اور بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں کے جانور خوراک و چارہ پاکر ایسے توانا ہونگے کہ دودھ زیادہ دیں گے یعصرون میں دودھ کا دوہنا بھی داخل ہے اسواسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یعصرون کے معنے یحلبون بیان کئے ہیں مطلب یہ ٹھہرا کہ اس سال لوگ گذشتہ کال کی سختیوں سے نجات پائیں گے اور ہر شخص مرفہ الحال ہوجائے گا۔ سات سال کے قحط کے بعد یہ آٹھویں سال کا حال بادشاہ کے خواب کی تعبیر سے الگ ہے مصر کے لوگوں کی تسکین کے طور پر یہ آٹھویں سال کا ذکر بھی یوسف علیہ السلام نے فرمادیا۔

صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبداللہ سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے خواب دیکھا کہ اس کا سر کسی نے کاٹ ڈالا جب اس خواب کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آیا تو آپ نے فرمایا کہ سوتے میں شیطان آدمی کو ایسی باتوں سے ڈرایا کرتا ہے ایسے خواب کا کسی سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے یہ حدیث اضغاث احلام کی گویا تفسیر ہے لیکن اصلی خواب اور اس طرح کے اڑتے ہوئے خواب میں فرق پیدا کرنے کے لئے بڑی سمجھ درکار ہے ورنہ ایسی غلطی پڑجاتی ہے جس طرح بادشاہ مصر کے اہل دربار نے بادشاہ کے اصلی خواب کو اڑتے ہوئے خوابوں میں کا ایک خواب تبلادیا جس طرح آدمیوں کی جماعت کو امتہ کہتے ہیں اسی طرح دنوں کے مجموعہ کو بھی امتہ کہتے ہیں اسیلئے بعد امت کا ترجمہ شاہ صاحب نے مدت کے بعد فرمایا ہے۔ داب کے معنے عادت کے ہیں مطلب یہ ہے کہ پہلے سات برس عادت کے موافق اچھی طرح کھیتی کرنی چاہیئے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ

اور کہا بادشاہ نے لاؤ اسکو میرے پاس پھر جب پہنچا اس پاس بھیجا آدمی کہا پھر جا اپنے خاوند پاس اور پوچھ اس سے کیا حقیقت ہے ان

أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ

عورتوں کی جنہوں نے کاٹے ہاتھ اپنے میرا رب تو انکا فریب سب جانتا ہے کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلایا یوسف کو اسکے جی سے بولیاں حاشا للہ

مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝

ہمکو معلوم نہیں اسپر کچھہ برائی بولی عورت عزیز کی اب کھل گئی سچی بات میں نے پھسلایا تھا اسکو اسکے جی سے اور وہ سچا ہے

جب ساقی نے بادشاہ کی حضور میں یوسف علیہ السلام کی تعبیر کا حال بیان کیا تو بادشاہ مصر کو وہ تعبیر بہت پسند آئی اور یوسف علیہ السلام کے علم و فضل کو اسنے بخوبی پہچان لیا اور جان لیا کہ یہ شخص نہایت ہی صاحب کرامات ہے اسلئے پھر بادشاہ نے اپنا قاصد یوسف علیہ السلام کے بلانے کیواسطے بھیجا کہ انکو قیدخانہ سے نکال کر میرے دربار میں لاؤ جب قاصد یوسفؑ کے پاس پہونچا تو آپ نے قیدخانہ کے نکلنے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک بادشاہ اس بات کی تحقیق نکرلے کہ میں بے جرم قیدخانہ میں داخل ہوا ہوں اور جو تہمت مجھپر لوگوں نے دھری ہے اس سے جب تک میں بری نہ ثابت ہولوں اور جب تک بادشاہ یہ بات بھی خوب اچھی طرح نہ جان لے کہ عزیز مصر کی بی بی نے مکر و فریب کرکے مجکو زبردستی قید کرایا اسوقت تک میں قیدخانہ سے ہرگز نہ نکلوں گا اسی بنا پر یوسفؑ نے یہ بات کہی کہ پہلے ان عورتوں ہی سے اس بات کو دریافت کرنا چاہیئے جن

عورتوں کو میرے معاملے میں دخل ہی جنکے سبب سے اون عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے چنانچہ بادشاہ مصر نے اون عورتوں کو جمع کرکے یہ بات پوچھی کہ یہ کیا معاملہ ہی جب تم نے یوسفؑ پر اپنی خواہش ظاہر کی تھی کس طرح ہوا اور کیا ہوا اسوقت عورتوں نے ایک زبان ہوکر جواب دیا کہ حاش للہ یہ بات ہرگز نہیں ہی کہ یوسف کے دل میں کوئی برائی ہو وہ نہایت ہی پارسا آدمی ہیں اور عزیز مصر کی عورت زلیخا نے بھی یہ بات کہی کہ اب حق بات ظاہر ہوگئی غرض اس دریافت سے بادشاہ کو کل حقیقت کی اطلاع ہوگئی کہ یوسف کی اس میں کچھ خطا نہیں ہی اور وہ بالکل سچے ہیں قصور فقط زلیخا کا ہی کہ اسنے یوسف علیہ السلام سے بدفعلی چاہی اور یوسف علیہ السلام اس بات میں سچے ہیں کہ انھوں نے زلیخا کا کہنا نہ مانا اس لئے زلیخا کو آپ اپنے قصور کا اقرار ہی ۔ ان ربی بکیدہن علیم ۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ اگرچہ اللہ کے علم سے کوئی بات باہر نہیں ہی اسکو خوب معلوم ہی کہ اس معاملہ میں سرتاپا عورتوں کے مکروفریب کے سبب مجھپر یہ الزام قائم ہوا ہی جس سے میں بالکل بری ہوں لیکن دنیوی دریافت سے بادشاہ و وزیر کو بھی میری بے قصوری کا حال معلوم ہو جاوے تو اچھی بات ہی معتبر سند سے مسند امام احمد مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کے اس صبر و تحمل کی تعریف فرماکر یہ فرمایا ہی کہ اس موقع پر میں ہوتا تو بادشاہ کے قاصد کے ساتھ شاید فوراً چلا جاتا اور عورتوں کے مکروفریب کی دریافت تک قیدخانہ میں نہ رہتا ایسے سخت موقع پر یوسف علیہ السلام نے جو صبر و تحمل کیا اسکے قابل اجر عظیم ہونے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہی مسند امام احمد کی سند میں ایک راوی محمد بن عمرو بن علقمہ کو اگرچہ بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہی لیکن ابن معین نے محمد بن عمرو کو ثقہ کہا ہی اور نسائی نے اسکو معتبر ٹھہرایا ہی اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی کیونکہ نسائی کا کسی راوی کو معتبر ٹھہرانا اکثر علما کے نزدیک بہت قابل قدر ہی ۔ کسی قدر اختصار کے ساتھ یہ حدیث ابوہریرہ کی روایت سے صحیح بخاری و مسلم میں بھی ہی۔

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۝

یوسف نے کہا اتنا اسواسطے کہ وہ عزیز معلوم کرے کہ میں نے چوری نہیں کی اس عزیز کی چھپکر اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا فریب دغابازوں کا

بعضے مفسرین نے اس مقولہ کو زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہی اور مطلب اس کا یہ بتلایا ہی کہ بادشاہ کے روبرو جب زلیخا نے حضرت یوسف کے بے گناہ ہونے کا اور اپنے تقصیروار ہونے کا اقرار کرلیا تو اس وقت عورتوں سے زلیخا نے یہ بات کہی کہ یہ اقرار میں نے اسواسطے کرلیا کہ میرا خاوند جان جاوے کہ میں نے زیادہ کوئی بدفعلی نہیں کی ہاں نفس کی شامت سے بدفعلی چاہی تھی مگر حضرت یوسف کے انکار کے سبب سے اسکا موقع نہیں آیا اور جن مفسرین نے اس مقولہ کو حضرت یوسف کا مقولہ ٹھہرایا ہی اور زلیخا کا مقولہ ٹھہرانے والوں نے یہ اعتراض کیا ہی کہ اول تو حضرت یوسف ان باتوں کے وقت بادشاہ کے پاس موجود نہیں تھے بلکہ اسوقت تک قید میں تھے دوسرے قرآن شریف میں اوپر سے عورتوں کی باتوں کا ذکر آرہا ہی بلا تعلق یہ مقولہ حضرت یوسف کا یہاں کیونکر آسکتا ہی لیکن اس مقولہ کو زلیخا کا مقولہ ٹھہرانا تکلف سے خالی نہیں

کیونکہ زلیخا اسوقت تک مسلمان نہ تھیں پھر بغیر اسلام کے بت پرستون کے منہ سے اور خصوصاً بت پرست عورتون کے منہ سے ایسی باتون کا نکلنا عادت کے خلاف ہی کہ نفس امارہ برا ہی اللہ جسپر رحم کرے وہی نفس امارہ کی بدی سے بچ سکتا ہی اور میرا اللہ غفور الرحیم ہی بلکہ ان کلمون سے تو خود نبوت کی بو آتی ہی رہی یہ بات کہ حضرت یوسف علیہ السلام اسوقت بادشاہ کے پاس کہان تھے جو انھون نے بادشاہ سے یہ بات کہی اس کا جواب یہ ہی کہ یہ کون کہتا ہی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بات بادشاہ سے کہی بلکہ جب وہ ساقی جو قید سے چھوٹا تھا دوسری دفعہ بادشاہ کے پاس سے قید خانہ میں حضرت یوسف کے پاس آیا اور اسنے کہا کہ بادشاہ نے عورتون سے دریافت و تحقیقات کرلی اور تمہاری برات عورتون اور خود زلیخا کے بیان سے ثابت ہوچکی چلو اب بادشاہ نے تم کو پھر بلایا ہی اس وقت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے بات کہی کہ مینے تجھکو دوبارہ بادشاہ کے پاس بھیجکر یہ تحقیقات اسواسطے کرائی کہ میری برات ثابت ہو جائے اور مفت کا الزام جو مجھپر لگا تھا وہ جاتا رہی اب نبوت کی شان نے جوش کیا اور خیال آیا کہ اپنی پارسائی کو مینے اتنی شہرت کیون دی اسپر کہنے لگے فرمایا کہ مین اپنی جان کو پارسا نہیں گنتا غرض اس صورت مین حضرت یوسف کے اس مقولہ کا آپکے پہلے اس کلام سے کہ ساقی تو پھر دوبارہ بادشاہ کے پاس جا اور عورتون سے میرا حال دریافت اور تحقیقات کرنیکو بادشاہ سے کہدے پورا تعلق موجود ہی اور شان کلام سے یہ بات بھی اچھی طرح نکلتی ہی کہ یہ کلام ایک بت پرست عورت کا نہیں ہی بلکہ ایک نبی وقت کا کلام ہی اور کوئی اعتراض بھی باقی نہیں رہتا ۔ حاصل کلام یہ ہی کہ ان وجوہات کے سبب سے امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رض انکے شاگرد مجاہد قتادہ اور اکثر سلف یہی کہتے ہیں کہ یہ قول یوسف علیہ السلام کا ہی زلیخا کا نہیں ہی صحیح بخاری و مسلم مین عمران بن حصین رض سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے شرم و حیا کرکے اپنے آپکو گناہ سے بچایا اس کا انجام ہر طرح بخیر ہے ۔ یوسف علیہ السلام کے حال کی حدیث گویا تفسیر ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی سے شرما کر یوسف علیہ السلام نے اپنے آپکو برے کام سے جو روکا تو علاوہ عقبی کے اجر کے دنیا مین بھی ہر طرح سے انکا انجام بخیر ہوا عزیز مصر کے مرجانے کے بعد زلیخا سے انکا نکاح ہوگیا بادشاہ مصر کی نظر مین ذلکی توقیر سما گئی تمام مصر پر وہ حکومت کرنے لگے ۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

اور مین پاک نہیں کہتا اپنے جی کو جی تو سکھاتا ہی برائی مگر جو رحم کیا میرے رب نے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے

اس سے اوپر کی آیۃ مین یہ بات بیان کی جا چکی ہی کہ یوسف علیہ السلام نے ساقی سے یہ بات کہی تھی کہ مین اپنی برات کی تحقیق کے لیے اسواسطے کہتا ہون کہ عزیز مصر پر یہ بات اچھی طرح ثابت ہو جائے کہ مینے اوس سے پوشیدہ اسکی بیوی کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی ہی غرض جب یہ ثابت ہوچکا کہ اوپر کی بات یوسف علیہ السلام کی زبانی ہے تو یہ بات بھی اونھون نے ہی کہی کہ باوجود اس بات کے کہ عورتون نے میری پاکبازی کی گواہی دی اور در اصل مین

منزل ۳

۱۳ ع

راستباز ہی ہون مگر پھر بھی مین اپنے آپکو بالکل پاک وصاف نہین سمجھتا کیونکہ نفس ہر وقت انسان کو برائی کا حکم کرتا رہتا ہی اور ہر گھڑی برائی کا راستہ دکھلاتا رہتا ہی مگر ہان جس نفس پر خدا کی مہربانی ہو اور جسپر خدا رحم کرے وہ ان باتون سے بچا رہتا ہی کیونکہ خداوند جل جلالہ غفور رحیم ہی۔ مسند امام احمد صحیح مسلم اور ابوداؤد مین زینب بنت ابی سلمہ سے روایۃ ہی جس مین وہ کہتی ہین کہ میرا پہلا نام برہ تھا جسکے معنے نیک پارسا کے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا وہ نام بدل کر زینب نام رکھا اور فرمایا کہ انسان کی پارسائی کا حال اللہ ہی کو خوب معلوم ہی اسلیئے کسی انسان کو اپنی پارسائی کا دعوی زیبا نہیں ہی یوسف علیہ السلام نے پہلی بات کے بعد یہ دوسری بات جو کہی اس حدیث سے اوسکا سبب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہی یوسف علیہ السلام کے اس قول کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے جس کسی کو شیطان اور نفس کے پھندے سے بچاوے وہی بچ سکتا ہی ورنہ انسان کو پارسائی کا دعوی نہیں پہونچتا۔ گناہون کے للچانے والے نفس کو امارہ اور گناہون پر ملامت کرنے والے کو لوامہ اور گناہون سے بچنے والے کو مطمئنہ کہتے ہین۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ۝

اور کہا بادشاہ نے لے آو اسکو میرے پاس مین خالص کر رکھون اسکو اپنے کام مین پھر جب بات چیت کی اس سے کہا سچ تو نے آج

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝

یوسف نے کہا مجکو مقرر کر ملک کے خزانون پر مین خوب نگہبان ہون خبردار

منزل۳

ریان بن ولید بادشاہ مصر پر جب یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو گئی کہ یوسف علیہ السلام اس تہمت سے بالکل پاک وصاف ہین اور علاوہ اسکے خواب کی تعبیر سنکر یوسف ع کے علم و فضل سے بھی وہ اچھی طرح آگاہ ہو چکا تھا اسلیئے اسنے دربار مین کہا کہ قاصد جا کر اونہیں میرے پاس لے آئیں مین اونہیں اپنا خاص مصاحب بناؤن گا حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہین کہ بادشاہ کے قاصد نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم یہ کپڑے قیدخانہ کے اوتار دو اور یہ اچھے اچھے کپڑے جو اپنے ساتھ تمہارے واسطے لیکر آیا ہون پہن لو اور شاہی دربار مین چلو وہان تمہاری طلب ہو رہی ہی اسوقت قیدخانہ والون نے حضرت یوسف ع کو دعا دی آپنے بھی انہیں دعا دی حضرت یوسف علیہ السلام اسوقت تیس برس کے تھے یوسف علیہ السلام جب بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ نے آپکو نوعمر دیکھا اور انکا حسن بے نظیر پایا تو بادشاہ نے کہا کہ اسنے میرے خواب کی تعبیر جان لی اور ان ساحر اور کاہنون نے جو بڑے تجربہ کار جہاں دیدہ اپنے اپنے علم مین ماہر ہین میرے خواب کی تعبیر نہ تبلا سکے پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو سب کے بالا دست اور آگے بٹھلایا اور خلعت عطا کیا اور ایک سواری آراستہ زین و لگام سے آپکو عنایت کی اور شہر مین ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ یوسف ع اب سے بادشاہ کا خلیفہ ہو گیا اور جب بادشاہ اور یوسف کی گفتگو ہوئی تو بادشاہ نے کہا کہ آج سے تم میرے پاس ایک خاص مصاحب صاحب قدر و منزلت مقرر کیئے گئے اور تمہاری امانت و دیانت مجھپر اچھی طرح ظاہر ہو گئی اس لئے

تم ایں بھی بنائے گئے۔ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے حضور میں اپنی تقرری کا حال سن کر فرمایا کہ آپ مجھے تمام زمین مصر کی پیداوار کا خزانچی بنا دیجئے اور اوس سب کا اختیار میرے ہاتھ میں دیجئے میں اوس کی پوری پوری حفاظت کروں گا کیوں کہ مجھے اِن سب امور کا علم حاصل ہے علم حساب بھی معلوم ہے یہ بھی خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس طرح مال واسباب فراہم کرنا چاہیئے اور کہاں کہاں اُسکو اٹھانا چاہیئے لوگوں کی بولیاں بھی سمجھتا ہوں ہر شہر کے لغت کا بھی علم مجھے حاصل ہے۔ آگے کی آیۃ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یہ امارۃ کی خواہش اللہ تعالی کے حکم سے خلق کے فائدے کے لئے کی تھی اسلئے صحیح بخاری ومسلم کی عبدالرحمن بن سمرہ کی روایۃ میں امارۃ کی خواہش کی جو ممانعت ہی اُس میں اور یوسف علیہ السلام کی اِس خواہش میں کچھ مخالفت نہیں ہی حدیث میں اِس امارۃ کی ممانعت ہی جو طلب دنیا کے لئے ہو یہ اللہ تعالی کی عطا کی ہوئی امارت طلب دنیا کے لئے نہیں تھی۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ

اور یوں قدرت دی ہم نے یوسف کو اُس زمین میں جگہ پکڑے اُس میں جہاں چاہے پہنچاتے ہیں ہم مہر اپنی جسکو چاہیں

وَلَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اٰمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

اور ضائع نہیں کرتے ہم نیگ بھلائی والونکا اور نیگ آخرت کا بہتر ہی اُنکو جو یقین لائے اور رہے پرہیزگاری میں

ع ۷ منزل ۳

بعض مفسرین نے یہاں یہ بات بیان کی ہی کہ شروع میں جو یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی کہ یعقوب علیہ السلام ملک شام میں رہتے تھے اونکی اولاد مصر میں کس طرح پہونچی اور وہاں کے ملکو پر قابض ہوئے یہہ اوسی کے جواب میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ہم نے اِس طرح پر یوسف علیہ السلام کو پہلے کنوئیں سے نجات دی اور پھر عزیز مصر کے قبضہ میں آکر قید ہوئے وہاں سے اِس طرح پر اونہیں رہائی دلاکر سارے ملک مصر پر قابض کر دیا تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں جو سلف کے قول ہیں اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ جب ریان بن ولید بادشاہ مصر سے یوسف علیہ السلام نے پیداوار کا خزانچی ہونے کی درخواست کی تو اُسنے برغبت تمام پذیرا فرمایا کر اونہیں عزیز مصر کی جگہ پر اپنا وزیر مقرر کیا اور تمام ملکی مالی انتظام اِنکے اختیار میں دیدیا کہ جسطرح چاہیں اور جہاں چاہیں تصرف کریں اور عزیز مصر کو معزول کر دیا عزیز مصر اوسی رات کو فوت ہو گیا اسکے بعد زلیخا اُسکی بیوی کو بادشاہ نے یوسف علیہ السلام سے جنکی خواہش ظاہر کی تھی یوسف کے نکاح میں دیا جب یوسفؑ اوس عورت سے ملے تو وہ باکرہ تھی کیونکہ عزیز مصر نامرد تھا عورتوں کے پاس نہیں جاتا تھا زلیخا سے یوسف علیہ السلام کے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک افرائیم بن یوسف دوسرا میشا بن یوسف افرائیم کے فرزند حضرت نون ہوئے جنکے بیٹے یوشع بن نون کہلاتے ہیں اور بیٹی رحمت نامی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی تھیں۔ مجاہد کا قول ہی کہ جب یوسف علیہ السلام ملک مصر کی وزارت پر مقرر ہو گئے

تو بار بار بادشاہ مصر کو اسلام کی دعوت کرتے رہے آخر وہ مسلمان ہو گیا اور آپکے ساتھ بہت لوگ مسلمان ہوئے اسی کو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ہم جسپر چاہتے ہیں انعام واحسان کرتے ہیں اور جو لوگ نیکو کار ہیں انکا اجر اور انکی نیکی برباد نہیں کرتے ہیں اور ایمان والے اور متقی پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا اجر ہے کہ اونہیں دوزخ کی آگ سے بچا کر ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے جنت میں داخل کریں گے جہاں طرح طرح کی نعمتیں اور طرح طرح کی آسائش کا سامان اون لوگوں کے لئے مہیا ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے۔ ان آیتوں میں بھی کے اجر کو دنیا کی بادشاہت سے جو بہتر فرمایا یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي

اور آئے بھائی یوسف کے پھر داخل ہوئے اسکے پاس تو اسنے پہچانا انکو اور وہ نہیں پہچانتے اور جب تیار کر دیا انکو انکا اسباب کہا لے آؤ

بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ

میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہی باپ کی طرف سے تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پوری دیتا ہوں بھرتی اور خوبطرح اتارتا ہوں پھر اگر اسکو نہ لائے

لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ

تمکو میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آؤ بولے ہم خواہش کرینگے اسکی باپ سے اور البتہ ہمکو کرنا اور کہہ دیا خدمتگاروں کو

اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

ڈالدو انکی پونجی انکے بوجھوں میں شاید اسکو پہچانیں جب پھر کر جاویں اپنے گھر شاید وہ پھر آویں

جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی جگہ بادشاہ مصر کے وزیر ہو گئے اور سارا انتظام ملکی و مالی انکے قبضہ تصرف میں آگیا تو سات سال ارزانی میں انھوں نے بہت اہتمام کیا اور غلوں کو نہایت احتیاط سے جمع کیا یہاں تک کہ ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا اور جب ارزانی کا زمانہ گزر گیا اور قحط شروع ہونے لگا تو دور دور کے لوگ غلہ خریدنے کو مصر میں آنے جانے لگے یوسف علیہ السلام کسی شخص کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے اور آپ مع بادشاہ اور لشکر کے دن میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تاکہ یہ سات سال قحط کے بآسانی گذر جائیں جب یہ خبر رفتہ رفتہ ملک شام تک پہونچی کہ مصر میں غلہ فروخت ہوتا ہی تو یوسف علیہ السلام کے دسوں سوتیلے بھائی باپ کے حکم سے مصر کی طرف چلے اور کچھ مال نقدی اپنے ساتھ لیتے آئے کہ قیمت میں غلہ کے دینگے جب یہ لوگ مصر میں پونچے تو یوسف علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا اور ان لوگوں نے یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا کیونکہ جس وقت ان لوگوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکلنے کے بعد مصر کے قافلہ کے لوگوں کے ہاتھ فروخت کیا تھا تو وہ بہت خوردسال تھے اور اب تیس سے زائد عمر تجاوز کر گئی تھی علاوہ اسکے ہیئت بدلی ہوئی تھی عزیز مصر

منزل ۳

کی جگہ زرق برق ہوکر تاج وزارت سر پر رکھا ہوئے تھے اور خود انکے بھائیوں کو یہ گمان تھا کہ خبر نہیں یوسف زندہ ہی یا مر گیا
اور حکم قضا و قدر سے بالکل لاعلم تھے یہ کیا جانتے تھے کہ ہمارا بھائی کچھ ایسا نصیبہ کا زبردست ہی کہ فرمانروا بن جائے گا یہ
وجوہات درمیان میں حائل تھیں جسکے سبب سے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو یوسف کے شناخت کرنے میں دشواری
ہوئی یوسف نے ان لوگوں کو اچھی طرح اوترایا اور اچھی جگہ انکو رہنے کو دی اور انکی مہمانی کا اچھا سامان کیا جب انسے باتیں
ہوئیں تو یہ لوگ زبان عبرانی میں گفتگو کرنے لگے یوسف علیہ السلام نے انسے دریافت کیا کہ تم کون ہو کہاں کے رہنے والے ہو
تمہارا حسب و نسب کیا ہی یہ پوچھنا انکا جان بوجھ کر تھا کیونکہ یوسف علیہ السلام انکو اول ہی نظر میں پہچان چکے تھے بہرحال
انھوں نے جوابدیا کہ ہم ملک شام کے رہنے والے ہیں ہمارے ہاں بھی قحط پڑا ہی غلہ خریدنے کو یہاں آئے ہیں یوسف
علیہ السلام نے کہا شاید تم جاسوس ہو خبر لگانے کو آئے ہو انھوں نے کہا کہ معاذ اللہ ہم دسوں آدمی ایک باپ کے بیٹے
ہیں ہمارا باپ ایک شخص نہایت ہی بزرگ ایک صاحب کرامات خدا کا رسول ہی اونکا نام یعقوب علیہ السلام ہی یوسف
علیہ السلام نے پوچھا تم کتنے بھائی ہو کہا کہ ہم بارہ بھائی تھے ایک بھائی تھا وہ جنگل میں ایک روز گیا وہاں خبر نہیں کس
طرح ہلاک ہوگیا بھیڑیا کھا گیا کیا ہوا کچھ پتہ نہیں یوسف علیہ السلام نے پوچھا یہاں اب کتنے آئے ہو کہا کہ دس بھائی فرمایا
کہ گیارہواں کہاں ہی جوابدیا کہ وہ باپ کے پاس ہی وہ سب سے چھوٹا ہی جو ہمارا بھائی گم ہوگیا باپ اوسے بہت چاہتے تھے
اب اسکی جگہ سب سے چھوٹے بھائی کو دیکھکر اپنے دلکو تسلی دیتے ہیں اور اپنی نظروں سے اوسے علیحدہ نہیں کرتے یوسف
علیہ السلام نے انہیں غلہ بھروا دیا اور کہا اب جو آنا تو اپنے اوس بھائی کو بھی اپنے ساتھ لیتے آنا تاکہ تمہارا سچ معلوم ہوجاوے
دیکھو میں نے تمہاری بہت خاطر کی ہی اور اچھی طرح مہمان رکھا ہی اور غلہ بھی بھرپور دیا ہی اگر اب کے اپنے اوس بھائی کو
نہ لاؤگے تو تمہیں غلہ نہ دینگے اور نہ اپنے پاس جگہ دینگے اون لوگوں نے کہا کہ نہیں ہم ضرور اسکو اپنے ساتھ لائینگے
اور اگرچہ باپ اسکو اپنے پاس سے علیحدہ نہیں کرتے مگر ہم اونہیں سمجھا بوجھا کہ جس طرح ممکن ہوگا اوسے اپنے ساتھ
لیتے آئینگے جب یوسف علیہ السلام نے پختہ وعدہ انسے لیا کہ وہ ضرور انکے چھوٹے بھائی کو جسکا نام بنیامین
ہی لائینگے تو اون لوگوں کو رخصت کیا جب وہ جانے لگے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے خدمتگاروں سے کہہ
دیا کہ انھوں نے غلہ کی جو قیمت دی ہی وہ چھپا کر انکے بوجھوں میں ڈالدو اور انکی گٹھڑیوں کو باندھ دو یہ ترکیب اسواسطے کی
کہ شاید باپ کے پاس اور کوئی نقدی مال وغیرہ نہ ہو جس سے دوبارہ غلہ خریدنے کا انہیں موقع نہ ملے یا اسواسطے کہ
باپ بھائی سے کہانے پینے کی چیز کی قیمت کیا لیں یا اسواسطے کہ جب گھر جائینگے اور وہاں اپنی گٹھڑیوں میں اپنا
روپیہ جوں کا توں پائینگے تو پھر دوبارہ ضرور آئینگے تاکہ قیمت ادا کریں یا حرص پیدا ہوگی کہ مفت غلہ ملا ہی پھر چلکر
لے آئیں اور بعض مفسرین نے یہاں یہ بھی بیان کیا ہی کہ یوسف علیہ السلام نے اون لوگوں میں سے ایک کو رکھ لیا تھا کہ تم جاؤ
جب تمہارا چھوٹا بھائی آکر گواہی دیگا کہ تم اپنے قول میں سچے ہو تو تمہارے بھائی کو چھوڑ دونگا مگر یہ قول ضعیف ہی کیونکہ

منزل

کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اُنپر خوب احسان کیا تھا مہمانی کی غلہ پورا پورا ہبھرا یا قیمت اُنکی گٹھریوں میں بند ہوا دی تھی اُنکے واپس آنے کے لئے اِس سے بڑھکر اور کیا تدبیر ہو سکتی ہی جو کسی کو گرویدہ رکھتے ۔ سورہ بقرہ کی آیۃ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی میں اور معتبر سند کی مستدرک حاکم کی انس بن مالک اور عبداللہ بن عمر کی حدیثوں میں احسان کر کے جتلانے کی جو ممانعت ہو اوس میں اور یوسف علیہ السلام کے قول وانا خیر المنزلین میں کچھہ مخالفت نہیں ہی کیونکہ یوسف علیہ السلام نے یہ بات فقط اپنے بھائی بنیامین کے بلانے کی تاکید کے طور پر کہی تھی کہ جس طرح مینے تم لوگوں کی خاطرداری کی تمہارا وہ بھائی یہاں تمہارے ساتھہ آویگا تو میں اُسکی بھی خاطرداری کروں گا اِس بات سے احسان کا جتلانا حضرت یوسف علیہ السلام کی نیت میں نہیں تھا ۔

فَلَمَّا رَجَعُوٓا اِلٰٓى اَبِيۡهِمۡ قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الۡكَيۡلُ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكۡتَلۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ ۝

پھر جب پھر گئے اپنے باپ پاس بولے اے باپ بند ہوئے ہم سے بھرتی سو بھیج ہمارے ساتھ بھائی ہمارا کہ بھرتی لاویں اور ہم اُسکے نگہبان ہیں

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی غلہ لیکر اپنے گھر واپس آئے تو سامان کھولنے سے پہلے اپنے والد بزرگوار سے یوسف علیہ السلام کے اخلاق کا ذکر کیا کہ عزیز مصر ایک لائق شخص اور شریف النفس ہی ہمیں اچھی طرح اوتارا اور بھاری خوب مہمانی کی اور ہمیں بھر پور تول کر غلہ دیا یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اِس مرتبہ جانا تو اُنہیں میرا سلام کہنا اور کہنا کہ ہمارا باپ تمہارے حق میں دعا کرتا ہی یوسف کے بھائیوں نے یہ بھی کہا کہ اِس مرتبہ اگر ہم جائیں گے تو وہ ہمیں غلہ نہ دیں گے بنیامین اگر ساتھ جائے گا تو البتہ غلہ ملیگا کیونکہ اُنھوں نے کہہ دیا ہی کہ اگر اپنے بھائی کو ساتھ نہ لاؤ گے تو ہم تمہیں غلہ نہ دینگے اسواسطے جب تک بنیامین نہ جائے ہمارا جانا بے سود ہی علاوہ اسکے بنیامین کے جانے میں ایک اور فائدہ بھی ہی کہ اِس مرتبہ ہم دس اونٹ بار کرا کر لائے ہیں اور اب گیارہ لائیں گے کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کے بوجھہ کے لائق غلہ دیتا ہی اور آپ بنیامین کی طرف سے کچھہ تردد نکریں ہم اوسے کچھہ تکلیف نہ ہونے دیں گے اور ہر طرح سے اُسکی حفاظت کرینگے معتبر سند سے مستدرک حاکم میں ابوہریرہ سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا تو اللہ تعالی اُسکے سب کام آسان کر دیگا ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا مطلب یہ ہی کہ برائی سے بچنے کا نہ مجھکو کوئی حیلہ آتا ہی نہ نیک کام کرنے کی مجھہ میں پوری قوت ہی اسلئے مینے اپنے سب کام اللہ تعالی کو سونپ دئے حاصل مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ جو شخص اپنے سب کاموں میں اللہ تعالی پر بھروسہ کریگا تو اللہ تعالی اُسکے سب کام آسان کر دیگا ۔ اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں جو دخل ہی اُس کا حاصل یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے وانا لہ لحافظون کہہ کر بنیامین کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور اللہ تعالی سے اِس میں کچھہ مدد نہیں چاہی اسلئے یہ مشکل پیش آئی کہ برس دن کے لئے بنیامین کی جدائی ظہور میں آئی جس کا ذکر آگے آتا ہی اور آگے کی آیۃ میں یعقوب علیہ السلام نے اِس حفاظت کو اللہ تعالی کی ذات پر سونپ دیا تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں کو اللہ تعالی نے جلدی حضرت یعقوبؑ سے ملا دیا

منزل ۳

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

کہا میں اعتبار کروں تمہارا اسپر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا اُسکے بھائی پر پہلے سو اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان

حضرت یوسف کے بھائی جب دوسری دفعہ کنعان سے مصر غلہ خریدنے کو آنے لگے تو حضرت یعقوب سے بنیامین کو ساتھ لانے کا اصرار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ دل جمعی رکھو ہم اُسکی راستہ میں اچھی طرح نگہبانی کریں گے اُس کا یہ جواب حضرت یعقوبؑ نے دیا جس کا ذکر اِس آیۃ میں ہے کہ تم نے تو یوسف کی نگہبانی کا بھی اقرار کیا تھا لیکن خیر بڑا نگہبان تو سب کا اللہ ہے یہ کہہ کر بنیامین کو اُنکے ساتھ کر دیا۔ بعضے مفسرین نے یہاں مصر کے قحط کے ذکر میں یہ جو لکھا ہے کہ آخر درجہ تمام مصر کے لوگوں نے غلہ کے عوض میں اپنے آپکو حضرت یوسف کا غلام بنا لیا اور حضرت یوسف نے پھر اُن سب کو آزاد کر دیا اسپر حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اعتراض کیا ہے کہ یہ روایۃ بنی اسرائیل کی ہے یہ اعتراض اس سبب سے ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی جنہوں نے اِس روایۃ کو بیان کیا ہے اہل کتاب سے روایۃ لینے میں بدنام ہیں لیکن اِس روایۃ کو محمد بن زید بن مہاجر سے محمد بن اسحاق نے روایۃ کیا ہے یہ محمد بن زید ثقہ ہیں اور اہل کتاب سے روایۃ لینے میں بدنام بھی نہیں ہیں پھر ظاہر کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ محمد بن اسحاق کے اِس روایۃ پر حافظ عماد الدین ابن کثیر نے جو اعتراض کیا ہے اُسکو تسلیم کیا جاوے۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں جو گزر چکی ہے وہ حدیث اِس آیۃ کی بھی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل گزر چکا ہے کہ یعقوبؑ نے اِس حفاظت کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر سونپ دیا تو اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں کو اللہ تعالیٰ نے جلد ہی یعقوب علیہ السلام سے ملا دیا۔

منزل ۳

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ

اور جب کھولی اپنی چیز بست پائی اپنی پونجی پھر آئے اُنکی طرف بولے اے باپ ہے جو ہم مانگتے ہیں یہ پونجی ہماری پھیری ہے

اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ

ہمکو اور رسد لاویں ہم اپنے گھر کو اور خبرداری کریں گے اپنے بھائی کی اور زیادہ لیویں بھرتی ایک اونٹ کی وہ بھرتی آسان ہے کہا ہرگز نہ بھیجوں گا

مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

جو عہد خدا کا کہ البتہ پہنچا دوگے میرے پاس اُسکو مگر کہ گھیرے جاؤ تم سارے پھر جب دیا اُسکو عہد سب نے بولا ذمہ اللہ کا ہے جو باتیں ہم کہتے ہیں

اِن آیتوں میں اللہ پاک نے فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے گھر جا کر اپنا سامان کھولا تو غلہ کی وہ قیمت جو حضرت یوسف کو اُنھوں نے مصر میں دی تھی اور یوسف علیہ السلام نے اپنے خدمت گار سے کہہ دیا تھا کہ یہ روپیہ اُنکی گٹھریوں میں باندھ دو وہ روپیہ اُنھوں نے یہاں آکر دیکھا پھر تو اُنہیں جرأت ہوئی اور باپ سے کہا اب آپکو بنیامین کے بھیجنے میں کیا عذر ہے دیکھئے عزیز مصر کیسا بھلا آدمی ہے کہ ہماری قیمت بھی واپس کر دی اگر اب کے آپ بنیامین کو ساتھ کر دیں گے تو اُسکا حصہ ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ اور زیادہ لائیں گے کیونکہ عزیز مصر فی آدمی ایک شتر کا بار دیتا ہے اور ہم ہر طرح

بنیامین کے محافظ رہینگے آپ دل مین کوئی اندیشہ نکیجے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام ایکدفعہ کے ڈرے ہوئے تھے یوسف
کو یہ لوگ اسی اقرار سے لیگئے تھے اور انکو کھو کر آئے اسلئے فرمایا کہ تم لوگ جب تک حلف نہ اٹھاؤ گے اور پکا وعدہ واقرار
کر کے مجھے اطمینان نہ دلاؤ گے کہ ہم بخیر وخوبی بنیامین کو پھر واپس لائینگے اسوقت تک مین ہرگز اسکو تمہارے ساتھ نکرونگا
ہان یہ بات مجبوری کی ہے کہ تم سب کے سب بلائے ناگہانی مین گھر جاؤ یا کوئی ایسی افتاد پڑے کہ تم پھر کر آنے سے مجبور ہو جاؤ
تو اسوقت ناچاری ہے۔ مگر تم جب تک اس بات کا عہد نکرو گے کہ تم اپنے مقدور بھر بنیامین کے واپس لانے مین کچھ
کمی نکرو گے اور اسکے واپس لانے مین کوئی حیلہ حوالہ نہین کرو گے تو اسکو مین نہین بھیجونگا غرضکہ انھون نے حلف اوٹھایا
اور پکا وعدہ کیا کہ ہم ہرگز کچھ حیلہ نہین کرینگے اور ضرور بالضرور بنیامین کو اپنے ساتھ واپس لائینگے جب یہ لوگ وعدہ
واقرار پکے طور پر کر چکے تو یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اس عہد پر خدا ہی گواہ ہے کہ اوس سے کوئی بات پوشیدہ نہین ہے
وہ عہد کے توڑنے والے شخص پر عذاب کرتا ہے غرضکہ اس مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اون لوگون سے بھی عہد
وپیمان کرا کر اپنا اطمینان کر لیا اور پھر اس قول واقرار کے بعد خدا پر بھروسہ کیا۔ بخلاف اوس دفعہ کے جب یہ لوگ حضرت
یوسف کو لیجانے لگے تھے تو انھون نے یہ کہا تھا کہ تم اپنے لہو ولعب مین رہو گے اور اسکو بھیڑیا کھا جائیگا وہان خدا پر
بھروسہ کرنا بھول گئے تھے اسلئے حضرت یوسف ایسے مدت تک جدا رہے اب جو انھون نے خدا پر پورا بھروسہ کیا تو
دونون صاحبزادے آپکے آملے صحیح بخاری ومسلم مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہر ایماندار شخص کو صلہ رحمی کی پابندی ضرور ہے رشتہ دارون سے سلوک کرنے کو صلہ رحمی کہتے ہین۔ جو علما یہ کہتے ہین کہ یوسف
علیہ السلام نے غلہ کی قیمت اسلئے صلہ رحمی کے طور پر واپس کر دی کہ یہ روپیہ باپ بھائیون کی اور ضرورتون مین کام آئے
اور غلہ مفت انکے پاس پہونچ جاوے تو بہتر ہے اس حدیث سے ان علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم ہے اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صلہ رحمی کا مسئلہ جسطرح شرع محمدی مین ہے
اسی طرح ملت ابراہیمی مین بھی تھا اور اوسی کے موافق یوسف علیہ السلام نے عمل کیا۔

منزل ۳

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

اور کہا اے بیٹو نہ داخل ہوجیو ایک دروازے سے اور بلکہ جاؤ کئی دروازون سے جدا جدا

ان آیتون مین اللہ پاک نے فرمایا کہ برادران یوسفؑ نے جب سفر کی تیاری کی اور بنیامین کو لیکر مصر کی طرف چلے تو انکے
والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکو نصیحت کی کہ تم سب کے سب ایک دروازہ سے نہ داخل ہونا الگ الگ
دروازہ سے شہر مین جانا مصر کے چار دروازے تھے سدی کہتے ہین کہ ابواب متفرقہ سے یہی چارون دروازہ مراد ہین
بہرحال یعقوب علیہ السلام نے اسلئے یہ ہدایت کی کہ پہلے مرتبہ جو یہ لوگ گئے تھے تو کوئی انسے واقف نہ تھا اب وہان
کے لوگ انہین جان گئے ہین اور یہ سب کے سب ایک ہی باپ کے بیٹے ہین اور جوان جوان حسن مین بھی بے مثال ہین ایسا نہو

کہ کسی کی نظر بد انہیں لگ جائے کیونکہ ابو ہریرہ رضؓ کی صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ العین حق جسکا مطلب یہ ہے کہ نظر بد حق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بعضے صحابہ کو نظر بد لگ چکی ہے بعضے کہتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ کو معلوم ہو چکا تھا کہ مصر میں یوسف علیہ السلام تخت سلطنت پر ہیں مگر انکو ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا اسلئے اپنے بیٹوں سے پوشیدہ رکھا انکی خواہش یہ تھی کہ بنیامین یوسف علیہ السلام سے تنہا ملیں اسلئے چلتے وقت انکو یہ ہدایت کردی کہ تم الگ الگ دروازے سے شہر میں جانا مگر قول اول صحیح حدیث کے موافق ہے۔

وَمَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

اور میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی چیز سے حکم کسی کا نہیں سوا اللہ کے اسی پر مجھکو بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسا چاہیئے بھروسا کرنے والوں کو

ابو علی جبائی اور معتزلی فرقہ کے اور بعضے لوگوں نے کہا کہ ٹوک کے لگ جانے کا وجود دنیا میں نہیں ہے لیکن یہ انکار ان لوگوں کا غلط ہے کیونکہ مسند امام احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ کی روایتوں میں ٹوک کے لگ جانے کا تفصیل سے ذکر آیا ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح مسلم کی روایۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی ایسی چیز ہوتی کہ قضا و قدر پر غالب آسکتی تو ٹوک ایسی تیز چیز ہے کہ یہ قضا و قدر پر غالب آسکتی تھی صحیح مسلم اور موطا وغیرہ کی چند صحیح روایتوں میں ٹوک اور نظر کے اتارنے کی ترکیب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ نظر لگانے والے کے منہ اور ہاتھ پاؤں کا دھوون نظر لگ جانے والے شخص کے سر پر چھڑکنے سے نظر اتر جاتی ہے پوری تفصیل اس دھوون کے لینے کی نووی شرح مسلم میں ہے غرض جن لوگوں نے ٹوک لگ جانے کا انکار کیا ہے انہوں نے ان صحیح حدیثوں کا گویا انکار کیا ہے اگرچہ بعض مفسرین نے اور بھی قول اپنی تفسیروں میں لکھے ہیں مگر صحیح قول یہی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ٹوک لگ جانے کے اندیشہ سے اپنے لڑکوں کو مصر کے ایک دروازہ سے جانے کو منع کیا تھا کہ سب ایک باپ کی اولاد ہم صورت ہیں کہیں انکو ٹوک نہ لگ جاوے اور دنیا کی یہ تدبیر حضرت یعقوبؑ نے بتلا کر پھر اصل بھروسہ اللہ تعالی پر رکھا اسواسطے اللہ تعالی نے ان آیتوں میں حضرت یعقوبؑ کی تعریف فرمائی اب بھی جو شخص دنیا کے اسباب کو برتے اور تقدیر پر نظر کرکے اصل بھروسہ اللہ پر رکھے تو ایسے شخص کا کام شریعت کے موافق شمار کیا جاویگا ہاں جو شخص دنیا کے اسباب پر اللہ کو بالکل بھول جاوے وہ بلا شک برا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیحین کی حدیث میں بلا حساب و کتاب ستر ہزار ایسے شخصوں کے جنت میں داخل ہونے کا جو ذکر ہے کہ وہ لوگ ہر حال میں اللہ پہ بھروسہ کرتے ہیں بیماری میں علاج تک نہیں کرتے یہ خاص لوگوں کا کام ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ

اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا انکے باپ نے کچھ نہ بچا سکتا تھا انکو اللہ کی کسی چیز سے مگر ایک خواہش تھی

يَعْقُوبَ قَضٰهَا ۚ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

یعقوب کے جی میں سو کرچکا اور وہ تو خبردار تھا ہمارے سکھائے سے لیکن بہت لوگ خبر نہیں رکھتے

اس آیۃ میں اللہ نے فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جس طرح تعلیم کی تھی کہ علیحدہ علیحدہ تم ایک ایک دروازے سے شہر میں داخل ہونا وہ اسی طرح شہر میں گئے مگر یہ تدبیر انکی کچھ بھی کارآمد نہیں ہوئی اور ذرا بھی حکم قضا وقدر کو روک نہیں سکے جس بات کا انہیں خوف تھا وہی ہو کر رہی فرمایا کہ یعقوب کچھ غیب دان نہیں تھے ہم نے اونہیں یہ ساری باتیں سکھلائی تہیں ورنہ اونہیں کب معلوم ہوسکتا تھا کہ ٹوک کو کیونکر روکا جاوے لیکن اکثر لوگ ان باتوںکو نہیں جانتے کہ کسی کا مقدور نہیں کہ وہ مقدر کو پھیر سکے یہ شان تو فقط خدائے جل جلالہ کی ہی کہ اگر وہ چاہے تو تقدیر مقررہ کو پھیر دے اور اسی کو غیب دانی بھی سزاوار ہے حاصل مطلب یہ ہی کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی جدا جدا دروازوں سے شہر مصر میں داخل ہوئے تو جو تدبیر یعقوب علیہ السلام نے بتلائی تھی وہ سودمند نہ ہوئی بلکہ اونہیں چوری کی تہمت لگائی گئی اور بنیامین کو اس جرم میں ایک سال تک روک رکھا گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام پر دوہری مصیبت آئی غرض تدبیر سے حکم قضا وقدر نہیں پھر سکتا یعقوب علیہ السلام کے دل میں جو شفقت ومحبت بچوں کی تھی اسکے تقاضے سے اونہوں نے یہ بات ظاہر کر دی تھی مگر وہ اسکے کچھ معتقد نہ تھے کہ اس تدبیر سے تقدیر رفع ہوجائے گی صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے اور صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہؓ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہی کہ آدمی کی تقدیر میں جو کچھ لکھا جانا تھا وہ لکھا بھی گیا اور قلم خشک بھی ہوگیا۔ یہ حدیثیں ماکان یغنی عنھم من اللہ من شیء کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہی کہ تدبیر سے تقدیر کا لکھا نہیں ٹل سکتا لیکن انسان کو تقدیر کا حال معلوم نہیں جس طرح مثلاً یعقوب علیہ السلام نے ٹوک نہ لگنے کی تدبیر کی اور تقدیر کا یہ حال معلوم نہ تھا کہ تقدیر میں چوری کا الزام لکھا ہی اسلئے انسان کو چاہیے کہ دنیا عالم اسباب میں تدبیر کو کام میں لاوے اور اصل بھروسہ تقدیر آلہی پر رکھے چنانچہ اسی کے موافق یعقوب علیہ السلام نے عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ بہت سے آدمی اس عمل کو نہیں جانتے جس کا مطلب یہ ہی کہ بہت سے آدمی ظاہر اسباب کے پابند ہوکر تقدیر آلہی کو بھول جاتے ہیں۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اپنے بھائی کو کہا میں ہوں بھائی تیرا سو تو غمگین نہ رہ اُن کاموں سے جو کرتے رہے ہیں

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اس بات کی خبر دی کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ملک مصر میں جہاں یوسف علیہ السلام کا قبضہ وتصرف تھا داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس اوتارا کہتے ہیں کہ دو دو آدمیوں کو ایک ایک گھر میں جگہ دی دس بھائیوں کو پانچ گھر عطا کئے بنیامین اکیلے رہ گئے انکو اپنے پاس رکھا اور تنہائی میں ملاقات کرکے کہہ دیا کہ تم دل میں کچھ خوف نہ کرو میں تمہارا بھائی ہوں ان سوتیلے بھائیوں نے جو کچھ میرے اور تمہارے ساتھ

ع ۲

منزل ۳

سلوک کیا ہے اُسکا رنج و غم نکرو اور بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یہ بات بنیامین سے نہیں
کہی کہ مین یوسف تیرا بھائی ہوں بلکہ یہ کہا کہ ہم تمہارے بھائی کی جگہ ہیں اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام
نے بنیامین کو خبر دی کہ میں یہ تدبیر کرتا ہوں پیمانہ تمہارے نام کے غلہ کی گٹھری میں رکھ دیتا ہون اور چوری کی علت
لگا کر تمہین اپنے پاس رکھ لونگا انھوں نے کہا کہ اچھا ہی کر غرضکہ پیمانہ اُنکے اونٹ کے کجاوہ میں رکھ دیا یہی مراد سقایہ
سے ہے جسکا ذکر آگے آتا ہے۔ تفسیر سدی اور مغازی ابن اسحق میں اوے الیہ اخاہ کی یہ تفسیر کی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام
کے سوتیلے بھائی بنیامین کو ساتھ لیکر یوسف علیہ السلام کے روبرو آئے تو یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ دو دو آدمیون کو
ایک ایک مکان میں اتار دو اس صورت میں بنیامین اکیلے رہ گئے تو انکو اپنے پاس اتارا اور پھر تنہائی میں بنیامین
سے یہ کہدیا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں سوتیلے بھائیوں نے میرے اور تمہارے ساتھ جو کچھ بد سلوکی کی ہے اُسکو
یاد کرکے اب تم کچھ غمگین نہ ہو سوتیلے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو بد سلوکی کی اُسکا ذکر تو اوپر گذر چکا
یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم غلط کرنے کے لئے یعقوب علیہ السلام بنیامین سے محبت زیادہ کرنے لگے تھے جو سوتیلے
بھائیوں کو شاق گذرتی تھی اسلئے وہ موقع پاکر بنیامین کو جھڑکتے اور دھمکاتے رہتے تھے اُسکا ذکر بنیامین سے سنکر
یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اُسکو یاد کرکے کچھ غمگین نہ ہونا چاہئے کیونکہ اب اللہ تعالیٰ نے میری اور تمہاری سب
سختیوں کو طرح طرح کی راحتوں سے بدل دیا اُس کا ہزار ہزار شکر ہے اوسط طبرانی میں عبد اللہ بن مسعودؓ اور انسؓ بن مالک
سے جو روایتیں ہیں اون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر سختی کے بعد آسانی ہے اگرچہ عبد اللہ بن مسعود کی
حدیث کی سند میں ایک راوی ابو مالک عبد الملک نخعی اور انس بن مالک کی حدیث کی سند میں عابد بن شریح ضعیف
ہیں لیکن آیۃ ان مع العسر یسرا سے اِن روایتون کی پوری تقویت ہو جاتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ آیۃ ان مع العسر یسرا
میں اور طبرانی کی اون روایتوں میں سختی کے بعد راحت کا جو وعدہ ہے یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی حالت اوس
وعدہ کے ظہور کی ایک بڑی مثال ہے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ
پھر جب تیار کر دیا اُنکو اسباب اُنکا رکھ دیا پینے کا باسن بوجھ میں اپنے بھائی کے پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلے والو
إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ
تم مقرر چور ہو　کہنے لگے منہ کرکر اُنکی طرف تم کیا نہیں پاتے　بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا ماپ
وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ
اور جو کوئی وہ لاوے اُسکو ملے ایک بوجھ اونٹ کا اور میں ہون اُسکا ضامن

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کا سفر کا سب سامان پورا کر دیا اور غلہ ناپ تول کر اونٹوں پر بار کرا دیا تو ایک

منزل ۳

ایک برتن چاندی کا جس سے پانی پیتے تھے اور اُسی سے غلہ بھی ناپ کر لوگوں کو دیتے تھے اور اُس برتن کو سقایہ کہتے تھے یہ برتن اپنے چھوٹے بھائی کے سامان میں پوشیدہ طور پر رکھ دیا جب یہ لوگ وہاں سے کچھ دور نکل گئے تو یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے وہاں سقایہ کا پتہ نہ پایا دل میں متفکر ہوئے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو ابھی ابھی غلہ لیکر واپس چلے تھے پکارنے لگے کہ اے قافلہ والو ٹھہر جاؤ تم چور معلوم ہوتے ہو یہ آواز سنکر وہ لوگ پریشان ہوئے اور پھر کر دریافت کیا کہ کیا چیز چوری گئی ہی انھوں نے جواب دیا کہ بادشاہ کا سقایہ نہیں ملتا اوسی کو ڈھونڈ رہے ہیں پھر منادی نے یہ بھی کہا کہ جو شخص اُس کا پتہ لگا دیگا اوسے غلہ کا ایک اونٹ کا بوجھ بادشاہ کی طرف سے ملے گا اور ہم اُسکے ضامن ہیں صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ملک عراق سے شام کے ملک کے سفر میں ابراہیم علیہ السلام کا گذر ایک ظالم بادشاہ کے شہر پر سے ہوا۔ اِس بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ مسافروں کی خوبصورت عورتوں کو زبردستی بدکاری کی غرض سے پکڑوا لیا کرتا تھا اور اگر یہ سن لیتا تھا کہ عورت کے ساتھ اُسکا شوہر بھی ہی تو اُس مرد کو قتل کرا دیتا تھا اِس سفر میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اُنکی بی بی سارہ بھی تھیں جو حسن و جمال میں مشہور ہیں اِنکے حسن و جمال کے سبب سے جب اُس ظالم بادشاہ کے سپاہی حضرت سارہ کو پکڑنے آئے تو اوس ظالم کے ہاتھ سے بچنے کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے اون سپاہیوں سے یہ حیلہ کیا کہ سارہ کو اپنی بہن بتا دیا جس سے اُنکا مطلب یہ تھا کہ یہ میری دینی بہن ہیں ورنہ اصلی بہن سے تو ملت ابراہیمی میں نکاح حرام ہی۔ اِس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جس طرح ایک ظالم کے ظلم سے بچنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک جائز حیلہ کا ذکر حدیث میں ہی اسی طرح بنیامین کو سوتیلے بھائیوں کی جھڑکیوں اور دھمکیوں سے چھوڑانے کی غرض سے یوسف علیہ السلام کے ایک جائز حیلہ کا ذکر ان آیتوں میں ہی اور جس طرح دینی بہن ہونے کی نیت سے ابراہیم ؑ نے سارہ کو اپنی بہن بتایا تھا اِسی طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں کو اِس نیت سے چور ٹھہرایا کہ ان سوتیلے بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام کی چوری سے یوسف علیہ السلام کو مصر کے قافلہ کے ہاتھ بیچڈالا۔ پوشیدہ طریقہ سے کوئی مطلب حاصل کیا جائے تو اُس پوشیدہ طریقہ کو حیلہ کہتے ہیں اب اگر کسی جائز مطلب کے لئے حیلہ کیا جاوے تو اِس طرح کا حیلہ شرع میں جائز ہی۔ مثلاً قسم کے بعد انشاء اللہ کہکر قسم کے وبال سے بچنا یا خرید و فروخت میں کوئی جائز شرط لگا کر نقصان سے بچنا یا لڑائی میں کوئی حیلہ نکال کر دشمن کو دھوکہ دینا یہ سب جائز حیلے اور جائز مطلب ہیں ہاں حیلہ کے ذریعہ سے کسی ناجائز مطلب کو جائز ٹھہرایا جائے تو یہ ناجائز ہی مثلاً جس طرح یہود نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار ایک حیلہ سے حلال ٹھہرا لیا تھا جسکا ذکر سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہی۔

قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ

بولے قسم اللہ کی تم کو معلوم ہی ہم شرارت کرنے کو نہیں آئے ملک میں اور نہ ہم کبھی چور تھے بولے پھر کیا سزا ہی اُسکی

إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

اگر تم جھوٹے ہو — کہنے لگے کہ اسکی سزا یہ کہ جسکے بوجھ میں پاوے وہی جاوے اسکے بدلے میں ہم یہی سزا دیتے ہیں گنہگاروں کو

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ

پھر شروع کیں یوسف نے انکی خورجیان دیکھنی اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے آخر کو وہ باسن نکالا خرجی سے اپنے بھائی کی

جب یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے انکے بھائیوں کو پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو ٹھہر جاؤ تم چور معلوم ہوتے ہو تو ان لوگوں نے تعجب کی راہ سے اپنے پاک پروردگار کی قسم کھائی اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہم یہان فساد کرنے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم چور ہیں کیونکہ تم اس سے پہلے ہمارے یہان آنے کی وجہ سے ہماری حالت سے کسی قدر واقف ہو چکے ہو اور ہم جو دوبارہ آئے ہیں اسکی وجہ بھی تمہیں معلوم ہو کہ غلہ کی قیمت ہماری گٹھریوں میں چلی گئی تھی جسکے واپس کر دینے کا ہمیں خیال تھا یہ بات سنکر یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے کہا کہ اگر تم برخلاف اپنے قول کے چور ثابت ہو گئے تو تمہاری کیا سزا ہی تمھون نے کہا کہ ہم میں سے جسکے پاس وہ برتن نکلے وہی اسکی جزا ہی۔ تفسیر سدی تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں جو سلف کے قول ہیں اونسے معلوم ہوتا ہی کہ یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چوری کا حکم یہ تھا کہ چور کو ایک برس تک غلام بنا کر رکھ لیا کرتے تھے اسلئے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ بات کہی کہ جسکے پاس چوری کا مال نکلے وہ رکھ لیا جاوے کیونکہ ظالمون کے ظلم کا یہی بدلہ ہی غرضکہ یہ بات تو یوسف علیہ السلام کی مرضی کے موافق تھی بہت جلد اسپر راضی ہو گئے اور پہلے سوتیلے بھائیوں کے سامان کی گٹھریون کو ٹٹولنے لگے اور تلاشی لی پھر آخر میں اپنے سگے بھائی بنیامین کی تلاشی لی وہ سقایہ انکے سامان میں سے برآمد ہوا اسپر یوسف علیہ السلام کے بھائی نہایت شرمندہ ہوئے اور سر جھکا لیا اور بنیامین کو یوسف علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں چور کے ہاتھ کاٹنے کی روایتیں جو چند صحابہ سے ہیں اون روایتون کو ان آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں ملتہ ابراہیمی کی پیروی کا جو حکم ہی وہ فقط اونہیں مسئلون میں ہی جو مسئلے شریعت محمدی میں ملتہ ابراہیمی کے موافق ہین مثلاً جیسے حج اور قربانی کے مسئلے چوری کی سزا کا ملتہ ابراہیمی کا مسئلہ وہ ہی کہ چور کو ایک سال تک غلام بنا کر رکھا جاتا تھا اور شریعت محمدی میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہی اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے مسئلونمین ملتہ ابراہیمی کی پیروی لازم نہیں ہی۔

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ

یون داؤ بتا دیا ہمنے یوسف کو ہرگز نہ لے سکتا اپنے بھائی کو انصاف میں اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم درجے بلند کرتے ہیں

مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝

جسکو چاہیں اور ہر خبر والے سے اوپر ہے ایک خبردار

جس تدبیر کا اوپر ذکر ہوا اس تدبیر سے بنیامین مصر میں آ گئے اور حضرت یوسف نے انکو آزردہ پاکر بھائیوں سے علیحدہ

منزل ۳

لیجا کر خفیہ طور پر یہ ادنہیں جتلا دیا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں تو پھر بنیامین نے حضرت یوسف کو چھوڑ کر جانے کا افسوس ظاہر کیا بلکہ یہ کہا کہ میں تم کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کے دل میں یہ بات چھپا دینے کا حیلہ ڈالا اور اس حیلہ کے بعد بھی بنیامین کا مصر میں رہنا مشکل تھا کیونکہ بادشاہ مصر کے رواج سے چور کی سزا یہ تھی کہ چور کو کچھ کوڑے مارے جاتے تھے اور چوری کی چیز کی دوگنی قیمت بطور جرمانہ کے چور سے وصول کیجاتی تھی اسلئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حضرت یوسف کے دل میں ڈالدیا کہ وہ اپنے بھائیوں سے پوچھوا دیں کہ اگر تم میں سے کوئی چور نکل آیا تو آخر اسکی کیا سزا ہی تاکہ انکے منہ سے ملتہ ابراہیمی ویعقوبی کی سزا جو چور کو مالک مال کے پاس برس روز تک غلام بنا کر رکھنا ہی جھٹ نکل جاوے اور پھر اسکے موافق عمل ہو کر بنیامین حضرت یوسف کے پاس رہجاویں حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ یہ دونوں تدبیریں اللہ کی طرف سے حضرت یوسف کے دل میں بروقت نہ ڈالی جاتیں تو بنیامین کا حضرت یوسف کے پاس مصر میں رہنا ہرگز ممکن نہ تھا - الا ان یشاء اللہ - اس کا مطلب مجاہد کے قول کے موافق یہ ہی کہ اللہ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہی اگر اللہ چاہتا تو یوسف علیہ السلام کے دل میں ایسی کوئی بات ڈالدیتا جس سے وہ مصر کے بادشاہ کے رواج کے موافق بھی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیتے - نرفع درجات من نشاء - اس کا مطلب یہ ہی کہ یہ دونوں تدبیریں سکھا کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے علم کا درجہ اُن کے بھائیوں سے بڑھا دیا اسی طرح جس کا درجہ بڑھانا وہ چاہتا ہی بڑھا دیتا ہی مطلب یہ ہی کہ قریش کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے یہ اللہ کی مرضی ہی وہ اپنی مرضی کے موافق ایک دادا کی اولاد میں سے جس کا مرتبہ چاہے بڑھا دیوے - وفوق کل ذی علم علیم - اس کا حاصل مطلب یہ ہی کہ اللہ کا علم سب سے بڑھ کر ہے - صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابی بن کعب رض کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے علم کی مثال ایک قطرہ اور اللہ تعالیٰ کے علم کی مثال دریا کی فرمائی ہی یہ حدیث وفوق کل ذی علم کی گویا تفسیر ہے - سلف کا قول ہی کہ کید کا لفظ مخلوق کے حق میں جب بولا جاتا ہی تو اُسکے معنے حیلہ کے ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی شان میں بولا جاتا ہی تو اُسکے معنے تدبیر کے ہوتے ہیں ۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ

کہنے لگے اگر اُسنے چرایا تو چوری کی ہی اسکے ایک بھائی نے پہلے تب آہستہ کہا یوسف تم اپنے جی میں اور انکو نہ جتایا

قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ○

بولا کہ تم اور بدتر ہو درجے میں اور اللہ خوب جانتا ہی جو تم بتاتے ہو

یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے جب دیکھا کہ بادشاہ مصر کا پیمانہ بنیامین کے سامان میں سے نکلا تو کہنے لگے کہ اسپر کیا موقوف ہی اگر اسنے چوری کی ہی تو کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں ہی اس کا ایک بھائی اور تھا اُسنے بھی ایک مرتبہ چوری کی تھی اس چوری کی بابت مجاہد کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کی پھوپھی اسحٰق ؑ کی اولاد میں سب سے بڑی تھیں

منزل ۳

ایک کمر بند اسحٰق علیہ السلام کا تھا اُسکے وارث پہلے سے بڑی اولاد ہوتی آئی تھی اسلئے اِس مرتبہ اُنکی پھوپی اُسکی وارث ہوئی تھیں جب حضرت یعقوبؑ کے گھر میں یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُنکی پھوپی نے اُنکی پرورش کی اور جان سے زیادہ انہیں چاہتی تھیں یوسف علیہ السلام کا ایک گھڑی انکھ سے اوجھل ہونا اُنپر شاق گزرتا تھا جب یوسف علیہ السلام کئی برس کے ہوگئے تو اُنکے باپ نے اپنی بہن سے انہیں طلب کیا کہ اب یوسف کو مجھے دیدو اپنے پاس سے اِس کا علیحدہ ہونا مجھے گوارا نہیں ہے اُنکی پھوپی نے کہا کہ یہ بات تو ہو نہیں سکتی میں اُسکو ہرگز نہیں چھوڑوں گی تم اسے چند روز اور میرے پاس رہنے دو اِس سے میرا غم غلط ہوتا ہی اور میرے دلکو اِس سے تسکین ہوتی ہی جب یعقوب علیہ السلام گھر میں سے باہر آئے تو اُنکی بہن نے وہ کمر بند یوسف علیہ السلام کی کمر سے باندھ دیا اور یہ اوڑا دی کہ کمر بند گم ہوگیا ہی دیکھو کس نے لیا ہی غرضکہ کمر بند کی تلاش ہونے لگی اور گھر میں ہر شخص کی جامہ تلاشی ہوئی جب یوسف علیہ السلام کی باری آئی تو اُنکی کمر سے وہ پٹکا نکلا اسپر یعقوب علیہ السلام کی بہن نے یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اب یہ لڑکا موافق تمہارے دین و آئین کے میرا ہی جو چاہوں سو کروں حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی کہہ دیا کہ ہاں تمہارا ہی جو تم چاہے کرو تمہیں اختیار ہی۔ غرضکہ یوسف علیہ السلام کی پھوپی نے ایک برس تک یوسف علیہ السلام کو اِس حیلہ سے روک رکھا اسی بات کا طعنہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف کو دیا کہ بنیامین نے اگر چوری کی تو کونسا تعجب ہوگیا اُسکے بھائی نے بھی تو چوری کی تھی۔ مگر یوسف علیہ السلام نے اُنکی باتوں کا کچھ ظاہر میں جواب نہ دیا اور دل میں کہا کہ تم بڑے شریر ہو تمہارے قول و فعل سے خدا ہی خوب واقف ہی اور وہی جانتا ہی جو کچھ تم کہہ رہے ہو آیا صحیح کہہ رہے ہو یا غلط۔ صحیح مسلم اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص درگذر کی عادت ڈالے تو آخر کو اُسکی عزت بڑھتی ہی اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے چوری کا الزام سنکر درگزر کے طور پر اِس الزام کا کچھ جواب جو نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ نے اِس درگزر کے بدلے میں یوسف علیہ السلام کی اِس قدر عزت بڑھائی کہ یوسف علیہ السلام کے ان ہی سوتیلے بھائیوں کو آخر تاللہ لقد آثرک اللہ علینا کہنا پڑا جس کا مطلب یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے قسم کھاکر یوسف علیہ السلام کی عزت کو تسلیم کیا۔

قَالُوا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

کہنے لگے اے عزیز اسکا ایک باپ ہی بوڑھا بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک ہم میں سے اوسکی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہی احسان کرنے والا

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس پاس پائی اپنی چیز تو تو ہم بے انصاف ہوئے

جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دیکھا کہ اب بنیامین کو عزیز مصر نہیں چھوڑیگا تو بہت گھبرائے کیونکہ باپ سے وعدہ کرکے آئے تھے کہ ہم ہرگز کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھینگے جس طرح ہوگا بنیامین کو ضرور اپنے ساتھ

منزل

ع ۹
۱۱
۳

واپس لائیں گے مگر یہاں معاملہ برعکس ہوا کہ بنیامین پر چوری ثابت ہوئی اور انکے دین کے موافق بنیامین عزیز مصر کا ایک برس
تک غلام ہو چکا اسلئے گڑگڑانے لگے اور نہایت ہی عاجزی و منت سے کہا کہ اے عزیز مصر ہماری ایک بات سن لو ہمارے
باپ بہت ہی بوڑھے ہیں اور کل لڑکوں میں اسی چھوٹے لڑکے کو زیادہ چاہتے ہیں اسکے بغیر انہیں آرام نہیں اسکی جدائی
کی تاب وہ ہرگز نہیں لاسکتے اسواسطے اگر آپ اپنے کرم اور اخلاق سے ہم میں سے کسی ایک کو اسکی جگہ رکھ لیں اور اس کو
چھوڑ دیں تو بہتر ہوگا اور بہت ہی بڑا احسان آپکا ہمارے اوپر ہوگا اور ہم آپکو نیکوکار مرد بزرگ دیکھتے ہیں ضرور ہمارے
مدعا کو پورا کریں گے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم میں سے کسی ایک کی جدائی باپ کو اتنا رنج نہیں پہونچائیگی جتنا چھوٹے بھائی
کے فراق سے انہیں غم اور ملال ہوگا یہ بات یوسف علیہ السلام نے سنکر یہ جواب دیا کہ یہ بڑے بے انصافی کی بات ہے کہ
جسکے سامان میں پیمانہ نکلا ہے اسکی جگہ کسی اور کو رکھا جائے یوسف علیہ السلام نے یہاں پر پہلو بچا کر گفتگو کی یوں نہیں کہا
کہ جسنے چوری کی ہے اسکو روک رکھیں گے بلکہ یوں کہا کہ جسکے سامان میں چوری کا برتن نکلا ہے اوسی کو روک رکھیں گے
یوسف علیہ السلام نے یہ پہلو اسلئے بچایا کہ اسکے سوتیلے بھائیوں کو تو چور کہا جا سکتا تھا کہ ان سوتیلے بھائیوں نے
باپ کی چوری سے ایک بھائی کو بیچ ڈالا بنیامین کو چور کہنے کا کوئی سبب نہیں تھا کیونکہ بنیامین کے کجاوہ میں وہ پیمانہ
حیلہ کے طور پر خود یوسف علیہ السلام نے رکھوا دیا تھا معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ میں سعدؓ بن ابی وقاص
روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں سب سے بڑھکر مصیبت انبیا پر پڑا کرتی ہے تاکہ وہ اس
مصیبۃ پر صبر کریں اور عقبیٰ میں اس کا اجر پاویں اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ یعقوب علیہ السلام پر پہلے یوسف علیہ السلام کی جدائی کی اور پھر بنیامین کی جدائی کی مصیبت اس لئے پڑی کہ وہ
اس مصیبۃ پر صبر کریں اور اسکا اجر عقبیٰ میں انکو ملے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اسلئے اسنے ظلم کو اپنی ذات پاک پر بھی حرام ٹھہرا لیا ہے اور
اپنے بندوں کو بھی ظلم کی مناہی فرمائی ہے یہ حدیث آخری آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بنیامین کی جگہ کسی دوسرے
بے قصور کو غلام بنا کر رکھ لینا ظلم تھا اور ظلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بری چیز ہے اسلئے یوسف علیہ السلام نے بنیامین
کی جگہ کسی دوسرے شخص بے قصور کو رکھ لینا پسند نہیں کیا بلکہ اسکو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کے قابل ایک کام قرار دیا ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ

پھر جب ناامید ہوئے اس سے اکیلے بیٹھے مصلحت کو بولا انمیں کا بڑا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے عہد اللہ

اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ

کا اور پہلے جو قصور کر چکے ہو یوسف کے حال میں سو میں نہ سرکونگا اس ملک سے جب تک کہ حکم دے باپ میرا یا قضیہ چکا دے اللہ میرا

منزل ٣

خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ
سب سے بہتر چکانیوالا پھر جاؤ اپنے باپ پاس اور کہو اے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی اور ہمنے وہی کہا تھا جو ہمکو خبر تھی اور ہمکو
حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝
غیب کی خبر یاد نہ تھی اور پوچھ لے اس بستی سے جسمیں ہم تھے اور اس قافلے سے جسمیں ہم آئے ہیں اور ہم بیشک سچ کہتے ہیں

جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی بنیامین کی رہائی سے ناامید ہوگئے تو صلاح و مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے عزیز مصر تو کسی طرح ہماری التجا قبول نہیں کرتا بڑا بھائی جس کا نام روبیل تھا اُسنے یہ کہا کہ تم سب جانتے ہو کہ چلتے وقت تمہارے باپ نے بنیامین کے واپس لانے کے لئے خدا کو درمیان میں دیکر قول قرار لیا تھا اور اس سے پہلے تم سے ایک قصور اور بھی سرزد ہو چکا ہے کہ تم یوسف کو باپ سے جدا کر چکے ہو ایسی حالت میں میری تو غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اب باپ کو منہ دکھاؤں میں تو اب یہاں سے ہلنے کا نہیں جب تک باپ کی اجازت نہیں آئے گی میں یہیں رہوں گا یا لڑ بھڑ کر عزیز مصر سے اپنے بھائی کو واپس لیں گے قتل ہونگے یا قتل کریں گے اور بغیر بنیامین کے باپ کے پاس نہیں جائیں گے خدا احکم الحاکمین ہے اُسی کے ہاتھ میں ہمارا فیصلہ ہے جو تقدیر اُسنے نافذ کی ہوگی وہ ہوگی تم اگر مصر جاتے ہو تو باپ کے پاس واپس چلے جاؤ اور یہ ساری حقیقت اُنسے جاکر بیان کرو کہ ہمنے ہر چند اس بات کا قول قرار کیا تھا کہ بنیامین کی حفاظت کریں گے مگر ہمیں غیب کی خبر نہیں تھی کہ یہاں چوری کی علت میں تمہارا بیٹا پکڑا جاویگا اور ہم نے موافق اپنے دین کے چوری کی سزا بھی بتلادی اب عزیز مصر بنیامین کو نہیں آنے دیتا اُسنے اس جرم میں اُسے روک رکھا ہے ہم مجبور ہیں کیا کریں اور آپکو ہمارے کلام میں کچھ شک و شبہ ہو تو جس گاؤں میں ہم آکر اُترے ہیں یہاں کے لوگوں سے دریافت کیجئے اور جس قافلہ کے ساتھ ہم مصر میں داخل ہوئے ہیں اُنسے ساری حقیقت معلوم کر لیجئے کہ ہم کہاں تک سچے ہیں وما کنا للغیب حافظین کی تفسیر بعض مفسرین نے یہ بھی بیان کی ہے کہ ہم رات کے وقت سوتے تھے اُسوقت اُسنے چوری کی ہمکو ذرا بھی اُسکی خبر نہیں ہوئی اُسکا فعل ہمپر پوشیدہ رہا اسواسطے ہم یہ بھی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ واقعی اس نے چوری کی یا وہ پیمانہ اُسکی خرجی میں کسی نے رکھدیا تھا مگر وہ پیمانہ اُسی کی خرجی میں سے نکلا اسلئے وہ پکڑا گیا قریہ سے مراد وہی قریہ ہے جہاں یہ لوگ جاکر مصر میں مقیم ہوئے تھے اور جہاں غلہ کی بھرتی کی جاتی تھی اور اہل قافلہ کنعان کے باشندوں میں سے چند شخص تھے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہمسایہ میں رہتے تھے وہ بھی مصر غلہ لینے آئے تھے اور بنیامین کا سارا قصہ سن گئے تھے اسلئے اُنسے اپنی تصدیق کے لئے روبیل نے کہا تھا غرض جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے کنعان میں واپس آکر اپنے پدر عالی قدر سے اس حال کا ذکر کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُنسے یہ بات کہی جس کا ذکر آگے آتا ہے معتبر سند سے بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مدعی کو دعوے کے ثابت کرنے کے لئے گواہی پیش کرنی چاہیے صحاح میں اور بہت سی حدیثیں

ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیوں سے گواہی لیکر مقدمات کے فیصلے کئے ہیں ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں دخل ہی کسلئے کہ ان حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ شرع محمدی میں مدعی سے گواہ لینے کا مسئلہ ملتہ ابراہیمی کے موافق ہی کیونکہ ملتہ ابراہیمی میں اس مسئلہ کے ہونے کے سبب سے روبیل نے اپنے دعوی کے ثابت کرنے کی غرض سے مصر اور کنعانی لوگوں کی گواہی کا ذکر اپنے اُس قول میں کیا جس کا تذکرہ ان آیتوں میں ہی۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ

بولا کوئی نہیں بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات اب صبر ہی بن آوے

جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے کنعان ہو پہنچکر باپ سے بنیامین کا قصہ بیان کیا تو حضرت یعقوب نے اُنکی بات کو سچا نہیں جانا اور سمجھے کہ جس طرح اونھوں نے یوسف کو علیحدہ کیا اُسی طرح بنیامین کو بھی اُنھوں نے مجھسے جدا کیا اسی بنا پر کہا کہ یہ بات کوئی بھی ٹھیک نہیں ہی یہ سب من گھڑت ہی تمہارے دل سے یہ سب افترا پردازی کی ہی اور تم نے خود یہ بات اپنے گھڑلی ہی آخر کہاں بنیامین اور کہاں چوری اوس سے اور چوری سے کیا علاقہ۔ یا مطلب بل سولت لکم انفسکم امرا سے یہ ہی کہ تم بنیامین کو ملک مصر میں بغرض منفعت کے لے گئے تھے اور اُسکے عوض مضرت حاصل کرلائے یا یہ مراد ہے کہ تم نے فتوی دیدیا کہ چور کو چوری کے عوض میں پکڑکر رکھ لینا چاہیے غرضکہ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر تھے پیغمبر کی بات کبھی جھوٹ نہیں ہوتی اونھوں نے اپنے بیٹوں سے جو یہ کہا کہ تمہارے دل نے یہ بات بنالی ہے واقعی یہی بات تھی کہ یوسف بھی تو آپ کے بیٹے تھے اُنھوں نے چوری کی ترکیب خود نکالی تھی اور بنیامین کو اس تدبیر سے اپنے پاس رکھ لیا اسلئے نبی کے دل نے چوری کے قصہ کو قبول نہیں کیا۔ بہرحال یعقوب علیہ السلام نے کہا خیر کوئی بات بھی ہوا تو بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں صبر جمیل کے معنے پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ صبر جمیل وہ صبر ہے جس میں شکوہ و شکایت نہ ہو اور ساری باتیں خدا کی طرف سونپی جائیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے پیش آتے ہی شروع صدمہ کے وقت آدمی صبر کرے تو اوس کا بڑا اجر ہے ورنہ رفتہ رفتہ مصیبت کا صدمہ کم ہو جانے سے آدمی کو خود صبر آجاتا ہی۔ اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی جدائی کے شروع صدمہ کے وقت جس طرح فصبر جمیل فرمایا وہی بنیامین کی جدائی کے شروع صدمہ کے وقت فرمایا اسلئے اللہ تعالی نے علاوہ عقبی کے اجر کے دنیا میں بھی اُنکے اس صبر کا یہ بدلہ اونہیں دکھادیا کہ اُنکے بیٹوں کو خیریت کے ساتھ اُنسے ملادیا۔

عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

شاید اللہ لے آوے میرے پاس ان سبکو وہی ہی خبردار حکمتوں والا

حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے تو فقط حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا رنج تھا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی بنیامین بھی حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا ہوگئے اور آنکی جدائی سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا رنج اور بڑھ گیا اور رنج کی کوئی حد باقی نہ رہی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ دنیا میں عادت الٰہی ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے کہ دنیا کے ہر رنج کے ساتھ خوشی لگی ہوئی ہے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل کو تسکین فرمائی جس کا ذکر اس آیۃ میں ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس خواب کی تعبیر کے سبب سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہرگز بھیڑیئے نے نہیں کھایا اور اس خواب کی تعبیر تک ضرور یوسف زندہ رہوینگے آزمائش الٰہی کے طور پر کچھ عرصہ تک آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں پھر ضرور ملینگے اسی لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اللہ کی حکمت سے کچھ دور نہیں جو اللہ تعالیٰ روبیل یوسف بنیامین سب بچھڑے ہوؤں کو اکٹھا ملا دیوے آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی توقع کو پورا کیا اور سب بچھڑوں کو حسب مراد ملا دیا یہ روبیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے وہ بڑے بیٹے تھے جو بنیامین کے مصر میں رہ جانے کے بعد شرما کر کنعان نہیں آئے تھے وہ مصر میں رہ گئے تھے۔ آیۃ ان مع العسیر یسرا میں ہر رنج کے ساتھ خوشی کے لگے رہنے کا ایک ازلی وعدہ الٰہی ہے جس کا اثر یعقوب علیہ السلام کے دل پر تھا اور ہر ایمان دار شخص کے دل پر بھی اسکا اثر ہونا چاہیئے یہ آیۃ اور اس مضمون کی روایتیں جو اوپر گزر چکی ہیں وہ گویا اس آیۃ کی تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ازلی وعدہ کے بھروسہ پر یہ کہا کہ اللہ کے علم اور حکمت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وہ اپنے علم و حکمت سے اس رنج کے بعد ضرور سامان خوشی کا کر دیگا اور شاید وہ سامان یہی ہو کہ وہ سب بچھڑوں کو ملا دے۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ قَالُوْا

اور الٹا پھرا انکے پاس سے اور بولا اے افسوس یوسف پر اور سفید ہوگئیں آنکھیں اسکے غم سے سو وہ آپکو گھونٹ رہا تھا کہنے لگے

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝

قسم اللہ کی تو نہ چھوڑیگا یاد یوسف کی جب تک کہ گل جاوے یا ہوجاوے مردہ

بنیامین کا قصہ سننے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے کہ افسوس یوسف پر مطلب یہ کہ اسوقت حضرت یوسفؑ کی یاد انکو آگئی اسف کے معنے شدت غم کے ہیں جب حضرت یوسف کا غم حد سے بڑھ گیا اور پھر بنیامین کا حال بیٹوں سے یہ سنا کہ بادشاہ مصر نے اسکو روک رکھا ہے اس سے اور بھی دو چند صدمہ ہوا تو جوش محبت میں یہ کلمہ آپکی زبان مبارک سے نکل گیا اور آپ بیٹوں کے فراق میں اس قدر روئے کہ آپکی آنکھیں جاتی رہیں سیاہی سفیدی سے بدل گئی مقاتل کہتے ہیں کہ یہ حالت آپکی چھ برس تک رہی اور آپکا یہ رونا اس سبب سے بھی تھا کہ آپ جانتے تھے کہ یوسفؑ زندہ ہیں لیکن آپکو انکے دین کی طرف سے خیال پیدا ہوا کہ مصر میں سارے لوگ بت پرست ہیں کبھی انکے

منزل

عقائد میں بھی فرق نہ آئے ۔ صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ روئے اور یہ فرمایا کہ اے ابراہیم تیری جدائی کا مجھکو رنج ہی ۔ اس حدیث
کو ان آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اولاد کی جدائی کا داغ بہت بڑا داغ ہی اس رنج میں رونا یا اولاد کا
نام لیکر رنج کو ظاہر کرنا ملت ابراہیمی اور شرع محمدی دونون میں اسکی مناہی نہیں ہی ۔ ہان کپڑے پہاڑنے اور منہہ پیٹنے
اور خلاف شرع کلمے زبان سے نکالنے کی مناہی آئی ہی جس کا ذکر صحیح بخاری و مسلم کی عبد اللہ بن مسعود کی حدیث اور سوا اسکے
اور صحیح حدیثون میں تفصیل سے ہی کظیم کے معنے دل ہی دل مین رنج و غم کو رکھنا اور زبان پر اسکا ذکر نہ لانا حرض کے معنے
جسم اور عقل میں فتور پڑ جانے کے ہیں ۔ مطلب یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیون نے فہمائش کے طور پر
باپ سے یہ کہا کہ یوسف کو یاد کر کے رنج و غم کرتے کرتے یا تو آپ اپاہج اور دیوانے ہو جاوین گے یا اپنی جان کھو دین گے ۔

قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

بولا میں تو کھولتا ہون اپنا احوال اور غم اللہ ہی کے پاس اور جانتا ہون اللہ کیطرف سے جو تم نہیں جانتے

صحیحین میں حضرت انس کی روایت سے جو حدیث ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر کے پاس ایک
عورت کو روتے ہوئے دیکھہ کر منع کیا اوس عورت نے آنحضرت کو نہیں پہچانا اور یہ کہنے لگی کہ میری جیسی مصیبت تمپر پڑے
تو تمکو میرے دل کا حال معلوم ہو جب لوگون نے اوس عورت کو جتلایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو اوس عورت نے اپنی
بیقراری کی عذر خواہی آنحضرت سے کی آنحضرت نے فرمایا کہ بیقراری کے روکنے میں اور صبر کرنے میں اسی وقت بڑا اجر ہے
جبکہ آدمی ابتدا مصیبت کے وقت صبر کرے ورنہ رفتہ رفتہ تو مصیبت کے بعد خود ہی آدمی کو ایک طرح کا قرار حاصل ہو جاتا
ہے اس صحیح حدیث کے مضمون اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حال کو ملا کر دیکھا جاتا ہی تو حضرت یعقوب کے حال میں
کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جسکو اعتراض کے طور پر ذکر کیا جا کر پہر اس اعتراض کا جواب دیا جاوے کیونکہ جب حضرت
یوسف علیہ السلام کے بہیڑیے کے کہا جانے اور بنیامین کے مصر میں قید ہو جانے کی خبرین حضرت یعقوب علیہ السلام
کو پہونچین تو ابتدائے مصیبت کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہی فرمایا کہ صبر بہتر اور کافی ہی پہر بعد مین
جس قدر رنج حضرت یعقوب علیہ السلام نے ظاہر کیا ہی صحیحین کی حضرت انس کی حدیث اور اور صحیح حدیثون سے آنحضرت
کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر رنج کرنا ثابت ہی ۔ غرض حضرت
یعقوب علیہ السلام کے جس قدر رنج اور قلق کا ذکر قرآن شریف میں ہی اوس میں کوئی بات ملت ابراہیمی یا شریعت
محمدی کے مخالف نہیں معلوم ہوتی اسلیے بعضے مفسرین نے یہاں کچھہ کچھہ اعتراض کر کے طرح طرح جوابات جو دیے
ہیں انکو قرآن شریف کی تفسیر سے کچھہ تعلق نہیں ہی ۔ حاصل کلام یہ ہی کہ جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیون
نے یعقوب علیہ السلام کو اون سخت لفظون میں فہمائش کی جس کا ذکر اوپر گزرا تو یعقوب علیہ السلام نے انکو یہ جواب دیا

منزل ۳

کہ میں بے صبری کرکے اللہ تعالیٰ کی آزمائش کی شکایت کسی دوسرے سے کردوں تو تم مجھکو صبر کی فہمائش کرو میں تو اپنے غم کا حال اوسی پاک پروردگار سے عرض کرتا ہوں جس نے آزمائش کے طور کی یہ مصیبت میرے اوپر ڈالی ہے واعلم من اللہ ما لا تعلمون حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اس کا مطلب یہ ہے کہ لے میرے بیٹو تم کو معلوم نہ ہو تو نہ ہو مگر مجھکو تو اللہ کی کریمی کی صفت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خواب یوسف کو دکھایا ہے اسکا ظہور میری آنکھوں کے سامنے ہوگا اور میری زندگی میں یوسف ایک دفعہ مجھسے ضرور ملیگا صحیح بخاری میں ابوہریرہ کی روایت سے حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا عند ظن عبدی بی جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کوئی التجا بارگاہ الٰہی میں پیش کرکے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ نیک گمان ویقین رکھے گا کہ وقت مقررہ پر اوس شخص کی وہ التجا ضرور قبول ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسکے اس نیک گمان کو ضرور پورا کریگا صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے جس میں یہ ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیئے ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انبیا کا گمان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ نیک ہوتا ہے اسلیئے یعقوب علیہ السلام کو اللہ کی ذات سے توقع تھی کہ اللہ تعالیٰ وہیں یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر دکھا دیگا اسواسطے وہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ التجا کرتے تھے کہ یا اللہ تو اس جدائی کی مصیبت کو جلدی راحت سے بدل دے بیشک کے معنے بڑے بھاری غم کا حال بیان کرنے کے ہیں۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝

اے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو یوسف کی اور اسکے بھائی کی اور مت ناامید ہو اللہ کے فیض سے بیشک ناامید نہیں اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو منکر ہیں پھر جب داخل ہوئے اسکے پاس بولے اے عزیز پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی اور لائے ہیں ہم پونجی ناقص سو پورا دے ہمکو بھرتی اور خیرات کر ہمپر اللہ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو

منزل ۳

اوپر کے قصہ کے بعد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ ادھر ادھر چل پھر کر یوسف اور اسکے بھائی بنیامین کا پتہ لگاؤ خدا کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ وہ دونوں تمہیں ملجائیں خدا پر بھروسہ کرکے کمر ہمت چست باندھو اور اسکی جستجو میں نکلو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خداوند عالم کی رحمت سے ناامید ہونا ان لوگوں کا کام ہے جو لوگ خدا پر ایمان نہیں رکھتے اور پھر اپنا کام میں ایسے ڈانواڈول نہیں تصور کرتے اسلیئے میں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی نیک گمان رکھتا ہوں جو میں نے بیان کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے باپ کا حکم پاکر گھر سے چل کھڑے ہوئے اور سیدھے مصر میں داخل ہوئے اور عزیز مصر سے یہ آکر کہا کہ اے عزیز مصر ہمپر اور ہمارے اہل وعیال پر بہت ہی سختی ہے اس قحط کے زمانہ میں نہایت تکلیف سے اوقات بسر ہوتی ہے غرض ان کی اس کلام سے یہ تھی کہ جب ان باتوں سے عزیز مصر کا دل نرم ہوجاویگا تو پھر بھائی کے واپس کرنے کو لیے کہیں گے پھر انھوں نے یوسف سے یہ بات کہی کہ اس مرتبہ جو کچھ ہمارے گھر

میں ناقص مال تھا وہ سب لیکر آئے ہیں آپ اِن غلہ کی قیمت میں لیکر ہمیں غلہ بھر دیں اور پوری تول تولدیں ہماری قیمت دینے
نہ دینے کا کچھ خیال نہ کریں ہمارا حال کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے آپ گویا صدقہ ہی تصور فرماکر ناقص درہموں کے بدلہ غلہ دیدیں اللہ
پاک صدقہ کرنے والوں کو بہت بڑا اجر دیتا ہے جب بھائیوں نے اِس طرح کی گفتگو کی تو یوسف علیہ السلام سے گھر کی تکلیف
سنکر نہ رہا گیا اور اُنھوں نے اپنے آپ کو اِس طرح سے ظاہر کردیا جس کا ذکر آگے آتا ہے اللہ تعالی کی جانب سے نیک گمان رکھنے کی
حدیثیں جو اوپر گزریں وہی حدیثیں اِن آیتوں کی بھی تفسیر ہیں جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اُسی نیک گمان کی بنا پر یعقوب علیہ السلام
نے اپنے بیٹوں کو یوسف اور بنیامیں کے ڈھونڈنے کی تاکید کی اب آگے کی آیتوں سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالے نے اپنے
نبی کے اوس نیک گمان کو سچا کیا +

قَالَ هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ ۝ قَالُوٓا أَءِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ

کہا کچھ خبر رکھتے ہو تم کیا کیا تم نے یوسف سے اور اُسکے بھائی سے جب تم کو سمجھ نہ تھی بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف کہا

قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَآ أَخِى قَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَآ إِنَّهُۥ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی اللہ نے احسان کیا ہمپر البتہ جو کوئی پرہیز گار ہو اور ثابت رہے تو اللہ نہیں کھوتا حق نیکی

ٱلْمُحْسِنِينَ ۝ قَالُوا تَٱللَّهِ لَقَدْ ءَاثَرَكَ ٱللَّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَٰطِـِٔينَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ ٱلْيَوْمَ يَغْفِرُ ٱللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ

والوں کا بولے قسم اللہ کی البتہ تجکو پسند رکھا اللہ نے ہمسے اور ہم تھے چوکنے والے کہا کچھ الزام نہیں تمپر آج بخشے اللہ تمکو اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان

منزل ۳

جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنی سختی کا حال بیان کیا تو اُن کا دل اُمنڈ
آیا باپ کا خیال آیا کہ میرے فراق میں خدا جانے اُنکی کیا حالت ہوگی اور پھر بنیامیں اُنسے جدا ہوگیا اس سے اور بھی اُن کو
صدمہ پہونچا ہوگا اور قحط سالی کی بلا جدا ہے غرضکہ اِن باتوں کو یاد کرکے یوسف علیہ السلام رونے لگے اور بھائیوں سے فرمایا کہ
تم نے جو کچھ سلوک یوسف اور اُسکے چھوٹے بھائی کے ساتھ کیا وہ تمہیں خوب معلوم ہے کس طرح مکر و فریب سے اُنکو
باپ سے جدا کیا اور حقیقت میں تمھاری نادانی نے تمہیں اِس بات پر آمادہ کیا تھا جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں
نے یہ بات سنی تو تاڑ گئے کہ یہی یوسف ہیں حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک روایۃ یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے سر سے
تاج اوتارا اور اپنی پیشانی اونہیں دکھلائی اُنکی پیشانی پر ایک تل تھا اُسکو دیکھکر اُنھوں نے پہچان لیا کہ یہ یوسف ہیں اور
کہنے لگے کہ کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو فرمایا کہ بیشک میں یوسف ہوں اور یہ میرا چھوٹا بھائی بنیامیں ہے خدا نے بڑا فضل
اور پھر بہت ہی احسان کیا کہ بعد مدت دراز کے ہمیں ایک جگہ کیا جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اور مصیبت کے وقت صبر کرتا
ہے اُسکا اجر اللہ پاک ضایع نہیں کرتا ہے میرے اوپر کیسی کیسی مصیبت پڑی کنوئیں میں ڈالا گیا قافلہ والوں نے بیچ ڈالا پھر
قید کی مصیبت برسوں سہی مگر زبان سے کچھ شکوہ نہیں کیا ہر حالت میں صبر ہی کرتا رہا اللہ پاک نے رحم کھا کر اپنا فضل
پھر کیا اور مصر کی سلطنت ہمارے قبضہ میں دیدی جب بھائیوں نے دیکھا کہ اللہ اکبر ہم جسے عزیز مصر سمجھے ہوئے تھے

وہ تو ہمارا بھائی نکلا جسکو ہم نے حسد کی راہ سے باپ سے جدا کیا تھا مگر اسکی تقدیر کہ یہ اس مرتبہ اور عزت کو پہونچ گیا دل میں
خیال پیدا ہوا کہ اس وقت ہم اسکے قبضہ میں ہیں اگر چاہے تو اپنا بدلہ آسانی سے بدلے اسلئے خدا کی قسم کھا کر ان لوگوں نے
کہا کہ اللہ پاک نے تجھے ہر ایک بات میں ہم سے برتر رکھا اور تجھے پیغمبر اختیار دیا ہی اور اس سے پہلے جو کچھ برائی ہمنے تیرے ساتھ
کی ہی اسکا ہم اقرار کرتے ہیں کہ واقعی ہماری خطا تھی اور تو محض بے قصور تھا غرضکہ یوسف علیہ السلام نے انکی معذرت سنکر
انسے کہا کہ بھائی جو کچھ ہوا جانے دو اسکا خیال کب تک کیا کروگے آجکے بعد پھر کوئی الزام تمپر نہ لگایا جائے گا اور جو کچھ ہم سے خطا
بھی واقع ہوئی ہی اللہ پاک وہ معاف کریگا کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہی۔ سوتیلے بھائیوں کی بدسلوکی کے ذکر میں یوسف علیہ السلام
نیر ما فعلتم بیوسف واخیہ کہہ کر بنیامین کو بھی اس ذکر میں جو شریک کیا اس کا سبب اوپر گزرا کہ یوسف علیہ السلام کے بیچڈالنے
کے بعد یہ سوتیلے بھائی بن یامین سے بھی بے توقیری سے پیش آتے تھے تفسیر سدی میں اذ انتم جاہلون کا یہ مطلب بیان کیا گیا
ہی کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے اذ انتم جاہلون کہہ کر انہیں یہ جتلایا کہ بدسلوکی کے وقت نہ تمہیں اس بدسلوکی
کے وبال کا خیال تھا نہ یہ معلوم تھا کہ وہ بدسلوکی میرے حق میں آخر اللہ کی ایک رحمت ہو جاوے گی۔ سورۃ الحجرات میں آویگا
کہ پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عزت کی چیز ہے اور اس مضمون کی صحیح بخاری نسائی اور مستدرک حاکم میں ابو ہریرہ رضی
کی روایتیں بھی ہیں اسی طرح صبر کے اجر کے باب میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں حاصل یہ ہی کہ سورۃ الحجرات کی آیۃ ان اکرمکم
عند اللہ اتقاکم اور یہ سب حدیثیں انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کی گویا تفسیر ہیں۔ احسان کے معنے خالص
دل سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے کے ہیں چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمر رضی کی ایک حدیث اس معنے
کی تفصیل میں گزر چکی ہی یغفر اللہ لکم کہہ کر یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں کے حق میں مغفرت کی دعا کی ہے
اور پھر انکو یہ جتلایا ہی کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہی اسکی ذات سے مغفرت کی توقع رکھنی چاہیئے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے
ابو سعید خدری رضی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ سب شفاعتوں کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بہت سے گنہگاروں
کو دوزخ سے نکالکر جنت میں ڈالیگا اور یہ فرماویگا کہ میں ارحم الراحمین ہوں یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونیکی گویا تفسیر ہے

منزل ۳

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

لیجاؤ یہ کرتہ میرا اور ڈالو منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آوے آنکھوں سے دیکھتا اور لے آؤ میرے پاس گھر اپنا سارا

بعضی تفسیروں میں یہ جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی کے حوالہ سے روایۃ لکھی ہی کہ یہ کرتہ جو حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت
یعقوب علیہ السلام کو بھیجا تھا جسکے اثر سے چھ برس کی گئی ہوئی آنکھیں منہ پر ڈالتے ہی اچھی ہو گئیں یہ وہ کرتہ تھا جو حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کے وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے لائے تھے یہ
کرتہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق کو دیا اور حضرت اسحاق نے حضرت یعقوب کو دیا اور حضرت یعقوب
نے اس کرتے کا ایک تعویذ بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈالدیا حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو

اس کرتہ کے تعویذ کی خبر نہ تھی ورنہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کنوئیں میں ڈالنے کے وقت ضرور وہ تعویذ حضرت یوسف علیہ السلام سے چھین لیتے اس کرتے میں جنت کی خوشبو تھی وہی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کی ناک میں دور سے آئی کسی معتبر محدث یا مفسر نے اس روایۃ کی سند کی صحت نہیں بیان کی ہو اسواسطے یہ روایۃ بھروسے کے قابل نہیں ہو شاید اسی سبب سے شاہ صاحب نے اپنے اسد دفائد میں اس کرتے کی کچھہ تاثیر بیان نہیں کی بلکہ اس کرتے کے ڈالنے سے آنکھیں جو اچھی ہوگئیں اسکو حضرت یوسف علیہ السلام کی کرامت بتلایا ہو لیکن جبکہ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید میں جانے سے پہلے نبی ہو چکے تھے تو اس کرامت کو معجزہ کہنا قرآن شریف کے مضمون کے زیادہ مطابق معلوم ہوتا ہو اکثر مفسرین نے لکھا ہو کہ جسوقت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالکر حضرت یعقوب سے حیلہ کے طور پر یہ بیان کیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا لیگیا اسوقت بناوٹی خون کے دھبوں کا کرتہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دکھایا تھا اسی خیال سے اب یہ خوشخبری کا کرتہ بھی مصر سے یہی یہودا لے گئے تاکہ اس پہلے کے کرتے سے باپ کو جو رنج ہوا تھا اس خوشخبری کے کرتے کے لیجانے میں اسکا کچھہ معاوضہ ہو جاوے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کچھہ ہو رہا ہو دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالی نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہو اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہو جس کا حاصل یہ ہو کہ دنیا میں ہر ایک کام لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق وقت مقررہ پر ہوتا ہو چنانچہ یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے اچھے ہو جانے کا اور یوسف علیہ السلام کے مصر میں ہونے کی خبر کے معلوم ہو جانے کا جب وقت مقرر آن پہونچا تو ان باتوں کا سامان خود بخود غیب سے پیدا ہو گیا

منزل

ربع

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن تُفَنِّدُونِ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ۝

اور جب جدا ہوا قافلہ کہا انکے باپ نے میں پاتا ہوں بو یوسف کی اگر نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا لوگ بولے قسم اللہ کی تو ہے اپنی اسی غلطی میں قدیم کی

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کرتہ دیکر مصر سے کنعان کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ اس کرتہ کو لیجاؤ اور والد بزرگوار کے منہ پر ڈالو انکی آنکھیں اچھی ہو جاوینگی پھر تم اپنے سارے گھر کو لیکر میرے پاس چلے آؤ اور یہ قافلہ مصر سے جسوقت روانہ ہوا تو آٹھ دن کے فاصلہ کی راہ سے خداوند عالم کے حکم سے ہوا اوس کرتے کی بو لے کر اوڑی اور حضرت یعقوب تک اسکو پہونچایا اوپر ذکر ہو چکا ہو کہ عبد اللہ بن عباس کے ایک قول کے موافق یہ کرتہ وہی کرتہ تھا جو حضرت جبرئیل نے ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے لاکر دیا تھا اور جسکی برکت سے آگ اونپر گلزار بن گئی تھی اور یہ کرتہ حضرت اسحق علیہ السلام کے حصہ میں آکر حضرت یعقوب کو ملا تھا اور آپنے حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں باندھ دیا تھا اور جسوقت حضرت یوسف علیہ السلام کوئیں میں ڈالے گئے تھے تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت یوسف کو پہنایا تھا یہ کرتہ جنت کا تھا اسلئے اسکی بو حضرت یعقوب علیہ السلام کی ناک میں اتنی دور و دراز مسافت سے پہونچی اور آپ نے پہچان لیا کہ یہ جنت کی بو ہے

اس لئے آپنے اپنے مقام پر بیٹھے بیٹھے اہل کنعان میں سے جو لوگ اونکے پاس حاضر تھے اونسے اور اپنے پوتون سے کہا کہ اگر تم لوگ مجھے مجنون اور دیوانہ نہ سمجھو اور ملامت نکرو تو میں کہہ سکتا ہون کہ آج مجھے یوسف کی بو آتی ہے اون لوگون نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بات کا یہ جواب دیا کہ واللہ تم اوسی خبط میں ابتک پڑے ہو کہان یوسف اور کہان آپکی بو عرصہ ہوا کہ یوسف کا کہیں پتہ نہیں اصل یہ ہے کہ یوسف کے ساتھ تمہیں از حد محبت تھی اوسی محبت کا یہ تقاضا ہے کہ تم ابتک اوسکے ملنے کی امید رکھتے ہو ہماری سمجھ میں تو یہ بات ہرگز نہیں آتی یہ لوگ در اصل اس بات سے ناواقف تھے کہ قافلہ بشارت دینے والا مصر سے چل چکا ہے اور یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کا کرتہ لیکر آ رہے ہیں یہ لوگ اپنے خیال میں یوسف علیہ السلام کو مردہ سمجھے ہوئے تھے اسلئے اونھوں نے یہ بات کہی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث جو گذر چکی اوس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق اب وہ وقت آگیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کی خبر یعقوب علیہ السلام کو پہونچ جاوے اسلئے مصر کا قافلہ تو ابھی راستہ میں ہی رہا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعہ سے یوسفؑ کی خبر یعقوبؑ کو پہونچا دی۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

پھر جب پہنچا خوشخبری والا ڈالا وہ کرتہ اوسکے منہ پر تو الٹا پھر آ آنکھون سے دیکھتا بولا میں نہ کہتا تھا تم کو میں جانتا ہون اللہ کیطرف سے جو تم

تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

نہیں جانتے بولے اے باپ بخشوا ہمارے گناہوں کو بیشک ہم تھے چوکنے والے کہا ہو بخشواؤں گا تمکو اپنے رب سے وہی ہے بخشنے والا مہربان

منزل

مجاہد کا قول ہے کہ یہ بشیر حضرت یوسف کے سوتیلے بھائی تھے جن کا نام یہودا تھا پہلے بھی یہی حضرت یوسف کا خون کا بھرا ہوا کرتہ لائے تھے اور اب بھی یہی کرتہ لیکر آئے تاکہ پہلی بدنامی کا دھبہ جاتا رہے الغرض جس وقت یہ بشیر حضرت یوسف کا کرتہ لایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈالا آپکی آنکھون میں روشنی آگئی اور صحیح و تندرست ہوگئے اور بشیر سے پوچھا تو نے یوسفؑ کو کس حال میں چھوڑا ہے کہا اسلام پر آپنے بہت خوشی ظاہر کی اور خدا کی نعمت کا شکر ادا کیا اور فرمایا الان تمت النعمۃ اور پاس والوں اور بیٹوں سے فرمایا کہ کہو میں نہ کہتا تھا کہ میں یوسفؑ کی بو پا رہا ہون تم مجھے دیوانہ سمجھ رہے تھے مجھے تو خدا کی طرف سے اون اون باتوں کا علم ہے جو تمہیں نہیں معلوم ہیں تمہاری عقل وہاں تک نہیں پہونچ سکتی بیٹے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یوسف کے خواب کا ظہور ضرور ہوگا پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے باپ سے مغفرت کی اور اپنی خطا کا اقرار کیا کہ بیشک ہم قصوردار ہیں ہم سے آپکی جناب میں بہت ہی بڑا قصور ہوا آپ ہمیں معاف فرمائیں اور درگاہ الٰہی میں ہمارے واسطے مغفرت کی دعا کیجئے آپنے فرمایا کہ عنقریب ہم تمہارے لئے وہاں سے مغفرت کریں گے آپنے مغفرت کی دعا کرنے میں بخل نہیں کیا بلکہ وعدہ فرمایا کہ بوقت سحر ہم خدا سے تمہارے واسطے دعا کرینگے آپ صبح کے وقت اٹھکر نماز پڑھا کرتے تھے اور دعائے صبح زیادہ تر مقبول ہوتی ہے کیونکہ

وقت زیادہ مقبولیت کا ہی چنانچہ صحیح بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں ابو ہریرہؓ کی روایۃ سے جو حدیث ہی اس میں اس وقت کے مقبول ہونے کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ پچھلی رات کو ہر رات اللہ تعالیٰ اول آسمان پر نزول فرماکر ہر دعا کرنے والے شخص کی دعا کے قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گنہ گاروں کے گناہ معاف کرنے کی صفت اللہ تعالیٰ کو یہاں تک پیاری ہے کہ اگر حال کے موجودہ لوگ گناہ نکرین تو انکی جگہ اللہ تعالیٰ گنہ کرنے والے اور لوگ پیدا کرے اور خالص دل سے توبہ کرنے پر اونکے گناہ معاف فرماوے یہ حدیث انہ ہو الغفور الرحیم کی گویا تفسیر ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ؕ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ

پھر جب داخل ہوئے یوسف پاس جگہ دی اپنے پاس اپنے ماں باپ کو اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا تو خاطر جمع سے اور اونچا بٹھایا اپنے

عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ

ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اسکے سجدے میں اور کہنے لگا اے باپ یہ بیان ہی میرے اس پہلے خواب کا اسکو میرے رب نے سچ کیا

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ

اور اسنے خوبی کی مجھسے جب مجھکو نکالا قید سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد اسکے کہ جھگڑا اٹھایا شیطان نے مجھ میں

وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

منزل ۳

اور میرے بھائیوں میں میرا رب تدبیر سے کرتا ہی جو چاہے بیشک وہی ہے خبردار حکمت والا

اس آیۃ میں اللہ پاک نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا حال بیان فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ تم کنعان جاکر اپنے کنبہ اور گھر والوں کو یہاں لے آؤ تو یہ لوگ اپنے سارے رشتہ داروں کو جو مرد عورت ملاکر ۷۲ آدمیوں کے قریب تھے کنعان سے لیکر چلے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خبر ملی کہ ہمارے والدین آرہے ہیں اور اب بہت نزدیک آگئے ہیں تو آپ تخت پر بیٹھ کر انکے استقبال کو روانہ ہوئے بادشاہ مصر نے اپنے دربار کے اور دوسرے معزز آدمیوں کو بھی انکے ہمراہ کردیا۔ بعضے سلف یہ بھی کہتے ہیں کہ خود بادشاہ مصر بھی انکے استقبال کو روانہ ہوا الغرض شہر سے نکلکر جب باپ کے پاس پہونچے تو ماں باپ کو اپنے پاس تخت پر جگہ دی اور تخت پر بٹھاکر کہا کہ انشاء اللہ اب امن سے شہر مصر میں آپ داخل ہونگے جس کا مطلب یہ ہی کہ خدا کے فضل سے یہاں قحط وغیرہ کی شکایت نہیں رہے گی کیونکہ انھوں نے غلہ کا معقول بندوبست کر رکھا تھا کہ لوگ دور دراز سے غلہ لینے یہاں آتے تھے اکثر مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ آپکی والدہ کی وفات ہوچکی تھی یہ جو آپکے والد بزرگوار کے ساتھ تھیں انکی خالہ تھیں پھر جب یوسف علیہ السلام نے عین شہر میں آکر ماں باپ کو تخت پر بٹھایا تو انکے گیارہ بھائیوں نے براہ تعظیم اونکے آگے سجدہ کیا یہ سجدہ تعظیم کا کہلاتا تھا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک یہ

بزرگون اور معزز آدمیون کو سجدہ کرنا روا تھا حضرت آدم کو جو فرشتون نے سجدہ کیا تھا وہ بھی یہی سجدہ تھا مگر شریعت
محمدیہ میں یہ سجدہ ناجائز ہی اور سوائے خدا کے اورون کو سجدہ کرنا قطعی حرام ٹھرایا گیا ہی - معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ
معاذ ملک شام میں گئے تو وہان دیکھا کہ لوگ اپنے سردارون کو سجدہ کرتے ہیں جب معاذ وہان سے واپس آئے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اُنھوں نے سجدہ کیا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا بات ہی اُنھوں نے کہا کہ میں نے ملک شام میں دیکھا
ہی کہ وہان کے لوگ اپنے سردارون کو سجدہ کرتے ہیں میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی شخص سجدہ کا مستحق نہیں ہی رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں سوا خدا کے اور کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو کہتا کہ اپنے شوہر کے آگے
سجدہ کرے کیونکہ شوہر کا حق بیوی پر بہت زیادہ ہی یہ معاذ کا قصہ مسند بزار اور طبرانی میں تفصیل سے ہے اور اسکی سند
معتبر ہے الغرض یہ سجدہ اُسوقت جائز تھا اسلیئے یوسف علیہ السلام کے بھائیون نے یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ
کیا اور یوسف ع نے اپنے والد بزرگوار سے کہا کہ اے والد ماجد میں نے جو بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے آسمان
سے زمین پر اوترے اور اُنکے ساتھ چاند سورج بھی تھے اور اون ستارون نے میرے آگے سجدہ کیا یہ اوسی خواب کی تعبیر
ہے اور یہی نتیجہ وانجام اوس خواب کا تھا ہمارے پروردگار عالم نے اوس خواب کو سچ کر دکھایا اور ہم اوسکا لاکھ لاکھ شکر
کرتے ہیں کہ ہمیں طرح طرح کی نعمت دی اور مجھے قید سے نکالا اور آپ کو گاؤن سے یہاں لایا پھر اسکے بعد شیطان کا ذکر کیا کہ
اسنے ہمارے اور ہمارے بھائیون کے درمیان میں جھگڑا ڈالا مگر ہزار ہزار اُسکا شکر ہی کہ اُسنے اسکا تصفیہ کر دیا اور فرمایا
کہ میرا رب لطیف ہے لطیف کے معنون میں بعضے سلف کا قول ہی کہ لطیف وہ ہی کہ جو تجکو تیرے کام تک پہونچا دے
ان ربی لطیف کے معنے ان ربی ذو لطف وکرم جسکا مطلب یہ ہی کہ اوسنے اپنے لطف وکرم سے میرے اوپر بڑے
بڑے احسان کئے یوسف علیہ السلام نے اس تعبیر میں کنوئین کا ذکر نہیں کیا تاکہ کنوئیں کا نام سنکر اونکے سوتیلے
بھائی شرمندہ نہ ہوں - انہ ہو العلیم الحکیم اسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالی اپنے بندون کی مصلحتوں اور ضرورتون
کو خوب جانتا ہی اور اُسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں -

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ
اے رب تونے دی مجکو حکومت اور سکھایا مجکو کچھ پھیر باتون کا اے پیدا کرنے والے آسمان اور زمین کے
اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ
تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجکو اسلام پر اور ملا مجکو نیک بختون میں یہ خبریں ہیں غیب کی
الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ○
ہم بھیجتے ہیں تجکو اور تو نہ تھا اُنکے پاس جب ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب کرنے لگے

سترہ برس کی عمر میں حضرت یوسف کو اُنکے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا اور چالیس برس تک پھر باپ سے مصر

میں بچھڑے رہے اور چوبیس برس تک پھر حضرت یعقوب کے ساتھ ملک مصر میں رہے اور زلیخا سے نکاح ہوا اسکے بعد اللہ تعالی
سے یہ انجام بخیر ہونے کی دعا کی تھوڑے دنوں بعد مصر میں انتقال فرمایا اہل مصر کو حضرت یوسف سے ایسا اعتقاد ہو گیا
تھا کہ ہر ایک محلہ کا سردار اپنے محلہ میں برکت کی نیت سے حضرت یوسف کو دفن کرنا چاہتا تھا یہانتک نوبت پہونچی
کہ قریب تھا کہ اس بات پر اہل مصر میں تلوار چل جاوے پھر آخر یہ صلاح ٹھری کہ نیل کا پانی سب کے کھیتوں میں جاتا ہے
نیل کے کنارہ کسی قدر پانی میں حضرت یوسف کو دفن کیا مگر دوسرے سال دوسرے کنارہ پر قحط کے آثار نظر آئے
اسلئے دوری سے ناپ کر بیچ نیل میں پھر آپکی لاش کو دفن کیا چار سو برس کے بعد جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر مصر
نکلے اسوقت اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف کی لاش کا سنگ مرمر کا صندوق ملک شام میں لائے اور
حضرت اسحاق کی قبر کے پاس دفن کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی لاش کو مصر سے ملک شام میں جو موسیٰ علیہ السلام
لائے یہ قصہ تفسیر ابن ابی حاتم اور مستدرک حاکم میں ابو موسیٰ اشعری کی روایت سے ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے
اسی طرح تفسیر سدی میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت حضرت یوسف کو وصیت کی تھی کہ حضرت
ابراہیم اور حضرت اسحاق کے مزار کے پاس مجھکو دفن کیا جاوے چنانچہ انتقال تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا مصر میں ہی
ہوا لیکن پھر انکی وصیت کے موافق حضرت یوسف علیہ السلام نے انکی لاش کو ملک شام میں منتقل فرمایا اور بیت المقدس
میں دفن کیا حضرت یعقوب کی لاش کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام بھی ملک شام کو تشریف لے گئے تھے جس دن حضرت
یعقوب علیہ السلام کی لاش ملک شام میں پہونچی اتفاق سے اوسی روز حضرت یعقوب علیہ السلام کے جڑواں بھائی
حضرت عیص کا انتقال ہو گیا حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب اور حضرت عیص کو ایک قبر میں دفن کیا
پھر خود مصر کو چلے آئے حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کی لاش کے منتقل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملت ابراہیمی میں
لاش کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا بلا اختلاف جائز تھا شریعت محمدی میں اگرچہ بعضے علما نے لاش کی ایک
جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو منع کیا ہے لیکن کوئی صاف حدیث اس باب میں موجود نہیں ہے حضرت جابر کی
وہ حدیث جسکو سوا صحیح بخاری کے اور کتابوں میں ائمہ صحاح نے روایت کیا ہے کہ احد کے شہیدوں کو بعضے صحابہ نے
مدینہ میں دفن کرنے کے لیے لانا چاہا اور آپنے فرمایا یہ لوگ جہاں شہید ہوئے ہیں وہیں انکو دفن کرنا چاہیے۔ بعضے علما
نے کہا ہے کہ یہ حکم شہیدوں کے لیے خاص ہے موطا میں سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید کا عقیق میں انتقال کرنا
اور مدینہ میں لا کر انکو دفن کرنے کا اور بخاری میں حضرت جابر کا اپنے باپ عبد اللہ کو ایک قبر سے دوسری قبر میں دفن
کرنے کا جو قصہ ہے ان قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ لاش کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو جائز جانتے
تھے حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس کا یہ فیصلہ کیا ہے کہ کسی متبرک جگہ کے دفن کے لیے لاش کو
ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاوے تو جائز ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول اس فیصلہ کی تائید میں

منزل ۳

بیان کیا ہی پہر کہا ہی کہ اگر غرض صحیح شرعی نہ ہو تو لاش کا منتقل کرنا مکروہ قریب حرام کے ہی۔ یوسف علیہ السلام کی لاش کو وڈسی سے
ناب کر نیل کے بیچوں بیچ میں دفن کرنے کا قصہ حضرت عبداللہ بن عباس کے پروردہ عکرمہ کے قول کے موافق لکھا گیا ہی۔ تفسیر کے باب
میں عکرمہ کے قول کا بڑا اعتبار ہی۔ یوسف علیہ السلام نے اپنی وفات اور انجام بخیر ہونیکی دعا جو کی ہی جس کا ذکر اس آیۃ میں ہی اُن کی
اس دعا اور صحیح بخاری کی انس بن مالک کی اُس حدیث میں کچھہ مخالفت نہیں ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تکلیفوں
سے گہبرا کر موت کی تمنا سے منع فرمایا ہی کیونکہ یوسف علیہ السلام نے دنیا کی کسی تکلیف سے گہبرا کر یہ دعا نہیں کی بلکہ دنیا کی
راحت سے عقبی کے کاموں میں فتور پڑجانے کے خوف سے اونہوں نے یہ دعا کی اور پہر حکومت کے کاموں سے بھی علیحدگی
اختیار کرلی حاصل یہہ ہی کہ ایسی نیت سے موت کی تمنا کی اجازت خود انس بن مالک کی حدیث کے آخری ٹکڑے میں ہی جس سے
معلوم ہوتا ہی کہ ملتِ ابراہیمی اور شرع محمدی کا یہ مسئلہ یکساں ہی۔ ملک سے مقصود مصر کی حکومت ہی اور تاویل الاحادیث
سے مقصود خوابوں کی تعبیر ہے۔ صالحین سے مقصود حضرت ابراہیم اور آنکا خاندان۔ اب آگے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم بھی
ان پڑھہ اور تمہاری قوم بھی ان پڑھہ اور ابھی مکہ سے باہر جاکر کسی اہل کتاب میں کے عالم سے تمہارا واسطہ نہیں پڑا اسپر بھی تم نے
توراۃ کے موافق جو یہ قصہ لوگوں کے روبرو بیان کر دیا تو اس سے ہر ایک سمجھدار شخص سمجھہ سکتا ہی کہ یہ کام بغیر تائید غیبی کے ہرگز نہیں
ہوسکتا کیونکہ مثلاً یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف کو کنوئیں میں ڈالتے وقت جو مکر و فریب کی باتیں کیں۔ جب تم
اُسوقت اون لوگوں کے ساتھہ نہیں تھے تو کوئی سمجھہ دار تبلادے کہ پہر یہ باتیں بغیر تائید غیبی کے تمکو کیونکر معلوم ہو گئیں
لیکن علم الٰہی میں جو لوگ گمراہ ٹہر چکے ہیں آنکی سمجھہ ان باتوں کے سمجھنے سے قاصر ہے اسلئے وہ جس حال پر ہیں آخر کو اُس حال میں دنیا سے
اٹھہ جاوینگے اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی مثلاً بدر کی لڑائی میں جو لوگ شرک کی حالت میں دنیا سے اوٹھہ جانے والے تھے
لڑائی سے پہلے آنکے نام اللہ تعالی نے اپنے رسول کو اور اللہ کے رسول نے صحابہ کو تبلادیے چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن
مالک کی حدیث اس باب میں ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں قسم کہا کر انس بن مالک کہتے ہیں کہ لڑائی سے پہلے جن لوگوں کا نام اور اُن
لاشوں کے پڑے رہنے کی جگہ جو کچھہ اللہ کے رسول نے فرمایا تھا لڑائی کے بعد وہ سب ظہور میں آیا۔

منزل ۳

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور نہیں اکثر لوگ یقین لانے والے اگرچہ تو للچاوے

اس آیۃ میں اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنج دفع کرنے کے لئے آپکی تسلی فرمائی ہی آپکے رنج کا سبب یہ تھا کہ یہود
کے بہکانے سے قریش نے آپ سے یہ دریافت کیا تھا کہ حضرت یعقوب جنکی اولاد یہود کہلاتے ہیں ملک شام کے رہنے والے
تھے اگر تم نبی ہو تو یہ بتلاؤ کہ یہود جنکا لقب بنی اسرائیل ہی مصر میں کیونکر چلے گئے تھے اور ملک شام انسے کیونکر چھوٹ گیا
تھا چنانچہ اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہی غرض اس سوال کے جواب میں جب اللہ تعالی نے ابتدا سے انتہا تک حضرت یوسف کے
مصر میں آنے کا قصہ اور حضرت یوسف کے سبب سے پہر حضرت یعقوب اور اولاد یعقوب کی مصر میں آنکر بسنے کا حال اس سورۃ

میں بیان فرمایا اور یہ یہود کو بخوبی معلوم تھا کہ جس کسی کو توریت کا علم نہیں ہی اسکو یہ تاریخی قصہ ہرگز معلوم نہیں ہی اور یہ بھی معلوم تھا کہ آنحضرت نے نہ توریت پڑھی ہی نہ کسی اہل توریت سے آپکی ایسی رسم ہی کہ جس سے آپکو یہ قصہ سن سنا کر معلوم ہوگیا ہو۔ رہا اہل توریت میں سے عبد اللہ بن سلام وغیرہ کا اسلام لانا یہ آپکے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد ہی اور قریش نے یہ سوال ہجرت سے پہلے مکہ میں کیا تھا غرض جب آپنے توریت سے بھی زیادہ تفصیل سے اس قصہ کو قریش کے روبرو سورہ یوسف کے نازل ہوتے ہی بیان فرما دیا تو آپکو توقع ہوئی کہ اس امر کو تائید غیبی سمجھ کر اکثر یہود آپکے سچے نبی ہونے کی شہادت دیویں گے اور اس شہادت کی وجہ سے اکثر قریش ایمان لاویں گے لیکن یہود اور قریش اتنی بڑی تائید غیبی کے دیکھنے کے بعد بھی اپنی سخت دلی سے قائل نہ ہوئے اور اسلام نہ لائے اس سبب سے آنحضرت کو کمال رنج ہوا اس رنج کو رفع کرنیکی غرض سے اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ بغیر اللہ کی مرضی کے اور بغیر وقت مقررہ کے پہونچ جانے کے فقط تمہاری حرص سے یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے اس کا تم کچھ رنج نکرو چنانچہ جب وقت مقرر آگیا تو جس طرح اللہ تعالی نے فرما دیا تھا وہی ظہور میں آیا کہ فتح مکہ ہوکر مکہ میں کوئی قریش اور گرد و نواح مدینہ کے یہود کی بستیاں فتح ہوکر کوئی یہود منکر و مخالف باقی نہ رہا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی ایک حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی کے موافق نیک و بد کی چھانٹ کی جا کر ہر ایک کا دوزخ اور جنت کا ٹھکانا بھی قرار پا چکا ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ابتدا اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حرص تھی کہ سارے اہل مکہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاویں لیکن جب قرآن کی اکثر آیتوں سے یہ معلوم ہوگیا کہ جو لوگ علم الٰہی میں دوزخی قرار پا چکے ہیں وہ کسی طرح راہ راست پر نہ آویں گے تو آپنے بہت سی حدیثوں کے ذریعہ سے یہ مطلب صحابہ کو سمجھایا جو مطلب حضرت علیؓ کی اس حدیث کا ہی۔

منزل ۳

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

اور تو مانگتا نہیں انسے اسپر کچھ نیگ یہ تو اور کچھ نہیں مگر نصیحت سارے عالم کو

ع ۱۱

جب اللہ پاک نے یوسف علیہ السلام اور انکے بھائیوں کا قصہ بیان فرما دیا اور یہ بھی فرما دیا کہ یہ ساری باتیں غیب کی ہیں جو ہم نے تم کو بذریعہ وحی کے بتلائی ہیں جن سے تم اس سے پہلے بالکل ناواقف تھے تمہیں ذرا بھی یہ حال معلوم نہیں تھا اور جس وقت یہ قصہ گزرا اس وقت تم موجود نہ تھے اور یہ بھی فرمایا کہ تمکو یہ پہلی باتیں اسلئے بتلائی ہیں کہ لوگ اوس سے عبرت پکڑیں جس سے دین و دنیا میں نجات پائیں مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اگرچہ پیغمبر انکے ایمان کے لئے حرص بھی کرتے ہیں اب فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں اور بہتری و بھلائی کی طرف انکو بلاتے ہیں اسکی کوئی مزدوری خلق سے نہیں چاہتے ہیں بلکہ محض خدا کے لئے یہ کام کرتے ہیں کہ دنیا میں یہ باتیں یادگار رہجائیں اور لوگ اس سے عبرت و نصیحت پکڑ کر راہ یاب ہوں اور انکے دونوں جہان دنیا و آخرت سنور جائے اور نجات حاصل کریں اس سے ہر سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ بغیر کسی لالچ کے جو نصیحت کیجاتی ہی وہ سچی اور عام فائدہ کے لحاظ سے ہوتی ہی لیکن یہ اوپر گزر چکا ہی کہ علم الٰہی میں جو

لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں انکی سمجھ ان باتوں کے سمجھنے سے قاصر ہے اسلئے وہ جس حال پر ہیں اوسی حال میں دنیا سے اوٹھ جاوینگے
حاصل کلام یہ ہی کہ اہل مکہ میں کے جو لوگ قرآن کی نصیحت سے بھاگتے ہیں وہ اس لئے نہیں بھاگتے کہ اُنسے اس نصیحت کے
معاوضہ میں کچھ اجرت مانگی جاتی ہی بلکہ وہ اسلئے بھاگتے ہیں کہ اُنکے پیدا ہونے سے پہلے علم آلہی میں یہ بات ٹھہر چکی ہی کہ قرآن
کی نصیحت ان لوگونکے حق میں بیکار ہی۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگون کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہی
اس حدیث کو آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اگرچہ مینہہ کے پانی کی طرح قرآن کی نصیحت سب لوگونکے حق میں عام
ہے لیکن جو لوگ علم آلہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں اُنکے حق میں وہ نصیحت ایسی رائگان ہی جسطرح بُری زمین میں مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہے

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○

اور بہتیری نشانیاں ہیں آسمان اور زمین میں جنپر ہو نکلتے ہیں اور وہ آنپر دہیان نہیں کرتے

اس آیتہ میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ آسمان وزمین میں بے شمار نشانیاں ہیں جو اللہ جل جلالہ کی وحدانیت پر دلیل ہیں جس سے
خداوند عالم کا خالق رزاق ہونا ثابت ہوتا ہی ضحاک کہتے ہیں کہ آسمان کی نشانیاں سورج چاند تارے بادل ہیں اور زمین کی
نشانیاں ساری مخلوق خداوند جل جلالہ کی ہی اور دریا نہرین ندیاں پہاڑ ملک قصبے گانوں جھیل ٹاپو اور دوسری بہت سی
نشانیاں ہیں جنپر انسان کا گذر ہوتا ہے اور دن میں بارہا انسان اونہیں دیکھتا ہی مگر اوس میں ذرا بھی غور نہیں کرتا بلکہ اونسے
غافل رہتا ہی مصحف عبداللہ بن مسعودؓ میں یمرون علیہا کی جگہ یمشون علیہا ہی مراد اس سے یہ ہی کہ پہلی امتوں کے آثار اور اونکی
ہلاکت کا حال دیکھتے سنتے ہیں اور پھر بھی اوس سے نصیحت وعبرت نہیں حاصل کرتے۔ ابوموسیٰ اشعری کی حدیث جو اوپر گزر
چکی اُسکو اس آیتہ کی تفسیر میں بھی بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ علم آلہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ جس طرح قرآن کی نصیحت
سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتے اسی طرح اللہ کی قدرت کی اور نشانیوں سے بھی وہ لوگ غافل ہیں جس غفلت کا نتیجہ یہ ہی کہ اللہ
تعالیٰ نے تو انکو انکی سب ضرورت کی چیزیں انکو پیدا کیا ہے اور وہ لوگ اللہ کی عبادت میں اور ونکو شریک کرتے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○

اور نہیں یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ اسکے شریک بھی کرتے ہیں

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہی کہ میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ حضرت سب سے بڑا گناہ دنیا میں
کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ نے آدمی کو پیدا کیا ہی پھر آدمی سوا اللہ کے مخلوقات میں سے کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراوے تو
اوس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اب ایک تو اللہ کی ذات کے ساتھ جو باتیں خاص ہیں مثلاً عبادت حاجت روائی اون
باتون کا برتاؤ سوا اللہ کے کسی دوسرے سے کرنا جسطرح بت پرست بتونکو سجدہ کرتے ہیں اور اُنسے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں اسی کو
بڑا شرک کہتے ہیں سوا اس بڑے شرک کے بعضی صورتیں شرک کی بہت چھپی ہوئی ہیں جنکے چھپے رہنے کی مثال مسند امام احمد

منزل ۳

کی ابو موسی اشعری کی اور مسند ابی یعلی کی ابوبکر صدیق کی معتبر سند سے میں آنحضرت نے یہ بیان فرمائی ہو کہ پہاڑ پر جس طرح ایک چیونٹی پھرتی ہوئی کسی کو نظر نہیں آتی اسی طرح وہ صورتیں شرک کی نظر نہیں آتیں جس آدمی میں یہ صورتیں ہیں وہ اپنے آپکو پورا مسلمان گنتا ہی اور دیکھنے والے لوگ مسلمان بھی اسکو پورا کلمہ گو مسلمان گنتے ہیں وہ باتیں اس قسم کی ہیں مثلاً اسباب ظاہری دنیا میں خلاف حکم الٰہی کسی تاثیر کا گمان کرنا جس طرح کوئی گنڈہ یا تعویذ یا منتر اس عقیدہ سے کرنا کہ ضرور اس میں مستقل اثر ہی یا دین کا کام دنیا کے دکھلانے کو کرنا اسی کو چیونٹی کی مثال دیکر جب چھپا ہوا شرک آپ نے فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق کو بڑا اندیشہ ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت سے عرض کیا کہ پھر حضرت ایسے چھپے ہوئے شرک سے نجات کیونکر ہے آپ نے فرمایا اللہ اس طرح دعا مانگا کرو اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیأ وانا اعلم بہ واستغفرک بما لا اعلم بہ حاصل معنے اس دعا کی یہ ہیں کہ یا اللہ کھلے چھپے سب طرح کے شرک سے پناہ دے اور کسی قسم کا شرک دانستہ یا نادانستہ ہو گیا ہو تو معاف فرما غرض یہ چھپی ہوئی قسم کا شرک چھوٹی چھوٹی سی باتوں میں اکثر لوگوں سے ہو جاتا ہی اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں فرمایا ہی کہ کتنے کو بہت لوگ اپنے آپکو مسلمان گنتے ہیں مگر انہیں شرک کی بو باقی رہتی ہی اس عام مرض کی دوا طبیب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمائی ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس سے غافل نہ رہے اور اس شرک خفی کے متعلق اپنے آپ میں کوئی بات یاد دے تو آیندہ اس کے چھوڑنے کی کوشش کرے کیونکہ جس گناہ سے آدمی توبہ کرے آیندہ اس گناہ کے چھوڑنے کا ارادہ کرنا بھی شرائط توبہ میں سے ہے چنانچہ اوپر اس کی صراحت آچکی ہے حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ مکہ کے مشرک لوگ اللہ کو خالق و رازق جانتے تھے اور پھر اسکی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے یہی بڑا شرک ہی اور اسکے حق میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہی کہ بغیر خالص دل کی توبہ کے اس شرک کی معافی نہیں ہی رہا چھوٹی چھوٹی باتوں کا شرک اسکی معافی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہی لیکن یہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کا جو کام دنیا کے دکھاوے کے لئے کیا جاوے تو ایسے نیک عمل کا کچھ ثواب عقبیٰ میں نہ ملے گا چنانچہ مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ قیامت کے دن سربمہر اعمال نامے جب اللہ تعالیٰ کے روبرو کھولے جاوینگے تو اللہ تعالیٰ ریاکاری کے عملوں کو بغیر ثواب کے نامۂ اعمال سے خارج کر دینے کا حکم دیویگا۔

أَفَأَمِنُوا أَن تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

کیا نڈر ہوئے ہیں کہ آڈھانکے انکو ایک آفت اللہ کے عذاب کی یا آپہنچے قیامت اچانک اور انکو خبر نہ ہو

اس سے پہلے اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اکثر لوگ ایمان دار ہو کر شرک بھی کرتے ہیں انہیں کے حق میں اب یہ ارشاد ہوا کہ کیا یہ لوگ بالکل اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ خدا کا عذاب آکر اچانک انکو ڈھانک لے یا قیامت آجائے اور انکو مطلق خبر بھی نہ ہو اپنے اپنے کاروبار میں لگ رہے ہوں بازاروں اور گلیوں میں پھر رہے ہوں یا رات کو بستر پر آرام سے سو رہے ہوں اور خدا کا طرح طرح کا عذاب جس طرح پہلی امتوں پر آچکا ہی انپر بھی آجائے اور انکا کام تمام کر دے اک ذرا بھی دم

منزل

لینے کی مہلت نہ دے تو پھر یہ لوگ کیا کرین گے پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام کی قوم سے لیکر فرعون اور اُسکی قوم تک کے قصے جو سورۃ الاعراف مین گذرے اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ ان اجڑی ہوئی قوموں کو پہلے تو راہ راست پر آجانے کے لئے کافی مہلت دی گئی اور مہلت کے زمانے مین جب یہ لوگ راہ راست پر نہ آئے تو انکی غفلت کی حالت مین ایک دفعہ ہی طرح طرح کے عذاب آنکر یہ لوگ ہلاک ہوگئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے راہ لوگونکو پہلے اللہ تعالیٰ کافی مہلت دیتا ہے جب مہلت کے زمانہ مین وہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے تو پھر انکو اس طرح پکڑ لیتا ہے کہ جس پکڑ سے انکا چھٹکارہ نہیں ہو سکتا معتبر سند سے طبرانی مین عقبہ بن عامر سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بازارون مین ہر طرح کا کپڑا بکتا ہوگا عمارتون کی مرمتین ہو رہی ہونگی کہ یکایک صور کی آواز سے تمام دنیا اجڑ جاویگی حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیۃ مین دنیوی عذاب اور قیامت کے اچانک آجانے کا جو ذکر ہے پہلی امتون کی ہلاکت کے قصے اور یہ حدیثین گویا اُسکی تفسیر ہین۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

کہہ یہ میری راہ ہے بلاتا ہون اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر مین اور جو میرے ساتھ ہے اور اللہ پاک ہے اور مین نہیں شریک بتانیوالا

اس آیۃ مین اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ آپ لوگونسے کہدین ہمارا طریقہ اور جس راہ پر ہم ہین وہ یہ ہے کہ ہم مخلوق خدا کو اسبات کی نصیحت کردین کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے دونون جہان مین اُسی کی خدائی ہے سارے آسمان اور تمام روئے زمین عرش یا سمندر پر اُسی کا قبضہ و دخل ہے کوئی اُسکے کسی صنعت مین ذرہ برابر شریک نہیں ہے عبادت بھی اوسی کو زیبا ہے اور مین جو کسی کو اس راہ پر بلاتا ہون تو یقین اور سند کی راہ سے میرا بلانا اس راہ کی طرف ہے بے دلیل نہیں ہے مجھے خدا نے اِسکی سوجھ عطا کی ہے اور اس بات کی ہدایت دی ہے اور جو شخص ہمارا پیرو ہو وہ بھی جس کسی کو اس راہ کی طرف بلاتا ہے تو دلیل سے قائل کر کے بلاتا ہے تمام ملائکہ اور جن و انس اور سب بیجان چیزین اُسکی تسبیح کرتی ہین اور مین بھی اوس کی پاکی بیان کرتا ہون پھر جناب سرور کائنات کو اللہ پاک کا یہ حکم ہوا کہ تم ان لوگون سے کہدو کہ جس طرح مشرکین خدا کے ساتھ اورون کو شریک کرتے ہین اور خالص اُسی کی بندگی نہیں کرتے ہین تونکو بھی اُسی کے ساتھ معبود شمار کرتے ہین مین ان باتون سے بری ہون مین اُسی کو ہر ایک امر مین قادر تصور کرتا ہون اور اکیلا اُسی کی بندگی کرتا ہون مین مشرکون مین نہیں ہون صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت مین کسی دوسرے کو شریک کرنا اس سے بڑھ کر دنیا مین کوئی گناہ نہیں آیۃ مین توحید کی رغبت کے سمجھ بوجھ کی رغبت ہونے کا اور شرک سے بیزاری کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ توحید کی دلیل مضبوط اور شرک بالکل بے سند ہے سورہ انعام کی آیۃ وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ کی تفسیر مین جو حدیثین گزر چکی ہین ان حدیثونکو بھی آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے۔

منزل

وقف النبی علیہ السلام

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

اور جتنے بھیجے ہمنے تجھسے پہلے یہی مرد تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم انکو اور بستیوں کے رہنے والے سو کیا یہ لوگ نہیں پھرے ملک میں کہ دیکھیں

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

کیسا ہوا آخر انکا جو اُنسے پہلے تھے اور پچھلا گھر تو بہتر ہے پرہیزگاروں کو اب کیا تم نہیں بوجھتے

اس آیۃ میں اللہ پاک نے ان لوگوں کو قائل کیا ہے جو یہ کہتے تھے کہ آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا گیا اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ عادت الٰہی یوں ہی جاری رہی ہے کہ ہمیشہ انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اس میں جو کچھ حکمت ہے وہ اللہ خوب جانتا ہے۔ جمہور علما کا اسپر اتفاق ہے کہ اللہ جل جلالہ نے جتنے پیغمبر ہدایت عالم کے لئے بھیجے وہ سب کے سب اول سے آخر تک مرد ہی ہوتے آئے کوئی عورت کسی زمانہ میں نبی یا رسول نہیں ہوئی بعض لوگوں کا اعتقاد یہ جو ہے کہ چار عورتیں پیغمبر ہوئی ہیں حضرت آسیہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم والدہ حضرت عیسٰے علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام وہ لوگ اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ان عورتوں کو بعض اوقات خدا نے بذریعہ فرشتوں کے بشارت بھیجی ہے مثلا اللہ پاک نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ کی نسبت فرمایا کہ واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ اور حضرت مریم کو فرشتے نے آکر یہ بشارت سنائی واذ قالت الملئکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک الخ مگر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ یہ گروہ مستورات نبی تھا کیونکہ نبی مخلوق کی ہدایت کے لئے ہوتا ہے اور کوئی نہ کوئی شریعت لیکر آتا ہے اور یہ برگزیدہ عورتیں نہ تو علیحدہ کسی شریعت کی بانی تھیں اور نہ کسی شریعت سابقہ کی خلیفہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے اتنی بات البتہ ثابت ہوئی ہے کہ یہ عورتیں صدیقہ ہوئی ہیں جیسا کہ اللہ پاک نے حضرت مریم بنت عمران کی نسبت خبر دی کہ یا اشرف عورت تھیں گروہ مستورات میں ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام اس جگہ حضرت مریم کا ذکر اشرف مقام میں تھا اگر نبی ہوتیں تو انکی نبوت کا ذکر یہاں ضرور کیا جاتا صرف صدیقیت کا وصف کافی نہ شمار کیا جاتا حضرت عبد اللہؓ بن عباس نے رجال کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مطلب یہ ہے کہ جو منکر نبوت لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان کے رہنے والوں فرشتوں میں سے کوئی رسول ہو کر کیوں نہیں آیا اسکا جواب اللہ پاک نے یوں دیا ہے کہ کبھی کوئی فرشتہ رسول نہیں بنایا گیا جتنے رسول ہوئے ہیں وہ سب زمین کے چلنے والے رہنے والے اور اسی سرزمین کے بسنے والے ہوئے ہیں اور وہ سب کے سب آدمی جنس بنی آدم سے ہیں حضرت عبد اللہؓ بن عباس کے قول کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے جس میں اللہ پاک نے فرمایا وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق۔ کیونکہ فرشتوں کی شان کھانے پینے اور بازاروں میں پھرنے کی نہیں ہے۔ اور قریٰ سے مراد یہ ہے کہ وہ رسول شہر کے باشندے ہوتے ہیں جنگل اور گاؤں کے رہنے والے نہیں ہوتے کیونکہ دیہات والوں کی نسبت شہر کے لوگ زیادہ سمجھدار اور نرم دل ہوتے ہیں پھر اللہ پاک نے اسی آیۃ میں یہ ذکر فرمایا کہ لوگ جھٹلانے

والے جو ہمارے رسول کو جھٹلاتے ہیں کیا یہ لوگ اردگرد زمین کی سیر نہیں کرتے یا پہلے لوگوں کا حال انھوں نے سنا نہیں یہ بات نہیں معلوم ہی کہ حضرت نوحؑ کی قوم یا حضرت ہودؑ یا حضرت صالحؑ وغیرہ کی امتوں کا کیا حال ہوا کس طرح یہ لوگ ہلاک ہوئے اور اسی زمانہ میں جو لوگ مومن تھے اور خدا اور اُسکے رسول کے تابع اور فرمانبردار تھے انکا بال بھی بیکا نہیں ہوا جو کچھ عذاب آیا انہیں کافروں پر آیا خداوند عالم کا طریقہ اسی طرح برابر جاری رہا ہی کہ وہ ہمیشہ دین کا انکار کرنے والوں کے بنیاد اوکھاڑ کر پھینکدیتا ہی اور اپنے خالص اور متقی بندوں کو سایہ رحمت میں لے لیتا ہی اسی واسطے پھر یہ فرمایا کہ جس طرح یہ متقی بندے دنیا میں خدا کے حفظ و امان میں رہا کئے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی اِنکے واسطے عمدہ عمدہ مکانات تیار کئے گئے ہیں جو مرنے کے بعد انہیں عطا ہوں گے اور جو جو نعمتیں وہاں اونہیں ملیں گی وہ دنیا کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہوں گی افلا تعقلون۔ اِس کا مطلب ہی کہ یہ ایک موٹی سی بات تھی جو ان لوگوں کے سوال کے جواب میں انہیں سمجھا دی گئی ہی کہ فرشتوں کا اصلی صورت میں دیکھنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہی اسلئے کوئی فرشتہ رسول بناکر بھیجا جاتا تو ضرور وہ انسان کی شکل میں بھیجا جاتا جس سے وہی شبہ اِن لوگوں کو باقی رہتا جو اسوقت ہی۔ اِس موٹی سی بات پر ان لوگوں کو غور و فکر کرنا اور یہ جان لینا چاہیئے کہ اِس نادانی کے شبہ نے پہلی امتوں کو دین و دنیا کی خرابی میں ڈالدیا دنیا میں وہ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئے اور عقبیٰ میں جنت کی نعمتوں کو ہاتھ سے دیکر دوزخ کے عذاب میں پکڑے گئے اون اجڑی ہوئی امتوں کی طرح اِس موٹی سی بات پر غور و فکر کرنے میں اِن لوگوں نے کوتاہی کی اور اللہ کے رسول کے جھٹلانے پر اڑے رہے تو وہی انجام انکا ہوگا جو ایسے پہلے لوگوں کا ہوا اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی اِس نادانی کے شبہ پر اڑے رہنے والے بڑے بڑے قریش کے سرداروں کا دین و دنیا میں جو انجام ہوا وہ صحیح مسلم کی انسؓ بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے گزر چکا ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ بدر کی لڑائی کے شروع ہونے سے ایک رات پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں کے اون سرکشوں کے نام تبلادئے جو اِس لڑائی میں مارے جانے والے تھے بلکہ مارے جانے کے بعد جہاں جہاں ان لوگوں کی لاشیں پڑی تھیں وہ مقامات بھی جتلادئے تھے۔ انسؓ بن مالک قسم کھاکر کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی لاشوں کو لڑائی کے بعد اونہی مقامات پر ہم لوگوں نے پایا۔ یہ تو ان سرکشوں کی دنیا کی خرابی کا حال ہوا عقبیٰ میں اِنکا یہ حال ہوا کہ مرتے کے ساتھ ہی سخت عذاب نے اِنکو آن گھیرا جو عذاب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آیا اور اللہ کے رسول نے اُس عذاب کا حال جتلانے کے لیئے اِن لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہوکر یہ فرمایا کہ اب تم لوگوں نے عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا پالیا چنانچہ مسند امام احمد صحیح بخاری و مسلم کی انسؓ بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے یہ ذکر بھی گزر چکا ہی۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ

یہانتک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ اُنسے جھوٹ کہا تھا پہنچی اُنکو مدد ہماری پھر بچادیا جنکو ہمنے چاہا اور پھیری

منزل ۳

اوپر کی آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتون کا یہ حال عبرت کے طور پر قریش کو یاد دلایا تھا کہ حضرت نوح کے زمانہ سے فرعون کے زمانہ تک جن جن امتون نے انبیاء سے مخالفت کی اور بت پرستی اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے وہ سب لوگ طرح طرح کے عذاب سے ایک دم میں غارت ہوگئے مکہ سے شام کے ملک کا سفر تجارت کے لئے اکثر قریش کو پیش آتا رہتا ہے اس راستہ میں بہت بستیان اور مکانات ایسے لوگون کے کھنڈر ہوئے پڑے ہیں آنکو دیکھ کر عبرت پکڑین اور جان لین کہ آنکی سرکشی کا بھی یہی انجام ہونے والا ہے اس اسوقت کے مسلمانون کے جی میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ آخر قریش کی سرکشی اور مخالفت بھی تو قریب قریب پچھلی امتون کے پہونچ گئی ہے انپر عذاب کیون نہین نازل ہوتا اس خیال کو اس آیۃ سے اللہ تعالیٰ نے رفع فرمایا ہے کہ عادت الٰہی پہلے سے یون ہی ہے یکایک اون امتون کو بھی اللہ تعالیٰ نے غارت نہیں کیا انکو بھی یہان تک مہلت دی گئی کہ اسوقت کے نبی تنگ آگئے اور اپنی کامیابی میں انکو مایوسی ہوگئی اور مخالف لوگون نے پورا گمان کر لیا کہ عذاب کا وعدہ جو انبیاء نے کیا تھا وہ فقط ڈراوا تھا پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے مخالفون کو پکڑا اور ایک دم میں غارت کر دیا گھبرانا نہیں چاہیئے اب بھی ویسا ہی ہونے والا ہے وقت مقررہ کی دیر ہے چنانچہ پہر ویسا ہی اللہ کے وعدہ کے موافق ہوا جسکی تفصیل صحیح بخاری و مسلم کی انس رضؓ بن مالک کی روایتون کے حوالہ سے اوپر کی آیۃ کی تفسیر مین گذر چکی ہے۔ کذبوا میں دو قرأتین ہیں ایک دال کی تشدید سے ہے اور دوسری بغیر تشدید کے صحیح بخاری میں عروہ سے جو روایۃ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بغیر تشدید کی قرأت سے سخت انکار کیا ہے کیونکہ اونھون نے اس قرأت کے یہ معنے خیال کئے ہیں کہ خود رسولون نے یہ گمان کیا کہ مخالفون کے عذاب اور رسولون کی کامیابی اور مدد کا وعدہ جو اللہ کی طرف سے ہوا ہے وہ دنیا میں پیش نہ آویگا اور یہ گمان رسولون کی شان سے بعید تھا اسواسطے حضرت عائشہ نے اس قرأت سے انکار کیا لیکن حضرت عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود اور جن صحابہ نے اس قرأت کو اختیار کیا ہے انکا مطلب اس قرأت سے وہ نہیں ہے جو مطلب حضرت عائشہ نے خیال کیا ہے چنانچہ نسائی میں سعید بن جبیر کی جو روایۃ حضرت عبداللہؓ بن عباس سے ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عباس نے اس قرارت کے معنے بتلاوئے ہیں کہ مخالف لوگون نے عذاب کے نزول میں دیر ہونے سے یہ گمان کیا کہ عذاب کے وعدہ میں یعنے رسولون کو جھٹلایا اسواسطے باوجود حضرت عائشہ کے انکار کے یہ قرأت مشہور ہے تمام کوفہ کے قاریون نے اور حسن رضؓ بصری اور اکثر تابعین نے اس قرارت کو اختیار کیا ہے اس صورت میں دونون قرأتون کے معنے ایک ہی ہیں کچھ فرق نہیں ہے خلفائے اربعہ عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود ابی بن کعب زید بن ثابت اور ابی موسیٰ اشعری عبداللہ بن زبیر یہ دس صحابہ علم تفسیر میں مشہور ہیں اور ان مشہور مفسر صحابہ میں سے دو صحابیون حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود کا بغیر تشدید کی قرأت پر اتفاق ہے اسلئے یہ قرأت بڑی معتبر قرأت ہے۔ یہان تو اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر فقط اسقدر اشارہ فرمایا ہے لیکن جہان پہلی امتون کے تفصیلی قصے ہیں وہان اس مختصر ارشاد کا یہ تفصیلی مطلب بیان فرما دیا ہے کہ ہر ایک نبی اور آنکے پیرو لوگونکو عذاب سے بچایا جاکر باقی کے نافرمانون کو طرح طرح کے عذابون سے ہلاک کر دیا گیا صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ

سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے راہ لوگوں کو جب تک اللہ تعالے
چاہتا ہی تو مہلت دیتا ہی آخر اونہیں پکڑتا ہی تو بالکل ہلاک کر دیتا ہی۔ یہ حدیث آیتہ کے ٹکڑے ولا یرد باسنا عن القوم المجرمین
کی گویا تفسیر ہے صحابہ میں اس آیتہ کے معنے میں اختلاف پڑ جانے سے تابعین اور تبع تابعین میں اس آیتہ کے صحیح معنے حل کرنے
کا بڑا چرچا تھا اور اس آیتہ کے معنے کے حل کرنیکو وہ لوگ بڑا اہم مطلب خیال کرتے تھے چنانچہ مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے
جب اس آیتہ کے معنے پوچھے اور اُنھوں نے وہی معنے بتلائے جو نسائی کی روایت سے اوپر بیان ہوئے تو مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے
کہا کہ جس طرح تم نے میری مشکل حل کی ہی اُسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری سب مشکلیں حل کرے اور خوشی میں آنکر مسلم بن یسار نے
سعید بن جبیر سے معانقہ بھی کیا یہ مسلم بن یسار سعید بن جبیر کے شاگردوں میں ہیں تبع تابعی قدیم مفسرین میں انکا شمار ہی
اور ضحاک بن مزاحم جو مشہور مفسر ہیں جب سعید بن جبیر سے آیتہ کے وہ معنے سنے جس کا ذکر اوپر گزرا تو ضحاک نے یہ کہا یہ معنے مین
کا سفر بھگت کر بھی مجھکو حاصل ہوتے تو میں جانتا بڑی آسانی سے مجھکو ایک ایسی بیش قیمت چیز ملی ہی اور صحیح بخاری کی روایتہ کا ذکر ہو چکا
ہی کہ عروہ بن زبیر تابعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس آیتہ کی قرأت اور معنے پوچھے اس آیتہ میں گمان کا جو ذکر ہے
اوس میں بھی علما مفسرین نے اختلاف کیا ہی بعضے کہتے ہیں خود رسولوں نے مدد الٰہی کی دیر کے سبب سے یہ گمان کیا کہ مخالف لوگ
اب ہمکو جھٹلانے کا اچھا موقع پاوینگے بعضے کہتے ہیں کہ انبیا کے ساتھ جو کچھ لوگ تھے اونھوں نے گمان کیا کہ مخالفوں کو
اب رسولوں کے جھٹلانے کا موقع ہاتھ آیا بعضے کہتے ہیں کہ مخالف لوگوں نے گمان کیا کہ عذاب کے وعدہ کو اور اس وعدہ کے
ظاہر کرنے والے رسولوں کو ہم جھٹلا چکے اسی اختلاف مفسرین کے سبب سے ترجموں میں اختلاف ہی مگر مفسر صحابہ میں سے
دو جلیل القدر مفسر صحابہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہ قول ہی کہ گمان کرنے
والے مخالف لوگ تھے اسی قول کو شاہ ولی اللہ نے فارسی ترجمہ میں اختیار کیا ہی اور یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ

البتہ اُنکے احوال سے اپنا قیاس کرنا ہے عقل والوں کو کچھ بات بنائی ہوئی نہیں لیکن موافق اسکے کلام کے جو اس سے

يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

پہلے ہے اور کھولنا ہر چیز کا اور راہ سوجھائی اور مہربانی اُن لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں

اللہ پاک نے اس آیتہ میں اس بات کا ذکر کیا کہ پہلی امتوں کے اور حضرت یعقوب اور اُنکے صاحبزادے یوسف علیہ السلام اور
انکے بھائیوں کے قصہ میں عقلمندوں کے واسطے یہ ایک بہت ہی بڑی عبرت ہی کہ وہ ان قصوں کو سنکر یہ سمجھتے ہیں کہ
پہلی امتوں میں وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا اور باوجود ظاہر نشانیوں کے خدا کے وحدہ لاشریک کی
وحدانیت کو نہیں مانا وہ اس کردار بد کی وجہ سے صفحہ دنیا سے ایسے نیست و نابود کیے گئے کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں اور جن
لوگوں نے رسولوں کی تصدیق کی اور جو احکام وہ خدا کی طرف سے لائے اُسکے مان لینے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا اور خدا کے

منزل ۳ ع ۱۲

وحدہ لاشریک کو ایک جانا خدا نے انکو اپنی حفظ و امان میں رکھا پھر قرآن مجید کی نسبت یہ ارشاد کیا کہ یہ کتاب کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے اور نہ خدا پر جھوٹ باندھا گیا ہے بلکہ جس طرح اور کتابیں پہلے رسولوں پر توریت انجیل وغیرہ نازل ہوتی گئیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی خدا کی طرف سے رسول مقبول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی کے نازل ہوا ہے اور ساری پہلی کتابوں کی یہ قرآن مجید تصدیق کرتا ہے اور جو باتیں اون کتابوں کی صحیح ہیں اونکو علیحدہ کر کے بتلاتا ہے اور جو غلطیاں انہیں اہل کتاب نے ڈالدی ہیں انکو جدا کر دیا ہے اور بہت سی باتیں ان کتابوں کی قائم رکھتا ہے اور بہت سے احکام کو منسوخ ٹھہراتا ہے غرضکہ اس میں ہر ایک بات کی کامل تفصیل ہے حلال حرام مباح مکروہ سبکو علیحدہ علیحدہ بتلاتا ہے اسی واسطے یہ قرآن پاک ہدایت و رحمت ہے جو لوگ اسکے احکام کے تابع ہیں اور قدم بقدم اسکی نصیحت پر چلتے ہیں ضرور وہ مراد کو پہونچیں گے اور خداوند جل شانہ انپر اپنی خاص رحمت نازل فرمائیگا اور وہ گمراہی کی راہ سے بالکل علیحدہ رہیں گے اور صراط مستقیم کی طرف متوجہ رہکر ایمان دار بندوں کی پوری پوری صفت حاصل کریں گے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوا اور معجزوں کے مجھکو قرآن کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہے جسکی ہدایت کے سبب سے مجھکو امید ہے کہ قیامت کے دن بہ نسبت اور امتوں کے میری امت کے نیک لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ آیہ میں قرآن کو ہدایت اور رحمت الٰہی کا سبب جو فرمایا ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اور معجزوں کا اثر تو انہی وقت سے ہوا لیکن قرآن شریف کی نصیحت کا اثر قیامت تک باقی رہیگا جس اثر کے سبب سے امت محمدیہ کے لوگ لوگوں کی تعداد قیامت کے دن اور امتوں کے نیک لوگوں سے زیادہ ہوگی۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ سِتُّ رُكُوْعَاتٍ

اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے بعض مفسرین نے اس کو مکی کہا ہے اور بعضے مدنی کہتے ہیں لیکن اس سورۃ کے شروع کی آیتیں سب کے نزدیک مکی ہیں اور ایک جگہ گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کے شروع کی آیتیں مکی ہوں وہ سورہ مکی کہلاتی ہے +۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور جو کچھ اترا تجکو تیرے رب سے سو تحقیق ہے لیکن بہت لوگ نہیں مانتے

الٓمّٓرٰ۔ حروف مقطعات میں سے ہے جو متشابہات میں داخل ہیں۔ متشابہات کی تفسیر کے باب میں سلف کا طریقہ سورہ بقر اور سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے۔ جو سورۃ حروف مقطعات سے شروع کیجاتی ہے اوس میں قرآن مجید کی عظمت کا بیان ہوتا ہے اسلئے آلمر کے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اس سورۃ کی آیتیں اور اسکے سوا جو تمام قرآن کی آیتیں تمپر اتاری

گئی ہیں وہ حق ہیں لیکن بہت لوگ اسکو نہیں مانتے اور اسپر ایمان نہیں لاتے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی
حدیث گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور معجزوں کے علاوہ مجھکو قرآن شریف ہی کا ایک ایسا معجزہ
دیا گیا ہی جسکے سبب سے قیامت کے دن میری امت کے نیک لوگوں کی تعداد اور امتوں کے نیک لوگوں سے زیادہ ہوگی صحیح
مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ
دنیا میں قیامت تک ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی۔ صحیح بخاری اور
مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ علم آلہی میں دوزخی قرار
پا چکے ہیں وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کام بھی ویسے ہی کرتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث
بھی گذر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت کی مثال مینھہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگونکی
مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہی۔ ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ قرآن شریف کی نصیحت
کی تاثیر تو ایسی ہی جس کے سبب سے قیامت کے دن امت محمدیہ کے نیک لوگوں کی تعداد اور امتوں کے نیک لوگوں سے
زیادہ ہوگی لیکن علم آلہی میں جو لوگ دوزخی قرار پا کر لوح محفوظ میں دوزخی لکھے جا چکے ہیں ان کے حق میں قرآن
کی نصیحت اسی طرح رائگان ہے جس طرح بری زمین میں مینھہ کا پانی رائگان جاتا ہی اسلئے ایسے لوگ اپنی تمام عمر
دوزخیوں کے سے کاموں میں گذارتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ

اللہ وہ ہے جن نے اونچے بنائے آسمان بن ستون کے پھر قائم ہوا عرش پر اور کام لگایا سورج اور چاند کو ہر ایک

يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝

چلتا ہے ایک ٹھیری مدت تک تدبیر کرتا ہی کام کی کھولتا ہی نشانیاں شاید تم اپنے رب سے ملنا یقین کرو

اگرچہ مجاہد اور عکرمہ اور ایک روایت میں عبداللہ بن عباس سے بعضی تفسیروں میں اس آیۃ کے معنے یہ بیان کئے گئے ہیں کہ
قاف پہاڑ پر ایک ستون ہی اسپر اس طرح آسمان قائم ہی جس طرح ایک چوبہ ڈیرہ چوب پر قائم ہوتا ہی اور وہ ستون
اہل دنیا کو نظر نہیں آتا اسلئے یہ فرمایا ہی کہ آسمان بغیر ایسے ستون کے بلند کیا جسکو تم دیکھ نہیں سکتے لیکن صحیح معنے آیۃ
کے یہی ہیں کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے کی بات ہی کہ آسمان بلا ستون کے اللہ تعالیٰ نے بلند کیا ہی کیونکہ ستون ہوتا تو آخر
تم کو نظر آتا غرض سورۃ الانبیا کی آیت ویمسک السماء ان تقع علی الارض میں اور سورۃ الفاطر کی آیۃ ان اللہ یمسک السموات
والارض ان تزولا میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کا تھامنا اپنی ذات پاک کی طرف منسوب فرمایا ہے جس سے صاف معلوم
ہوتا ہی کہ بلا کسی روک تھام کے محض اللہ کی قدرت سے آسمان تھما ہوا ہی۔ سورہ اعراف میں گذر چکا ہی کہ آیۃ ثم
استوی علی العرش صفات آلہی کی متشابہ آیتوں میں سے ہی اور صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث

منزل

بھی گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متشابہ آیتوں کی تاویل سے منع فرمایا ہی اسواسطے ثم استوا علی العرش کی تفسیر یہی ہی کہ جس طرح سے اللہ تعالی کا عرش پر ہونا اللہ تعالی کی شان کے مناسب ہے اوسی طرح سے بلا مشابہت دنیا کے بادشاہونکی تخت نشینی کے اللہ تعالی عرش پر ہی جسکی تفصیلی کیفیت اللہ کو ہی معلوم ہی محکم اور متشابہ آیتونکی صحیح تعریف یہ ہی کہ جس آیتہ کا مطلب از خود یا کسی دوسری آیتہ یا حدیث کے ذریعہ سے معلوم ہوسکے وہ آیتہ محکم ہی نہیں تو متشابہ جو علما یہ کہتے ہیں کہ جہانتک ہوسکے متشابہ آیتہ کا مطلب محکم آیتہ یا حدیث کے ذریعہ سے معلوم کیا جاوے انکا مقصود متشابہ کے لفظ سے وہ مبہم آیتہ ہی جسکے مطلب کا معلوم کرنا کسی دوسری محکم آیتہ یا حدیث پر منحصر ہی اور حقیقت میں اس طرح کی آیتین محکم آیتونکی ایک قسم ہے کیونکہ اوپر کی صحیح تعریف کے موافق اصل متشابہ آیتہ کا مطلب کسی دوسری آیتہ یا حدیث سے نہیں معلوم ہوسکتا دوسری آیتہ یا حدیث سے مبہم آیتونکا مطلب معلوم ہوجانے کی مثالین سورۂ آل عمران میں گذر چکی ہیں وسخر الشمس والقمر اس کا مطلب یہ ہی کہ سورج چاند کے طلوع اور غروب کے جو وقت مقرر ہیں وہ اُن وقتون کے تابع ہیں کل یجری سے سورج کی ذاتی گردش ثابت ہوتی ہی جس سے اُن اہل ہیئت کے قول کا ضعف نکلتا ہی جو سورج کی ذاتی گردش کے قائل نہیں ہیں بلکہ سورج کی گردش کو آسمان کی گردش کا تابع بتلاتے ہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض کی حدیث گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہی وہ اللہ تعالی نے سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی معتبر سند سے شعب الایمان بیہقی تفسیر ابن ابی حاتم اور مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ لوح محفوظ مین تمام دنیا کا حال جو لکھا ہوا ہے اوس میں سے ہر شب قدر کو ایک سال کے انتظامات کی نقل فرشتونکو دنیا کا سال بھر کا کام چلانے کے لئے مل جاتی ہی یہ حدیثین یدبر الامر کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہوتا ہی وہ اللہ تعالی کی ازلی تدبیر اور اسکے انتظامات کے موافق ہوتا ہی اس تفسیر سے طبیعات والونکے اس قول کا ضعف نکلتا ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہوتا ہی وہ طبیعتونکا اثر ہی ہوتا ہی اللہ کی قدرت کا اسمین کچھ دخل نہیں ہے علاوہ اسکے طبیعات والونکا یہ قول عقلی طور پر بھی یون ضعیف معلوم ہوتا ہی کہ دنیا مین بہت کام خلاف طبیعت نظر آتے ہیں کیونکہ مثلاً سورج کی طبیعت ہر چیز کا سکھا دینا ہے اب اناج میں تو سورج کا کام طبیعت کے موافق ہے اور اکثر میوہ جات میں طبیعت کے برخلاف سورج سے کام لیا جاتا ہی کہ دہوپ سے مثلاً آم مین رس اور انگور مین گودا پیدا ہوتا ہی جس سے صاف ظاہر ہے کہ طبیعتین ایک صاحب قدرت کے حکم کی تابع ہین ورنہ طبیعتون مین یہ شعور کہان ہی کہ وہ مختلف کام انجام دے سکین آخر کو فرمایا کہ یہ قدرت کی نشانیان انسان کو تفصیل وار اسلئے سمجھائی جاتی ہین کہ وہ ان نشانیونسے قدرت والے کو پہچاننے اور اسکے احکام کو ماننے اور یہ جان لیوے کہ ایک دن ہر انسان کو نیک اور بد کے حساب کے لیے اللہ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے معاذ بن جبل رض کی معتبر روایت ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر شخص کو چار باتون کی جوابدہی کے لئے حضور اللہ تعالی کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا (۱) تمام عمر کس کام مین لگا رہا (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) کیونکر کمایا اور کہان کہان خرچ کیا

منزل ۳

(۲) جو کچھ علم دین سیکھا تو اسپر کیا عمل کیا۔ یہ حدیث اللہ تعالٰی سے ملنے اور اسکے سامنے کھڑے ہونے کی گویا تفسیر ہے۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي
اور وہی ہے جن نے پھیلائی زمین اور رکھے اسمین بوجھ اور ندیاں اور ہر میوے کے رکھے اس میں جوڑے دو دو ڈھانکتا ہے دن
اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ
پر رات اس میں نشانیاں ہیں انکو جو دھیان کرتے ہیں اور زمین میں کئی کھیت ہیں لگتے ہوئے اور باغ
مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا
ہیں انگور کے اور کھیتی اور کھجوریں جڑ ملے اور بن ملے پاتے ہیں ایک پانی اور ہم زیادہ کرتے ہیں ایک کو
عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝
ایک سے میوے میں اس میں نشانیاں ہیں انکو جو بوجھتے ہیں

اس سے اوپر کی آیتہ میں اللہ جل شانہ نے آسمان کا حال بیان فرمایا تھا اس آیتہ میں زمین میں اپنی قدرت کا حال بیان فرمایا کہ اللہ نے زمین کو پھیلا دیا لمبائی اور چوڑائی میں پہاڑوں کے بوجھ رکھدئے اور اس میں جا بجا نہریں اور ندیاں دریا سمندر جاری کئے تاکہ زمین کی پیداوار کو مناسب مناسب موقع پر پانی پہونچتا ہے۔ اور ہر طرح کے پھل میوے الگ الگ رنگ کے علیحدہ ذائقہ کے پیدا ہوں جس میں کوئی سرخ ہے تو کوئی زرد کوئی سیاہ کسی کا مزہ پھیکا ہے کسی کا میٹھا کسی کا کڑوا کسی کا کسیلا پھر رات اور دن آن موجود ہوا یہ سب خدا کی ایسی قدرت ہے کہ جو اس میں غور اور فکر کرتا ہے اوسے خدا کی ہستی کا یقین ہو جاتا ہے پھر فرمایا کہ زمین کو دیکھو ایک ٹکڑا ایک سے ملا ہوا ہے اسپر بھی کوئی ٹکڑا زمین کا شور ہوتا ہے اور کوئی پاکیزہ ہوتا ہے کہیں طرح طرح کے باغ ہوتے ہیں جسمیں انگور کھجوروں کے مختلف قسم کے درخت ہوتے ہیں بعض درخت ایسے ہوتے ہیں جسکی جڑ آپسمیں ملی ہوئی ہوتی ہے اور بعض درخت علیحدہ علیحدہ ہیں کسی زمین میں کھیتی کیجاتی ہے جہاں طرح طرح کے اناج پیدا ہوتے ہیں جسپر انسان کی زندگی کا دار و مدار ہے ان درختوں اور کھیتوں کو ایک پانی سے سرسبز و شاداب کیا جاتا ہے اور یہ ایک ہی زمین میں ہوتے ہیں پھر بھی قسم قسم کے طرح طرح کے پھل پھول میوے ترکاریاں اور اناج ہیں کھانے میں ایک کا مزہ ایک سے بڑھکر ہوتا ہے سب کا ذائقہ جدا جدا ہے کوئی کسی کے مزہ کو نہیں پہونچتا یہ سب اسکی ادنی قدرت ہے اسلئے فرمایا کہ عقل مند آدمی کے واسطے خدا کے پہچاننے کے لئے یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح اب مینہ برسنے سے ہر طرح کی پیداوار تیار ہو جاتی ہے اسی طرح دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسے گا جس سے سب مرے ہوئے آدمیوں کے جسم تیار ہو جاوینگے پھر ان جسموں میں روحیں پھونک دیجاوینگی۔ قرآن شریف میں جگہ جگہ کھیتی کے ذکر کے بعد حشر کا تذکرہ جو آیا ہے یہ حدیث گویا اسکی تعبیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منکرین حشر کے نزدیک حشر ایک دشوار چیز ہے اللہ تعالٰی کے نزدیک تو حشر اور ہر سال کی کھیتی کی

منزل ۳

پیداوار دونوں یکساں ہیں۔

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَإِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور اگر تو اچنبے کی بات چاہئے تو اچنبا ہے انکا کہنا کیا جب ہوگئے ہم مٹی ہم نئے بنیں گے وہی ہیں جو منکر

بِرَبِّهِمْ ۚ وَأُولٰٓئِكَ الْأَغْلٰلُ فِيٓ أَعْنَاقِهِمْ ۚ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ

ہوئے اپنے رب سے اور وہی ہیں کہ طوق ہیں انکی گردنوں میں اور وہ ہیں دوزخ والے وہ اس میں رہا کریں گے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منکرین حشر کا یہ قول کہ مٹی ہو کر پھر کیونکر جئیں گے ضعیف ٹھہرایا اسواسطے فرمایا کہ دنیا بھر میں کسی کو تعجب کی بات سنی ہو تو انکا یہ قول سنے کیونکہ ہر عقلمند جانتا ہے کہ پہلے پہل ہر کام مشکل ہوتا ہے ایک دفعہ جو کام ہو چکا اور اسکا رستہ پڑ گیا پھر دوبارہ اسکا ہو جانا کیا دشوار ہے دنیا کو جب ناپید حالت سے اللہ تعالیٰ نے موجود کر دیا تو اب دوبارہ ناپید کر کے پھر موجود کر دینا اسکو کیا مشکل ہے اور دنیا بھر میں وہ کونسی عقل ہے جس عقل سے اس بات کو دشوار کہا جا سکتا ہے اور دنیا بھر کے عقلوں سے نرالی یہ ایک بات منکرین حشر کہتے ہیں اسلئے دنیا بھر کی باتوں سے بڑھ کر انکی بات تعجب کے قابل ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہ رضی کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبکی آنکھوں کے سامنے جبکہ اللہ نے انسان کو پیدا کر دیا تو منکرین حشر کی یہ نادانی ہے کہ وہ اللہ کے کلام کو جھٹلاتے اور حشر کا انکار کرتے ہیں۔ یہ حدیث ان آیتوں کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی پیدائش کو آنکھوں سے دیکھ کر جو یہ لوگ دوسری دفعہ کی پیدائش کو اللہ کی قدرت سے باہر گنتے ہیں تو یہ انکا اللہ کی شان میں ایک کفر ہے جسکی سزا یہ ہے کہ قیامت کے دن سخت جرم کے مجرموں کی طرح انکے گردنوں میں آگ کے طوق ڈالے جاوینگے تاکہ یہ سر نہ اٹھا سکیں اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ انکو رہنا پڑیگا یہاں مختصر طور پر فقط طوق کا ذکر ہے سورہ غافر میں طوقوں کے ساتھ زنجیروں کا بھی ذکر ہے جن زنجیروں سے ایسے لوگونکو جکڑا جاوے گا۔

منزل ۳

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۗ وَإِنَّ رَبَّكَ

اور شتاب چاہتے ہیں تجھسے برائی کو بھلائی سے اور ہو چکی ہیں ان سے پہلے کہاوتیں اور تیرا رب

لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ○

معاف بھی کرتا ہے لوگونکو انکی گنہگاری پر اور تیرے رب کی مار بھی سخت ہے

بت پرستی کی مذمت اور توحید اور احوال قیامت اس قسم کی آیتیں جب نازل ہوتیں اور آنحضرت قریش کو وہ آیتیں سناتے تو قریش کے لوگ سرکشی سے صاف کہہ دیتے تھے کہ ہم تو تمہاری ایک نہیں سنتے اگر تم سچے نبی ہو تو اللہ کی طرف سے ہمپر عذاب آوے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ رسول سے مخالفت کرنے والوں پر عذاب الٰہی کا نازل ہو جانا کوئی نئی بات نہیں انسے پہلے بہت سی امتیں رسولوں کی مخالفت کے سبب سے غارت ہو چکی ہیں بجائے

فرمانبرداری کے یہ لوگ جو سرکشی کر کے عذاب کی جلدی کرتے ہیں انکو یہ معلوم رہے کہ اللہ تعالی میں رحم اور قہر دونوں صفتیں ہیں اور اب تک اللہ تعالی نے اپنی رحم کی صفت کے تقاضے سے اونکو چھوڑ رکھا ہی جس دن قہر کی صفت کا تقاضا ہو گیا تو پھر پہلے کی اجڑی ہوئی امتوں کی طرح سے انکا کہیں ٹھکانا بھی نہ لگے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی جب تک چاہتا ہی سرکش لوگوں کو مہلت دیتا ہی پھر جب انکی سرکشی کی سزا میں اونہیں پکڑ لیتا ہی تو کسی کا انہیں سے چھٹکارہ نہیں ہو سکتا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی نے ہجرت سے پہلے بارہ تیرہ برس تک اہل مکہ کو مہلت دی جب اس مہلت کے زمانہ میں انہیں کے سرکش لوگ اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے اور مسخراپن کے طور پر عذاب کی جلدی کرتے رہے تو بدر کی لڑائی میں یہ بڑے بڑے سرکش نہایت ذلت سے مارے گئے اور مرتے کے ساتھ ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوئے اور انکے عذاب کا حال لوگوں کو جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے عذاب الہی کے وعدہ کو سچا پایا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایتیں اس باب میں ایک جگہ گزر چکی ہیں۔ مثلات کے معنے وہ عذاب جن کا تذکرہ مثال اور کہاوت کے طور پر باقی رہے اسی واسطے شاہ صاحب نے مثلات کا مرادی ترجمہ کہاوتیں کیا ہی۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ؏ منزل

اور کہتے ہیں منکر کیوں نہ اتری اسپر کوئی نشانی اسکے رب سے تو ڈر سنانیوالا ہے اور ہر قوم کو ہوا ہی راہ بتانیوالا

یہ مشرکوں کا وہی پرانا سوال ہی جسکو بار بار وہ کہہ چکے تھے کہ اگلے رسولوں کو تو بڑی بڑی نشانیاں ملی تھیں حضرت موسیٰ کو عصا اور ید بیضا ملا تھا حضرت صالح کے وقت میں اونٹنی پیدا ہوئی تھی عیسے علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے آپ بھی کوئی نشانی دکھلایئے اس صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے یہ پہاڑ یہاں سے اوکھڑ کر کہیں دور چلا جاوے اور یہاں ایک خوشنما باغ لگ جائے اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم آپکو سچا سمجھیں گے اور ایمان لائیں گے اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تم انکے سوال کے پورا ہونے کی زیادہ خواہش نکرو تمہارے متعلق تو صرف اتنی بات ہی کہ تم ان لوگوں کو نصیحت کر دو کیونکہ رسول تو فقط خدا کے خوف سے لوگوں کو ڈرانے والے ہیں اور حق کا رستہ دکھانا اللہ کے اختیار میں ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی کے علم ازلی کے موافق ہر شخص کا دوزخ یا جنت میں ٹھکانا مقرر ہو چکا ہی اسلئے دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر کوئی اپنے مقررہ ٹھکانے میں جانے کے قابل کام کرتا ہی یہ حدیث انما انت منذر ولکل قوم ہاد کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ آیۃ کے اس ٹکڑے کے مطلب کو اللہ کے رسول نے اس حدیث کے ذریعہ سے امت کے لوگوں کو یوں سمجھا دیا کہ رسولوں کا کام فقط نصیحت کا کر دینا ہی اور اس نصیحت کا اثر اللہ کے علم ازلی کے نتیجہ پر منحصر ہی جو اللہ کے

انتہا میں ہی۔ زوائد مسند امام احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو عہد ہادی فرمایا ہی اس حدیث کی سند معتبر ہے اور مطلب اس حدیث کا یہ ہو کہ علم آلہی میں جو لوگ راہ راست پر آنے کے قابل قرار پاچکے ہیں اس طرح کے بہت سے لوگ حضرت علیؓ کے ذریعہ سے بھی ہدایت پاوین گے کیونکہ حضرت علیؓ کی صحیح روایت جو اوپر گزری اُسکے موافق اس دوسری روایۃ کا صحیح مطلب یہی قرار پاسکتا ہی جو بیان کیا گیا۔

اللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ

اللہ جانتا ہی جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز کی اُس پاس ہے گنتی

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو روایۃ ہی اُس میں اس آیۃ کی تفسیر آنحضرت نے فرمائی ہی کہ عورت کے رحم میں جب نطفہ ٹھہرتا ہے تو ایک چلہ تک اپنی اصلی حالت پر رہتا ہی پھر جما ہوا خون بنجاتا ہی پھر گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر پتلا بنجاتا ہی اور اُس میں روح پھونکی جاتی ہی اور اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ آتا ہی اور عمر رزق جس طرح کے عمل یہ پتلا پیدا ہونے کے بعد کریگا یہ سب کچھ وہ فرشتہ لکھ لیتا ہی مجاہد کا قول ہو کہ مدت حمل سے کم میں بچہ کا پیدا ہو جانا یہ رحم کے گھٹاؤ کی حالت ہی اور مدت حمل میں زیادتی کا ہو جانا یہ رحم کے بڑھاؤ کی حالت ہی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ فرماتے ہیں کہ حمل کے زمانہ میں اگر عورت کو حیض آجاوے تو جتنے دن حیض آویگا اُتنے ہی دن نو مہینے کے اوپر ہو جاوین گے جب بچہ پیدا ہوگا یہی مدت حمل کی زیادتی کی صورت ہی اور نو مہینے کے اندر بچہ کا پیدا ہو جانا یا اسقاط حمل کا ہو جانا یہ رحم کے گھٹاؤ کی صورتین ہیں وکل شئی عندہ بمقدار کی تفسیر میں قتادہ کا قول ہی کہ ہر بچہ کے مدت حمل کی کمی بیشی اُسکی عمر اُسکا رزق اُسکی نیکی بدی علم آلہی کے اندازہ اور گنتی کے موافق ہی۔ عبداللہ بن مسعود کی صحیح حدیث جو اوپر گزری اُس سے قتادہ کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہی کیونکہ اُس حدیث میں بھی علم آلہی کے موافق اِن باتون کے لکھے جانے کا ذکر ہی منکرین حشر کا ذکر اوپر فرما کر اِس آیۃ میں اُنہیں انسان کی پہلی پیدائش کا حال یاد دلایا گیا ہی اور یہ تنبیہ فرمائی گئی ہی کہ انسان کی پہلی پیدائش سے جو کوئی قدرت آلہی کو جان لے دیگا اُسکو پھر حشر کے انکار کا موقع باقی نہیں رہ سکتا۔

منزل ۳

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ

جاننے والا چھپے اور کھلے کا سب سے بڑا اوپر

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اپنے علم کا حال بیان فرمایا ہی کہ لوگ جس چیز کو اپنی آنکھون سے دیکھتے ہیں اُسکو بھی خدا جانتا ہی اور جو چیزین اُنسے غائب ہیں آنکی نظرون کے سامنے نہیں ہین اُنکو بھی خدا جانتا ہی اُسپر ظاہر اور پوشیدہ سب یکسان ہی اُسکا علم ہر شے کو چھوٹی ہو یا بڑی نظر سے غائب ہو یا سامنے سب کو گھیرے ہوئے ہی اور اُسکی ذات ہر ایک شی سے بڑی ہے اور ہر چیز پر غالب ہی۔ اوپر ذکر تھا کہ بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے اُسکی عمر اُسکا رزق اُسکی نیکی بدی یہ سب ناموجود باتین اللہ کا فرشتہ اللہ تعالی کے حکم سے لکھ لیتا ہی اس آیۃ میں اُسکی یہ تفصیل فرمائی کہ ناموجود اور موجود سب چیزین اللہ تعالی کے

علم میں موجود ہیں کوئی چیز اسکے علم سے باہر نہیں ہے اسواسطے بچہ کے پیدا ہونیکے پہلے فرشتہ سے ان تمام چیزوں کا لکھوا دینا اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے آگے کوئی بڑی بات نہیں ہے منکرین حشر یہ جو کہتے تھے کہ مرنیکے بعد آدمی کی خاک ریزہ ریزہ ہو جاویگی پھر وہ خاک کیونکر جمع ہوگی اور اسکا پتلا کیونکر بنیگا آیت کے اس ٹکڑے میں ان لوگونکو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ خاک ریزہ ریزہ ہو کر انسان کے علم سے باہر ہو جاتی ہے مگر اللہ کے علم سے باہر نہیں ہو سکتی اسلیے وقت مقرر پر وہ خاک جمع کیجاویگی اور اسکا پتلا بنے گا سورہ ق میں اسکی تفصیل زیادہ آویگی صحیح بخاری مسلم نسائی اور موطا میں ابوہریرہؓ اور ابوسعید خدریؓ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ ایک گنہگار شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی تھی کہ مرنیکے بعد میری لاش کو جلا کر خاک کر دیا جاوے اور وہ خاک کچھ ہوا میں اڑا دیجاوے اور کچھ دریا میں بہا دیجاوے۔ اس شخص کے مرنے کے بعد اسکی وصیت کے موافق عمل کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے جنگل اور دریا کو اس خاک کے حاضر کرنے کا حکم دیا اور فوراً وہ خاک حاضر ہوگئی اور اللہ کے حکم سے اسکا پتلا بنا اور اس پتلے میں روح پھونکی جا کر اوس سے پوچھا گیا کہ وہ وصیت تو نے کس نیت سے کی تھی اسنے جواب دیا یا اللہ کوئی چیز تیرے علم سے باہر نہیں ہے مینے جو کچھ کیا تھا وہ فقط تیرے خوف سے کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسکا یہ جواب سنکر اسکے قصور کو معاف کر دیا حشر کے دن ریزہ ریزہ خاک کے جمع ہو جانے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ

برابر ہے تم میں جو چپکی بات کہے اور جو کہے پکار کر اور جو چھپ رہا ہے رات میں اور گلیوں میں پھرتا ہے دن کو

آیت کے اس ٹکڑے میں فرمایا کہ لوگ آہستہ آہستہ باتیں کریں کہ کسیکو بھی سنتا ہے خواہ کوئی چلا کر باتیں کرے یا چپکے سے اور جو شخص اندھیری رات میں اپنے گھر کے تہ خانہ میں بیٹھکر بولے یا دن کے وقت روشنی میں سر راہ کھلم کھلا بات کرے سب اسکے نزدیک برابر ہیں غرض اللہ کا علم بہت ہی وسیع ہے کوئی بات کسی قسم کی اوس سے پوشیدہ نہیں مسند امام احمد صحیح بخاری مسلم وغیرہ کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس میں عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں مشرکین مکہ میں کے تین شخصوں نے ایسے چپکے سے کچھ باتیں کعبہ میں کیں کہ میں نے وہ باتیں نہیں سنیں مگر اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں سنکر حم سجدہ کی چند آیتیں نازل فرمائیں معتبر سند کی انسؓ بن مالک کی حدیث مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ بعضے عملوں کی خرابی کا حال نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اون عملوں کو نامہ اعمال سے خارج کرنے کا حکم دے کر فرماوے گا کہ یہ عمل خالص نیت کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے لوگوں کی آہستہ باتیں سننے اور اون کا پوشیدہ حال جاننے کی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ

اسکے پہرے والے ہیں بندے کے آگے سے اور پیچھے سے اسکو بچاتے ہیں اللہ کے حکم سے اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ

جب تک وہ نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے اور جب چاہے اللہ کسی قوم پر برائی پھر وہ نہیں پھرتی اور کوئی نہیں انکو اسکے سوا مددگار

صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ہر شخص کی حفاظت کے لئے رات اور دن کے الگ الگ فرشتے ہر انسان
پر خدا کی طرف سے مقرر ہیں صبح کی نماز کے وقت دن کے فرشتے اور عصر کی نماز کے وقت رات کے فرشتے آنکر چوکی بدلوا دیتے ہیں
معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی کہ حفاظت کے فرشتے اُن سب صدمون اور آفتون
سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں جن صدمون اور آفتون سے اُسکی قسمت میں بچنا لکھا ہی اور جب تقدیری کوئی آفت آنے والی
ہوتی ہی جس سے حفاظت کرنے کا کوئی حکم اللہ کا نہین ہوتا تو ایسے حالت میں فرشتے حفاظت چھوڑ دیتے ہیں تفسیر ابن جریر
میں کنانہ عدوی کی روایۃ سے حضرت عثمان کا سوال اور آنحضرت کا جواب جو مذکور ہے اُسکا حاصل یہ ہی کہ دس فرشتے دن کو اور
دس رات کو ہر انسان پر تعینات ہیں دو نیکی بدی کے لکھنے والے اور دو تمام جسم کی حفاظت کرنے والے اور دو خاص درود
شریف کا ثواب لکھنے والے دونون ہونٹون پر مقرر ہیں اور دو خاص آنکھون کی نگرانی رکھتے ہیں اور ایک مونھ پر تعینات
ہی تاکہ سانپ بچھو یا اور کوئی موذی جانور مونھ میں گھسنے نہ پاوے اور ایک فرشتہ ہر آدمی کی پیشانی پکڑے رہتا ہی جب تک
آدمی انسانیت کے جامہ میں رہتا ہی اُسوقت تک وہ فرشتہ کچھ نہیں کرتا اور جب آدمی انسانیت کے جامہ سے باہر ہو کر
کوئی تکبر کرتا ہی تو وہی فرشتہ اوس تکبر کرنے والے آدمی کی پیشانی پکڑ کر ایک پٹخنی دیتا ہی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ مغرور آدمی
کو ایک نہ ایک ذلت پہونچتی ہی اس حدیث میں یہ بھی ہی کہ نیکی لکھنے والا فرشتہ بدی لکھنے والے پر سردار ہی جب کوئی آدمی
بُرا کام کرتا ہی تو بدی لکھنے والا فرشتہ تین دفعہ نیکی کے فرشتہ سے اوس بدی کے لکھنے کی اجازت چاہتا ہی وہ ہر دفعہ یہی کہتا
ہے ذرا اور ٹھہر جاؤ شاید یہ شخص توبہ و استغفار کرے جب یہ شخص گناہ کرتے ہی توبہ و استغفار کر لیتا ہی تو وہ بدی نہیں
لکھی جاتی حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اس حدیث کو غریب کہا ہی لیکن ابن جریر نے جو سند اس حدیث کی بیان کی ہے
اس سند میں کوئی راوی بالکل متروک نہیں ہی اسلئے صحیحین کی حدیث میں جو مجمل طور پر فرشتون کا ذکر ہے اُس مجمل ذکر
کی صراحت اس حدیث سے کیجاوے تو کچھ حرج نہیں ہے اسی واسطے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن جریر کی اس روایۃ
کو نقل کر کے اُسکی سند پر کچھ اعتراض نہیں کیا صحیح بخاری اور ابوداؤد میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے اور معتبر سند سے مسند امام
احمد اور مستدرک حاکم میں عبد اللہؓ بن عمرو اور انسؓ بن مالک سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ عبادت الٰہی میں مصروف
رہنے والا کوئی شخص جب بیمار ہو جاتا ہی اور بیماری کے سبب سے اُسکی عبادت میں کمی ہو جاتی ہی تو نیکی لکھنے والے فرشتہ کو
اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہی کہ بیماری کے زمانے تک اس بیمار آدمی کی عبادت اُتنی لکھی جاوے جتنی عبادت یہ شخص تندرستی کے
زمانے میں کرتا تھا فرشتونکی تعیناتی کے باب میں ابو ہریرہؓ کی مجمل حدیث جو اوپر گزری ان روایتون سے بھی اُسکی یہ صراحت
ہو سکتی ہی کہ اون فرشتون میں نیکی بدی کے لکھنے والے فرشتے بھی ہیں۔ زیادہ تفصیل ان نیکی بدی کے فرشتون کی
اذا السماء انفطرت میں آویگی۔ اب آگے فرمایا کہ فرشتون سے انسان کی حفاظت کا انتظام انسان کے رزق و صحت
کا انتظام سوا اسکے انسان کے حق میں اللہ کی اور جو نعمتیں ہیں جب تک انسان کوئی ناشکری نکرے تو اللہ تعالےٰ

مقول ۲

اپنی نعمتوں کو نہیں بدلتا اور کسی ناشکری کے سبب سے اللہ تعالی اپنی نعمتوں کو بدلنا چاہئے تو سوا اللہ کے کسی دوسرے کی مدد سے وہ نعمتیں قائم اور بحال نہیں رہ سکتیں۔ اس آیۃ میں بھی منکرین حشر کو یہ تنبیہ ہے کہ یہ لوگ تو اپنی نادانی سے عقبیٰ کی سزا و جزا کے منکر ہیں لیکن انتظام الٰہی میں عقبیٰ کی سزا و جزا کے لئے ہر شخص کے ساتھ اللہ کے دو روز نامچہ نویس لگے رہتے ہیں جو انسان کا ہر قول و فعل رات دن لکھتے ہیں۔

هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۞

وہی ہے جو تم کو دکھاتا ہے بجلی ڈر کو امید کو　اور اٹھاتا ہے　بدلیاں　بھاری

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ ذکر کیا کہ بجلی بھی خدا کے حکم کے تابع ہے وہی جب چاہتا ہے بڑے بڑے ابر کے ٹکڑوں کے ساتھ بجلی کو بھیجدیتا ہے جسکو تم لوگ دیکھتے ہو اور بعضے خوف کرنے لگتے ہیں اور بعضے طمع کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مسافر جو راستہ چلتا ہوا ہوتا ہے رعد کی کڑک اور بجلی کی چمک دیکھکر ڈر جاتا ہے کہ اب رستہ کیونکر طے ہوگا کس طرح منزل پر پہونچیں گے اور جو لوگ اپنے گھروں میں ہوتے ہیں اُنکو ایک گونہ خوشی ہوتی ہے کہ بادل اگر برس گیا تو بڑا فائدہ ہے غلہ خوب پیدا ہوگا رزق میں زیادتی ہو جائے گی غرض اللہ تعالی ہوا کے ذریعہ سے پانی کے بھرے ہوئے بادل پیدا کر دیتا ہے اور جہاں حکم ہوتا ہے وہاں مینہ برستا ہے۔ سورۃ الروم میں آویگا کہ پہلے اللہ کے حکم سے ہوا چلتی ہے جو بادلوں کو ابھارتی اور پھیلاتی ہے اور اُنکو تہ بر تہ کر دیتی ہے پھر اُن بادلوں میں سے مینہ برستا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے زیدؓ بن خالد جہنی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کو مینہ برسا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ تعالی فرماتا ہے جو لوگ صبح اُٹھ کر یہ کہویں گے کہ اللہ نے اپنے فضل سے یہ مینہ برسایا وہ اللہ کی نعمت کی شکر گزاری ادا کریں گے اور جو لوگ یہ کہویں گے کہ تاروں کی گردش کے اثر سے یہ مینہ برسا وہ اللہ کی نعمت کے ناشکر گزار ہیں اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ منکرین حشر کچھ فقط حشر کے باب میں ہی اللہ کی قدرت کے منکر نہیں ہیں بلکہ اللہ کی قدرت کی اور باتوں میں بھی اِنکو شیطان نے بہکا رکھا ہے مثلاً مینہ تو اللہ کی قدرت سے برستا ہے اور یہ لوگ اِسکو تاروں کی گردش کا اثر تبلاتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ تاروں کو اور اُنکی گردش کو آخر کسنے پیدا کیا ہے بغیر اُسکے حکم کے تاروں میں اثر کہاں سے آسکتا ہے۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۞

اور پڑھتے ہیں گرج خوبیاں اُسکی اور سب فرشتے اُسکے ڈر سے اور بھیجتا ہے کڑکے پھر ڈالتا ہے جسپر چاہے اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی

معتبر سند سے سورہ رعد کی تفسیر میں ترمذی نے حضرت عبد اللہؓ بن عباس سے یہ روایۃ بیان کی ہے کہ ایک روز یہود نے آنکر آنحضرت سے چند باتیں پوچھیں اُنمیں رعد اور چمک اور کڑک کو بھی پوچھا آنحضرت نے فرمایا رعد اوس فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں کے چلانے پر مقرر ہے اور کڑک اُس فرشتہ کی آواز ہے جو آواز بادلوں کے ہانکنے کے وقت اوس فرشتہ کے منہہ سے نکلتی ہے اوس فرشتہ کے پاس آگ کا ایک کوڑا ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہے یہ چمک اُسی کی ہے یہ جواب آپ کا نقد

منزل ۳

کے موافق تھا اسواسطے یہود نے آپ کے جواب کی تصدیق کی حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایۃ مسند امام احمد اور نسائی میں
بھی ہے معتبر سند سے طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہے کہ کڑک کے وقت جو شخص اللہ کا ذکر کرے وہ بجلی
کے صدمہ سے امن میں رہتا ہے۔ تفسیر ابن جریر میں حضرت ابوہریرہ سے روایۃ ہے کہ کڑک کے وقت آنحضرت سبحان من یسبح
الرعد بحمدہ پڑھا کرتے تھے اس آیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بجلی عذاب الٰہی ہے جس مکان یا انسان یا جانور کو اللہ تعالیٰ عذاب کے
قابل جانتا ہے تو اسپر اوسی دوزخ کی آگ کے کوڑے میں سے جس سے رعد فرشتہ بادلوں کو ہانکتا ہے ایک شعلہ عذاب کے طور پر
ڈالدیتا ہے حال کے زمانہ میں جو آخری زمانہ ہے گنہ گاری کی کثرت کے سبب سے بجلی کا صدمہ زیادہ ہے چنانچہ معتبر سند سے مسند
امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوسعید خدری سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا آخری زمانہ میں بجلی کا صدمہ بہت ہوگا
یہانتک کہ لوگوں میں چرچہ ہوا کریگا کہ بجلی کے صدمہ سے اس قدر آدمی ہلاک ہوئے معتبر سند سے اسی مسند امام احمد اور مستدرک
حاکم میں حضرت ابوہریرہ سے حدیث قدسی کی روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وبال کے طور پر دن بھر
ابر کا گھر اہنا اور کڑک چمک کا ہونا لوگوں کی نافرمانی کے سبب سے ہے اگر لوگ فرمانبرداری کریں تو رات کو بغیر کڑک چمک کے
چپ چاپ لیا مینہ برسے کہ لوگوں کو کچھ خبر بھی نہ ہو ادب مفرد بخاری ترمذی نسائی اور مستدرک حاکم میں عبداللہ
بن عمر سے روایۃ ہے کہ کڑک کی آواز سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اپنے غصہ اور عذاب سے
ہمیں بچا- اوسط اور کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ سے شان نزول اس آیۃ کی جو بیان کی گئی ہے
اسکا حاصل یہ ہے کہ دو شخص کافر جنمیں ایک کا نام عامر بن طفیل اور دوسرے کا نام اربد بن ربیعۃ تھا آنحضرت کو شہید
کرنے کے ارادہ سے آئے اربد بن ربیعہ نے عامر سے راستہ میں یہ صلاح کی کہ میں تو محمد کو باتوں میں لگاؤنگا اور تو پیچھے
سے تلوار کھینچ کر محمد کا کام تمام کردیجیو جب یہ دونوں آنحضرت کے پاس آئے تو راستہ کے مشورہ کے موافق اربد بن
ربیعہ نے آنحضرت کو باتوں میں لگایا اور کہنے لگا کہ اپنی آدھی نبوت مجھکو دیدو آنحضرت نے فرمایا کہ نبوت اللہ کی ہے وہ
جسکو چاہے دیوے اربد نے یہ جواب دیا کہ معلوم نہیں تمہارا اللہ سونے چاندی کا ہے یا پیتل تانبے کا ہے غرض اربد بن
ربیعہ اور آنحضرت کی تو یہ باتیں ہوتی رہیں عامر نے موقع پاکر تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اسکا ہاتھ خشک ہوگیا اربد نے
جانا عامر نے سستی کرکے ابتک تلوار نہیں کھینچی اسلئے اربد نے اشارہ کے طور پر عامر کی طرف دیکھا آنحضرت نے بھی عامر
کی طرف پھر کر دیکھا جب ان دونوں نے جانا کہ آنحضرت اب ہوشیار ہوگئے تو یہ دونوں آنحضرت کے پاس سے چلدیے
اپنے مقام پر نہیں پہونچنے پائے کہ بجلی گر کر اربد بن ربیعہ کی کھوپری اڑ گئی اور عامر کے ایک پھوڑا نکلا جس سے وہ تڑپ
تڑپ کر مرگیا اربد بن ربیعہ کے بجلی گرنے پر مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی- طبرانی کی سند میں ایک راوی
عبدالعزیز بن عمران ضعیف ہے لیکن یہ شان نزول تفسیر ابن جریر میں بھی ہے جسکی سند میں عبدالعزیز بن عمران نہیں
ہے حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ یہ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں شرک کی باتیں جو کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے

نفضل سے مینہہ برساتا ہی اور یہ لوگ اُسکو تارونکی گردش کا اثر تبلاتے ہیں ایسی باتون پر اللہ سے ڈرکر رعد اور اعد فرشتے اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اللہ بڑا صاحب قدرت ہی وہ جسکو چاہتا ہی اربد بن ربیعہ کی طرح بجلی سے ہلاک کر دیتا ہے اسلئے اللہ کی شان مین اربد بن ربیعہ کی سی باتون سے ہر شخص کو ڈرنا چاہیئے مجاہد کے قول کے موافق محال کے معنے قوت کے ہیں اسی واسطے شاہ صاحب نے محال کا ترجمہ آن کیا ہی۔ کیونکہ اردو میں قوت اور شوکت کی جگہ آن بان کا لفظ بولتے ہیں +

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ

اوسی کا پکارنا سچ ہے اور جنکو پکارتے ہین اُسکے سوائے نہیں پہنچتے آن کے کام پر کچھ مگر جیسے کوئی

كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝

پھیلا رہا ہو دو ہاتھ طرف پانی کے کہ آ پہنچے اُسکے منہ تک اور وہ کبھی نہ پہنچیگا اور جتنی پکار ہے منکرون کی سب گمراہی ہے

اللہ پاک اس آیت میں اون لوگون کی مثال بیان فرماتا ہے جو خدا کے سوا اورون کی عبادت کرتے ہیں فرمایا کہ خدا ہی کو ہر ایک کام میں پکارنا اور اوسی سے ہر ایک مشکل میں مدد کا چاہنا حق ہی اور جو لوگ خدا کو چھوڑ کر اور کسی کو پکارتے ہیں اور مدد چاہتے ہیں اونکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص ہاتھ کو پانی کی طرف بڑھا کر کہے کہ اے پانی تو میرے منہ میں آ جا حالانکہ ایسی حالت مین نہ اُسکے منہ تک پانی آ سکتا ہی نہ اوسکا مطلب حاصل ہو سکتا ہے اسی طرح مشرکین جو خدا کو چھوڑ کر بتون کو پوجتے ہیں اُنکو کوئی فائدہ دنیا یا آخرت میں نہ ہوگا اسی واسطے فرمایا کہ کافرونکی دعا جو یہ خدا کے سوا اورون سے کرتے ہیں بالکل ضائع جاتی ہی اور بالکل گمراہی ہی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے دعوۃ الحق کی تفسیر میں فرمایا ہی کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ کہنا ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کو سب گناہوں سے بڑا گناہ فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہی کہ بہ نسبت اور گناہون کے شرک میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور شیطان کی پیروی زیادہ ہی کیونکہ اور گناہون میں شیطان اپنی پوجا نہیں کراتا شرک میں بتون کے نام سے وہ اپنی پوجا کراتا ہے اور پوجا کرنے والون کو اُسنے یہ دہوکہ دے رکھا ہی کہ اس پوجا سے وہ نیک لوگ ان بت پرستون کی دین و دنیا مین مدد کرین گے جن نیک لوگون کی مورتون کی یہ بت پرست پوجا کرتے ہیں حدیث اور آیت کے ملانے سے آیت کی یہ تفسیر قرار پائی کہ جس طرح کوئی پیاسا آدمی پانی سے دور کھڑا ہو کر اس دہوکے میں رہے کہ خود بخود پانی اُسکے منہ میں آ جاویگا انجام اس دہوکے کا یہی ہوگا کہ پانی خود بخود اُسکے منہ تک نہ آویگا اور وہ پیاسا کا پیاسا ہی رہے گا یہی حال ان بت پرستون کے دہوکے کا ہے کس لئے کہ انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزونکو تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا کہ اون میں کوئی اُسکا شریک نہیں پھر ان مورتون یا مورتونکی اصل صورتون کو یہ اختیار کہان سے مل گیا کہ وہ بغیر مرضی آلہی اون چیزون میں اپنا کچھہ اختیار چلا وین گے اور اون چیزون کے دینے میں

کسی کی کچھ مدد کرین گے۔ مکہ کے قحط کے وقت کیا یہ بت پرست اس بات کی آزمائش نہیں کر چکے کہ انکے بتون سے کچھ نہیں ہو سکا آخر اللہ کے رسول کی دعا سے مینہ برسا۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہی جو کوئی ہے آسمان و زمین مین خوشی سے اور زور سے اور انکی پرچھائیان صبح اور شام

اس آیت مین اللہ تعالی اپنی عظمت کی خبر دیتا ہی کہ زمین و آسمان کے سارے جن انسان فرشتے سب خدا ہی کو سجدہ کرتے ہین یہان تک کہ صبح ہوتے ہی جب آفتاب پورب سے پچھم کو جانے لگتا ہے اور شام کو جب سورج غروب ہونے کو لگتا ہی تو سب چیزون کے سائے خدا کے سجدہ مین گرتے ہین طوعا و کرہا کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا ہی کہ ہر ایمان دار شخص صحت کی حالت مین خوشی خوشی اسکی عبادت کرتا ہی اور بیماری اور تکلیف کے وقت کسی قدر تکلیف برداشت کر کے عبادت کو کھڑا ہوتا ہی بعضے مفسرین نے سجدہ کے معنے فرمانبرداری کے کئے ہین جسکا مطلب یہ ہی کہ ہر ایک امر مین ہر شخص کافر ہو یا مومن خدا ہی کے حکم کا تابع ہے جیسے صحت مرض موت حیات فقیر ہونا تونگر ہونا تو جو لوگ مومن ہین وہ خدا کے حکم کے ہر حال مین بخوشی مطیع ہین اور کفار بھی ان سب باتون مین خدا ہی کے تابع ہین مگر انکا تابع ہونا ناخوشی کے ساتھ ہی کیونکہ انکو چارہ کب ہی کہ خدا کے حکم کی نافرمانی کرین وہ جب چاہتا ہی انکو بیمار ڈالدیتا ہی جب چاہتا ہی تندرست کر دیتا ہی وہی جسکو چاہتا ہی مال و دولت دیتا ہی اور جسکو چاہتا ہی فقیر بنا دیتا ہے بعضے مفسرین نے یہ بیان کیا ہی کہ مومن اور انکے سائے ہر حال مین خدا ہی کو سجدہ کرتے ہین اور کفار خود تو بتون کو سجدہ کرتے ہین مگر انکے سائے خدا کو سجدہ کرتے ہین بعضے مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ اس آیت کو کفار سے کوئی علاقہ نہیں مسلمانون اور منافقون کی شان مین یہ آیت اوتری ہی مومن تو اپنی خوشی سے سجدہ کرتے ہین اور جو منافق ہین وہ تلوار کے خوف سے سجدہ کرتے ہین اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے دونون کو سجدہ کرنا چاہیے یہان سجدہ مسنون ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین اللہ تعالی نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان پرہیزگار بن جاوین تو اس سے اللہ کی بادشاہت مین کچھ بڑھ نہ جاویگا اسی طرح یہ سب اگر اللہ کی عبادت چھوڑ دیوین تو اس سے اسکی بادشاہت مین سے کچھ گھٹ نہ جاویگا اس حدیث کو آیت کی تفسیر مین جو دخل ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ان مشرکون کو خالص عبادت الٰہی کی جو ہدایت کی جاتی ہے وہ ان ہی کی بہتری اور ان ہی کو شیطان کے بہکاوے سے بچانے کے لیے ہے ورنہ اللہ کی شان تو وہ ہی کہ تمام دنیا کے جنات اور انسان ان جیسے ہو جاوین جب بھی اوس کو کچھ پروا نہین۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ

پوچھ کون ہے رب آسمان اور زمین کا کہہ اللہ ہے پھر تم نے پکڑے ہین اللہ کے سوا حمایتی جو مالک نہین

منزل ۳

لِأَنفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَ

اپنے بھلے برے کے — کہہ کوئی برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھتا یا کہین برابر ہے اندھیرا اور

النُّورُ ۗ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

اجالا ٹھیراتے ہیں انھون نے اللہ کے شریک کہ انھون نے کچھ بنایا جیسے بنایا اللہ نے پھر مل گئی پیدائش انکی نظر میں کہہ اللہ ہے بنانیوالا

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ مشرک بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کے سوا کوئی خالق و رازق نہیں پھر ان سے کہو کہ تم خدا کے سوا ایسے معبود کیون ٹھہراتے ہو جنکو خود اپنی جان کے نفع نقصان کا ذرہ برابر اختیار نہیں ہے پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں وہ گویا دل کے اندھے ہیں کہ انکے دلون میں تاریکی ہے اور جو لوگ خالص خدا کے ماننے والے ہیں انکے دلون میں ایمان کی روشنی ہے اسلیے فرمایا کہ بینا اور نابینا یکسان نہیں ہوتا اور نہ روشنی اور تاریکی یکسان ہوتی ہے ان دونون میں بہت بڑا فرق ہے پھر فرمایا کہ مشرکون نے جنکو اپنا معبود ٹھہرالیا کس سند اور کس دلیل سے کیا اون معبودون نے بھی خدا کی طرح مخلوق پیدا کی آسمان زمین بنائے سورج چاند تارے پیدا کیے کہ ان بت پرستون کو بتون کے خالق و رازق ہونے کا شبہ پڑگیا پھر فرمایا ان بت پرستون سے کہہ دیا جاوے کہ ہر شے کا خالق وہی خدا ہے جو تنہا اور اکیلا ہے اور بڑے قہر والا ہے اسکے سامنے کسی کی کچھ نہیں چلتی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے راہ لوگون کو اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے اپنی رحمت سے مہلت دیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو اوس کی پکڑ ایسی زبردست ہے کہ پھر اسکی پکڑ سے چھٹکارا دشوار ہے۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مشرک لوگ اللہ کو خالق رزاق جانکر جو شیطان کے بہکانے سے شرک میں گرفتار ہیں تو یہ انکو معلوم رہے کہ اللہ کی صفت قہاری کی بھی ہے جب وہ اپنی صفت کے موافق پکڑ لے گا تو بالکل ہلاک کردے گا اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ بدر کی لڑائی کے وقت اس صفت قہاری کا ظہور جو کچھ ہوا صحیح بخاری و مسلم کے انس بن مالک کی روایتون کے حوالہ سے اوس کا ذکر گزر چکا ہے +

منزل ۳

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي

اتارا آسمان سے پانی پھر بہے نالے اپنے اپنے موافق پھر اوپر لایا وہ نالا جھاگ پھولا ہوا اور جس چیز کو دھونکتے ہیں

النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ

آگ میں واسطے زیور کے یا اسباب کے اس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی یونہی ٹھیراتا ہے اللہ صحیح اور غلط کو سو وہ جو جھاگ ہے

فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ

سو جاتا ہے سوکھ کر اور وہ جو کام آتا ہے لوگوں کے سو رہتا ہے زمین میں یون بتاتا ہے اللہ کہاوتیں

اللہ پاک نے اس آیۃ میں دو مثالیں بیان کین جس سے حق و ناحق کو سمجھایا فرمایا کہ جیسے ہم آسمان سے مینہ برساتے

ہین تو وہ زمین پر بہ نکلتا ہی اور تالاب ندی نالے اپنی حیثیت کے موافق پانی لے لیتے ہین کوئی زیادہ کوئی کم اسی طرح انسان کے دل میں بھی فرق ہی کسی کا دل زیادہ علم دین حاصل کرنیکی گنجائش رکھتا ہی اور کسی کا دل کم پھر فرمایا کہ اس ندی نالے کے پانی میں جھاگ اوٹھتا ہی یہ ایک مثل ہے اور سونا چاندی وغیرہ گلانے کے وقت بھی جھاگ اوٹھتا ہی اسی طرح حق و ناحق ہی کہ پانی سے جس طرح زمین کو فائدہ پہونچتا ہی اور سونا چاندی کام میں آتے ہین اور ان دونون کا جھاگ سوکھ سوکھا کر جاتا رہتا ہی اسکو قیام نہیں رہتا اسی طرح حق بلاشبہ ہمیشہ قائم رہتی ہے اور ناحق بات کو کوئی قیام نہیں جھاگ کی طرح کبھی وہ ٹھہر نہیں سکتی اور حق بات سے ہمیشہ لوگ فائدہ اوٹھا سکتے ہین ناحق سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا صحیحین مین ابو موسے اشعری سے ایک حدیث ہی جسکا خلاصہ یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علم و ہدایت خدا نے دیکر مجھے بھیجا ہے اسکی مثال ایسی ہی جیسے مینہ کسی پر برسا اور زمین نے اسکو قبول کر لیا اور اس سے سبزہ گھانس وغیرہ اوگے اور بعض زمین ناہموار تھی اسنے پانی کو روک رکھا اوس پانی سے انسان نے فائدہ اوٹھایا اور بعض زمین ایسی تھی نہ پانی کو روکا نہ جانورون نے پیا نہ گھاس اوگا نہ سبزہ یہی مثال اس علم اور ہدایت کی ہی بعضون نے اپنی طاقت اور ذہن کے موافق اسکو سمجھ کر عمل کیا اور بعضون نے دوسرونکو بھی تعلیم دی اور بعضے ایسے ہین جنھون نے اسکی طرف مطلق توجہ نہیں کی اور جو علم ہدایت میں لیکر آیا ہون اسکو قبول نہیں کیا گویا یہ چکنے پتھر کی طرح ہین کہ اسپر پانی ٹھہرتا ہی نہیں آیۃ اور حدیث کی مثالون کے ملانے سے آیۃ کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہے کہ قرآن کی برحق نصیحت کے اثر سے سب ناحق باتین پانی اور سونے چاندی کے جھاگ کی طرح جزیرہ عرب سے اوٹھکر دین حق قائم ہو گیا اور ناہموار زمین کی طرح کے ناہموار لوگ بڑے ٹوٹے میں رہے۔

منزل ۳

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

جنھون نے مانا اپنے رب کا حکم بھلائی ہے اور جنھون نے اسکا کہنا نہ مانا اگر ان پاس ہو جتنا کچھ زمین میں ہی سارا

وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ

اور اسکے برابر ساتھ اسکے سب دیدین اپنی چھڑوائی میں ان لوگونکے لئے ہے برا حساب اور ٹھکانا انکا دوزخ ہے اور بری ہے تیاری

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا کے فرمانبردار اور رسول کے تابعدار ہین انکے واسطے اچھے اچھے انعام ہین حضرت عبد اللہ ابن عباس کہتے ہین الحسنی سے مراد جنت ہے یعنے ان لوگون کے لئے جنت ہے اور جن لوگون نے خدا کو نہیں مانا رسول کی پیروی نہیں کی اگر یہ لوگ ساری دنیا کے برابر دولت تاوان میں دین یا اس سے بھی دو گنا دین جب بھی قبول نہو گا اور عذاب سے نہ چھوٹین گے بلکہ ہر ہر گناہ پر انسے سوال ہو گا اور کوئی شخص بخشا نہیں جائے گا۔ اوپر کی آیۃ مین دو مثالین جو بیان فرمائی تھین یہ آیۃ اون مثالون کا نتیجہ ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے انس رضی بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بڑے بڑے مالدار نافرمانون کو جب دوزخ

مین ڈالا جاویگا تو دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے اُنسے پوچھین گے کہ دنیا کے جس مال و متاع نے تم کو عقبیٰ سے غافل رکھا
آج وہ تم کو مالداری کا عیش و آرام کچھ یاد ہے اس پر یہ لوگ قسمین کھا کر کھوین گے کہ
ایسے عذاب کے آگے ہم کو وہ عیش و آرام کچھ یاد نہیں۔ اس حدیث اور آیت کے
ملانے سے اوپر کی مثالون کا اور اس آیۃ کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہی کہ اصل پانی اور سونے چاندی کی سی پائدار
قرآن کی نصیحت کے پابند تنگدست لوگون کا انجام کیا ہوا اور جن مالدار نافرمان لوگون کا مدار زندگی دنیا کا عیش و آرام اور
جھاگ کی سی ناپائدار اور بڑون کی رسمون کے مقابلہ مین قرآن کی نصیحت کو جھٹلانا رات دن اون کا کام تھا ایسے لوگون
کا انجام کیا ہوا ؂

أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ

بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اترا تجکو تیرے رب سے تحقیق ہے برابر ہو گا اسکے جو اندھا ہی

اس آیۃ مین یہ ارشاد ہی کہ اللہ پاک نے جو کچھ اپنے نبی برحق پر اوتارا ہے اُسپر جو شخص ایمان لاتا ہی اور اُسکی تصدیق کرتا ہے
اور خدا کے سارے امر و نہی کو پورے عقل و انصاف پر سمجھتا ہے اُسکے برابر کبھی وہ شخص نہیں ہو سکتا جو اُسکو جھٹلاتا ہی
اور اُس کی پیروی نہین کرتا۔ مفسرون نے بیان کیا ہے کہ یہ آیۃ حمزہ بن عبد المطلب و ابو جہل
کی شان مین نازل ہوئی ہے حمزہ آپ پر ایمان لائے تھے وہ مومن تھے اور ابو جہل مرتے
وقت تک کافر رہا۔ اللہ پاک نے انہیں دونون کے درمیان مین فرق بیان کیا کہ حمزہؓ راہ حق پر ہین اور ابو جہل گمراہی
مین ہے یہ دونون کبھی برابر نہیں ہو سکتے مگر یہ آیت عام ہی اسلئے اس کا حکم بھی عام ہے ہر ایک مومن اور کافر کے واسطے
اس کا فیصلہ قائم ہے۔ صحیح بخاری مین انسؓ بن مالک سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت
کے دن شہیدونکو جب جنت کے اعلیٰ درجے ملین گے تو وہ خواہش کرینگے کہ اُنکو دوبارہ دنیا مین بھیجا جاوے تاکہ وہ پھر
شہید ہون اور اعلیٰ درجہ پاوین معتبر سند سے طبرانی مین حضرت علیؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت حمزہؓ بن المطلب کو شہیدونکا سردار فرمایا ہی۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ جب اور شہیدونکو وہ درجے ملین گے
جس کا ذکر انسؓ بن مالک کی حدیث مین ہے تو شہیدون کے سردار حضرت حمزہؓ کا مرتبہ قیامت کے دن کیا کچھ ہوگا ابو جہل
کے انجام مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایتین گزر چکی ہین کہ ابو جہل اور اُسکے ساتھیون پر مرتے ہی
عذاب شروع ہو گیا اور اللہ کے رسول نے اِن لوگونکی لاشون پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو
سچ پایا حاصل کلام یہ ہے کہ آیۃ کا حکم اگرچہ عام ہے لیکن حمزہؓ بن عبد المطلب اور ابو جہل کا عقبیٰ کا انجام جو اوپر بیان کیا
گیا اس سے آیۃ کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہے کہ حمزہ بن عبد المطلب اور ابو جہل کی حالت کے دو شخص اللہ تعالیٰ
کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے ابو جہل کی حالت کے لوگون کو عقبیٰ کی بھلائی برائی نظر نہین آتی اس لئے ایسے لوگونکو اندھا فرمایا

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۝

سمجھتے ہیں جنکو عقل ہے وہ جو پورا کرتے ہیں قرار اللہ کا اور نہیں توڑتے قرار

وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۝

اور وہ جو جوڑتے ہیں جسکو اللہ نے فرمایا جوڑنا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں برے حساب کا

اوپر اللہ تعالی نے قرآن شریف کے ذکر میں دو مثالیں بیان فرما کر ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ اگرچہ ہر طرح کی نصیحت قرآن شریف میں ہے لیکن وہ نصیحت ان ہی لوگوں کے دل پر اثر کرتی ہے جنکو اللہ تعالے کے عہد کا خیال ہے کہ شریعت میں جس چیز کے کرنے کا اللہ تعالے نے حکم فرمایا ہے اسکو بجا لانے کا عہد اور جس سے باز رہنے کا ارشاد فرمایا ہے اس سے باز رہنے کے عہد کو وہ لوگ پورا کرتے ہیں اور جس طرح یوم المیثاق میں اللہ تعالے نے توحید پر قائم رہنے کا اور رسولوں کی فرمانبرداری کرنے کا اور کتب آسمانی کے پابندی کرنے کا عہد لیا ہے شریعت کو اس عہد کے یاد دلانے والے ایک چیز جانکر نہ منافقوں کی طرح ان لوگوں کی یہ عادت ہے کہ زبان سے تو شریعت کی پابندی کا اقرار ہے اور دل میں اس اقرار کا کچھ بھی اثر نہیں بلکہ اللہ تعالے کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب کتاب ہونے سے ڈر کر جو کچھ کرتے ہیں اسکا اثر دل و زبان دونوں پر ایک سان ہے اور نہ ان لوگوں کی عادت ریاکاروں کی سی ہے کہ شریعت کا کام دنیا کے دکھاوے کو کریں بلکہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کی خوشنودی اور ثواب آخرت کی نیت سے کرتے ہیں اور کوئی برا کام شامت نفس سے چھوٹا یا بڑا ہو جاوے تو بڑے گناہ کو توبہ و استغفار سے اور چھوٹے گناہ کو آیندہ کی نیکی سے غرض ہر طرح اس برائی کے دھبہ کو مٹا دیتے ہیں کوئی مصیبت آزمائش کے طور پر خدا کی طرف سے آوے تو اسکے جھیلنے میں اور گناہ کی طرف جی للچاوے تو جی کے روکنے میں اور امر الہی کے بجا لانے میں کسی طرح کی تکلیف پیش آوے تو اس تکلیف کی برداشت کرنے میں صابر رہتے ہیں اسی طرح آٹھ نو وصف ایسے لوگوں کے ذکر فرما کر پھر فرمایا کہ اہل جنت یہی لوگ ہیں اور پھر جنت کی نعمتیں ذکر فرمائیں اور ان اہل جنت کی عادتوں کے برخلاف عادت کے جو لوگ دنیا میں ہیں اخیر رکوع تک پھر انکا ذکر فرمایا غرض ان آیتوں میں اچھی اور بری دونوں عادتوں کا ذکر ہے قرآن شریف کی تلاوت اور قرآن شریف کا ترجمہ پڑھتے وقت ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی حالت پر ذرا خیال جما دے کہ اس میں ان عادتوں میں سے کونسی عادتیں ہیں اور کوئی عادت بری ہو تو اسکے چھوڑنے کی کوشش کرے اور اچھی عادت پر قائم رہنے میں مضبوط رہے۔ معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس رض کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے مابعد کے لئے کچھ سامان کر لیوے صحیح بخاری مسلم کے حوالہ سے معاذ بن جبل رض کی حدیث بھی گزر چکی ہے کہ اللہ کا حق ہر ایک بندہ پر توحید کے عہد کو پورا کرنا اور بندہ کا حق اللہ پر ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرنا ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابو ایوب انصاری رض کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کرنے والوں کو جنتی فرمایا ہے اللہ تعالی کے روبرو کھڑے ہونے کے خوف سے جس شخص نے اپنی لاش

کے جلانے اور اوسکی خاک کو ہوا میں اوڑانے اور آدہی کو دریا میں بہا دینے کی وصیت کی تھی اوسکی مغفرت کے باب میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہی آیتوں میں ترتیب وار جن لوگوں کا ذکر ہے یہ مذکور ان لوگوں کے حال کی گویا تفسیر ہیں رشتہ داروں کے ساتھہ حسن سلوک سے پیش آنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں اسی صلہ رحمی کا ترجمہ شاہ صاحب نے جوڑنا کیا ہی جس سے مطلب رشتہ داروں کے ساتھہ میل جول اور حسن سلوک کا ہے۔

وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً وَّ

اور وہ جو ثابت رہے چاہتے توجہ اپنے رب کی اور کھڑی رکھی نماز اور خرچ کیا ہمارے دیئے میں سے چھپے اور کھلے اور

یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عُقْبَی الدَّارِ ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ

کرتے ہیں برائی کے مقابل بھلائی ان لوگوں کو ہے پچھلا گھر باغ ہیں رہنے کے داخل ہونگے ان میں اور جو نیک

وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ۚ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ؕ

اور جو رووں اور اولاد میں اور فرشتے آتے ہیں اون پاس ہر دروازے سے کہتے ہیں سلامتی ہی تمپر بدلے اسکے کہ تم ثابت رہے سو خوب

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جو لوگ برے کاموں سے صرف خدا کی خوشنودی کے واسطے الگ رہے اور جن لوگوں نے پنجگانہ نماز قائم کی اور جو کچھہ خدا نے انکو دیا اوس میں سے حق دار کو بال بچوں رشتہ داروں کو فقرا اور مساکین کو دیا غرضکہ جو موقع خرچ کا خدا نے بتلایا ہے اسکے مطابق کھلم کھلا یا چھپ کر خرچ کیا اور برائی کے عوض بھلائی کرتے رہے اگر کسی نے انکو تکلیف دی یا ستایا تو صبر کرکے چپ ہو رہے اسکے بدلے کے پیچھے نہ پڑے تو آخرت کا گھر انہیں نیک بختوں کے واسطے بنایا گیا ہی مفسرین نے یہ بیان کیا ہی عدن ایک محلہ ہے جنت کا اور بعضوں نے کہا ہی کہ ایک شہر ہے جنت میں غرضکہ یہ خود بھی وہاں جائیں گے اور انکے بال بچے باپ ماں بھی اگر نیک بخت ہیں تو انہیں کے ساتھہ رہیں گے اور فرشتے ہر ہر دروازہ سے آکر انکو سلام کرینگے اور کہیں گے کیا اچھا آخرت کا گھر تمہارے صبر کے بدلے میں ملا ہے معتبر سند سے مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی ایک حدیث ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ سب سے پہلے کون جنت میں داخل ہوگا لوگوں نے کہا خدا اور خدا کا رسول جانتا ہے آپ نے فرمایا فقرا مہاجرین کہ ان میں سے کسی کی کوئی حاجت بھی ہوتی ہی تو مرتے وقت وہ اپنے دل میں لیجاتا ہی اللہ پاک اپنے فرشتوں سے کہے گا تم جاکر اوس بندے سے سلام کہو وہ کہیں گے ہم تیری بہتر مخلوق ہیں آسمان کے رہنے والے ہیں تو ہمکو انکے پاس جاکر سلام کہنے کا حکم فرماتا ہے اللہ پاک فرماتے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے خاص میری عبادت کی ہی اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا انکی کوئی حاجت بھی ہوتی تو وہ پوری نہیں ہوتی تھی مرتے وقت اسکو اپنے دل ہی میں لے کر آئے ہیں اسکے بعد فرشتے انکے پاس جنت میں ہر دروازہ سے جائیں گے اور کہیں گے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار معتبر سند سے تفسیر ابن منذر اور تفسیر ابن مردویہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہیدوں کی قبروں پر جاتے تھے اور یہ

کہتے تھے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار- ایک صبر تو احکام شرع کی تکلیفوں پر آدمی کو کرنا پڑتا ہے جیسے مثلاً روزہ میں بھوک پیاس کی تکلیف پر صبر کرنا یا جاڑے میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی تکلیف پر صبر کرنا- ایک صبر جانی یا مالی مصیبت پر کرنا پڑتا ہے غرض ہر طرح کا صبر اللہ تعالیٰ کی خوشی اور عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے ہونا چاہیئے دنیا کی کسی غرض کا لگاؤ اس میں نہ ہو- صبروا ابتغاء وجہ ربہم کا یہی مطلب ہے- وانفقوا مما رزقناہم کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کے موافق زکوٰۃ کی ہے- اس سے ان علماء کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے- جو یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی ہے اور اسکے وصول کا انتظام مدینہ میں آنے کے بعد شروع ہوا ہے- معتبر سند سے ترمذی اور مسند امام احمد میں ابوذر اور معاذ بن جبل کی روایتیں ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی سے کوئی گناہ ہو جاوے تو اسکو اس گناہ کے کفارہ کے لئے کچھ نیک کام کرنا چاہیئے- مسند امام احمد میں عقبہؓ بن عامر کی معتبر حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر کوئی زیادتی کرے اور وہ درگزر کرے تو اس کا بڑا اجر ہے ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ کی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں سے خود کوئی برائی ہو جاوے تو اسکے کفارہ کے لئے یہ لوگ نیک کام کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا شخص انکے ساتھ برائی سے پیش آوے تو یہ لوگ درگزر سے کام لیتے ہیں-

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ
اور جو لوگ توڑتے ہیں قرار اللہ کا اسکو پکا کر کر اور کاٹتے ہیں جو چیز کہا اللہ نے اسکو جوڑنا اور

يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝
فساد اٹھاتے ہیں ملک میں ایسے لوگ انکو ہے لعنت اور انکو ہے برا گھر

منزل

نیک بختوں کا حال بیان کرکے اب بدبختوں کا انجام بیان کیا کہ جس طرح دنیا میں بدبختوں کی خصلتیں نیک بختوں کے برخلاف ہیں نیک بخت وعدہ وفا کرتے ہیں بدبخت نہیں وفا کرتے قول کرنے کو کر لیتے ہیں مگر پورا کرنا نہیں جانتے- رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں زمین میں کفر و شرک کا اور طرح طرح کا فتنہ و فساد اٹھاتے رہتے ہیں امانت میں خیانت کرتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی انکا ٹھکانا نیک بختوں سے الگ ہوگا جس طرح دنیا میں لوگ انپر لعنت کرتے ہیں وہاں بھی انپر لعنت ہوگی اور دوزخ میں جھونکے جائیں گے- صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے- عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کی صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں یہ بات اور زیادہ ہے کہ جب عہد کرے تو بدعہد ہو جاوے اور جب جھگڑے تو گالی گلوچ کرے- اسی واسطے خدا نے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں اور انکے لئے بہت ہی برا گھر ہے- اصل فتنہ و فساد تو شرک ہے جس کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ ہے لیکن یہ حدیثیں شرک کے سوا اور فتنہ و فساد کی باتوں کی گویا تفسیر ہیں-

اللہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر و فرحوا بالحیوۃ الدنیا وما الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا متاع ۝
اللہ کشادہ کرتا ہی روزی جسکو چاہے اور تنگ اور وہ ریجھے ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے حساب میں مگر برتنا

اوپر کی آیتون مین اللہ تعالی نے نیک خصلت اور بدخصلت لوگونکا ذکر فرمایا اور نیک خصلت لوگون کا ذکر فرمایا اور نیک خصلت لوگون سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی اور اُنسے جنت کا وعدہ فرمایا اور بدخصلت لوگونسے ناخوشنودی ظاہر فرمائی اور دوزخ انکا ٹھکانا فرمایا۔ اسپر یہ خیال دل مین گزر سکتا تھا کہ دنیا مین اکثر ایسے بدخصلت لوگ جنکا ذکر آیتہ مین ہی بڑی آسائش اور خوشحالی سے بسر کرتے ہین اور نیک خصلت لوگ تنگ حال ہین پھر جن لوگون سے اللہ راضی نہیں انکو اللہ تعالی نے آسائش کس مصلحت اور حکمت سے دے رکھی ہی اس خیال کو اللہ تعالی نے دفع فرمادیا کہ دنیا کی فارغ البالی نیک عملی اور بدعملی پر موقوف نہیں ہے نیک عملی اور بدعملی کے موافق جزا اور سزا تو خاص آخرت مین اللہ تعالی نے رکھی ہے دنیا مین بعضی مصلحت اور بعضی حکمت کے موافق اللہ تعالی نے نیکون کو تنگ حال اور بعضے بدون کو خوشحال رکھا ہے اور اس مصلحت اور حکمت کا بھید اللہ کو ہی معلوم ہے لیکن اتنا خلاصہ تمکو بتلا دیا جاتا ہی کہ نہ خود دنیا کو قیام ہے نہ دنیا کی خوشحالی اور تنگ حالی کو قیام ہے اسلئے جن نیک خصلت لوگون کے لئے عقبیٰ مین ہمیشہ کی راحت رکھی گئی ہی انکو اگر دنیا مین چند روزہ کوئی تکلیف ہو تو وہ خیال کرنے کے قابل نہیں ہے اسی طرح کسی بدخصلت کی چند روزہ زندگی اگر اسائش سے گزری تو وہ بھی اس سبب سے کہ ایسے لوگون کے لئے دائمی تنگ حالی اور ذلت عقبیٰ مین رکھی گئی ہے خیال کرنے کے لائق نہیں ہے اور دنیا کی خوشحالی پر اترانا اور خوش ہونا انہی لوگونکا کام ہے جو عقبیٰ کے منکر ہین صحیح سند سے ترمذی مسند امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ مین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بوریئے پر سوئے اور اس بوریئے کے نشان آپکے جسم مبارک پر پڑ گئے ہم لوگون نے عرض کیا کہ حضرت آپ فرمائے تو ہم لوگون مین سے کوئی شخص بچھونا بچھا دیتا آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا لینا ہے مین دنیا کو اتنی ضرورت کی چیز سمجھتا ہون جیسے ایک مسافر ایک پیڑ کی چھاؤن مین تھوڑی دیر ٹھہرا اور اپنے راستہ سے لگا۔ صحیح سند سے صحیح ابن حبان مستدرک حاکم اور ترمذی مین کعبؓ بن عیاض سے روایۃ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت دنیا کی ایک چیز سے خرابی مین پھنسی ہی میری امت کی خرابی مین ڈالنے والی چیز دنیا کا مال و متاع ہے۔ اب آگے فرمایا دنیا کے مال و متاع والے لوگ دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہین اور عقبیٰ سے غافل ہین لیکن عقبیٰ کی ہمیشہ کی زندگی کے آگے دنیا کی چند روزہ زندگی کوئی چیز نہیں ہے موت کے ذبح کئے جانے اور جنتیون و دوزخیون کو ہمیشہ کی زندگی سے آگاہ کردئے جانے کی ابوسعید خدریؓ کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکی ہے جو عقبیٰ کی ہمیشہ کی زندگی کی بابتہ آیتہ کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے

ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ قل ان اللہ یضل من یشاء ویھدی الیہ من اناب ۝ الذین
اور کہتے ہیں منکر کیون نہ اتری اسپر کوئی نشانی اسکے رب سے کہہ اللہ بچلاتا ہی جسکو چاہے اور راہ دیتا ہی اپنی طرف اسکو جو رجوع

اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ

جو یقین لائے اور چین پکڑتے ہیں اُنکے دل اللہ کی یاد سے سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل جو یقین لائے اور کیں وہ

یہ وہی پرانا سوال ہی جو کفار مکہ حضرت سے کیا کرتے تھے کہ تمپر کوئی نشانی ایسی کیوں نہیں اوتری جیسے موسیٰ کو عصا اور ید بیضا ملا تھا اور صالح علیہ السلام کو اونٹنی ملی تھی تم بھی صفا پہاڑ کو سونا بنادو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکے سوال کا یہ جواب ملا کہ اے رسول تم کہدو خدا جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہی اور جو اُسکی طرف رجوع ہوتا ہی اُسے وہ ہدایت کرتا ہی اگر کل نشانیاں تمہاری فرمائش کے موافق بھی آجائیں تو بھی تم ایمان نہیں لاؤگے ہدایت تو وہی شخص پاتا ہے جو خدا کی طرف مائل ہوتا ہے اور جس کا دل اُسکی یاد سے ٹھنڈا ہوتا ہے علم آلہی میں جو لوگ ایسے نہیں قرار پائے وہ کسی معجزہ کو دیکھکر ایمان نہ لاوین گے۔ مفسرین نے ذکر اللہ سے قرآن مجید مراد لیا ہے کیونکہ اکثر جگہ خدا نے اپنے کلام میں ذکر کا لفظ ارشاد کیا ہی اور وہاں قرآن مجید سمجھا جاتا ہے جیسے ہذا ذکر مبارک انزلناہ۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ ایماندار قرآن کو پڑھتے ہیں یا دوسروں کو پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو اُنکے دلکو نہایت اطمینان ہوتا ہے کیونکہ جن باتوں پر آدمی کو پورا یقین ہو جاتا ہی تو اُن باتوں سے اُسکا اطمینان ہو جاتا ہی اسلیئے جن لوگوں کو قرآن کے کلام آلہی ہونیکا یقین نہیں قرآن کی باتوں سے اُنکا اطمینان نہیں ہو سکتا یہاں ایک شبہ ہوتا ہی کہ سورہ انفال کی آیۃ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم میں ہی کہ خدا کے ذکر کے وقت مومنوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور ڈر جاتے ہیں اس آیۃ کی خلاف ہی کیونکہ اس آیۃ میں ہی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت ایمانداروں کے دلمیں اطمینان پیدا ہو جاتا ہی اسلیئے ضرور ہی کہ ان دونوں آیتوں میں فرق معلوم کر لیا جائے سورہ انفال کی آیۃ میں خدا کے عذاب کی یاد اور ذکر مراد ہے اور یہاں اُسکی رحمت اور جنت والنعام کے وعدے مراد ہیں اسلیئے اُس آیۃ میں خوف کا ذکر کیا گیا اور اس آیۃ میں خوشی اور اطمینان کا بیان کیا گیا۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اُنکے لئے خوشی ہی اور اچھی جگہ ہے طوبیٰ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رحمت اور آنکھوں میں ٹھنڈک قتادہ کے نزدیک یہ معنے ہیں کہ آخرت میں اُنکو بہتری ہوگی مگر راجح قول طوبیٰ کی تفسیر میں یہ ہی کہ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد تفسیر ابن ابی حاتم بیہقی وغیرہ میں عتبہ بن عبد سے ایک حدیث ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر پوچھا کہ کیا جنت میں میوے ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جنت میں ایک درخت ہی جس کا نام طوبیٰ ہے اُسکے انگور کے خوشے بڑے بڑے ہیں صحیحین میں حضرت انس رض سے روایۃ ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جسکے سایہ میں سوار سو برس تک بھی چلا جائے تو سایہ ختم نہ ہو ابو ہریرہ سے بھی ایسی ہی ایک حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہی مکہ کے نواح میں جو میدان ہیں اُنمیں درخت نہیں ہیں اسواسطے اہل مکہ کو سایہ دار درختوں کی بڑی قدر ہے اُس بنا پر میوہ کے ذکر کے ساتھ آپ نے طوبیٰ کے سایہ کا ذکر فرمایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی رض کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں یہ

منزل ۳

لکھ لیا ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت مین جانے کے قابل کام کریگا اور کون شخص دوزخ مین جانے کے
قابل اس حدیث کو ان آیتون کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ راہ راست پر آنا اور نہ آنا کچھ معجزون کے
دیکھنے اور نہ دیکھنے پر منحصر نہین ہی بلکہ علم آلہی مین جو لوگ جنت مین جانے کے قابل ٹھہر چکے ہین نیک کامون کی طرف
وہ خود مائل ہوتے ہین اور اللہ تعالی انکو نیک کامون کی توفیق بھی دیتا ہے اور جو لوگ علم آلہی مین دوزخی ٹھہر چکے ہین
نہ انکو کسی معجزہ سے ہدایت ہو سکتی ہے نہ قرآن کی نصیحت سے اور کسی کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا انتظام آلہی کے
برخلاف ہے اس لئے ایسے لوگون کو اللہ تعالی اون کے حال پر چھوڑ دیتا ہے ان اللہ یضل من یشا و یہدی الیہ
من اناب کا یہی مطلب ہے ۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ
اسی طرح تجکو بہیجا ہمنے ایک امت مین کہ ہو چکی ہین اس سے پہلے امتین تا سنادے تو انکو جو حکم بہیجا ہمنے تیری طرف
وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝
اور وہ منکر ہوتے ہین رحمن سے تو کہہ وہی رب میرا ہے کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا اسی پر مینے بہروسا کیا ہے اور اسی

اس آیت مین یہ ارشاد ہے کہ جس طرح ہم نے پہلی امتون مین رسول بہیجے اوسی طرح اس امت کے لئے ہمنے تم کو رسول
بنا کر بہیجا تا کہ جو باتین ہم نے وحی کے ذریعہ سے بہیجی ہین وہ سب تم اِن لوگون کو سنا دو اور اِن سے کہہ دو کہ تم لوگ انکار
کرتے ہو کہ خدا کا نام رحمن نہیں لیکن اسکا نام رحمن ہی اور وہ میرا اور سب کا رب ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہی میرا تو
اسی پر بھروسہ ہی اور سب کا وہی ٹھکانا ہے ایک روز سب کے سب اوسی کی طرف پھر کر جانے والے ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا نام رحمن کہتے تھے تو کفار مکہ آپس مین کہنے لگتے تھے کہ انھون نے خدا کے سوا ایک معبود اور مقرر
کر لیا جس کا نام رحمن رکھ چھوڑا ہے چنانچہ قتادہ کہتے ہین کہ جب جنگ حدیبیہ مین سہل بن عمرو حضرت کے پاس صلح کا
پیغام لے کر آئے اور صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضرت نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پہلے لکھنے کو کہا سہل بن عمرو نے کہا ہم نہیں جانتے
رحمن کیا شے ہے رحمن تو مسیلمہ کذاب کا نام ہی جسنے نبوت کا جھوٹا دعوا کیا ہے اسی وقت یہ آیۃ اتری اسلئے قتادہ اس آیت کو
مدنی کہتے ہین کیونکہ صلح حدیبیہ ہجرت کے بعد ہوئی ہے قتادہ کے قول کے موافق صلح حدیبیہ کے وقت یہ بسم اللہ الرحمن
الرحیم لکھنے نہ لکھنے کا قصہ صحیح بخاری مین بھی مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم کی حدیث مین ہی لیکن اوس مین آیتہ کے
نازل ہونے کا ذکر نہیں ہے بعضے مفسرین کا قول ہی کہ ابو جہل نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اللہ یا رحمن کہتے سنا تو
مشرکون کے پاس جا کر یہ بیان کیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا کا نام لیکر پکارتا ہی اور ایک اور نام بھی لیتا ہی رحمن
اور ہم نہیں جانتے کہ رحمن کیا چیز ہے ہم تو مسیلمہ کذاب کو رحمن سمجھتے ہین اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہ آیۃ بھی اتری
قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن اور حضرت عبد اللہ بن عباس سے ضحاک یہ نقل کرتے ہین کہ یہ آیۃ کفار قریش کی شان مین اتری

کا طرف آیتون منزل ۳ چھوڑکر

ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کہا اسجدوا للرحمن تم خدا کو سجدہ کرو جس کا نام رحمن ہی تو ان لوگون نے کہا کہ یہ رحمن کیا شے ہے تو اللہ جل شانہ نے حکم کیا کہ کہدو رحمن وہی ہے جو رب ہے میرا اور کل جہان کا اور آسکے سوا کوئی معبود نہیں ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم کی صحیح بخاری کی روایۃ میں حدیبیہ کے قصہ کے وقت آیت کے نازل ہونے کا ذکر نہیں ہی تو آیۃ کی شان نزول کا اختلاف یون رفع ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق آیۃ کو مکی قرار دیا جاکر یہ کہا جاوے کہ قریش کو ہجرت سے پہلے رحمن کے اسم الٰہی ہونے کا جس طرح انکار تھا وہی انکار ان لوگون نے حدیبیہ کی صلح کے وقت بھی پیش کیا لیکن اوسوقت کوئی آیۃ نازل نہیں ہوئی۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انجانی کا عذر اللہ تعالے کے نزدیک قابل قبول ہی اسی واسطے اتنے آسمانی کتابین ویکر رسول بھیجے تاکہ کسی کو انجانی کا عذر باقی نرہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۗ

اور اگر کوئی قرآن ہوا ہوتا کہ چلے اس سے پہاڑ یا ٹکڑے ہووے اس سے زمین یا بولین اس سے مردے بلکہ اللہ کے ہاتھ میں ہیں سب کام

اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

سو کیا خاطر جمع نہیں ایمان والونکو اسپر کہ اگر چاہے اللہ راہ پر لاوے سب لوگ اور پہنچتا رہے گا منکرون کو انکے

تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

کئے پر کھرکا یا اتریگا نزدیک انکے گھرسے جب تک پہونچے وعدہ اللہ کا بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ

منزل ۳ ع ۱۰

تفسیر سفیان ثوری اور شعبی اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ بن عباس اور حضرت ابو سعید خدریؓ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہی کہ ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ اور چند مشرکین قریش ایک روز حرم شریف مین بیٹھے تھے اتفاقاً آنحضرت بھی وہان تشریف لائے اور اپنے ان لوگون کو اسلام لانے کی رغبت دلائی اسکے جواب میں ابن امیہ نے آنحضرت سے کہا کہ اگر آپکو ہمارا اسلام منظور ہے تو ہم چند باتین چاہتے ہیں ایک تو یہ کہ مکہ کے چارون طرف پہاڑ جو گھیرے ہوئے ہیں جس سے کھیتی کرنے کو بالکل زمین نہیں ہے اگر تم سچے نبی ہو تو جس طرح حضرت داؤد کے زبور پڑھنے سے پہاڑ چلنے لگتے تھے اوسی طرح تم قرآن پڑھکر ان پہاڑون کو مکہ سے ہٹادو تاکہ ہمین کھیتی کرنے کو زمین نکل آوے دوسرے مکہ میں پانی کی بہت کمی ہے کچھ نہرین اور چشمے ایسے بہادو جس سے پانی کی تکلیف جاتی رہے تیسرے جس طرح حضرت سلیمان کے کہنے میں ہوا تھی اوسی طرح ہوا کو ہمارا تابعدار کرادو تاکہ شام کے ملک سے ہم ضرورت کی چیزینا جلدی سے لے آیا کرین چوتھے جس طرح حضرت عیسےٰ مردون کو جلادیتے تھے اوسی طرح اہل عرب میں کے کسی بڈھے بوڑھے کو جلادو کہ وہ آنکر تمہارے نبی ہونے کی تصدیق کر دیوے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ علم الٰہی میں یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ بعضے ان اہل مکہ میں سے کفر کی حالت میں مرین گے اور بعضے اسلام لادین گے

مگر ابھی نہیں جب اللہ کی طرف کا وقت مقررہ آویگا پھر سمجھے کے طور پر جو باتیں یہ لوگ چاہتے ہیں پھر ایماندار کو یہ اعتقاد دلمین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالی ادن سب باتون کے کر دینے پر قادر ہے لیکن ان باتون کے ہو جانے کے بعد یہ توقع رکھنا کہ یہ سب اسی وقت مسلمان ہو جاوین گے یہ بغیر مرضی اللہ کے ممکن نہیں کیونکہ اللہ کی مرضی تو یہ ہے کہ علم آلہی میں ان مین سے کچھ سرکش قرار پا چکے ہیں ادن سرکشون کے بعضے سرگروہون پر آفت آوے جس سے باقی کے لوگون کو عبرت ہو اتنے میں اللہ کا وقت مقررہ آجائے اور فتح مکہ ہوکر یہ سب مسلمان ہو جاوین اللہ کا وعدہ سچا ہے جس طرح اللہ نے کئی برس پہلے اس آیۃ مین فرمایا تھا کئی برس کے بعد وہی نتیجہ سب کی آنکھون کے سامنے آگیا کہ بدر کی لڑائی میں ان مین کے بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوگئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشون پر کھڑے ہوکر یہ کہا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا پایا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی روایتین اس باب میں اوپر گذر چکی ہیں اسکے بعد یہ ہوا کہ جن بتون کی حمایت میں یہ مکہ کے سرکش اللہ تعالی کی شان میں بے ادبی کے لفظ زبان پر لانے کو مستعد ہو جاتے تھے فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول نے لکڑی مار مار کر ادن بتون کو گرا دیا اور مکہ بھر میں ان بتون کا کوئی حمایتی کھڑا نہ ہوا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ کی روایتین اس باب میں گزر چکی ہین حاصل یہ ہے کہ آیۃ کے آخری ٹکڑے کی یہ حدیثین گویا تفسیر ہیں۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ منزل

اور ٹھٹھا کر چکے ہیں کتنے رسولون سے تجھسے آگے سو ڈھیل دی مینے منکرون کو پھر اونکو پکڑا تو کیسا تھا میرا بدلہ

اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ مشرکین مکہ نے حضرت سے کہا تھا کہ یہان کے پہاڑ اوکھڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور یہان ایک باغ دلکشا بنجائے اور آپ ہمارے کسی مردے کو جلا دین تاکہ ہم اوس سے پوچھین کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ ہے اور ہوا کو ہمارے قبضہ میں کر دین جس طرح سلیمانؑ کے قبضہ میں تھی ہم جہان چاہیں گے چلے جایا کرین گے تو اوس وقت اس سے اوپر کی آیۃ اوتری تھی اور اصل میں یہ سوال انکا دل لگی کے طور پر تھا جس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کا ملال ہوا تھا اس لئے اللہ جل شانہ نے آپکی تسلی کے لئے یہ آیۃ اوتاری کہ تم سے پہلے جو رسول گزرے ہیں اونسے بھی پہلے لوگون نے مسخرا پن کیا تھا اور ہم نے ڈھیل دی آخر اس طرح پکڑا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے تم نے سنا ہوگا کہ آخر کیا نتیجہ ہوا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ پاک ظالمون کو مہلت دیتا ہے کہ وہ خوب عیش و آرام کرتے ہیں پھر جب پکڑ لیتا ہے تو نہیں چھوڑتا اسکی پکڑ بہت سخت ہے اور نہایت دردناک ہے۔ یہ حدیث اور پہلی امتون کی طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہو جانے کے قصے یہ سب گویا اس آیۃ کی تفسیر ہیں۔

أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ

بھلا جو شخص لئے کھڑا ہے ہر کسی کے سر پر جو اسکا کیا اور ٹھہرائے ہیں اللہ کے شریک کہہ انکا نام لو یا اللہ کو جتاتے ہو

بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ

جو وہ نہیں جانتا زمین میں یا کرتے ہو اوپر اوپر باتیں کوئی نہیں پر بھلی سوجھائی ہیں منکرونکو اُنکے فریب اور روکے گئے

السَّبِيلِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝

راہ سے اور جسکو بچلاوے اللہ سو کوئی نہیں اُسکو بتلانے والا

اس آیۃ میں اللہ پاک نے مشرکون کو جتلایا کہ اللہ پاک ہر شخص اور ہر چیز کا نگہبان اور مالک ہی اور ہر شخص کے کام کو دیکھتا ہے اور جانتا ہی اور مشرکین جن بتون کی عبادت کرتے ہین وہ اس صفت کے نہیں اسلئے فرمایا کہ اُنھون نے جو خدا کے سوا اورون کی عبادت اختیار کی ہی اور اُنکو اپنا شفیع سمجھ رکھا ہے تو اُنکے نام بتلائیں کہ وہ کون ہیں اور کیا صفت رکھتے ہیں پتھر ہین مٹی ہین آخر کیا ہیں کیونکہ یہ سب چیزین اور کل مخلوق خدا کے قبضے میں ہین اور اُسکے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اور اگر فی الحقیقت اُنکے معبود کوئی شئی نہیں ہیں فقط انکے خیال ہی خیال ہین تو یہ ایسی بات ہی کہ جس چیز کا زمین و آسمان مین کہیں پتہ نہیں پھر فرمایا کہ ان کافرون نے اپنے مکر اور کفر کی زینت کر رکھی ہے یا انکو شیطان نے گمراہ بنا رکھا ہی یہ راہ راست سے روک دئے گئے ہیں کسی طرح ہدایت نہیں پاسکتے کیونکہ خدا جسکو گمراہ کرتا ہی اُسکا کوئی راہ نما نہیں ہوسکتا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت میں جانے کے قابل کام کریگا اور کون شخص دوزخ میں جانے کے قابل مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو سعید خدریؓ کی یہ معتبر حدیث بھی گزر چکی ہی کہ جب شیطان آسمان سے نکالا جانے لگا تو اسنے بنی آدم کے ہر طرح سے بہکانے کی قسم اللہ تعالیٰ کے روبرو کھائی ہی صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایۃ بھی گزر چکی ہی کہ قوم نوح میں کے کچھ نیک لوگ مر گئے تھے جنکے مرنے کا رنج اُنکے رشتہ دارون اور معتقدون کو بہت تھا شیطان نے موقع پاکر اپنی قسم کے موافق ان لوگونکو یون بہکایا کہ ان مرے ہوئے آدمیون کی مورتین بنائی جاوین تاکہ ان مورتون کے دیکھنے سے اون مرے ہوئے آدمیون کی صورتین تمہاری آنکھون کے سامنے رہین شیطان کے بہکانے سے ان لوگون نے وہ مورتین بنائین اور رفتہ رفتہ اُن مورتون کی پوجا ہو کر دنیا مین بت پرستی پھیل گئی ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ مکہ کے قحط کے وقت اگرچہ مشرکین مکہ کو یہ خوب معلوم ہو گیا کہ اُنکے بت بالکل بے اختیار ہین لیکن شیطان کے بہکانے سے ہر طرح کے بُرے کام ان لوگون کو اچھے نظر آتے ہیں اسلئے یہ لوگ بت پرستی پر اڑے ہوئے ہین اور علم الٰہی میں یہ لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں اسواسطے مجبور کرکے اِنکو راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہی مجبوری کی صورت میں وہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی۔

منزل ۳

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ

انکو مار پڑتی ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی مار تو بہت سخت ہی اور کوئی نہیں انکو اللہ سے بچانے والا احوال جنت کا جو کہ

الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝

ڈر والونکو بہتی ہیں اسکے نیچے نہریں میوہ اسکا ہمیشہ ہے اور سایہ یہ بدلہ ہے انکا جو بچتے رہے اور بدلہ منکروں کا آگ ہی

اللہ جل شانہ اس سے اوپر کی آیتوں میں مشرکین کا حال جب بیان فرما چکا تو اب یہ بات بیان فرمائی کہ ان لوگوں کے لئے دنیا میں اور آخرت میں دونوں جگہ عذاب ہی دنیا کا عذاب تو مثلاً مکہ کا سخت قحط جسکا ذکر صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود کی روایۃ میں تفصیل سے ہے اور آخرت کا عذاب وقت مقررہ پر اس سے بھی مشقت کا ہے اور پھر کوئی اوس سے بچانے والا بھی نہیں اسکے بعد اللہ جل شانہ نے جنت کی مثال بیان کی کہ وہ جنت جسکا وعدہ خدا پر ایمان لانے والوں اور اسکے خوف سے ڈرنے والوں سے کیا گیا ہی اوس میں یہ خوبیاں ہیں کہ جا بجا اس میں نہریں جاری ہیں اور اسکی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں کبھی کم نہیں ہونگی اور سایہ بھی وہاں ہمیشہ رہیگا دنیا میں جس طرح سایہ صبح و شام ہوتا ہے دوپہر کو جلتی دھوپ ہوتی ہی وہاں یہ بات نہیں وہاں تو ہمیشہ ہمیشہ ہر وقت چھاؤں ہی چھاؤں ہی کیونکہ وہاں سورج نہیں ہی صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ سے ایک حدیث ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز میں ایک روز آگے کی طرف ہاتھ بڑہایا بعد نماز کے صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ بڑھا کر کسی شئی کو لینا چاہا پھر رک گئے آپ نے فرمایا مجھے بہشت دکھائی گئی تھی میں نے اسمیں سے ایک خوشہ انگور کا لینا چاہا تھا اگر وہ خوشہ لے لیتا تو جبتک دنیا باقی رہتی وہ انگور تم کھایا کرتے وہ خوشہ کبھی گھٹتا نہیں مسلم میں جابر سے بھی اسی قسم کی ایک حدیث ہی۔ یہ حدیثیں اکلہا دائم کی گویا تفسیریں ہیں اور جنت کے سایہ کی تفسیر میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری اور انس بن مالک کی حدیثیں گزر چکی ہیں کہ جنت کے ایک درخت کا سایہ گھوڑے کا سوار بھی سو برس میں طے نہ کر سکیگا جنت کی نہروں کی تفسیر سورہ محمد میں تفصیل سے آویگی۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم دوزخ کا عذاب ابوطالب پر ہوگا کہ ابوطالب کے پیروں میں آگ کی جوتیاں پہنا دی جاوینگی جس سے ابوطالب کا بھیجا پگھل کر نکل پڑیگا۔ اس حدیث سے دوزخ کے عذاب کی سختی کا حال اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہی۔ شروع آیۃ میں دوزخ کے عذاب اور جنت کی نعمتوں کا ذکر فرما کر پھر آخر آیۃ میں بطور نتیجہ کے فرمایا ہے کہ ان میں ایک ٹھکانہ خدا سے ڈرنے والوں کا ہے اور ایک عقبیٰ کے منکر لوگوں کا۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ

اور جنکو ہمنے دی ہے کتاب خوش ہوتے ہیں اس سے جو اترا تیری طرف اور بعضی فرقے نہیں مانتے اسکی بعضی بات کہہ مجکو یہی

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ

حکم ہوا کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں اسکے ساتھ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا اور اسی طرح اتارا ہمنے

منزل ۳

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ○

اور اگر تو چلے اُنکے شوق پر بعد اِس علم کے جو تجکو پہنچا کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی اور نہ بچانے والا

ع ۵

اِس آیۃ کی تفسیر میں سلف کے دو قول ہیں ایک تو یہ ہے کہ جن لوگون کو کتاب دی گئی اِس کا یہ مطلب ہی کہ کتاب قرآن ہی اور وہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں یہ لوگ اون باتون سے بہت خوش ہوتے ہیں جو حضرت پر اوتاری گئی ہیں کہ خالص خدا کی عبادت کی جائے اور کسی کو اُسکا شریک نہ ٹھرایا جائے اور احزاب سے یہود و نصاری مراد ہیں جو قرآن کا پورا انکار نہیں کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں بعضی بعضی باتیں ایسی بھی ہیں جسکے یہود و نصاری بھی قائل ہیں جیسے خدا کی ہستی اور اُسکی قدرت اور انبیا علیہم السلام کے قصے جسکو یہ لوگ مانتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ بعض فرقے قرآن کی بعض باتون کو نہیں مانتے انکار کرتے ہیں قتادہ اِسی قول کے قائل ہیں۔ دوسرا قول یہ ہی کہ وہ لوگ جنکو کتاب دیگئی وہ یہود و نصاری میں کے وہ لوگ ہیں جو حضرت پر ایمان لاچکے ہیں وہ قرآن کے اوترنے سے بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ توراۃ و انجیل میں قرآن کی پیشین گوئی پڑھ چکے تھے اور احزاب سے باقی اہل کتاب مراد ہیں جو حضرت پر ایمان نہیں لائے اِس دوسرے قول میں کتاب کا مطلب توراۃ اور انجیل ہے بعض مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ شروع شروع قرآن پاک میں رحمٰن کا لفظ بہت کم اترتا تھا پھر جب عبداللہ بن سلام اور اُنکے ساتھی جو ایمان لائے تھے وہ اپنے دل میں اِس بات سے کسی قدر فکر مند ہوئے کہ قرآن میں رحمٰن کا ذکر کیون کم ہے توریت میں تو اکثر جگہ ہے اسپر اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی اکثر جگہ رحمٰن کا لفظ بیان فرمایا تو یہ لوگ بہت خوش ہوئے اور یہ آیۃ خدا نے اوتاری کہ جو لوگ اہل کتاب ہیں تمپر قرآن کے نازل ہونے سے بہت خوش ہوتے ہیں اور بعضے فرقے قرآن کی بعض باتون کا بالکل انکار کرتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کہ حدیبیہ کا صلح نامہ لکھنے کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو رحمٰن کو نہیں جانتے کیا شے ہے رحمٰن تو مسیلمہ کذاب کا نام ہی پھر اِن باتون کے بیان کرنے کے بعد جس میں خدا کی پہچان بیان کی گئی ہے فرمایا کہ اے رسول تم لوگون سے کہدو ہمکو تو یہ حکم ہوا ہی کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کرین اوس میں کسی کو شریک نکرین کیونکہ جو نبی ہم سے پہلے آئے اون سب کا یہی دین و ایمان رہا ہے اسواسطے ہم بھی لوگو نکو اوسی خدائے واحد کی طرف بلاتے ہیں آخرت میں اوسی کی طرف پھر کر ہمین جانا ہے پھر فرمایا کہ جس طرح پہلے رسولون پر جتنے کتابیں اونہیں کی زبان میں اوتاری ہیں اوسی طرح یہ قرآن بھی اے رسول ہم تمپر عربی زبان مین اوتارتے ہین جو تمہاری اور تمہاری قوم کی زبان ہے تاکہ اِسکے سمجھنے اور سمجھانے میں دقت نہ ہو اور یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں شرع کے کل احکام بیان کردئے گئے ہیں اور اِس شرع میں بعضے احکام پہلی کتابون کے موافق نہیں ہیں اگر تم اِنکی خواہش کروگے کہ ہم آنکی شرع کی تابعداری کرین تو اچھا نہ ہوگا اللہ نے ساری باتین تمہیں بتادی ہیں اِسکے بعد اُنکی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوگی جس سے کوئی بچانے والا اور مددگار نہیں ہے۔ بعض مفسرین نے ولئن اتبعت اہواءہم کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہی کہ مشرکین مکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترغیب دیتے تھے کہ تم اپنے بزرگون

منزل ۳

قدیم ملت پر آجاؤ اُس پر اللہ پاک نے فرمایا کہ اگر تم اُنکی خواہش کی پیروی کروگے تو اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوگی۔ ان آیتون میں
بما انزل الیک فرما کر قرآن شریف کا ذکر جدا فرما دیا گیا ہو کہ کتاب کا لفظ جو بما انزل الیک سے پہلے ہے اُسکے معنے توراۃ اور انجیل
کے لیے جاوین اس صورت مین حاصل مطلب پہلی آیۃ کا یہ ٹھہرے گا کہ یہود مین سے عبد اللہ بن سلام اور اُنکے ساتھی اور نصاریٰ
مین سے مثلاً چالیس آدمی نجران کے جو قرآن کو وہی قرآن جانتے ہین جسکی پشین گوئی توراۃ اور انجیل مین اُنھون نے پڑھی ہی
وہ قرآن کی تمام آیتون کے نازل ہونے سے اسی طرح خوش ہوتے ہین جس طرح مکہ والون مین سے اہل اسلام قرآن کی نئی آیتون
کے نازل ہونے سے خوش ہین اور باقی کے اہل کتاب نبی آخر الزمان کی اوصاف کی قرآن کی آیتون کے اور اور خلاف مرضی آیتون
کے منکر ہین۔ اس تفسیر کی بنا پر حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول کے موافق ان آیتون کو مدنی کہنا پڑیگا کیونکہ عبد اللہ بن
سلامؓ نجرانی نصرانیون کا اسلام ہجرت کے بعد ہے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان مین جابرؓ بن عبد اللہ اور
عبد اللہ بن عباسؓ سے جو روایتیں ہین اُنکا حاصل یہ ہے کہ عمرؓ نے توراۃ کی بعض باتین سنکر اون باتون کے لکھنے
کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہی تھی آپ حضرت عمرؓ کی یہ بات سنکر خفا ہوئے اور یہ فرمایا کہ آج حضرت موسیٰ
علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی اس آخری شریعت کی پیروی کرتے اس حدیث کو آخری آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا
حاصل یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ کی مصلحت کے موافق ایک شریعت قرار دی ہے اور اُس مصلحت کی پابندی یہان تک
ضروری ہی کہ اس آخری زمانہ مین پہلا کوئی نبی زندہ ہوتا تو اس آخری شریعت کی پیروی اُس پر لازم ہوتی اسی لئے آخری
آیۃ مین اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر امت کے لوگون کو سنایا ہی کہ جو کوئی اس آخری شریعت کو چھوڑ کر کسی اور
طریقہ پر چلیگا تو اللہ تعالیٰ کی اُس پر ایسی خفگی ہوگی جس سے اُسکو کوئی بچا نہ سکے گا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ
اور بھیجے ہین ہم نے کتنے رسول تجھ سے آگے اور دی تھین اُنکو جورو ین اور لڑکے اور نہ تھا کسی رسول کو کہ لے آوے کوئی نشانی

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ
مگر اللہ کے اذن سے

مشرکین مکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت یہ کہا کرتے تھے کہ یہ کیسے رسول ہین جنکے بیویان بھی ہین اور بچے بھی ہین اور یہ
بھی کہتے تھے کہ اگر یہ خدا کی طرف سے رسول ہوتے تو جو معجزہ ہم اُنسے طلب کرتے ہین وہ فوراً کر دکھاتے انہیں دونون باتون
کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ مین دیا کہ جتنے رسول ہوئے ہین وہ سب کے سب بشر تھے کوئی فرشتہ نہ تھا اور نہیں کی طرح
یہ رسول بھی بشر ہین کھاتے بھی ہین پیتے بھی ہین چلتے پھرتے بھی ہین بیویان بچے بھی انکے ہین جیسے پہلے رسولون کے تھے
چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویان اور سات سو کنیزین تھیں اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی سو
بیویان تھین پھر انکے بھی اگر بیویان اور بچے ہین تو کیا نقصان ہے کچھ یہ رسالت کے خلاف نہیں ہے معتبر سند سے

منزل ۳

تفسیر ابن ابی حاتم میں سعد بن ہشامؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس جاکر کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں نکاح نکروں فرمایا تو ایسا نکر کیا تو نے خدا کا یہ کلام نہیں سنا ہے۔ اسکے بعد حضرت عائشہؓ نے یہی آیتہ پڑھی معتبر سند سے دوسری حدیث ترمذی ابن ماجہ اور طبرانی وغیرہ نے سمرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرد رہنے سے منع فرمایا ہی اور اکثر حدیثوں میں نکاح کرنیکی ترغیب دلائی گئی ہے اور مجرد رہنے سے منع کیا گیا ہے۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں معتبر سند سے ابوایوبؓ سے ایک حدیث ہی جس میں یہ ہی کہ نکاح سب پیغمبروں کی سنت ہے صحیحین میں حضرت انسؓ کی حدیث ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں سوتا بھی ہوں اور اوٹھکر نماز بھی پڑھتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں جنے میری سنت سے منہ پھیرا وہ میری سنت کا پابند نہیں ہی۔ پھر اللہ جل شانہ نے مشرکین مکہ کی دوسری بات کا یہ جواب دیا کہ رسول کے بس کا یہ کام نہیں ہے کہ تمہاری ہر فرمائش کے مطابق معجزہ دکھادے یہ تو خدا ہی کا کام ہے جب وہ چاہتا ہے کوئی معجزہ ظاہر کرتا ہے جب نہیں چاہتا نہیں ظاہر کرتا رسول کچھ خود مختار نہیں ہیں کہ جو چاہیں کر گزریں جتنے رسول ہوئے ہیں سب خدا کے حکم کے تابع رہے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے جب جیسا مناسب سمجھا معجزہ ظاہر کرایا تمہارے ایمان لانے کو تو ایک شق القمر کا معجزہ بھی کافی تھا۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی فرمانبرداری اور جنت میں جانے کے کام کرینگے اور کتنے آدمی نافرمانی اور دوزخ میں جانے کے کام کریں گے اور اسکے موافق ہر ایک شخص کا جنت اور دوزخ میں ٹھکانا بھی ٹھہر چکا ہے اس حدیث کو آیتہ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ لوح محفوظ میں جہاں ان نافرمان لوگوں کے اور نافرمانی کے کام لکھے گئے ہیں وہاں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ان نافرمان لوگوں کی معجزہ کی خواہش کچھ راہ راست پر آنے کی نیت سے نہ ہوگی بلکہ مسخرا پن کے طور پر ہوگی اسلئے معجزہ کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت پر منحصر رکھا ہی ایسے نافرمان لوگوں کی خواہش پر نہیں رکھا کیونکہ یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں کوئی معجزہ کچھ مفید نہ ہوگا۔

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ○ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ○

ہر وعدہ لکھا ہوا مٹاتا ہے اللہ جو چاہے اور رکھتا ہی اسی پاس اصل کتاب

جب قریش نے آنحضرتؐ سے وہ معجزات چاہے جنکا ذکر اوپر کی آیتوں میں گزرا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیتہ کا اوپر کا ٹکڑا نازل فرمایا جسکا حاصل یہ ہی کہ کسی معجزہ کا ظاہر کردینا رسولوں کا کام نہیں ہے مصلحت وقت کے موافق اللہ کی درگاہ میں ہر کام کے لئے وقت مقرر ہوکر لکھا جاچکا جب تک وہ وقت مقررہ پہونچ نہ جاوے اور اللہ کا حکم نہ ہو کوئی کام نہیں ہوسکتا یہ سنکر قریش نے آپس میں چرچا کیا کہ محمدؐ ہر وقت عذاب الٰہی سے جو ڈراتے تھے اب معلوم ہوگیا کہ

منزل ۳

انکے اختیار مین کچھ نہیں ہی ہر کام کا لکھا ہوا وقت جب تک نہ آوے کچھ نہیں ہو سکتا اسی طرح جب ایک آیۃ آکر پھر وہ منسوخ ہو جاتی اور اوسی کی جگہ دوسرا حکم آجاتا تو قریش یہ بھی چرچا کرتے تھے کہ قرآن اللہ کی طرف سے ہوتا تو یہ گھڑی گھڑی کا رد و بدل اس مین نہ ہوتا معلوم ہوتا ہے کہ محمد اپنی طرف سے ایک بات کہدیتے ہیں پھر جب جی چاہتا ہی تو اسکی جگہ دوسری بات کہدیتے ہیں انکے ان چرچون کے جواب مین اللہ تعالیٰ نے یہ ٹکڑا آیۃ کا نازل فرمایا حاصل معنے اسکے یہ ہین کہ رمضان مین ہر شب قدر کو سال بھر تک جو کچھ ہونے والا ہے اسکا حساب و کتاب لوح محفوظ سے نقل کرا کے اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دیتا ہی اوسی کے موافق سال بھر تک ملائکہ عمل کرتے ہیں یہ ایک سال کا دنیا بھر کا حساب ہی اور جس مدت تک دنیا چلے گی وہ دنیا کی عمر تک کا حساب ہے وہ لوح محفوظ مین لکھا ہوا ہی اور چار مہینے کا حمل ہو جانے کے بعد ماں کے پیٹ کے بچے کا حساب جو رزق عمر نیک و بد ہونے کا لکھا جاتا ہی اور پھر بچہ مین روح پھونکی جاتی ہی جس کی روایۃ صحیحین مین حضرت عبد اللہ ؓ بن مسعود سے ہے یہ ہر ایک انسان کا عمر بھر کا حساب ہی سال بھر کے حساب کا پرچہ ملنے سے پہلے ملائکہ کو ہر ایک انسان کا عمر بھر کا حساب تفصیل سے نہیں معلوم ہوتا مثلاً خلفاء اربعہ کی والدہ کی حمل کی مدت چار مہینے کے ہو جانے کے بعد پتلے مین روح پھونکنے سے پہلے ملائکہ کو یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ چارون شخص اپنی عمر کا کچھ حصہ شرک مین بسر کر کے پھر مسلمان ہونگے اور ایسی حالت مین وفات پائین گے کہ نبی کے بعد انکا ہی درجہ ہی لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ عمر بھر کے کونسے سال مین یہ ایمان لاوین گے سالانہ حساب کا پرچہ ملنے کے بعد ہر ایک بات کی سالانہ تفصیل دنیا مین ظاہر ہونے سے پہلے ملائکہ کو معلوم ہو جاتی ہی۔ اسی طرح سالانہ پرچہ ملنے سے پہلے جو کچھ لوح محفوظ مین لکھا وہ سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا اب رہی یہ بات کہ رد و بدل لوح محفوظ کے حساب اور عمر بھر کے حساب اور سالانہ حساب سب مین ہو سکتا ہے یا نہیں حضرت عمر اور عبد اللہ بن مسعود اور متقدمین کا یہ مذہب ہی کہ ہان اللہ کی قدرت مین سب کچھ ہی وہ ان تینون حسابون مین سے جس حساب کی جس بات کو چاہے بدل سکتا ہے ترمذی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ مین چند صحابہ سے معتبر روایتین ہین جنکا حاصل یہ ہی کہ سوا دعا کے تقدیر کسی چیز سے نہیں بدل سکتی اور سوا نیکی کے عمر کسی چیز سے نہیں بڑھ سکتی اور گناہ کے سبب سے گنہگار شخص کا وہ رزق گھٹ جاتا ہی جو اسکے مقسوم مین ہے ان حدیثون سے حضرت عمر اور عبد اللہ بن مسعود کے مذہب کی پوری تائید ہوتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیۃ سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو دھمکایا کہ اگرچہ اللہ کی بارگاہ مین ہر کام کا وقت ہے مگر جس نے وہ وقت ٹھہرایا ہو وہی اس وقت کے بدل ڈالنے اور وقت سے پہلے تم کو ہلاک کر دینے پر قادر ہی اسلیے مصلحت وقت کے موافق جس طرح وہ احکام شریعت کو بدلتا رہتا ہی اگر اسی طرح کسی مصلحت سے وقت مقررہ عذاب کو منسوخ فرما کر دوسرا وقت وہ باری تعالیٰ ٹھہرا دے تو تمہارا کیا بس چلسکتا ہی اسواسطے سرکشی چھوڑ دو اور اسکے عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہو۔

منزل ۳

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝

اور یا کبھی دکھا دیں ہم تجکو کوئی وعدہ جو دیتے ہیں انکو یا تجکو بھر لیویں سو تیرا ذمہ پہنچا نا ہے اور ہمارا ذمہ حساب لینا

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین گھٹاتے اسکو کنارونسے اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اسکا حکم

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ کفار کے لئے ہمنے جو وعدہ کیا ہے کہ انکے واسطے دنیا میں بھی عذاب ہے اور آخرت میں بھی ہم چاہیں تو کچھ عذاب تمہارے جیتے حیات میں انپر نازل کردیں یا تمہیں اپنے پاس بلالیں یہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر تمہارا کام صرف پیغام الٰہی کا پہونچانا ہے کوئی ایمان لائے یا نہ لائے تم سے اس بارہ میں کچھ سوال نہ ہوگا تم اپنا کام کئے جاؤ باقی رہی جزا سزا وہ اللہ کے اختیار میں ہے ہم اچھی طرح انکا حساب کتاب کرکے فیصلہ کردیں گے پھر اسکے بعد آنحضرت کی تسکین خاطر کے لئے فرمایا کہ اس وعدہ کی یہ علامت ظاہر بھی ہورہی ہے کہ ملک انکے ہاتھوں سے رفتہ رفتہ نکلے جارہے ہیں اور مسلمان اسپر قابض ہوتے جاتے ہیں حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس وغیرہ کا یہی قول ہے اسکے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ خدا کے حکم کا کوئی پھیرنے والا نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اسکے حکم سے اسلام کا اقبال عروج پر ہوگا اور کفر کو ادبار نصیب ہوگا یہ حکم ہوکے رہے گا کسی طرح بدل نہیں سکتا سورہ القمر میں جب یہ مکی آیۃ سیھزم الجمع ویولون الدبر نازل ہوئی جس کا مطلب ہے کہ ان مشرکین مکہ کی جماعت اور گروہ کو قریب ہے کہ شکست ہوجاوے اور یہ لوگ بھاگ جاویں تو حضرت عمرؓ کو شبہ تھا کہ یہ کن لوگوں کی شکست کا ذکر ہے لیکن جب بدر کی لڑائی کے حملہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیۃ پڑھی اسوقت حضرت عمرؓ کہتے ہیں مجھکو یہ معلوم ہوا کہ اس مکی آیۃ میں مشرکین مکہ کی شکست کا وعدہ تھا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے پورا کیا۔ صحیح بخاری نسائی طبرانی اور بیہقی کی الاسماء وصفات میں حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس سے اور طبرانی تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں انمیں یہ قصہ تفصیل سے ہے معتبر سند سے مسند امام احمد اور نسائی میں براء بن عازب سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ احزاب کی لڑائی کے وقت مدینہ کے گرد جب خندق کھودی جاتی تھی تو اس میں ایک کھنگر سخت نکل آیا جسکو پھاوڑے کی تین ضربوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود توڑا اور پھاوڑے کی پہلی ضرب پر ملک شام اور دوسری ضرب پر ملک فارس اور تیسری ضرب پر ملک یمن فتح ہوجانیکی خوشخبری دی جسکا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کے زمانہ میں ہوا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتوں میں دو طرح پر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پیشین گوئی کے طور پر جو ذکر تھا ان روایتوں سے اس ظہور کی تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے اور اس سچی پیشین گوئی سے قرآن شریف کا کلام الٰہی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا رسول ہونا اچھی طرح ثابت ہوسکتا ہے ؎

وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

شتاب لیتا ہے حساب

اس آیۃ کے اوپر کے ٹکڑے میں زمین کے گھٹانے کا جو ذکر ہے اگرچہ بعضے مفسرین نے اس کا مطلب وہ بھی بیان کیا ہو مگر صحیح مطلب یہی ہے جو شاہ صاحب نے اپنے اردو فائدہ میں بیان کیا ہو کہ کفر دن بدن زمین پر گھٹتا جاتا ہو اور اسلام ظہور پکڑتا جاتا ہو اس مطلب پر بعضے مفسرین نے یہ جو اعتراض کیا ہو کہ جب اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہو تو ہجرت سے پہلے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اسوقت تک کفر کونسی بستیوں میں گھٹتا تھا کہ جن بستیوں کے حال پر اس آیۃ کے مطلب کو صادق کیا جائے اگرچہ بعضے مفسرین نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے اس آیۃ کو مدنی کہا ہو ہے لیکن صحیح جواب اس اعتراض کا وہی ہو جو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے اپنے فارسی فائدہ میں دیا ہو کہ ابوذر غفاری کا قبیلا اور اور چار قبیلے ہجرت سے پہلے اطراف مکہ میں اسلام قبول کر چکے تھے جنکا تفصیلی ذکر صحیح بخاری اور اور حدیث کی کتابوں میں ہو ان قبائل کے حال سے ہی اللہ تعالی نے قریش کو اس آیۃ میں قائل کیا ہو کہ قریش دیکھتے نہیں کہ اطراف مکہ کے لوگ اسلام قبول کرتے جاتے ہیں اور انکی بستیوں میں کفر گھٹتا جاتا ہے لیکن اہل مکہ نے اللہ کے گھر میں وہی قدیمی کفر پھیلا رکھا ہو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک دن سب نیک و بد کا اللہ تعالی کے روبرو حساب ہونے والا ہے۔ صحیح مسلم میں ابوذرؓ کی بڑی حدیث ہو جس میں ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہ نصیحت کی تھی کہ اپنی قوم کو بھی اسلام لانیکی رغبت دلانا اسلئے مکہ سے اسلام لانیکے بعد جب میں اپنی قوم میں آیا اور میں نے انکو اسلام کی رغبت دلائی تو آدھی قوم ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئی اور آدھی ہجرت کے بعد۔ اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہو کہ ابوذر غفاری کے قبیلہ بنی غفار میں اور اس قبیلہ کے پڑوسی قبائل مزینہ جہینہ اور اشجع میں عرب کے اور قبائل سے پہلے اسلام کیونکر پھیلا بنی غفار مزینہ جہینہ اور اشجع قبیلہ مضر کی شاخیں ہیں لیکن قبیلہ مضر کی اور شاخوں ہوازن وغیرہ سے ان لوگوں کا اسلام پہلے ہے اسی طرح کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری کی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایۃ میں غیر خزایا ولاندامے فرمایا ہو جس کا مطلب یہ ہو کہ بغیر لڑائی کے اپنی خوشی سے یہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ

اور مکر کر چکے ہیں ان سے اگلے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب جانتا ہے جو کماتا ہے ہر جی اور اب معلوم کرینگے منکر کسکا

مکر کہتے ہیں اس طرح سے انسان کو تکلیف پہونچانے کو جس سے وہ بالکل بے خبر ہو اللہ پاک نے اس آیۃ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہو کہ جسطرح کفار مکہ تمہاری ایذا رسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسی طرح انسے پہلے بھی لوگ خدا کے رسولوں کو ایذا پہونچا چکے ہیں۔ جیسے نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو فرعون نے موسی علیہ السلام کو یہود نے حضرت عیسے علیہ السلام کو تکلیف دی مگر انکے یہ مکر کچھ پیش نہیں چل سکتے کیونکہ جتنے مکر ہیں سب خدا کی مخلوق ہیں اور انکی

ارادہ سے ظاہر ہوتے ہیں اسی لئے کسی مکر سے کوئی نفع اور ضرر بغیر حکم خدا کے نہیں ہو سکتا اور وہ ہر شخص کے عمل کو جانتا ہے
کہ کون برائی کرتا ہے اور کون بھلائی کرتا ہے پھر جو جیسا کریگا اسکو ویسا بدلہ ملیگا اور کفار یہ بات بھی عنقریب جان لینگے کہ آخرت
کا گھر کسکو ملتا ہے مومنین کو یا ان کفار کو۔ معتبر سند سے مسند امام احمد طبرانی اور دلائل النبوت بیہقی میں حضرت عبد اللہ بن
عباس سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر ڈالنے کا مشورہ کیا تو
اللہ تعالیٰ نے اس مشورہ کا حال اپنے رسول کو جتلا دیا اسلئے آپ نے اپنی جگہ پر سونے کے لئے حضرت علی کو حکم دیا اور آپ
حضرت ابو بکر صدیق کو ساتھ لیکر پہلے غار ثور کو اور پھر مدینہ کو چلے آئے ان حدیثوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے آگے اللہ کے رسول کے مخالفوں کا کوئی مکر و فریب چل نہیں سکتا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے
انس بن مالک کی حدیث گذر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں جو مشرک مارے گئے تھے انکی لاشوں پر کھڑے ہو کر اللہ کے رسول
نے فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پا لیا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اب تو یہ
مشرک لوگ عقبیٰ کے عذاب کو جھٹلاتے ہیں مگر مرتے کے ساتھ ہی انکو اپنا عقبیٰ کا انجام معلوم ہو جاویگا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۵

اور کہتے ہیں منکر تو بھیجا ہوا نہیں آیا کہہ اللہ بس ہے گواہ میرے تمہارے بیچ اور جسکو خبر ہے کتاب کی

منزل ۳

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ کفار مکہ جو تمہیں یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ خدا کے رسول
نہیں اگر ہوتے تو ہمارے سوال کو پورا کرتے تم انسے کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان میں خدا ہی گواہ ہے کہ میں نے اوسکا
پیغام تمہیں پہونچا دیا اور تم نے اسکو نہیں مانا مجھے جھٹلاتے ہی گئے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ پہلے آسمانی کتابوں کے پیرو علماء
یہود و نصاریٰ کو بھی خوب معلوم ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں کیونکہ انکی کتابوں میں بھی خدا نے میری رسالت کی خبر دی
ہے یہی قول حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ہے نبوت کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کی گواہی کا ذکر جو آیۃ میں کیا گیا ہے اسکا مطلب
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے معجزے دیکر جہان نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے رسولوں کی طرح مدد فرمائی ہے یہ
انکے سچے ہونے پر اللہ تعالیٰ کی گویا گواہی ہے کیونکہ ناحق بات کی مدد اللہ کی شان سے بعید ہے پھر فرمایا یہ مشرکین مکہ تو ان
پڑھ ہیں جہاں اور باتیں یہ لوگ اہل کتاب سے پوچھتے رہتے ہیں وہاں یہ بھی پوچھ لیویں کہ پہلے رسولوں کو اسی طرح معجزات
کی مدد غیب سے ہوئی ہے یا نہیں اور توراۃ و انجیل میں نبی آخر الزمان کے اوصاف موجود ہیں یا نہیں۔ سورہ بقرہ میں
گذر چکا ہے کہ توراۃ میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پڑھکر یہود لوگ نبی آخر الزمان کو ایسا پہچانتے تھے
جسطرح ہر ایک باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے اسلئے ان لوگوں کو نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کا بڑا انتظار تھا چنانچہ جن مشرکین
سے انکی مخالفت تھی اونسے یہ کہا بھی کرتے تھے کہ بہت جلد نبی آخر الزمان کا زمانہ آنے والا ہے اوسوقت ہم اس نبی کے
ساتھ ہو کر تم سے دل کھول کر لڑینگے حاصل کلام یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود میں

کچہ بھی نفعت نہیں تھی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اِس مکی آیۃ میں یہود کو آپکی نبوت کا گواہ قرار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے گرد و نواح میں بنی قینقاع بنی نضیر بنی قریظہ یہود کے یہ تین قبیلے رہتے تھے۔ بنی قینقاع میں مثلاً حلیبہ اخنا س رفاعہ بن زید بنی نضیر میں کعب بن الاشرف ابو یاسر بن حطیب بنی قریظہ میں زبیر بن باطیا شمویل بن زید یہ لوگ سردار کہلاتے تھے شیطان نے اِن سرداروں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالدیا کہ اگر یہ لوگ نبی آخرالزمان کے تابع ہو جاوینگے تو اُنکی سرداری کو بٹہ لگ جاویگا اِن تینوں قبیلوں میں جو عالم لوگ تھے وہ اِس وسوسہ میں پھنس گئے کہ اگر وہ نبی آخرالزمان کے تابع ہو جاوین گے تو قبیلہ کے عام لوگ بھی اودھر کو رجوع ہو جاوین گے جس سے ہماری آمدنی اور آو بھگت میں خلل پڑ جاویگا۔ جب یہ سردار اور عالم لوگ اسلام سے رک گئے تو اُنھوں نے ہر ایک قبیلے کے عام لوگوں کو بھی بہکا دیا کہ وہ نبی آخرالزمان بنی اسرائیل میں سے ہونگے بنی اسمٰعیل میں سے نہیں ہون گے حاصل کلام یہ ہے کہ ہجرت کے بعد یہود کے سرداروں اور عالموں کے دل میں یہ وسوسات پیدا ہوئے اور ہر ایک قبیلے کے عام لوگوں کو اُنھوں نے بہکا دیا ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ یہود کی گواہی پر اگر فیصلہ کا مدار رکھتے تو ضرور یہود لوگ نبی آخرالزمان کے سچے رسول ہونے کی گواہی ادا کرتے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے جو روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہود میں سے دس آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے تو سارے یہود پر اسلام کا اثر پڑ جاتا۔ اِس حدیث کا مطلب یہی ہی کہ اِن تینوں قبیلوں کے سرداروں اور عالموں میں سے دس شخص بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے تو ہر ایک قبیلے کے عام لوگوں پر بڑا اثر پڑتا۔ یہ بات آپنے اسلئے فرمائی کہ ہر ایک قبیلے کے عام لوگوں میں سے اگرچہ دس سے زیادہ آدمی مسلمان ہو چکے تھے لیکن اُنکے اسلام کا اثر کچھ دوسروں پر نہیں پڑتا تھا۔ اِن تینوں قبیلوں کے سرداروں میں سے تو کوئی شخص آخر تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ ہاں علمائے بنی قینقاع میں سے عبد اللہ بن سلام کو یہ شرف حاصل ہوا۔ عبد اللہ بن سلام کے سوا عبد اللہ بن سوریا کے اسلام اور پھر مرتد ہونے کا حال جو بعضے علما نے لکھا ہے اُسکا پتہ کسی صحیح روایۃ سے نہیں لگتا۔

سُورَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعَةُ رُكُوْعَاتٍ

اگرچہ اِس سورۃ کی بیچ کی آیتوں کو بعضے سلف نے مدنی کہا ہی لیکن یہ اوپر گذر چکا ہی کہ جس سورۃ کا شروع کا حصہ مکی ہو وہ سورۃ مکی کہلاتی ہی اور اِس قاعدہ کے موافق اِس سورۃ کو بھی مکی کہنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ

ایک کتاب ہی کہ ہمنے اوتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیرے سے اجالے کی طرف اُنکے رب کے حکم سے راہ پر

منزل

الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝

اس زبردست سراہے اللہ کے جسکا ہے سب جو کچھ آسمان و زمین مین اور خرابی ہے منکرون کو ایک سخت عذاب سے

الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ أُولٰئِكَ فِي ضَلٰلٍ بَعِيدٍ ۝

جو پسند رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈھتے ہیں اسمین کجی وہ بھول پڑے ہیں دور

الٓر۔ اونہیں حروف مقطعات میں سے ہے جنکا ذکر پہلے ہو چکا کہ اسکے معنے سوائے خدا کے اور کسی کو معلوم نہیں ہیں۔ قرآن کا یہ طرز بیان ہے کہ بعد حروف مقطعات کے قرآن پاک کی عظمت بیان کی جاتی ہے اس لئے یہان بھی فرمایا کہ یہ قرآن مجید اور آسمانی کتابون سے اشرف ہے اور اشرف الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکو ہمنے اوتارا ہے اور جس طرح پہلی کتابین خاص خاص قوم اور علیحدہ علیحدہ امت کی ہدایت کو بھیجی گئین اسی طرح یہ کتاب کل انسان کیا عرب کیا عجم ہر ایک بستی ہر ایک گاؤن ہر ملک کے رہنے والون کی ہدایت کو اوتاری گئی ہے تاکہ لوگون کو کفر اور گمراہی سے نکال کر خدا کی توحید اور ایمان کے سیدھے رستہ کی طرف لاوے پھر اللہ نے اپنی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ عزیز ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر ایک شے پر غالب ہے کسی سے مغلوب اور عاجز نہیں ہوتا اور حمید ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسکا ہر کام قابل تعریف ہے۔ پھر فرمایا کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونون کے درمیان مین ہے وہ سب کا مالک ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے کوئی اوسکو روک نہیں سکتا اسی لئے اسکے بعد پھر یہ فرمایا کہ جب یہ باتین ثابت ہو چکین تو کافرونکی حالت بہت افسوسناک ہے کیونکہ ونپر سخت سخت عذاب ہونگے جو کسی طرح رک نہیں سکتے اسواسطے کہ ان لوگون نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ دوست رکھا ہے اور خود تو گمراہی میں تھے ہی اورون کو بھی خدا کے سچے دین پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور اپنی خواہش اور غرض کے واسطے اوس سیدھی راہ کو ٹیڑھی کرنی چاہتے ہیں یہ لوگ ایسی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو خدا سے بہت دور ہے۔ اس لئے کسی طرح امید نہیں ہے کہ یہ لوگ راہ حق تک پہونچین گے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد نسائی اور دارمی مین عبد اللہؓ بن مسعود سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچکر اسکو اللہ کا رستہ کہا اور سیدھے خط کے دائیں بائیں اور خط کھینچکر یہ فرمایا کہ ان سب راستون پر شیطان کا دخل ہے۔ ان آیتون مین ظلمات کے لفظ کو جمع اور نور کو مفرد جو فرمایا اسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہدایت کا رستہ ایک ہے اور شیطان کے دخل کے راستے بہت ہیں۔ ترمذی میں عبد اللہؓ بن عمر سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسپر میں اور میرے صحابہ ہیں وہی ایک ہدایت کا راستہ ہے۔ ان آیتون میں نور کا جو لفظ ہے یہ حدیث اسکی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہدایت کا طریقہ اللہ کے رسول اور آپکے صحابہ کے طریقہ پر منحصر ہے۔ ترمذی کی سند مین عبد الرحمن بن زیاد افریقی ہے جسکو دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن یحیی بن سعید القطان نے اسکو ثقہ کہا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر

منزل ۳

لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت کے قابل کام کرکے جنت میں جاویگا اور کون شخص دوزخ کے قابل کام کرکے دوزخ میں جاویگا یہ حدیث باذن ربھم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ علم الٰہی میں نیک ٹھہر چکے ہیں رسولوں کی نصیحت سے اونہی کا دل نیک کاموں کی طرف مائل ہوتا ہے اور اونہی کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے نیک کاموں کے پورا کرنے کی توفیق ہوتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ کفر کے اندھیرے سے ایمان کے اوجالے کی طرف لانے کو پہلے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا کام ٹھہرایا اور پھر باذن ربھم فرمایا اسلئے حافظ ابوجعفر ابن جریر نے یہاں اذن کے معنے توفیق کے لئے ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جسکے سبب سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی تعظیم واجب ہے ایسی موٹی بات کو جو لوگ نہیں سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں ان لوگوں کے گناہ سے بڑھکر دنیا میں اور کوئی گناہ نہیں۔ اس حدیث کو آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کی زندگی پر گرویدہ ہو کر آخرت کے منکر اور اتنے بڑے گناہ کو گناہ نہیں جانتے اور ایک موٹی بات جو انکو سمجھائی جاتی ہے اسکو دنیا کی گرویدگی کے آگے کچھ نہیں سمجھتے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لئے سخت عذاب تجویز فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث گذر چکی ہے کہ نرم عذاب والے شخص کے پیروں میں آگ کی جوتیاں قیامت کے دن پہنادی جاوینگی جس سے اس شخص کا بھیجا پگھل کر نکل پڑے گا۔ اس نرم عذاب کا حال سنکر سخت عذاب کا اندازہ ہر شخص کرسکتا ہے۔ اللہ کی راہ سے روکنا مثلاً جیسے عمرو بن یحییٰ نے کیا کہ ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر لوگوں کو اس ملت کے موافق عمل کرنے سے روکا اللہ کے راستہ میں کجی کا ڈھونڈنا مثلاً جیسے ان مشرکوں کا یہ کہنا کہ قرآن میں سے بتوں کی مذمت کی آیتیں نکالدی جاویں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہمنے مگر بولی بولتا اپنی قوم کی کہ انکے آگے بیان کرے پھر بھٹکاتا ہے اللہ جسکو چاہے اور راہ دیتا ہے جسکو چاہے اور وہ ہے زبردست حکمتوں والا

مشرکین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض جو کرتے تھے کہ یہ قرآن خود انکا بنایا ہوا ہے خدا کی طرف سے نہیں آیا اگر کسی اور زبان میں ہوتا تو ہم یقین کرتے یہ تو انہیں کی زبان میں ہے خود انھوں نے بنالیا ہے اسی کے جواب میں یہ آیۃ اوتری کہ یہ بہت بڑا خدا کا احسان ہے کہ جتنی قوم میں رسول اوسنے بھیجے سب اونہیں میں سے اور جتنی کتابیں اوتاریں اونہیں کی زبان میں نہیں تو پھر لوگوں کو جو دقتیں پیش آتیں اوسکا کچھ ٹھکانا نہیں۔ اپنی زبان ہونے پر تو یہ کفر اور انکار ہے دوسری زبان ہوتی تو یہ عذر ہوتا کہ سمجھنے سے عاجز ہیں اسی واسطے ہمیشہ یہی دستور رکھا گیا ہے کہ ہر پیغمبر کو اسکی قوم کی زبان میں کتاب بھیجی تاکہ آسانی

ہے وہ خدا کے احکام اُن لوگوں تک پہونچا دین باقی رہا اُنکا ایمان لانا اور گمراہ رہنا تو وہ خدا کے ہاتھ ہے جسکو وہ چاہتا ہے اپنے علم ازلی کے موافق اُن آسمانی احکام کے پابند ہونے کی توفیق دیتا ہے اور جس کا گمراہی کی حالت پر دنیا سے اُٹھنا اُسکے علم ازلی مین ٹھہر چکا ہے اُسکو وہ اُسکی حالت پر چھوڑتا ہے۔ وہو العزیز الحکیم ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ایسا زبردست اور صاحب قدرت ہے کہ اگر وہ چاہے تو اِن منکروں کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا اُسکی قدرت سے باہر نہیں ہے چنانچہ سورۃ الانعام مین گزر چکا ہے ولو شاء اللہ ما اشرکوا جس کا مطلب یہ ہے کہ علم الٰہی مین جن لوگونکا گمراہی کی حالت مین دنیا سے اُٹھ جانا ٹھہر چکا ہے ایسے لوگوں کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا اللہ کو منظور نہیں ہے کیونکہ اُسکے سب کام حکمت کے ہیں انسان کو نیکی بدی کے کرنے کا اختیار دیکر دنیا کے پیدا کرنے میں نیک و بد کے جانچنے کی حکمت جو اُسنے رکھی ہے مجبوری کی حالت مین وہ باقی نہیں رہتی حاصل کلام یہ ہے کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے جس کا ہر ایک کام کسی نہ کسی سبب پر منحصر ہے لیکن اُس اسباب میں تاثیر کا پیدا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے علم ارادہ اور حکم پر موقوف ہے جیسے مثلاً ایک ہی دوا کو دو مریض استعمال کرتے ہیں پھر جس مریض کا اوس دوا سے شفا کا پانا اللہ کے علم اور ارادہ مین ٹھہر چکا ہے اُسکے حق میں دوا کی تاثیر کا حکم ہو جاتا ہے نہیں تو نہیں اسی طرح رسولونکا آنا آسمانی کتابونکا نازل ہونا یہ ہدایت کے اسباب ہیں لیکن اِن اسباب میں ہدایت کی تاثیر کا پیدا ہو جانا یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ ازلی کے موافق اُسی کے ہاتھ ہے غرض فیضل اللہ من یشاء و یہدی من یشاء کی تفسیر اہل سنت کے مذہب کے موافق یہی ہے جو بیان کی گئی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہے۔ اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ جو لوگ علم الٰہی میں نیک ٹھہر چکے ہیں اُنکے دل پر قرآن کی نصیحت کا ایسا ہی اثر پڑتا ہے جس طرح اچھی زمین پر مینہ کا پانی کا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ علم الٰہی میں بد قرار پا چکے ہیں اُنکے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی رائگان ہے جسطرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائگان جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے لوگ عرب تھے اسواسطے اِس آیۃ کے موافق قرآن شریف عربی زبان میں نازل ہوا لیکن سورۃ الاعراف کی آیۃ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا سے اور صحیح بخاری و مسلم کی جابرؓ بن عبد اللہ و مسلم کی ابو ہریرہؓ کی اس مضمون کی حدیثوں سے جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کل مخلوق کے لئے ہے تو آیۃ کا یہ مطلب ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لوگوں کو قرآن کا مطلب عربی زبان میں سمجھا دین اور پھر توم کے عالم لوگ اپنی زبان میں قرآن کا ترجمہ اور قرآن کی تفسیر کرکے باقی کے لوگوں کو سمجھا دین تاکہ عام نبوت کا اثر سب لوگوں میں پھیل جاوے۔

منزل ۳

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اور بھیجا تھا ہمنے موسی کو اپنی نشانیان دیکر نکال اپنی قوم کو اندھیرون سے اجالے کی طرف اور یاد دلا انکو دن اللہ کے البتہ اسمین نشانیان

لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٥﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ

ہیں اسکو جو ثابت رہنے والا ہی حق ماننے والا اور جب کہا موسے نے اپنی قوم کو یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب چھڑایا تم کو فرعون کی قوم

يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٦﴾

وہ دیتے تمکو بری مار اور ذبح کرتے بیٹے تمہارے اور جیتی رکھتے عورتین تمہاری اور اسمین مدد ہوئی تمہارے رب کی بڑی

تھا حضرت موسیٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اور انبیا سے مبہم ذکر کے بعد اسلئے فرمایا کہ قریش اس بات کو سمجھیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کی نصیحت مان لی اور نبی وقت کے کہنے کے موافق چلے تو انجام انکا یہ ہوا کہ ایک مدت تک ان لوگون میں حکومت اور بادشاہت اور دین کی سرداری قائم رہی اب اللہ تعالیٰ نے بنی اسمعیل میں ان نبی آخر الزمان کو بھیجا ہی اگر تم بھی نبی وقت کی اطاعت کروگے تو تمکو بھی وہی حکومت اللہ دیوے گا اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے چنانچہ جس طرح اللہ نے وعدہ فرمایا ہی وہی ظہور مین آیا کہ قریش میں سے جن لوگون نے اسلام قبول کیا انکو حکومت اور خلافت ملی اور انکے خاندانون میں ایک مدت دراز تک وہ حکومت قائم رہی خلفاء بنی امیہ اور عباسیہ کی تاریخی کتابیں جسنے دیکھی ہیں وہ جانتا ہے کہ کس قدر وسیع زمانہ اس حکومت کا دنیا میں گزرا ہی جب آخر کو جس اطاعت کے سبب سے اس حکومت کا پایہ بڑا تھا اوس اطاعت کو ان لوگون نے چھوڑ دیا تو وہ حکومت بھی جاتی رہی ۔ ظلمات اور نور کی تفسیر میں مسند امام احمد نسائی اور دارمی کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی معتبر روایت اوپر گزر چکی ہی وہی حدیث یہان بھی آیۃ کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہی کہ جس طرح اے رسول اللہ کے ہم نے تم کو قرآن اور معجزات دیکر لوگون کی ہدایت کے لئے بھیجا ہی اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ اور معجزات دیکر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ مجاہد کے قول کے موافق ایام اللہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا وہی احسان کا زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے طرح طرح کے ظلم سے نجات دی ۔ آگے کی آیۃ میں خود اللہ تعالیٰ نے بھی اوس احسان کا ذکر فرمایا ہے جس سے مجاہد کے قول کی پوری تائید ہوتی ہی نسائی اور زوائد مسند امام احمد میں ابی بن کعبؓ کی ایک حدیث بھی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام اللہ کی یہی تفسیر فرمائی ہی بنی اسرائیل نے فرعون کے ظلم پر صبر کیا جسکے اجر میں اللہ تعالیٰ نے انکے دشمن کو ڈبو کر ہلاک کر دیا پھر اللہ کی اوس نعمت کے شکریہ میں اونھون نے اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری کی اس لیے اللہ تعالیٰ نے دشمن کی ہلاکت سے بڑھکر بنی اسرائیل پر یہ احسان کیا کہ انکو بادشاہت اور نبوت کا مرتبہ عنایت فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے اس قصہ مین صبر اور شکر دونون کا نتیجہ ہی اسواسطے کہ اس قصے میں ہر صبر کرنے

ع ۱۴/۱
منزل ۳

والے اور شکر کرنے والے کے لئے اس بات کی نشانیاں ہیں کہ صبر اور شکر رائگان نہیں جاتا مطلب وہی ہی جو اوپر بیان کیا گیا کہ اگر قریش قرآن کی نعمت کے شکریہ میں قرآن کی نصیحت پر چلین گے اور قرآن کے احکام کی تعمیل مین جو کچھ تکلیف ہے اوسپر صبر کرینگے تو انکا انجام بھی اچھا ہوگا بلا کے معنے عذاب اور نعمت دونوں کے ہیں۔ اس قصے میں فرعون کے ظلم اللہ کی نعمت دونوں کا ذکر ہے اسلئے بلا کا لفظ فرمایا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے بچانے میں اور اسکے بعد نبوت اور بادشاہت کے اونہیں ملجانے میں اللہ کی مدد تھی اسی واسطے شاہ صاحب نے بلا کا مرادی ترجمہ مدد کے لفظ سے کیا ہے۔ مدد کرنے والی کی نام وری ہوتی ہے اسلئے ایام اللہ کے فائدہ میں ساکے کا لفظ لکھا ہے جسکے معنے نام وری کے ہیں۔ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو جو فرعون قتل کراتا تھا اُسکا سبب اور فرعون کے ڈوبکر ہلاک ہونے کا قصہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ۝

اور جب سنا دیا تمہارے رب نے کہ اگر حق مانوگے تو اور دونگا تم کو اور اگر ناشکری کروگے تو میری مار سخت ہے

اس سے پہلے کی آیۃ میں موسیٰ علیہ السلام کے زبانی آنکی قوم بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ خدا نے تم پر کیا کیا احسان کئے فرعون کے ظلم سے تمہیں اور تمہارے بال بچوں کو بچایا جس کا شکر تم کسی طرح ادا نہیں کر سکتے پھر کہا کہ خدا نے یہ حکم موسیٰ علیہ السلام کی معرفت دے رکھا ہی کہ اگر تم شکر کروگے تو تمہیں اور زیادہ نعمت ملیگی اور اگر ناشکری کروگے تو یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے معتبر سند سے انسؓ کی ایک حدیث بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے کہ منجملہ اون پانچ چیزوں کے جنکے سبب سے دوسری پانچ چیزیں انسان کو مل جاتی ہیں ایک شکر بھی ہے کہ شکر کی عادت سے نعمت کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کا ایک ٹکڑا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اے بنی اسرائیل جس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن فرعون کو ہلاک کر دینے کا احسان تم پر کیا ہے اوسکا یہ حکم ہے کہ اُسکی اس نعمت کی شکرگزاری اگر تم کروگے تو وہ تمکو اور نعمتیں دیویگا اور اگر تم اُسکی نعمت کی ناشکری کروگے تو تم نے دیکھہ لیا کہ ناشکری کا وبال فرعون اور اُسکی قوم پر کیسا پڑا۔ شکر کے مقابلہ میں کفر کے معنے ناشکری کے ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں جب تک شکرگزاری کی عادت رہی اُسوقت تک نبوت بادشاہت سب کچھ رہا اور جب اُن میں ناشکری پھیلی تو کچھ بھی نہ رہا۔ شکرگزاری کے زمانے تک بنی اسرائیل میں اور اس امت میں جو اقبال مندی رہی اور بعد اُسکے ناشکری کے سبب سے اُس اقبال مندی میں جو زوال آیا وہ سب قصے گویا آیۃ کی تفسیر ہیں۔ معتبر سند سے زوائد مسند میں نعمانؓ بن بشیر سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان مندی کے طور پر اللہ کی نعمت کا تذکرہ زبان پر لانا یہ اللہ کی نعمت کی شکرگزاری ہی اور اللہ کی نعمت کو چھپانا اور بھول جانا یہ ناشکری ہے اور تھوڑی نعمت کی ناشکری بڑی نعمت کی ناشکری سکھا دیتی ہے اور لوگوں کے احسان

منزل ۳

کی ناشکری آدمی کو اللہ تعالیٰ کے احسانات کی ناشکری کی حد تک پہونچا دیتی ہے۔ شکر گزاری اور ناشکری کی تفسیر میں
اس حدیث کو بڑا دخل ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عمرؓ و بن عوف انصاری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو اپنی امت کی تنگ حالی کا کچھ اندیشہ نہیں اندیشہ تو یہ ہی کہ پہلی امتوں کی طرح
انکو فارغ البالی ہوگی اور اوس فارغ البالی کے زمانہ میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو کر ایک دوسرے کی ریس اور حرص
کرنے لگے گا۔ اور آخر کو پہلی امتوں کی طرح انپر بھی تباہی آجاویگی۔ یہ حدیث بنی اسرائیل اور اس امت کے شکر گزاری اور ناشکری
کے زمانے کی گویا تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہی کہ ان دونوں امتوں نے جب تھوڑی نعمت پر شکر گزاری کا برتاؤ کیا تو پوری
فارغ البالی حاصل ہوئی اور پوری فارغ البالی کے زمانے میں جب ناشکری کے ڈھنگ برتے تو بربادی آگئی۔

وَقَالَ مُوسَىٰ إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۙ فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

اور کہا موسے نے اگر منکر ہوگے تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے تو اللہ بے پرواہے سب خوبیوں سراہا

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اللہ کی نعمتیں یاد دلادیں اور اللہ تعالیٰ
کی شکر گزاری اور فرمانبرداری کی نصیحت کریں اوس حکم الٰہی کے موافق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وعظ کے
طور پر طرح طرح کی نصیحتیں جو کی ہیں ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اون نصیحتوں کا ذکر ہے یہ ایک عادت
الٰہی ہی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرتا ہی اللہ تعالیٰ اوس شکر گزاری کی جزا میں اور نعمت پر نعمت دیتا ہی اور جو
شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا آخر کو وبال میں گرفتار ہو جاتا ہی فرعون اور اسکا لشکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی
ناشکری سے وبال الٰہی میں سب گرفتار ہوگئے بنی اسرائیل نے جب تک اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر دانی کی حکومت
بادشاہت نعمت پر نعمت پائی یہی عادت الٰہی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نصیحت میں جتلایا ہے اور
اللہ تعالےٰ نے قریش کی عبرت کے لئے اوس نصیحت کو ان آیتوں میں ذکر فرمایا ہی۔ صحیح مسلم کی حضرت ابوذرؓ کی روایت
کی حدیث قدسی اوپر گزر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام دنیا کے جن وانس اگر اللہ تعالیٰ کی
فرمانبرداری اور شکر گزاری اختیار کریں تو اس سے خدا کی خدائی میں کچھ بڑھ نہیں جاتا اور اگر یہ سب کے سب نافرمان اور ناشکر
ہو جاویں تو خدا کی خدائی میں سے کچھ گھٹ نہیں جاتا اور یہ سب کے سب ملکر اپنی حاجتیں پوری ہونے کی اللہ تعالیٰ سے
دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان سب کی حاجت روائی کرے تو بھی اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں سے کچھ کم نہیں ہوتا غرض شکر
گزاری کے عوض میں اللہ تعالیٰ جو نعمتیں اپنی شکر گزار مخلوق کو دنیا میں دیتا ہی اور عقبیٰ میں ایک نیکی کا دس سے لیکر سات
سو تک اسنے اجر ٹھہرا رکھا ہی یہ محض اسکا فضل ہی ورنہ اسکو کسی کی شکر گزاری اور کسی کے نیک عمل کی کچھ پرواہ نہیں
ہی اسواسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نصیحت میں بنی اسرائیل کو سمجھا دیا کہ شکر گزاری اور فرمانبرداری کا بدلہ
جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملتا ہے وہ اللہ کا فضل اور اسکی قدردانی ہے ورنہ تمام روئے زمین کی مخلوقات اگر ناشکر

اور نافرمان بنجاوے تو خدا تعالیٰ کو اسکی کچھ پروا نہیں کیونکہ کسی کی ناشکری اور نافرمانی سے اس بادشاہ حقیقی کی بادشاہی مین کچھ فرق نہیں آتا وہ بادشاہی دنیا کے بادشاہون کی بادشاہی جیسی نہیں ہے کہ رعیت کی سرکشی یا فوج کی بغاوت سے اس بادشاہی مین کچھ فتور پڑ جاوے پہلی امتیں جو اللہ کی نافرمانی کے سبب سے غارت ہو گئیں اس نصیحت مین اونکا ذکر کر کے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی بنی اسرائیل کو سمجھا دیا کہ جس طرح شکر گزاری کی جزا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عادت الٰہی قرار دیرکھی ہے اسی طرح یہ بھی عادت الٰہی ہے کہ ناشکرا اور نافرمان بردار لوگو نکو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کے وبال میں گرفتار کر دیتا ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

کیا نہیں پہنچی تم کو خبر انکی جو پہلے تھے تم سے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور جو انسے پیچھے ہوئے

لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا

انکی خبر نہیں مگر اللہ کو آئے ان پاس رسول انکے نشانیاں لیکر پھر الٹے دئے اپنے ہاتھ منہ میں اور بولے ہم

كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝

نہیں مانتے تمہارے ہاتھ بھیجا اور ہم کو شبہ ہے اس راہ میں جس طرف ہمکو بلاتے ہو جس سے خاطر جمع نہیں

مع ۶ عند المتقدمین

الثلثۃ

منزل ۳

یہان مفسرین نے دو معنے بیان کئے ہیں بعضے یہ کہتے ہیں کہ اوپر کی نصیحت کے سلسلہ مین یہ خطاب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کی طرف کیا ہے کہ کیا تم لوگون کو نہیں معلوم ہے کہ تمسے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد اور قوم ثمود گزری ہیں جنکے پاس رسول معجزے اور نشانیان لیکر آئے اور اون لوگون نے اسکو قبول نہیں کیا منہہ پر ہاتھ رکھ لیا اور کہنے لگے کہ تم جو کچھ خدا کی طرف سے لیکر آئے ہو ہم اسکا انکار کرتے ہیں ہمیں تو یقین نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور جو تم ہمیں نصیحت کرتے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور بعضے مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت علیحدہ ہے اوپر کی آیتوں سے اسکو لگاؤ نہیں ہے بلکہ خدا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب کیا ہے اور قوم نوحؑ اور عاد و ثمود کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بیشمار قومیں گزری ہیں جنکی گنتی سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں معلوم ہے انکے رسول طرح طرح کے معجزے لیکر آئے مگر قوم نے ہاتھون کو منہہ پر رکھکر انہیں اشارہ کیا کہ چپ رہو اور انکو جھٹلایا فردوا ایدیھم فی افواھھم کی تفسیر یون بھی بیان کی گئی ہے کہ کفار نے غصہ میں ہاتھون کو اپنے دانتون سے کاٹا اور یون بھی تفسیر کی گئی ہے کہ تعجب اور مسخراپن سے اس قدر ہنسے کہ ہاتھون کو منہہ پر رکھ لیا بہر حال صاف انکار کر دیا کہ ہم تمہاری بات کی تصدیق نہیں کرتے اور ہمیں تو تمہاری رسالت میں بہت ہی شک ہے۔ حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کا ایک ٹکڑا ہے فردوا ایدیھم فی افواھھم کے یہ معنے حافظ ابو جعفر نے قوی ٹھہرائے ہیں کہ مشرک لوگ رسولون سے اپنے بتون کی مذمت سنکر جوش مین آجاتے تھے اور اس جوش کی حالت میں اپنی انگلیاں دانتون سے کاٹنے لگتے تھے معتبر سند سے طبرانی اور مستدرک حاکم مین عبداللہ بن مسعودؓ کا قول بھی اسی کے موافق ہے

جس سے یہی معنے صحیح معلوم ہوتے ہیں ۔ معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی اور نسائی میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ
سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ابو طالب کی بیماری کے وقت ابو جہل اور بہت سے مشرک ابو طالب کی بیمار پرسی اور خبر
کو آئے تھے اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگون کو شرک کے چھوڑنے اور اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار
کرنے کی نصیحت کی جس سے وہ لوگ بڑے جوش میں آنکر اوس مجلس سے اوٹھ کھڑے ہوئے ۔ صحیح بخاری و مسلم کے
حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ
تعالی نے اپنے علم غیب کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت کے قابل کام
کرینگے اور کتنے دوزخ کے قابل اور جس حالت کے قابل جو کوئی پیدا ہوا ہی اسکو ویسے ہی کام آسان اور اچھے معلوم ہوتے
ہیں ان حدیثون کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ نوح علیہ السلام سے لیکر قریش کے شرک کی حالت پر مرنے
والے لوگون تک جو لوگ طرح طرح کے عذابون سے دنیا میں ہلاک ہوئے اور عقبیٰ مین دوزخ کے قابل ٹھہرے لوح محفوظ مین
انکی یہی حالت لکھی گئی تھی اسلئے اس حالت کے برخلاف نصیحت کو سنکر وہ لوگ جوش مین آجاتے تھے اور اللہ کے
رسولون کو جھٹلاتے تھے ۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ
بولے انکے رسول کیا اللہ میں شبہ ہی جسنے بنائے آسمان اور زمین تمکو بلاتا ہی کہ بخشے تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈہیل دے تم کو
أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝
ایک وعدہ تک جو ٹھیر چکا ہی کہنے لگے تم تو وہی آدمی ہو ہم سے چاہتے ہو کہ روکدو ہمکو ان چیزون سے جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے سو لاؤ کوئی سند

جب کفار نے رسولون کو جھٹلا دیا اور یہ کہا کہ ہم کو تو شک ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو یا نہیں اسپر رسولون نے یہ
جواب دیا کہ تم خدا کی ذات میں کس بات کا شک کرتے ہو کیا اسکے موجود ہونے میں شک ہے یا اسکے ایک ہونے میں شک
ہی بہر حال تمہارا شک محض غلط ہے کیا آنکھون سے یہ بھی نہین دیکھتے کہ اسنے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ایسے وقت
میں کہ کوئی مثال اسکی نہ تھی بغیر نمونہ اور بے دیکھے بھالے کسی شئی کا پیدا کرنا کیا اس بات کی نشانی نہیں ہے کہ خدا موجود ہی اور
ایسا ہے کہ مثل نہیں رکھتا اپنا نظیر آپ ہی ہے ۔ کسی کو اسکی ذات یا صفات مین شراکت نہیں ہی ۔ اور پھر تم لوگون پر یہ
احسان اسکا ہے کہ رسولون کو بھیجکر تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آؤ میری طرف اور جو لوگ اسکے رسول کو سچا جانکر حق بات کی
پیروی کرنے لگتے ہیں اور سچے دل سے خدائے وحدہ لا شریک پر ایمان لے آتے ہیں انکے گذشتہ گناہون سے درگزر کر کے مغفرت کا
قاعدہ دیتا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے انپر بھی یہ مہربانی کرتا ہے کہ جلد عذاب بھیجکر انکو ہلاک نہیں کرتا وقت مقرر تک انکی
زندگی قائم رکھتا ہی ۔ ان باتون کو سنکر اور لاجواب ہو کر کفار نے دوسرا اعتراض پیش کیا کہ اے رسول تم تو ہماری طرح انسان
ہو کھاتے پیتے ہو چلتے پھرتے ہو تمہیں ہم پر فضیلت ہی کیا ہی جو ناحق ہمکو ایک نئے دین و آئین پر لانا چاہتے ہو تمہارا

منزل ۳

اصل منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمکو ہمارے باپ دادا کے پرانے معبودون کی عبادت سے روکدو بھلا یہ ہوسکتا ہی کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کو چھوڑکر تمہارا دین اختیار کرلین اور تمہارے ان معجزون کی جو تم دکھلاتے ہو سند نہیں ہم تو جب جانین کہ ہماری فرمائش کے مطابق کوئی معجزہ اچھا سا کر دکھاؤ صحیح بخاری او مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ مین یہ لکھ لیا ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت کے قابل کام کرین گے اور کتنے دوزخ کے قابل اور جس حالت کے قابل جو کوئی پیدا ہوا ہے اسکو ویسے ہی کام آسان اور اچھے معلوم ہوتے ہین - اس حدیث اور آیۃ کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ یہ لوگ علم الٰہی کے موافق دوزخی قرار پا چکے تھے اسلئے انکی سمجھ مین اتنی موٹی بات نہیں آئی کہ جب آسمان و زمین انسان اور انسان کی سب ضرورت کی چیزونکو اللہ نے پیدا کیا ہے انکے بتون مین سے کوئی اس مین اوسکا شریک نہیں ہی تو پھر عبادت کے قابل بھی وہی ایک ذات وحدہ لاشریک ہی - اس موٹی بات کے سمجھانے کے بعد بھی جو ان لوگون نے اللہ کے رسولون سے فاتونا بسلطان مبین کا سوال کیا تو اسکا سبب یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق انکی قسمت مین دوزخ میں جانا لکھا تھا -

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ

اونکے رسولون نے ہم بھی آدمی ہین جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندون میں جسپر چاہے

وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا

اور ہمارا کام نہیں کہ لے آوین تم پاس سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر بھروسہ چاہیئے ایمان والون کو اور ہمکو

لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰي مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ۧ

کیا ہوا کہ بھروسہ نکرین اللہ پر اور وہ سمجھا چکا ہمکو ہماری راہیں اور ہم صبر کرین گے ایذا پر جو تم ہمکو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسا چاہیئے

منزل ۳ ع ۲/۱۴

یہ کفار کے اوس اعتراض کا جواب ہی جو انھون نے رسولون سے اعتراض کے طور پر یہ کہا کہ تم تو ہماری طرح انسان ہو کوئی فضیلت ہمپر نہیں رکھتے ہو اوسکا رسولون نے یہ جواب دیا کہ بیشک ہم تمہاری طرح انسان ہین اور انسانیت کا جو تقاضا ہے تمہاری طرح وہ ہم مین بھی ہی مگر اللہ پاک جسپر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور اوسے پیغمبر بناتا ہے اور جس رسول کو جیسا چاہتا ہی معجزہ عطا کرتا ہے جسے وہ کر دکھاتا ہے اگر تم چاہو کہ تمہاری خواہش کے موافق کوئی معجزہ دکھایا جائے تو یہ کسی رسول سے بھی اسوقت تک نہیں ہوسکتا جب تک خدا کا حکم نہ ہو اور ایمان لانے والے کا بھروسا تو خدا پر ہونا چاہیئے ایسے لوگون کو یہ بات واجب نہیں ہے کہ جب اپنی فرمائش کے مطابق معجزہ دیکھ لین تو ایمان لائین اور ہم تو اسپر بھروسہ کرتے ہین کیونکہ ہمیں تو اسنے اپنے راہ حق کی ہدایت کی ہے اور تمہاری ایذا رسانی اور تکلیف دہی پر ہم کیون نہ صبر کرین کہ ہمکو تو اس صبر کے اجر کا اللہ پر بھروسہ ہے - صحیح بخاری مین عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے اپنی چادر آپ کے گلے مین ڈالکر

پھانسی دیدی - اس قسم کی اور صحیح روایتیں ہیں تفسیر میں یہ ذکر ہے کہ ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ آپکو اور آپکے صحابہ کو بہت تکلیفیں دیا کرتے تھے حاصل کلام یہ ہے کہ پہلے رسولوں کے قصہ میں امت کے لوگوں کی ایذا رسانی اور رسولوں کے صبر کا ذکر اسواسطے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی یہ تسلی ہو جاوے کہ مخالف لوگوں کا ہمیشہ سے اللہ کے رسولوں کے ساتھ یہی سلوک رہا ہے لیکن آخر کو اللہ کے رسولوں اور اُنکے ساتھ کے نیک لوگوں کا انجام اچھا ہوا ہے اب بھی یہی انجام ہونے والا ہے - اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ کی روایتیں گذر چکی ہیں کہ جن بتوں کی حمایت میں مشرکین مکہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت تھی فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول نے ان بتوں کو لکڑیاں مار مار گرا دیا اور کسی مشرک سے کچھ حمایت نہ ہو سکی - سب کام اللہ کو سونپ دینے کو توکل کہتے ہیں اور آدمی کی جب تک یہ حالت نہ ہو تو اُس سے تکلیف کے وقت صبر نہیں ہو سکتا اسی واسطے قرآن شریف میں اکثر جگہ صبر اور توکل کا ذکر ساتھ آیا ہے -

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

اور کہا منکروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکالدینگے تمکو اپنی زمین سے یا پھر آؤ ہمارے دین میں تب حکم بھیجا اُنکو اُن کے

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ

رب نے ہم کھپا دینگے ان ظالموں کو اور بسا دینگے تمکو اس زمین میں انکے پیچھے یہ ملتا ہے اسکو جو ڈرا کھڑے ہونیسے میرے سامنے اور ڈرا میرے

منزل

یہ سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوس وعظ کا چلا آتا ہے جس کا ذکر اوپر گزرا پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود بنی اسرائیل کو طرح طرح کی نصیحت وعظ کے طور پر کی پھر اوس وعظ میں سب سے اول صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت شعیب علیہ السلام تک کے انبیا نے اپنی امتوں کو جو جو نصیحتیں کی تھیں اون سب کا ذکر کیا اور اون سب نصیحتوں کو سنکر ان پہلی امتوں کے لوگوں نے اپنے اپنے رسولوں کو جو جوابات دیئے ہیں اُن جوابوں کا یہ ذکر ہے کہ یا اُنھوں نے یہ کہا کہ ہم اور تم ایک سے انسان ہیں پھر ہم تمکو اللہ کا رسول کیونکر جان لیویں یا یہ کہا کہ تم نصیحت سے باز نہ آؤگے اور اپنے آپکو اللہ کا رسول کہے جاؤگے تو ہم تم کو اپنی بستی سے نکالدیویں گے یا تمکو زبردستی ہمارا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا - منکر امتوں کے جہاں تک قرآن شریف میں قصے ہیں اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر قریش تک یہی دو تین باتیں اللہ کے رسولوں سے کہتے رہے اسی واسطے سورہ والذاریات میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اوسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک مرنے والا دوسرے کو اور دوسرا تیسرے کو وصیت کر جاتا ہے اور سب آپس کی وصیت پر چلتے اور عمل کرتے رہتے ہیں یہی حال ان پہلی امتوں کا ہے کہ ایک سی ہی باتیں یہ سب بنیا سے کرتے چلے آتے ہیں - پھر فرمایا کہ ان سب کا بہکانے والا شیطان ابتدا دنیا سے آخر تک ایک ہی ہے ایک سے ہی وسوسے اُسنے سب کے دلوں میں ڈالے ہیں اسلئے ان سب نے ایک سی باتیں

کی ہیں اس سارے مطلب کو اللہ تعالیٰ نے سورہ والذاریات کے ان مختصر لفظوں میں ادا فرمایا ہے اتواصوا بہ بل ہم
قوم طاغون حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جس نصیحت کا ذکر ہی یہ ایسی ایک فائدہ
مند صاحب تاثیر اور مختصر نصیحت ہی کہ عمل کرنے والے شخص کو نجات عقبیٰ کے لئے یہ ہی ایک نصیحت کافی ہے یہ اس
طرح کی ایک کامل نصیحت ہی جس طرح ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے معاویہؓ کو نصیحت کی ہی چنانچہ ترمذی میں روایۃ
ہی کہ معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ مجھکو کوئی ایسی مختصر اور فائدہ مند نصیحت لکھ کر بھیجدو کہ
اس نصیحت کے بعد پھر مجھکو کسی نصیحت کی ضرورت باقی نہ رہے حضرت عائشہؓ نے اس خط کے جواب میں جو خط لکھا
اسکا حاصل یہ ہی کہ جس شخص نے اللہ کی رضامندی کا خیال اپنے دل میں رکھا اور دنیا کے لوگوں کی نارضامندی کی کچھ
پروانہ کی خدا تعالیٰ ایسے شخص کے لئے ایسے سبب کھڑے کر دیویگا کہ دنیا کے سب لوگ خود بخود اوس شخص سے راضی
اور خوشی رہوینگے۔ اور جس شخص نے دنیا کے لوگوں کی رضامندی کو مقدم رکھا اور اللہ کی رضامندی کا خیال اپنے
دل میں نہ رکھا اوس سے نہ دنیا کے لوگ خوش رہ سکتے ہیں اور نہ خدا تعالیٰ خوش رہتا ہے۔ اس خط میں حضرت عائشہ
نے یہ بھی لکھا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا تھا وہی لکھا ہی۔ اس قصے کو ترمذی نے مرفوع اور موقوف
دونو طرح سے روایۃ کیا ہے جس سے ایک روایۃ کو دوسری سے تقویت ہو جاتی ہے۔ جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچ جاوے اسکو مرفوع کہتے ہیں اور جس حدیث کی روایۃ کسی صحابی پر ٹھہر جاوے اسکو موقوف کہتے ہیں۔
حضرت عائشہ کے خط کا مضمون ایک غیب کی بات ہی عقل کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے اسلئے ایسے موقع پر صحابی کا قول
حدیث نبوی کے حکم میں شمار کیا جاتا ہے۔ نبوت کے زمانہ سے پہلے اللہ کے رسول بتوں کی مذمت جو نہیں کرتے تھے
اس سے امت کے بت پرستوں نے یہ سمجھا کہ اللہ کے نبی بھی پہلے ہمارے طریقہ پر تھے اس خیال سے ان لوگوں نے اولتعودن
فی ملتنا کہا ورنہ حقیقت میں اللہ کے نبی شرک سے معصوم ہیں۔ اور بسا دینگے تمکو اس زمین میں۔ سورۃ اعراف
میں اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا ظہور گزر چکا ہی کہ نافرمان لوگوں کو برباد کر کے رسولوں کے فرمانبردار لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے
اوس زمین میں بسایا۔ آخر آیۃ میں فرمایا کہ ان فرمانبردار لوگوں کو اس زمین میں اسلئے بسایا کہ یہ لوگ اللہ سے ڈرتے تھے
اور حساب و کتاب کے لئے ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا ان لوگوں کے دل میں اندیشہ تھا۔ معتبر سند سے ترمذی
میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا اسکو
عقبیٰ کے نجات کی منزل طے کرنے کا ایسا اندیشہ لگا رہے گا جس طرح بعضے چست مسافر کچھ رات سے راستہ طے کرنا شروع
کر دیتے ہیں اور سویرے سے مقام پر پہونچ جاتے ہیں۔ معتبر سند سے طبرانی میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایۃ ہی جسمیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل عقبیٰ کی درستی کا خیال ہوگا اسکی دنیا بھی اچھی گزرے گی۔ ان
حدیثوں کو آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی امتوں میں سے جن لوگوں کے دل میں

خدا کا خوف تھا انکی عقبیٰ تو یون درست ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو رسولون کی فرمانبرداری کی توفیق دی اور دنیا یون درست ہوئی
کہ نافرمانون کو برباد کرکے انکی جگہ ان فرمانبردارون کو بسایا گیا۔ آگے بھی جو شخص ایسا ہوگا کہ اسکے دل مین خدا کا خوف ہوگا تو
دین و دنیا مین اس کا یہی انجام ہوگا۔

وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ مِّن وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝

اور فتح مانگنے لگے اور نامراد ہوا جو سرکش تھا ضد کرنے والا پیچھے اسکے دوزخ ہے اور پلا وینگے اسکو پانی پیپ کا گھونٹ گھونٹ

يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝

لیتا ہے اسکو اور گلے سے نہین اتار سکتا اور چلی آتی ہے اسپر موت ہر جگہ سے اور وہ نہیں مرتا اور اسکے پیچھے مار ہے گاڑھی

رسولون نے اپنے رب سے کفار پر فتح چاہی اور بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کفار نے بھی چاہا کہ یہ رسول سچے ہون
تو ان لوگون پر عذاب آجاوے غرضکہ دونون معنے یہان ممکن ہین۔ پھر فرمایا کہ تکبر کرنے والے اور خدا پر ایمان نہ لانے والے
کلمہ توحید سے منہ موڑنے والے ہلاک ہوئے اور اللہ نے اپنے رسولون اور انکے ساتھ کے مومنون کو فتح دی اور پھر ان
کفار کے لئے یہ حکم فرمایا کہ فقط اسی ہلاکت پر ہی بس نہیں ہے انکے سامنے جہنم بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا مین
تو یہ لوگ ہلاک ہوئے اور ساری ملکیت پر انکی مومنون کا قبضہ ہوا اور آخرت مین جہنم بھی انکے واسطے تیار ہے وہان
پانی کی جگہ پینے کو پیپ کا ملا ہوا جوش کھاتا ہوا پانی غرض ایسی چیزین پینے کو دیجاوینگی جنکو یہ لوگ پی نہ سکینگے
انکے بدبو کے حلق سے نیچے نہ اترینگی۔ فرشتے عذاب کے ہتھوڑے مار مار کر زبردستی پلائینگے بمشکل گھونٹ گھونٹ
حلق سے نیچے اتارینگے اور ہر طرف سے موت دکھلائی دیگی جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی تکلیف اور سختی ہوگی
کہ گویا اب موت آئی اور اب آئی مگر وہان موت کہان وہان تو موت ذبح کردیجاوے گی پھر مرنا کیسا اسکے بعد فرمایا کہ اسپر
بس نہ ہوگا بلکہ اس سے بھی اور سخت عذاب ہوگا اور ہر مرتبہ سختی اور تکلیف مین زیادتی کی جاوے گی۔ مسند امام احمد
ترمذی اور مستدرک حاکم مین ابوامامہؓ سے ایک روایت ہے کہ دوزخیون کے منہ کے پاس جب پیپ لائی جاویگی تو اس
کی گرمی اور حدت سے منہ جھلس جاوے گا اور سر کی کھال گل کر گر پڑے گی اور وہ لوگ اس پیپ کو پی لینگے تو
آنتین کٹ کر پاخانہ کی راہ سے نکل پڑینگی اگرچہ ترمذی نے ابوامامہ کی اس حدیث کو غریب کہا ہے لیکن حاکم نے اس کو
مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ یہان تو فقط دوزخیون کو جو چیزین پلائی جاوینگی انکا ذکر ہے سورۃ الغاشیہ مین آوے گا
کہ ان لوگون کو ایک کانٹون دار گھاس نگلائی جاویگی جو حلق مین پھنس جاویگی تو اسوقت یہ کھولتا ہوا پیپ کا پانی
ان لوگون کو پلایا جاویگا۔ صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی
آگ کی تیزی دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ ہے سوا ان حدیثون کے دوزخ کے عذابون کی تفصیل اور بہت سی صحیح
حدیثون مین ہے یہ سب حدیثین عذاب غلیظ کی گویا تفسیر ہین۔

منزل ۳

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ

احوال انکا جو منکر ہوئے اپنے رب سے انکے کئے جیسے راکھ زور کی چلی اسپر ہوا آندھی کے دن

لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

کچھ ہاتھ میں نہیں اپنی کمائی میں سے یہی ہے دور بہک پڑا

اِس آیۃ مین کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی ہی کہ کفار جو نیکی کرتے تھے اسکا ثواب بھی انکو کچھ نہ ملے گا برے عمل کی سزا جو کچھ ہوگی وہ تو ہو گی مگر انکے نیک عمل جیسے صدقہ دینا صلہ رحمی کرنی محتاجون کی حاجت برلانی باپ مان کے ساتھ بھلائی کرنی انکی بھی ایسی مثال قیامت کے دن ہو جاویگی جیسے آندھی مین کوئی راکھ کو اڑنے سے بچا نہیں سکتا اسی طرح سے قیامت کے دن کافرون کو نیک عملون سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ یہ لوگ اکیلے خدا پر ایمان نہیں لائے تھے بتون کو خدا کا شریک کرتے تھے اسلئے انکی یہ سب نیکیان بھی برباد جاوینگی اور انکا اپنی نیکیون کی بابتہ یہ خیال کہ ہمکو اسکا اجر ملے گا بہت بڑی گمراہی ٹھہرے گی کیونکہ جو شخص خدا کو پورا پہچانتا ہی نہیں عقبی کے عذاب ثواب کا اسکو یقین نہیں اسکی نیکیان خدا کے حکم کے موافق نہیں ہوسکتین۔ معتبر سند سے مسند امام احمد مین محمود بن لبید سے روایۃ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے دکھاوے کے نیک عمل کو چھوٹا شرک فرمایا ہے۔ مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے انس بن مالک کی معتبر روایۃ گزر چکی ہے کہ جس عمل مین دنیا کے دکھاوے کا لگاؤ ہوگا وہ اعمال نامہ مین سے نکالکر قیامت کے دن پھینک دیا جاویگا۔ ان حدیثون سے یہ بات سمجھ مین آسکتی ہے کہ جب چھوٹا شرک نیک عملون کو پھینکدینے کے قابل کر دیتا ہے تو بت پرستی کے بڑے شرک مین جو لوگ گرفتار ہین انکے نیک عمل قیامت کے دن سوا پھینکدینے اور ہوا مین اڑا دینے کے اور کس کام کے ہین۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مشرکین مکہ عقبی کے اجر کے تو قائل نہیں تھے اسواسطے انکے نیک کام فقط دنیا کے نام نمود کے لئے ٹھہرے جو قیامت کے دن ہوا مین اوڑ جاوینگے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین جیسے چاہیے اگر چاہے تمکو لیجاوے اور لاوے کوئی پیدائش نئی اور یہ اللہ پر مشکل نہیں

اِس آیۃ میں اللہ پاک نے مشرکون کو قائل کرنے کے لئے اپنی قدرت کا حال بیان فرمایا اور بظاہر اگرچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا ہے مگر اس خطاب سے ساری امت مقصود ہے اسلئے فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا آسمان و زمین کا پیدا کرنا ساری مخلوق کے پیدا کرنے سے مشکل ہے کیونکہ اس مین عجیب عجیب حکمتین ہین بہر حال وہ اگر چاہے تو ساری دنیا کو نیست و نابود کر دے اور اسکی جگہ ایک نئی مخلوق پیدا کردے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا پھر اسکی تعظیم اور عبادت مین جو لوگ دوسرونکو شریک کرتے ہین انکے گناہ سے بڑھ کر دنیا مین کوئی گناہ نہیں صحیح بخاری کے حوالہ سے انس بن مالک کی یہ حدیث بھی

منزل ۳

گذر چکی ہی کہ مشرکین مکہ نے عذاب کی جلدی کرکے یہ دعا مانگی تھی کہ اگر قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں تو اسکے نہ ماننے کے وبال میں ہم لوگوں پر پتھروں کا مینہ برسے۔ ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جب آسمان و زمین کو انسان کو انسان کی ضرورت کی سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا کہ اس میں ان بت پرستوں کے بتوں کا کچھ دخل نہیں ہے تو پھر یہ بت پرست ان بتوں کی پوجا کس استحقاق سے کرتے ہیں۔ عذاب کی جلدی جو یہ لوگ کرتے ہیں یہ بھی ان لوگوں کی نادانی ہے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بہت سی قوموں کو برباد کرکے ان لوگوں کو انکی جگہ بسایا اسی طرح انکو برباد کرکے نئی مخلوق کا پیدا کردینا اسکی قدرت کے آگے کچھ دشوار نہیں ہے اب آگے فرمایا کہ اگر کسی مصلحت سے یہ لوگ دنیا کے عذاب سے بچ بھی گئے تو قیامت کے دن اللہ کے روبرو کھڑے ہوکر اس شرک کی جوابدہی انکے سر سے کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ

اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سارے پھر کہیں گے کمزور بڑائی والوں کو ہم تھے تمہارے پیچھے سو کچھ بچاؤ گے تم ہم سے

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ

اللہ کی مار سے کچھ وہ بولے اگر ہم کو راہ پر لاتا اللہ البتہ ہم تم کو راہ پر لاتے اب برابر ہمارے حق میں ہم بے قراری کریں یا صبر

اس آیۃ میں فرمایا کہ ساری مخلوق قیامت کے دن ایک کشادہ میدان میں کھڑی کیجاویگی اور انکے اعمال وہاں ظاہر کئے جاوینگے۔ اگرچہ ہر شخص کے عمل کا علم خدا کو ہے مگر جزا سزا کا دارومدار اسنے اپنے علم پر نہیں رکھا ہی اسلئے فرمایا کہ وہاں سبکے عمل ظاہر کئے جاوینگے تاکہ ہر ایک کو دوسرے کے عمل کی خبر ہو جائے اور ہر عمل کے مطابق جزا سزا کا ہونا عین انصاف پر خیال کیا جائے غرضکہ جب سب جمع ہولینگے اور جزا سزا ہو جاوئیگی تو بیچارے کمزور اور چھوٹی حیثیت کے آدمی بڑے لوگوں سے یہ کہینگے کہ ہم تمہیں دیکھ کر اور تمہارے کہنے سے ہر ایک بات میں تمہارے ہی تابع رہے اور خدا و رسول پر ایمان نہیں لائے تمہیں بھی اب مناسب ہے کہ یہاں ہمارے کچھ کام آؤ اور خدا کے اس عذاب میں کسی قدر کمی کراؤ وہ جواب دینگے کہ اگر ہم دنیا میں ہدایت پاتے تو تمہیں بھی ہدایت پر لاتے ہم کیا کریں ہم آپ ہی مجبور ہیں اسوقت خواہ روئیں چلائیں یا صبر کریں اس عذاب سے کسی طرح رہائی نہیں ہوسکتی۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے حساب میں قیامت کے دن کچھ کرید نکالی گئی وہ عذاب میں پھنس جاویگا۔ معتبر سند سے ترمذی مسند بزار اور طبرانی میں ابی برزہؓ اور معاذ بن جبلؓ سے روایتیں ہیں جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ہر شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر کس کام میں گذاری (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا (۴) دین کی کوئی بات سیکھی تو اسپر کیا عمل کیا۔ سورہ نحل میں آویگا کہ لوگوں کے بہکانے والوں کو بہکنے

اور بہکانے کا دوہرا عذاب قیامت کے دن ہوگا - صحیح مسلم میں اس مضمون کی ایک حدیث بھی ابوہریرہؓ کی روایت سے
ہی سورہ نحل کی آیۃ ومن اوزار الذین یضلونہم کو اور ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جن لوگون
نے اورون کو بہکا کر برے راستہ سے لگایا اس حساب کی کرید اور جوابدہی کے وقت جب ایسے لوگون کو دوہرے عذاب
کا حکم ہوگا تو وہ گھبرا کر بہکنے والون سے کہوینگے کہ ہم تو خود دوہرے عذاب مین گرفتار ہین ہمسے کسی کی کیا مدد ہوسکتی ہے

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ

اور بولا شیطان جب فیصل ہو چکا کام اللہ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور مین نے وعدہ دیا پھر جھوٹ کیا اور میری

لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا

تم پر حکومت نہ تھی مگر مین نے بلایا تم کو پھر تم نے مان لیا مجکو سو الزام نہ دو مجھے اور الزام دو اپنے تئین نہ مین

بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

تمہاری فریاد پر پہنچون اور نہ تم میری فریاد پر پہنچو مین نہین قبول رکھتا جو تم نے مجکو شریک ٹھیرایا تھا پہلے جو ظالم ہین انکو دکھ کی مار ہے

اوپر چھوٹے بہکانے والونکا ذکر فرما کر اس آیۃ میں سب سے بڑے بہکانے والے کا ذکر فرمایا اس آیۃ مین شیطان کی جن باتون کا
ذکر ہے یہ اسوقت کی شیطان کی باتین ہین جب جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ مین داخل ہو چکین گے چنانچہ خود اللہ
تعالیٰ نے آیۃ میں صراحت فرمادی ہے کہ جب فیصلہ ہوچکے گا اسوقت شیطان یہ باتین کریگا تفسیر شعبی میں جو روایۃ
ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے طور پر کھڑے ہوکر شیطان یہ باتین کریگا چنانچہ شعبی کی روایۃ کا حاصل یہ ہے
کہ قیامت کے دن دو خطیب لوگون کے سامنے کھڑے ہونگے ایک حضرت عیسےٰ علیہ السلام خطبہ پڑھ کر نصاریٰ کی
ان باتون کو جھٹلا دین گے جو نصاریٰ نے انکی اور حضرت مریمؑ کی طرف شرک کے طور پر لگائی ہین دوسرا خطبہ شیطان پڑھیگا
جس خطبہ مین ان باتون کا ذکر ہوگا جن باتونکا اس آیۃ میں ذکر ہے تفسیر ابن ابی حاتم کی روایۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ
اس خطبے سے پہلے میدان محشر میں بھی شیطان ایک خطبہ پڑھیگا اس خطبہ مین بھی یہی باتین ہون گی جن باتونکا اس آیۃ
مین ذکر ہے یہ خطبہ اسوقت وہ پڑھےگا جب اسکے فرمانبردار لوگ اوس سے کہوینگے کہ اچھے لوگون کی جس طرح انبیا نے شفاعت
کی ہے تو ہماری شفاعت کر کیونکہ دنیا میں اچھے لوگ جیسا انبیا کا کہنا مانتے تھے اوسی طرح ہم تیرا کہنا مانتے تھے اوسوقت
شیطان صاف الگ ہوجاویگا اور کہویگا کہ انبیا نے تو اللہ کا سچا وعدہ پہونچایا تھا مینے تو تمکو دم دیا تھا تم انبیا کی مضبوط
باتین چھوڑ کر میرے دم مین کیون آگئے اسکا وبال تمپر ہی مجھپر کیا الزام ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث
گزر چکی ہے کہ نیک کامون کی رغبت دلانے کیلئے اللہ کا ایک فرشتہ اور برے کامون کی رغبت دلانے کے لئے ایک شیاطین ہر آدمی کے
ساتھ رہتا ہے معتبر سند سے ابوسعید خدریؓ کی حدیث بھی مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے گزر چکی ہے کہ آسمان پر سے
نکالے جانے کیوقت شیطان نے اللہ تعالیٰ کے روبرو جب بنی آدم کے بہکانیکی قسم کہائی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی جاہ و جلال کی قسم کھا کر فرمایا

منزل ۳

کہ تیرے بہکانے سے جو کوئی گناہ کریگا اور پہر خالص دل سے توبہ استغفار کریگا تو مین بہی اسکے گناہون کے معاف کردینے مین
کبھی دریغ نکرونگا ان حدیثون کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ تفسیر قرار پائی کہ ایک فرشتہ تعینات کر کے گناہ سے بچنے کا
اور گناہ ہوجانے کے بعد توبہ استغفار سے گناہ کے معاف کردینے کا جب اللہ تعالی نے پورا انتظام کر دیا ہے تو پہر جو شخص
اس انتظام کی پابندی نکریگا اسکا الزام اسکے ذمہ ہے اسی واسطے قیامت کے دن گنہ گار لوگون سے شیطان صاف
کہدیگا کہ تم لوگ مجھکو کیا الزام دیتے ہو اپنے آپکو الزام دو کہ تم نے اللہ کے انتظام کی پابندی نہیں کی - یہ ایک جگہ گزر چکا
ہے کہ عامر بن شراحیل شعبی ثقہ تابعیون میں ہیں -

وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
اور داخل کئے گئے جو لوگ ایمان لائے تھے اور کام کئے تھے نیک باغون مین بہتی نیچے انکے ندیان رہا کرین ان میں

بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۖ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ○
اپنے رب کے حکم سے انکی ملاقات ہے وہان سلام

اس سے اوپر کی آیۃ میں اللہ جل جلالہ نے کفار کا حال بیان فرما کر اس آیۃ میں مومنون کے اجر اور اونپر اپنی خاص مہربانیونکا ذکر
کیا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اچھے عمل کئے انکو جنت میں داخل کیا جاویگا جہان نہرین بہتی ہونگی اور پہر اپنے فضل سے
انکو ہمیشہ ہمیشہ وہان رکھنے کا ذکر فرمایا اور یہ بہی فرمایا کہ آپس مین وہ لوگ مبارکبادی کے طور پر ایک دوسرے کو سلام کرینگے
اور فرشتے بہی خدا کے حکم سے جا جا کر انہیں سلام کیا کرینگے یہانتک کہ سورہ یس کی آیتونکے موافق خود خدا بہی انپر سلام بھیجے گا اور جنت مین داخل
ہونے کے بعد دنیا کے غم رنج اور فکر و مصیبت سے وہ امن میں رہیں گے کیونکہ وہان دنیا کی کوئی آفت پاس بہی نہیں
آئے گی ہر طرح چین و آرام سے صحیح و سلامت رہیں گے - معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی میں معاذ بن جبل سے روایتہ
ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جنتی کے گہر میں پانی دودہ شہد اور شراب کی نہرین جاری ہونگی - انس بن
مالک قسم کہا کر کہا کرتے تھے کہ جنت کی نہرون کے کنارے نہیں ہیں ہموار زمین پر وہ نہرین ہیں تاکہ جنتی لوگونکو نہر کے اندر
کی چیز لینے مین کچہہ دشواری نہ ہو - جنت کی نہرون کی زیادہ تفصیل سورہ محمد مین آویگی - صحیح بخاری و مسلم مین عبد اللہ بن
عمر سے روایتہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہوجاوینگے تو اللہ کے فرشتے انکو
صحت و سلامتی سے ہمیشہ جنت مین رہنے کی خوشخبری سنادیوینگے حدیث کا یہ ٹکڑا گویا خالدین فیہا کی تفسیر ہے صحیح
حدیثون میں آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالی اپنے فضل سے جنت میں جانے کا حکم نہ دیگا فقط عملون کے سبب سے کوئی جنت
کا مستحق نہیں ہوسکتا یہ حدیثین باذن ربہم کی گویا تفسیر ہیں - دنیا میں سلام علیک کا کرنا ایک سلامتی کی دعا ہے
جنت میں ہمیشہ سلامتی سے رہنے کے باب میں عبد اللہ بن عمر کی حدیث اوپر گزر چکی ہے اسلئے جنت کا آپس کا سلام
اس ہمیشہ کی سلامتی کی مبارکباد کا ہوگا -

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝
تونے نہ دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک درخت ستھرا اُس کی جڑ مضبوط ہی اور ٹہنی آسمان مین
تُؤْتِيْٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝
لاتا ہی پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے اللہ کہاوتین لوگون کو شاید وہ سوچ کرین
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ٱجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝
اور مثال گندی بات کی جیسے درخت گندا اکھاڑ لیا اوپر سے زمین کے کچھ نہیں اسکو ٹھیراؤ

ان آیتون مین اللہ پاک نے مومنون اور کافرون کی ایک ایک مثال بیان فرمائی ہی کہ جیسے کوئی پاکیزہ درخت ہی کہ اُسکی جڑ مضبوط ہو اور شاخین اوپر کو پھیلی ہوئی ہون اور ہمیشہ اُسمین پھل لگتے ہون اِسی طرح خدا کا کلمہ پاک لا الٰہ الا اللہ ہی کہ اسکی جڑ مومن کے دل مین مضبوطی سے جگہ پکڑے ہوئے ہوتی ہی اور اوسکے عمل شاخون کی طرح آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ اُسکو قیامت کے دن معلوم ہوگا۔ اور کفر و گمراہی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بے فیض درخت جسکی جڑ بالکل ہی مضبوط نہ ہو زمین کے اوپر ہی اوپر پھیلی ہوئی ہو اُسکو کسی طرح قیام نہیں ذراسی ٹھیس مین اپنی جگہ سے اوکھڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کفار کے غلط عقیدہ کی حالت ہے کہ اُسکو وہ کسی مضبوط دلیل سے دنیا مین ثابت نہیں کر سکتے اسلئے عقبیٰ مین اُس سے کوئی فائدہ اُنکو نہیں ہو سکتا کیونکہ اُسکی جڑ بالکل بے ثبات ہی۔ شجرِ طیبہ سے مفسرین نے کھجور کا درخت مراد لیا ہی بخاری مین حضرت ابن عمرؓ سے روایۃ ہے کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگون سے پوچھنے لگے کہ وہ کونسا درخت ہی جو مرد مسلمان کی طرح ہے جسکے پتے نہ جاڑے میں جھڑتے ہیں نہ گرمی مین اور اوس مین ہمیشہ پھل آتا رہتا ہے۔ ابن عمرؓ نے چاہا کہ مین کہدون کہ کھجور کا درخت ہی مگر وہان حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہ بھی بیٹھے تھے اور بالکل خاموش تھے اسلئے مناسب سمجھا کہ مین بچہ ہو کر ان بزرگون کے سامنے بولون اور دخل دون جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو حضرت نے خود فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہی جب سب لوگ وہان سے اوٹھکر چلے تو ابن عمرؓ نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے رستے میں کہا کہ واللہ میرے جی میں آئی تھی کہ کہدون کھجور کا درخت ہے حضرت عمرؓ نے کہا پھر تونے کیون نہیں کہا ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ لوگون کو چپ دیکھ کر مین نے زبان کھولنی مناسب نہ جانی حضرت عمرؓ کہنے لگے اگر تو کہہ دیتا تو مین نہایت خوش ہوتا۔ اور شجرِ خبیثہ کی تفسیر مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک درخت ہے جسکو اندرائن کہتے ہیں اسکا پھل نہایت کڑوا زہر ہوتا ہی اور اسکی جڑ بھی زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے آسانی سے اوکھڑ آتی ہے۔ ترمذی مین انسؓ بن مالک کی مرفوع اور موقوف روایتین ہیں اُن مین بھی شجرِ خبیثہ کی تفسیر اندرائن کے درخت کو ٹھہرایا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیتون مین نیک و بد لوگون کا عقبیٰ کا حال بیان فرما کر ان آیتون مین نیکون کی مشابہت کھجور کے درخت سے اور بدلوگون کی مشابہت اندرائن کے درخت سے دی گئی ہے جس مشابہت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کھجور کا پھل خشک و تر

منزل ۳

ہمیشہ کام میں آتا ہے اسی طرح نیک لوگ عقبیٰ میں ہمیشہ اپنے عقیدہ اور عمل کا پھل پاوینگے اور جس طرح اندرائن کا درخت کڑوا اور بے فیض ہے یہی حال نافرمان لوگوں کے عقیدہ اور عمل کا ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافوں کو اور کرتا ہے

بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد نسائی وغیرہ میں چند روایتوں سے جو تفسیر اور شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے اور اُسکو اُسکے عزیز و اقارب دفن کرکے اُلٹے پھرنے لگتے ہیں تو ابھی یہ لوگ اُس مردہ کی قبر کے ایسے پاس ہوتے ہیں کہ اُنکے چلنے میں جو اُنکے پیروں کی کھس کھساہٹ کی آواز ہوتی ہے وہ مردہ کے کان میں جاتی ہے کہ اتنے میں منکر نکیر دو فرشتے آنکر مردہ کو اوٹھا کر بٹھلا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ رب تیرا کون ہے اور دین تیرا کیا ہے اگر یہ مردہ سچا مسلمان ہے تو ان فرشتوں کی خوفناک صورت کا اثر اس مردہ کے دلپر کچھ بھی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ثابت قدمی اور جرات اس مردہ کے دلپر آجاتی ہے اور یہ شخص فوراً اون فرشتوں کو جواب دیتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں وہ فرشتے کہتے ہیں انکا نبی ہونا تو نے کیونکر پہچانا وہ مردہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام لائے اوسکو میں نے پڑھا اور اوسپر ایمان لایا اس سے مجھکو معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پھر وہ فرشتے اوس مردہ کو دوزخ دکھا کر کہتے ہیں کہ ایک ٹھکانا تیرا یہ بھی تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرا ایمان کا ٹھکانا بدل دیا پھر اُسکو اُسکا وہ ٹھکانا دکھاتے ہیں جو جنت میں اللہ تعالیٰ نے اُسکے لئے مقرر کیا ہے یہ ٹھکانا دیکھ کر وہ مردہ بہت خوش ہوتا ہے اور اون فرشتوں سے کہتا ہے خدا مجھکو دنیا میں جانا ملے تو میں اپنے عزیز و اقارب سے اس خوشحالی کا حال کہہ آؤں وہ فرشتے کہتے ہیں اب تو یہیں آرام سے سو جا یہاں تک کہ قیامت آوے اور اگر یہ مردہ کافر یا منافق کا ہوتا ہے تو اُن فرشتوں کی خوفناک صورت دیکھکر ڈرجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ثابت قدمی اور جرأت اُسکو عطا نہیں ہوتی اس سبب سے ایسا شخص ہائے ہائے کرکے رہجاتا ہے اور اون فرشتوں کے سوال کا جواب کچھ نہیں دیسکتا اسلئے ایسے شخص کو طرح طرح کا عذاب قبر میں ہوتا رہے گا سوائے جنات اور انسان کے اور سب چرند و پرند کو اس عذاب کا حال معلوم ہے انکو یہ عذاب نظر آتا ہے غرض ایماندار لوگوں کو منکر نکیر کے جواب دینے کے وقت قبر میں ایک ثابت قدمی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے جس ثابت قدمی کے سبب سے منکر نکیر کا جواب آسان ہو جاتا ہے وہ ثابت قدمی اس آیۃ کی شان نزول ہے اور اُسی ثابت قدمی کا اس آیۃ میں ذکر ہے تفسیر عبدالرزاق میں عبید بن عمیر کا ایک موقوف اثر ہے کہ کافروں سے منکر نکیر کا سوال قبر میں نہیں ہوتا کیونکہ وہ صریح صریح نبی اور دین اسلام کے منکر ہیں انسے اس سوال و جواب کی کیا ضرورت ہے اگرچہ یہ عبید بن عمیر اعلیٰ درجہ کے تابعین ہیں اسوجہ سے بعضے مفسروں نے اپنی تفسیر میں انہی عبید بن عمیر کے قول کے بھروسہ پر یہ لکھ دیا ہے کہ کافروں سے منکر نکیر کا سوال نہ ہوگا لیکن اوپر

جن صحیح حدیثون کا حوالہ دیا گیا ہے اون میں کافر سے منکر نکیر کے سوال وجواب کا صاف ذکر آچکا ہے اسلئے صحیح مذہب یہی ہے
کہ کافرون سے بھی منکر نکیر کا سوال ہوگا بعضے علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ سوال منکر نکیر کا فقط روح سے ہوگا مردہ کے جسم
کو اوس سے کچھ تعلق نہیں ہے لیکن صحیح حدیثون مین جو آیا ہے کہ فرشتے مردہ کو بٹھلاتے ہیں اور اگر مردہ منکر نکیر کے سوال
کا جواب پورا نہ دیوے تو فرشتے اسکی گردن پر گرز مارتے ہیں جس سے مردہ اس طرح چلاتا ہے کہ سوائے جن اور انسان کے
سب چرند پرند اسکے غل وشور کی آواز کو سنتے ہیں اور قبر کے بھینچنے سے پسلیان ٹوٹ جاتی ہیں اور اچھے لوگون کی روح کو
سوال وجواب کے بعد جنت مین پھرنے کی اجازت ہو جاتی ہے اور بدن خاک ہو جاتا ہے اور برے لوگون کی روح عذاب
قبر کے صدمہ سے نکل جاتی ہے اور بدن پاش پاش ہو جاتا ہے پھر بدن کا ڈھانچ تیار کیا جاتا ہے اور اس میں روح پھونکی
جاتی ہے اور عذاب جاری ہوتا ہے ان سب باتون سے صحیح مذہب یہی ہے جسکو جمہور علمائے اہل سنت ومفسرین
نے اختیار کیا ہے کہ منکر نکیر کے سوال وجواب اور عذاب قبر مین روح وجسم دونون کا تعلق ہی رہا یہ عقلی اعتراض کہ قبرون
مین نو سوائے ہڈیون کے یا خاک کے کہیں کچھ نظر نہیں آتا اس کا جواب یہ ہے کہ عالم ملکوت کی چیزون کو تو انسان کا
دیکھنا درکنار خاص جن لوگون کو اللہ تعالی نے اس طرح کی آنکھیں دی ہیں وہی دیکھتے ہیں عالم انسان تو دنیا کی بہت سی
چیزونکو بھی نہیں دیکھ سکتے خود اپنی روح اپنی اندرونی امراض کو نہیں دیکھہ سکتے کہ کہان ہیں اور کیا ہیں غرض نگاہ کے
سامنے کی چیزون کی طرح نگاہ سے غائب چیزون پر قیاس لڑانا کوئی عقل کی بات نہیں ہے بلکہ عقل کے خلاف بات
ہے آخرت کے احوال سے عقل بے بہرہ ہے وہان کے حالات اللہ ہی جانتا ہے یا اللہ کی تعلیم سے رسول وقت نے
جو کچھ بتلایا ہے وہ حق ہی۔ ایماندار نیک عمل لوگونکو منکر نکیر کے سوال جواب کے وقت ایک ثابت قدمی تو اللہ تعالی
کی طرف سے ملے گی جسکا ذکر اوپر گزرا علاوہ اس ثابت قدمی کے ایک مدد ایسے لوگون کو انکے اعمال صالحہ بھی دیوینگے
چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد بن حنبل مین اسماء حضرت عائشہؓ کی بہن سے اور طبرانی وصحیح ابن حبان مین ابوہریرہؓ
سے روایتین ہیں جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منکر نکیر ڈراؤنی صورت لیکر کافر اور منافق کے تو بالکل سر پر
ہی چڑھ آوین گے اور نیک عمل لوگون کے عمل نماز روزہ حج زکوۃ قبر کے چارون طرف چوکسی کرین گے اور ہر طرف سے
اون ڈراؤنی صورت کے فرشتے مردہ کے پاس نہ آسکین گے ہر مسلمان کو چاہیے کہ خالص دلسے جہان تک ہو سکے نیک
عمل بڑھانے کی پوری کوشش کرے تاکہ ایسی تنہائی اور بیکسی کے وقت ایک ایسی مضبوط اور دلاور چوکیدارون کی فوج
جو فرشتون سے بھی نہ ڈرین اسکے ساتھ ہو جاوے۔ معتبر سند سے ترمذی مین عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے جس مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت کے مقامون میں سے قبر اول مقام ہے جو شخص اس مقام میں ثابت قدم رہا
وہ باقی کے مقامون میں بھی پورا اتریگا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے منکر نکیر کا جواب ثابت قدمی سے دیدیا وہ
حساب وکتاب مین پل صراط سے گزرنے مین غرض عقبی کے سب مقامون میں ثابت قدم رہیگا یہ حدیث وفی الآخرۃ

منزل ۳

کی گویا تفسیر ہے۔ اب آگے ایمان دار لوگون کے مقابلہ میں کافر اور منافقون کا ذکر فرمایا کہ جس طرح یہ لوگ علم الٰہی کے موافق زندگی میں گمراہ رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ انکو عقبیٰ کے سب مقامون میں ثابت قدمی سے دور رکھے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی کے موافق جو چاہتا ہے وہ ہوکر رہتا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ۝ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا لِّيُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ؕ قُلۡ تَمَتَّعُوۡا فَاِنَّ مَصِيۡرَكُمۡ اِلَى النَّارِ

تونے نہ دیکھے جنھون نے بدلا کیا اللہ کے احسان کا ناشکری اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جو دوزخ ہے بیٹھینگے اوسمین اور برا ٹھکانا ہے اور ٹھیرائے اللہ کے مقابل کہ بہکاوین لوگون کو اللہ کی راہ سے تو کہہ برت لو پھر تم کو پھر جانا ہے طرف آگ کے

صحیح بخاری نسائی مستدرک حاکم تفسیر عبد الرزاق تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت علی کی روایتون سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ قریش پر اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا احسان کیا کہ اس قوم میں سے آنحضرت کو نبی بنایا تاکہ قریش کی دین و دنیا درست ہو جاوے دنیا میں رسول کی برکت سے غیر قومون پر فتح پاوین دین میں رسول سے راہ نجات سیکھ کر جنت کے دائمی عیش میں رہیں لیکن فتح مکہ سے پہلے قریش لوگ اللہ کی اس نعمت سے خبردار نہ ہوئے اور رسول وقت سے طرح طرح کی مخالفت کرتے رہے اور بت پرستی سے باز نہ آئے لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے اسلئے وقت مقررہ تک انکو مہلت دیگئی پھر آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے اکثر ان بڑے بڑے سردارون کو جنھون نے اللہ کی اوس نعمت کی ناشکری کی تھی مسلمانون کے ہاتھ سے غارت کرادیا اسی باب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے بنی امیہ میں سے بعضے لوگ تو وہ تھے کہ بدر اور احد میں مخالفت رسول کے سببسے دنیا میں کتے کی موت مارے گئے اور آخرت میں فی النار ہوئے اور بعضے وہ جنھون نے اللہ کی اس نعمت کی قدر کی اسلام لائے رسول کی اطاعت کی اونھون نے دنیا میں بھی عیش کئے حکومت پائی خلافت پائی دین میں بھی عیش دائمی کا وعدہ اللہ نے انسے اور ہر سچے مسلمان سے کیا ہے اسی واسطے آگے کی آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اسوقت کے جو دو فرض نماز اور زکوۃ تھے انکے ادا کرنیکی تاکید فرمائی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں اللہ کے وعدہ کا ظہور ہوا ہے مرتے دم تک جو اللہ کے رسول کی اطاعت میں رہیگا اور اللہ تعالیٰ نے اسوقت تک جو چیز فرض ٹھرائی ہے اسکی ادائی میں کسی طرح کی کوتاہی نکریگا اوس سے آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ایسا ہی پورا کریگا جس طرح اسنے دنیا میں اپنا وعدہ سبکی آنکھون کے سامنے پورا کیا ہے صحیح روایتون کے حوالہ سے اوپر گزر چکا ہے کہ پہلے پہل ایک شخص عمرو بن لحی نے ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر مکہ میں بت پرستی پھیلائی پھر اسکے بعد قریش کے سردارون میں ابوجہل وغیرہ ایسے لوگ تھے جو خود بھی عمرو بن لحی کی رسمون کے پابند تھے اور دوسرونکو بھی اسی کی رغبت دلاتے تھے مثلاً مستدرک حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی صحیح روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہے کہ ولید بن مغیرہ

منزل ۳

قرآن شریف کی آیتین سنکر کچھ نرم دل ہوگیا تھا مگر ابوجہل نے پھر اسکو بہکا دیا حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتون میں ایسے ہی لوگون کو قوم کے بہکانے والے اور قوم کے تباہ کرنے والے فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایتہ گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگونپر دوہرا عذاب ہوگا خود بہکنے کا جدا اور دوسرونکے بہکانیکا جدا اسواسطے ایسے لوگون کو بڑے ٹھکانے کے لوگ فرمایا

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ

کہدے میرے بندونکو جو یقین لائے ہیں قائم رکہیں نماز اور خرچ کریں ہماری دی روزی میں سے چھپے اور کہلے پہلے اس سے کہ آوے وہ دن جسمین نہ سودا ہی نہ دوستی

بعضے مفسرون نے اس آیتہ اور آیتہ الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين کو ملا کر یہ شبہ پیدا کیا ہی کہ ایک آیتہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ قیامت کے دن مطلق دوستی نہ ہوگی اور دوسری آیتہ سے معلوم ہوتا ہی کہ کچھہ متقی لوگون میں دوستی ہوگی جواب اس شبہ کا یہ ہی کہ قیامت کے حالات کئی طرح کے ہون گے چنانچہ نامہ اعمال تقسیم ہونے اور حساب وکتاب کے ہوجانے سے پہلے تو لوگ اس طرح کے بدحواس ہونگے کہ آپسمین میل جول اور دوستی تو درکنار ایک کو دوسرے کی طرف آنکھ اوٹھا کر دیکھنے کا موقع بھی نہ رہے گا چنانچہ بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ مین حضرت عائشہؓ کی اور طبرانی مین حضرت ام سلمہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے لوگون کے ننگے قبرونسے اوٹھنے کا ذکر کیا تو حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ بڑا افسوس ہے سب مرد ننگی عورتون کو دیکھیں گے آنحضرتؐ نے فرمایا اسوقت مردون کو عورتون کی اور عورتون کو مردون کے دیکھنے کا ہوش نامہ اعمال اور حساب کے خوف سے کہان ہوگا پھر حضرت ابوسعید خدریؓ کی صحیح بخاری ومسلم کی روایتہ مین آپ نے فرمایا ہے کہ متقی لوگ جب جنت میں داخل ہونے کی اجازت حساب وکتاب سے فارغ ہوجانے کے بعد پاوینگے تو اپنے بھائی گنہ گار مسلمانون کی نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایسے جھگڑین گے کہ وہ جھگڑا دیکھنے کے قابل ہوگا اسلئے دونون آیتون مین مختلف وقتون کا حال ہی۔ حاصل مطلب آیتہ کا یہ ہی کہ اے رسول اللہ کے اہل مکہ میں سے جو لوگ راہ راست پر نہیں آتے انکو تم انکی حالت پر چھوڑ دو اللہ کے علم ازلی میں جو انجام انکا ٹھہر ہے وقت مقررہ پر وہ خود ظہور میں آجاویگا لیکن جو لوگ تمکو سچا رسول اور قرآن کو اللہ کا کلام مان چکے ہیں انکو نماز اور زکوۃ کی تاکید کردو اور انکو یہ سمجھا دو کہ یہان دنیا میں تو فرض اور نفل صدقہ خیرات میں تھوڑا سا مال خرچ کرنے سے ایک کے بدلہ میں سات سو تک کمانے کی تجارت کا موقع حاصل ہے جس سے نیکی کا پلڑا بھاری ہوکر آدمی کی نجات قیامت کے دن ہوسکتی ہی لیکن خاص اوس دن عذاب الٰہی سے چھٹکارہ ہوجانے کے بدلہ مین کوئی شخص تمام دنیا کا مال متاع بھی دینا چاہے گا تو چھٹکارہ نہ ہوسکے گا اور اس دن کوئی دوست بھی ایسا نظر نہیں آنے کا جو اللہ کی مرضی کے برخلاف سفارش کرکے کسی کا چھٹکارہ کرادیوے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کے موافق جو باتین انسان پر فرض ٹھہرادی ہیں خالص دل سے انکو پورے طور پر ادا کرنے کی کوشش ہر ایماندار شخص پر لازم ہے کہ قیامت کے دن یہی نجات کی صورت ہی صحیح قول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہی ہی کہ انھون نے ینفقوا مما رزقناهم کی تفسیر زکوۃ کے لفظ سے کی ہی اس لئے اس

منزل ۳

قول سے اون مفسرین کے مذہب کی بڑی تائید ہوتی ہے جو زکوۃ کے مکہ میں فرض ہونے کے قائل ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ

اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان و زمین اور اتارا آسمان سے پانی پھر اوس سے نکالی روزی تمہارے میوے

رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اوسکے حکم سے اور کام میں دین تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ

تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۟

اور اگر گنو احسان اللہ کے تو نہ پورے کر سکو بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکر

ان آیتون مین اللہ پاک نے اپنے بندون پر جو احسان کئے ہیں اونکا حال بیان فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین کو تمہارے فائدہ کے لئے بنایا اور آسمان سے مینہ برسایا جسکی وجہ سے طرح طرح کے پھل درختون مین لگتے ہیں اور ہزارون قسم کے غلے پیدا ہوتے ہیں جسپر انسان کی زندگی کا دار و مدار ہے اور کشتیان انسان کے قبضہ مین کردین دریا کو بس مین کر دیا تاکہ لوگ کشتیو نپر سوار ہوکر دریا کی راہ سے جہان جی چاہے جائین یہان کی چیزین وہان اور وہان کی یہان لے جایا لے آیا کرین تجارت سے نفع اوٹھائین اور اسکے علاوہ دریا سے کھیتون اور باغون کو سیراب کرین اسکا پانی خود بھی پیوین اور اپنے جانورون کو بھی پلائین سورج چاند کو تمہارا محکوم بنا دیا رات دن گردش مین رہتے ہین انکی روشنی سے رات دن برابر فائدہ اوٹھایا جاتا ہے سورج کی چال سے موسمی فصلین گرمی جاڑہ برسات ہوا کرتی ہیں چاند کے دورہ سے مہینون اور سال کا شمار ہوتا ہے رات اور دن بھی تمہارے ہی تابع ہیں دن کو اپنے کام دہندے کے لئے ادہر ادہر جایا کرتے ہو رات کے وقت تھکے ماندے آکر آرام کرتے ہو پھر ان نعمتون کو بیان کرکے یہ فرمایا کہ بس اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ تمہاری ہر ایک خواہش کو بھی پورا کیا اسلئے اگر خدا کی نعمتین شمار کی جائیں تو گنتی میں نہیں آسکتین اس قدر بے حد و بے حساب ہیں کہ انسان کو خود بھی نہیں معلوم کہ رات دن میں کیا کیا نعمت ملتی رہتی ہے اک ذرا سی بات ہے کہ انسان کے سانس کا آنا جانا ہی غور کیا جائے تو بہت بڑی نعمت ہے اگر سانس اندر نہ جائے تو دم گھٹنے لگتا ہے اور اندر جاکر پھر اوپر کو نہ آئے تو آدمی ہلاک ہوجائے یہ خدا ہی کا کام ہے روز خبر نہیں کتنی دفعہ سانس اندر باہر آیا جایا کرتا ہے انسان کے سونے کے وقت بھی اسکی آمد و رفت کا سلسلہ بند نہیں ہوتا اور اس سے مردہ اور زندہ مین تمیز کیجاتی ہے غرضکہ ہر سانس میں خدا کی دو نعمتین حاصل ہوتی ہیں سانس کے اندر جانے سے زندگی کی امید بندھتی ہے اور پھر اوسی سانس کے باہر آنے جانے سے طبیعت بشاش ہوجاتی ہے اگر شکر بھی کوئی کرے

ع ۵/۱۷

منزل ۳

تو کتنا کریگا ایک سانس میں ایک شکر کر سکتا ہے اور اتنی دیر میں نعمتیں دو حاصل ہوتی ہیں اسلئے اسکی نعمتیں شمار سے باہر ہیں اور اسکا شکر کسی طرح بھی نہیں ادا ہو سکتا اسی واسطے اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ انسان ناشکرا ہے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کہاں تک ادا کریگا وہ تو الٹی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کو یون قائل کیا گیا ہے کہ جس اللہ نے انکو انکی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پر پیدا کیا کہ جس میں اسکا کوئی شریک نہیں تو پھر اسکی تعظیم اور عبادت میں یہ مشرک لوگ دوسرونکو جو شریک کرتے ہیں تو انکی ناشکری سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ناشکری نہیں ہے صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ حدیث ان آیتونکی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ جب اللہ تعالی نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزونکو پیدا کیا تو اسکی تعظیم اور عبادت میں دوسرون کو شریک کرنا ایسا بڑا گناہ ہی کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں انظلوم کفار۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ ایسے لوگوں نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا اپنی ہی جان پر یہ ظلم کیا کہ ایسی بڑی ناشکری کے بڑے گناہ میں قیامت کے دن پکڑے جاوینگے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ

اور جس وقت کہا ابراہیم نے اے رب کر اس شہر کو امن کا اور بچا مجکو اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم پوجیں مورتیں اے رب

اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

انھوں نے بہکایا بہت لوگوں کو سو جو کوئی میری راہ پر چلا سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان

منزل ۳

یہ دعا ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو انھوں نے حرم شریف کے امن اور اپنی اولاد کے لئے بتوں کی پرستش سے بچنے کو کی تھی اللہ پاک نے بطور حجت کے اسکو ذکر کیا کہ جب مکہ معظمہ کا شہر بسایا گیا اور خانہ کعبہ بنا اسوقت ابراہیمؑ نے جن کے سبب سے یہ شہر آباد ہو یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ تو شہر کو امن میں اور ویران ہونے سے محفوظ رکھیو سورہ بقر میں بھی یہ دعا گزر چکی ہی مگر اس میں اور اس دعا میں یہ فرق ہی کہ وہاں کی دعا کعبہ کے تیار ہونے سے پہلے کی تھی اسلئے وہاں یہ دعا کی تھی کہ اسکو آباد کرنا اور امن میں رکھنا اور یہاں تیاری کے بعد کی دعا ہی یہاں صرف امن مقصود ہے اکثر مفسر کہتے ہیں کہ یہ دعا حضرت ابراہیمؑ کی قبول ہوئی حرم کے اندر کسی کا خون نہیں ہوتا شکار تک نہیں کیا جاتا اور نہ کسی پر ظلم ہوتا ہی پرندے بھی حرم کے اندر آکر بیخوف ہو جاتے ہیں کعبہ کی امن کی دعا کے ساتھ ہی اسبات کی بھی دعا کی تھی کہ اے خدا میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانا ان بتوں کی وجہ سے بہتیرے آدمی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور جو میری پیروی کریگا وہ تو میرے گروہ میں ہی اور جو میرے طریقہ پر نہیں ہی اوسکا تو مختار ہی تو غفور الرحیم ہے تو جیسا مناسب سمجھے اسکے حق میں ویسا کر چاہے بخش دے چاہے نہ بخش۔ جس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ

اور اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ کے میدان میں چھوڑا تھا اسوقت اس میدان کے گرد و نواح میں بت پرستی کا بڑا زور تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اندیشہ ہوا کہ اولاد اسمٰعیل میں کہیں بت پرستی کی آفت نہ پھیل جاوے اس اندیشہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ انبیا شرک سے معصوم ہیں لیکن بت پرستی سے نفرت اور بیزاری کے جوش میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو بھی اس دعا میں شریک کر لیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے اثر سے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد چند پشتون تک بت پرستی کی آفت سے محفوظ رہے پھر آخر ابراہیم علیہ السلام کے اندیشہ کا ظہور ہوا اور عمرو بن لحی کے زمانہ سے مکہ میں بت پرستی پھیل گئی جس کا قصہ ایک جگہ گزر چکا ہے۔ اس بت پرستی کے مٹ جانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے اثر کا ظہور ہوا جو انھوں نے اولاد اسمٰعیل میں سے نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کے لئے کی تھی جسکا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا۔ اس دعا کا اثر ایسا پائدار ہوا کہ مکہ تو مکہ جزیرہ عرب سے بت پرستی ایسی مٹ گئی کہ اب قیامت تک وہاں اسکے دوبارہ آنے کا خوف باقی نہ رہا چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر بن عبداللہ کی روایۃ سورہ بقر میں گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جزیرہ عرب کی بت پرستی سے شیطان اب ناامید ہو گیا معتبر سند سے مسند امام احمد بن حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک اور روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد شیطان نے اپنے شیاطینون کو جمع کیا اور انسے رو رو کر یہ کہا کہ بت پرستی سے تو اب ناامیدی ہو گئی اسلئے امت محمدیہ کو اور ہر طرح بہکانے کی کوشش کیجاوے۔

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ

اے رب میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں جہان کھیتی نہیں تیرے ادب والے گھر پاس اے رب ہمارے تا قائم رکھیں نماز

فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ○

سو رکھ بعضے لوگون کے دل جھکتے انکی طرف اور روزی دے انکو میوون سے شاید وہ شکر کریں

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا کہ یا اللہ دنیا کی مخلوقات میں سے کچھ لوگون کے دل مکہ کی طرف مائل فرما دے اگر بجائے اسکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منہ سے یہ نکل جاتا کہ یا اللہ دنیا کے لوگون کے دل مکہ کی طرف مائل فرما دے تو کسی قوم کا کوئی آدمی ایسا دنیا میں باقی نہ رہتا جسکے دل میں مکہ کا شوق پیدا نہ ہو جاتا اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے حق میں بت پرستی سے بچنے کی جو دعا کی تھی یہ دعا چند پشت کے حق میں قبول ہوئی پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کے سلسلہ میں قریش پیدا ہوئے اور ان میں بت پرستی پھیلی جس بت پرستی کی اصلاح نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ جسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو مکہ کے جنگل میں چھوڑا اسوقت تک اگرچہ بیت اللہ نہیں بنا تھا اور بیت المعمور حضرت نوح علیہ السلام

کے طوفان کے وقت آسمان پر اٹھ چکا تھا لیکن الہام کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا تھا
کہ اس میدان میں اللہ کا گھر بنے گا اسواسطے اُنھون نے اپنی اس دعا میں یہ کہا کہ یا اللہ تیرے ادب والے گھر کے پاس
کے جنگل میں اپنے اہل وعیال کو چھوڑتا ہون اور حضرت اسحاق علیہ السلام اگرچہ اس دعا کے بہت روز کے بعد
پیدا ہوئے ہیں لیکن حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے شکریہ کی دعا جو حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اوسکا ذکر ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اس لئے فرمادیا ہے
کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب دعا کا ذکر ایک جگہ ہو جاوے اور مشرکون کے لئے
مغفرت کی دعا کی ممانعت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوئی اوس سے پہلے مشرک ماں باپ کے حق میں یہہ
مغفرت کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی - اس آیہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو یون قایل کیا ہی کہ یہ
لوگ اپنے آپ کو بنی اسمٰعیل کہتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں بنی اسمٰعیل کے لئے یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ مکہ
کے جنگل میں شہر آباد ہو جاویگا تو یہ لوگ یہاں اللہ کی عبادت کرین گے ملۃ ابراہیمی کے موافق نماز پڑہیں گے لیکن یہ لو
ابراہیم علیہ السلام کی تمنا کے برخلاف کام کر رہے ہیں اللہ کے گھر میں اُنھون نے بت رکھ چھوڑے ہیں اور تمام مکہ میں
اُنھون نے بت پرستی پھیلا رکھی ہی صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ
کی روایتین گذر چکی ہیں کہ فتح مکہ کے وقت تین سو ساٹھ بت بیت اللہ کے اندر تھے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
لکڑیاں مار مار کر گرایا - صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباسؓ سے یہ بھی روایۃ ہی کہ ان مورتون میں ابراہیم علیہ السلام اور
اسمٰعیل علیہ السلام کی مورتین بھی تھین جنکے ہاتھون میں مشرکون نے فال دیکھنے کے تیر دے رکھے تھے - اسکو دیکھ کر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان مشرکون کو غارت کرے کیا انکو یہ معلوم نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام اور
اسمٰعیل علیہ السلام نے کبھی تیرون سے فال نہیں دیکھی حاصل کلام یہ ہے کہ ان حدیثون کو آیہ کے ساتھ ملانے سے یہ
مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ بنی اسمٰعیل کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے دل میں تمنا کیا تھی اور بنی اسمٰعیل کہلا کر
مشرکین مکہ نے اس تمنا کو کیا خاک میں ملایا - تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں قتادہ کا قول یہی ہی کہ حضرت آدم
علیہ السلام کے زمانے میں بیت المعمور زمین پر کعبہ کی جگہ رکھا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے زمانے میں
پھر آسمان پر اٹھ گیا زیادہ تفصیل اسکی سورہ حج میں آویگی بیت المعمور ساتوین آسمان پر فرشتون کا کعبہ ہے جسکا
ذکر تفصیل سے سورہ والطور میں آویگا -

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝
اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں اور چھپا نہیں اللہ پر کچھ زمین میں نہ آسمان میں

منزل ۳

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ
شکر ہے اللہ کو جسنے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسمعیل اور اسحق بے شک رب میرا سنتا ہی پکار ۔ اے رب میرے کر مجھکو قائم
الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝
رکھوں نماز اور بعضے میری اولاد کو اے رب میرے اور قبول کر میری دعا اے رب ہمارے بخش مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرنے کے بعد یہ بات کہی کہ اے رب تو خوب جانتا ہی کہ میری غرض اس دعا سے کیا ہی میرا مقصد یہی ہی کہ تیری خوشنودی اور رضامندی ہو تجھپر کوئی بات ظاہر اور پوشیدہ چھپی نہیں رہتی تجھے سب باتوں کا علم ہی تجھپر زمین و آسمان کہیں کی کوئی شی پوشیدہ نہیں ہی اسکے بعد خدا کا شکر کیا کہ بڑھاپے میں جبکہ اولاد ہونے کی کوئی امید نہیں ہوتی تو نے اسمعیل و اسحق دو صاحبزادے مجھکو عطا کئے اور میری دعا کو قبول کر لیا پھر اپنے واسطے اور اولاد کے واسطے دعا کی کہ مجھکو اور میری اولاد کو نماز پر قائم رکھنا اور اپنے لئے اور ماں باپ کے لئے اور سارے مومنوں کے لئے قیامت کے روز مغفرت ہونے کی دعا کی بعض مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ دعا ابراہیم علیہ السلام نے اوسوقت کی تھی جب تک یہ اپنے ماں باپ کے کفر کے حال پر مرنے سے واقف نہ تھے مکہ کے بسنے اور بیت اللہ کے بنانے سے پہلے کی اس دعا کو ابراہیم علیہ السلام نے ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن کہہ کر مختصر کر دیا لیکن بیت اللہ کے بنانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل کی ایک چھپی ہوئی بات کو ظاہر کیا اور بنی اسمٰعیل میں نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کی وہ دعا کی جس کا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا ہی اور مسند امام احمد ابن ماجہ اور بیہقی کے حوالہ سے عرباض بن ساریہ کی معتبر حدیث بھی گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے اگرچہ میرا نام لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا لیکن انبیا کے گروہ میں سے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے جواب میں پہلے پہل ابراہیم علیہ السلام کو آخری زمانہ میں میرے پیدا ہونے کا حال معلوم ہوا حاصل کلام یہ ہی کہ سورہ بقر کی آیۃ ربنا وابعث فیہم رسولا اور عرباض بن ساریہ کی یہ حدیث ربنا انک تعلم ما نخفی کی گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ مکہ کے بسنے سے پہلے جب ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کو جنگل میں چھوڑا تو انکے دل پر اس کا صدمہ تھا اور اس رنج اور صدمہ کی ادھیڑبن میں انکے دل میں یہ بات تھی کہ جس جنگل میں حضرت ہاجرہ اور دودھ پیتے بچے اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑ رہے ہیں یہاں ایک شہر آباد ہو جائے اور اسمٰعیل علیہ السلام یہاں خیریت سے بڑے اور صاحب اولاد ہوں اور انکی اولاد اولاد میں نبی آخر الزمان پیدا ہوں تو اسمٰعیل علیہ السلام کی جدائی کا جو رنج ہے اوس کا بدلہ ہو جائے ۔ یوم یقوم الحساب سے قیامت کا دن مقصود ہی کہ اوس دن ساری خلقت حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑی ہوگی ۔ ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ابی برزہ اور معاذ بن جبل کی معتبر روایتیں ایک جگہ گزر چکی ہیں کہ چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ہر شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر کن کاموں میں گزاری (۲) جوانی میں

منزل ۳

کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں خرچ کیا (۴) دین کی کوئی بات سیکھی تو اسپر کیا عمل کیا - یہ حدیثیں یوم یقوم الحساب کی گویا تفسیر ہیں جنسے معلوم ہوجاتا ہی کہ قیامت کے دن حساب کیونکر ہوگا -

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵

اور مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے اُن کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف

شریعت میں ظلم کا لفظ شرک اور کبیرہ گناہ دونوں معنوں میں بولا جاتا ہی چنانچہ صحیح بخاری صحیح مسلم مسند امام احمد ترمذی اور نسائی میں جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ جب سورہ انعام کی آیۃ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم نازل ہوئی تو صحابہ کرام کو بڑا اندیشہ ہوا اور صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ہم میں ایسا کون شخص ہی جو اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا اور طرح طرح کے گناہ نہیں کرتا آپ نے فرمایا اس آیۃ میں ظلم کے معنے شرک کے ہیں لیکن صحابہ نے ظلم کے معنے گناہ کے جو سمجھے تھے اُسکی ایک طرح سے آپ نے تائید فرمائی کہ سورہ لقمان کی آیۃ ان الشرک لظلم عظیم پڑھکر صحابہ کو سنائی جس سے معلوم ہوا کہ شرک بڑا ظلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کے کھانے پینے اور سب ضروریات کی چیزوں کو پیدا کیا اور انسان ظالم یہ ظلم کرتا ہی کہ بغیر کسی استحقاق کے غیروں کو اللہ کی عبادت میں شریک کرتا ہی - عبادت نام ہی نہایت درجہ کی تعظیم کا پھر جنسے انسان کی ہر طرح کی ضرورت رفع کی اسکو چھوڑکر دوسروں کی نہایت درجہ کی تعظیم کا کرنا اس سے بڑھکر کونسا ظلم دنیا میں ہوسکتا ہی اسطرح اپنے پیدا کرنے والے کے خلاف مرضی کوئی کام کرنا یہ بھی ظلم تو ہے مگر پہلے ظلم سے چھوٹا ہی اسواسطے شریعت میں یہ حکم رکھا گیا ہی کہ شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا اور اگر بغیر توبہ کے ایسا کوئی شخص مرجاوے جو مشرک تو نہ ہو لیکن کبیرہ گناہوں کا گنہ گار ہو تو ایسے شخص کے گناہوں کے معافی کی امید شریعت میں اللہ کی ذات سے رکھی گئی ہی غرض اوپر کی صحیح حدیثوں کو ان آیتوں کی تفسیر قرار دینے سے حاصل معنے ان آیتوں کے یہ ہیں کہ مشرکوں کے شرک اور گنہ گاروں کے گناہ کی سزا فوراً دنیا میں جو اللہ تعالیٰ نہیں دیتا اسکا سبب یہ نہیں ہی کہ اللہ تعالیٰ انکے کاموں سے بے خبر ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہی کہ سزا کا ایک دن اللہ نے ٹھہرا رکھا ہی اُسدن جو ہونا ہی وہ ہوجاویگا اسلیئے اوس دن کے آنے سے پہلے اے رسول اللہ کے ذرا لوگوں کو اوس دن سے ڈراؤ کہ اوس دن غافل لوگ دنیا کی فرصت اور فراغت کے وقت کو بہت یاد کرینگے اور وہ یاد کرنا اُنکے کچھ کام نہ آویگا جو شرک یا گنہ گاری کے سبب سے حق اللہ میں فتور ڈالکر اپنے نفس پر ظلم کرتے اور اس ظلم کے سبب سے اپنے آپکو عذاب آلہی کا سزاوار ٹھہراتے ہیں یہ تو اونکا حال ہوا اب بعضے وہ لوگ ہیں جو شرک سے بچنے اور نماز روزہ کے ادا کرنے میں حق اللہ کے تو پابند ہیں مگر مخلوق آلہی کو طرح طرح کی ایذا دیتے ہیں یہ حق العباد کا ظلم کہلاتا ہی اسطرح کے ظلم کی سزا کا ذکر جو صحیح حدیثوں میں ہی اُسکے پڑھنے سے بڑا افسوس ہوتا ہی کہ اس طرح کے ظالم لوگ تمام عمر عقبیٰ کے لئے نیکیاں کمائیں گے اور پھر عقبیٰ میں خالی ہاتھ رہجاوینگے - صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہؓ سے پوچھا کہ مفلس کس شخص کو کہتے ہیں صحابہ نے

منزل ۳

عرض کیا کہ حضرت ہم لوگ تو مفلس اوس شخص کو کہتے ہیں جسکے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو آپ نے فرمایا اصل مفلس وہ شخص ہی کہ جسکے نامہ اعمال میں قیامت کے دن نماز روزہ سب کچھ ہوگا لیکن اوس شخص نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر بہتان لگایا ہوگا کسی کو جان سے مارا ہوگا کسی کا مال دبالیا ہوگا اسلئے اوسکی نیکیوں کا ثواب مظلوموں کو مل جاوے گا اور نیکیوں کا ثواب کم رہے گا تو مظلوم لوگوں کی بدیاں اسکے ذمہ پڑ جاوینگی اور یہ شخص خالی ہاتھ دوزخ میں جا پڑے گا۔

اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝

ان کو چھوڑ رکھا ہی اسدن پر جسدن میں اوپر لگ جاوینگی آنکھیں دوڑتے ہونگے اوپر اٹھا کے اپنے سر پھرتی نہیں اپنی طرف انکی آنکھ اور دل انکے اڑ گئے ہونگے

اللہ پاک نے اس آیۃ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ خدا ظالموں کے عمل سے غافل ہی بلکہ اللہ نے انکو اس دن کے واسطے مہلت دے رکھی ہی جب قیامت کے دن آسمان کے دروازے کھولکر فرشتے اترنے لگین گے اور لوگوں پر عذاب کرین گے اسوقت انکی آنکھیں اودھر ہی کو لگ جاوینگی اور جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو قبروں سے نکل نکل کر جلدی جلدی میدان محشر کی طرف بھاگنے لگین گے اور نظر نیچی نکرین گے اور نہ پلک جھپکائیں گے انکی دل کی حالت خوف و دہشت کی وجہ سے اسوقت ایسی ہوگی جیسے کوئی چیز اڑی جاتی ہی مطلب یہ ہی کہ دہشت کے سبب سے دل بے ٹھکانے ہو جاویگا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد اور اوسط طبرانی میں انس بن مالک رض سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ موت انسان کے لئے ایک سخت چیز ہی لیکن موت کے بعد جو باتین پیش آنے والی ہیں وہ موت سے زیادہ سخت ہیں۔ صحیح ابن حبان مسند ابی یعلی اور طبرانی کبیر میں عبداللہ بن مسعود رض کی صحیح روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی گرمی سورج کی گرمی اور پسینہ کی تکلیف محشر کے میدان میں ایسی ہوگی کہ اسکے سبب سے لوگ گھبرا کر یہ کہوین گے کہ اس سے تو ہم دوزخ میں بھیجدئے جاوین تو اچھا ہی یہ حدیثین اور اس قسم کی اور صحیح حدیثیں آیۃ کے ساتھ ملائی جاوین تو حشر کے دن لوگوں کی آنکھوں کا حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جانا اور انکے دلوں کا بے ٹھکانے ہو جانا اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہی۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ

اور ڈرا دے لوگوں کو اوس دن سے کہ آویگا ان کو عذاب تب کہیں گے بے انصاف اے رب ہمارے فرصت دے ہمکو تھوڑی

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ

مدت کہ ہم مانیں تیرا بلانا اور ساتھ ہوں رسولوں کے تم آگے قسم نکھاتے تھے کہ تمکو نہیں کسی طرح ٹلنا اور بسے تھے تم

فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ

بستیوں میں انہیں کے جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور کھل چکا تم کو کہ کیسا کیا ہم نے انپر اور بتائیں ہم نے تمکو کہاوتیں اور

منزل ۳

مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۚ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

بنا چکے ہیں اپنا داؤں اور اللہ کے آگے ہے اُن کا داؤ اور نہ ہوگا اُنکا داؤ کہ ٹل جاویں اُس سے پہاڑ

اس آیۃ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے کہ تم لوگو نکو یہ ڈر سنا دو کہ قیامت میں جب عذاب ہوگا اُسوقت یہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا ہے اور راہ حق پر نہیں آئے یہ کہیں گے کہ اے خدا اک ذرا ہمیں مہلت دیدے تو ہم تیرے حکم کو قبول کرلیں اور رسول پر ایمان لے آئیں اسکے جواب میں اللہ پاک ایسے کہے گا کہ کیا تم نے دنیا میں قسم کھا کر یہ بات نہیں کہی تھی کہ آخرت کوئی چیز نہیں ہے مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا ہمیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہونچے گا کوئی جزا سزا نہیں ہے اور کیا تم ایسی سرزمین میں نہیں رہتے تھے جہاں تم سے پہلے منکرین حشر گزر چکے تھے اور انہیں باتوں پر اُنکا انجام کیا ہوا کس طرح اُنپر عذاب بھیجے اور کیسی بے بسی کی حالت میں اُنکو ہلاک کیا اور تم لوگو نکو مثالیں دیدیکر سمجھایا گیا مگر تم لوگوں نے کچھ غور و فکر نہ کیا اور نہ عبرت حاصل کی اور اُن لوگوں نے بہتیرے مکر کیے کہ کسی طرح حق بات ضعیف ہو جائے اور وہ مکر اُنکے اگرچہ ایسے تھے کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے اُکھڑ جاتا مگر خدا اپنے دین کا حامی رہا اور کچھ اُنکی پیش نہ چلی معتبر سند سے صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں انس رض بن مالک اور عبداللہ رض بن مسعود سے دو روایتیں ہیں جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کے بعد جس شخص کے دلمیں شرمندگی اُس شخص کی یہی توبہ ہے ان حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے دنیا اور عقبیٰ کی حالت میں جو فرق ہے وہ اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ دنیا میں فقط دلکی ندامت توبہ ہے اور عقبیٰ میں نافرمان لوگ دلکی ندامت کا زبان سے بھی اقرار کرکے دنیا میں دوبارہ آنے اور فرمانبردار بنکر عمر گزارنے کی خواہش کرینگے تو وہ خواہش منظور نہ ہوگی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ قیامت کے دن سے ان لوگوں کو دنیا ہی میں جو کچھ ڈرانا ہے ڈرا دیا جاوے ورنہ قیامت کے دن کوئی ڈر کوئی ندامت کارآمد نہیں ہے سورہ النحل میں آویگا کہ مشرکین مکہ قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ نہ ہوں گے اُسی کو فرمایا تم لوگ تو اسبات پر قسمیں کھاتے تھے کہ دنیا کی زندگی کی حالت ٹل کر اور کوئی دوسری حالت بدلنے والی نہیں پھر دوبارہ زندہ ہونے کو تم سے ٹالا جاوے تو ٹال دو۔ ملک شام کے سفر میں مشرکین مکہ کا گزر پہلی امتوں کی اُجڑی ہوئی بستیوں پر ہوا کرتا تھا اسی کو فرمایا کہ اُن بستیوں کا حال دیکھ کر تم لوگوں نے عبرت کیوں نہیں حاصل کی اور مثال کے طور پر ان پہلی امتوں کا حال قرآن میں سمجھایا گیا تو اُسکو تم نے اس کان سے سنکر اُس کان سے کیوں اُڑا دیا نافرمان لوگوں کے مکر و فریب بھی تھے مثلاً جیسے فرعون نے جادوگروں کا مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کرایا جسکا ذکر قرآن شریف میں کئی جگہ ہے یا مثلاً جیسے مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کر ڈالنے کا قصد کیا جسکا ذکر سورہ انفال میں گزر چکا ہے

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

سو مت خیال کر کہ اللہ خلاف کریگا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے بیشک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا

منزل ۳

اللہ پاک نے اس آیۃ میں اپنے رسول برحق کو خطاب کر کے مسلمانوں کو یہ سمجھایا ہی کہ یہ گمان نکرو کہ اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری مدد کروں گا اور کفار پر تمہیں غلبہ دونگا دین حق کو پھیلا دوں گا تو وہ اسکو پورا نہیں کریگا کیونکہ خدا کسی سے جھوٹا وعدہ نہیں کرتا ہی پہر وہ اپنے رسول سے کیونکر جھوٹا وعدہ کریگا غرضکہ اللہ نے مسلمانوں کی یہ تسکین و تسلی کی ہی کہ تم اطمینان رکھو جو تم سے وعدہ کیا ہی وہ پورا کروں گا اور ان کافروں کے ساتھ بھی نہایت انصاف سے فیصلہ کرونگا کیونکہ خدا سب پر غالب ہی اس سے بڑھکر کوئی بدلہ لینے والا نہیں ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اس رکوع میں دو جگہ ولا تحسبن اللہ جو فرمایا ہی اس سے اون مسلمانوں کی تسکین مقصود ہی جو مشرکوں کے ستانے سے گھبرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت اور مشرکوں کے حق میں بددعا کرنے کی آپ سے خواہش کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں جناب ابن الارت رض کی حدیث ہی جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے ستانے کی شکایت اور مشرکوں کے حق میں بددعا کرنے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ اسلام کی مدد کے وعدہ کو ضرور پورا کریگا۔ مشرک لوگ جس قدر تم مسلمانوں کو ستاتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں ہی تم سے پہلے نیک لوگوں کو مخالفوں کے ہاتھ سے اس سے بھی زیادہ تکلیفیں پہونچی ہیں یہاں تک کہ بعضے نیک لوگ پہلے زمانے میں آروں سے چیرے گئے ہیں غرض ولا تحسبن اللہ کی یہ صحیح حدیث گویا تفسیر ہے جس سے رسول مقبول کو اس خطاب سے یاد فرمانے اور مخاطب ٹھہرانے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہی نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہی تو بالکل ہلاک کر دیتا ہی یہ حدیث ان اللہ عزیز ذو انتقام کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اسنے مکہ کے نافرمان سرکشوں کو مہلت دی اور پھر بدر کی لڑائی کے وقت جب پکڑا تو اون سرکشوں کی ساری سرکشی خاک میں مل گئی چنانچہ اسکی تفصیل انس بن مالک کی صحیح روایتوں کے حوالہ سے اوپر گزر چکی ہی۔ اسکے بعد اپنی مدد سے مکہ کو فتح کرا دیا جس سے باقی کے اہل مکہ اسلام کے مددگار بنگئے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○

جس دن بدلی جاوے اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ اکیلے زبردست کے

بعضے مفسروں نے اس میں اختلاف کیا ہی کہ قیامت کے دن زمین و آسمان کی کچھ حالت بدل جاوے گی مثلاً زمین کے پہاڑ ٹیلے سب برابر کئے جا کر ایک چورس میدان کر دیا جاویگا اور آسمان کے چاند سورج تارے نکال دئے جاویں گے یا اصل میں زمین و آسمان بدل جاویں گے۔ رفع اس اختلاف کا یہ ہی۔ کہ خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف کو رفع فرمایا ہی۔ چنانچہ مسلم ترمذی ابن ماجہ مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں حضرت عائشہ رض کی جو حدیث ہی اس کا حاصل یہ ہی کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت سے اس آیت کو پڑھ کر پوچھا کہ جب زمین بدل جاویگی تو اسوقت سب آدمی کہاں جاویں گے آپ نے فرمایا سب آدمی اس وقت پل صراط پر ہوں گے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت نے آیۃ کا یہی مطلب

قرار دیا ہے کہ اصل زمین بدل جاویگی ورنہ اب حضرت عائشہ کو یہ جواب دیتے کہ زمین کے پہاڑ ٹیلے بدل جاویں گے اور آدمی جس طرح دنیا کے بسنے کے زمانہ میں زمین کے چوربس ٹکڑے پر بستے رہتے تھے ویسے ہی قیامت کے دن رہویں گے غرض آیت کے مطلب کو خود صاحب وحی نے حل کر دیا ہے جو علما اس بات کے قائل ہیں کہ زمین کی فقط حالت بدل جاویگی۔ خود زمین نہیں بدلی جاوے گی وہ علما اپنے قول کی تائید میں مستدرک حاکم کی عبداللہ بن عمرو بن العاص اور جابر بن عبداللہ کی وہ روایتیں پیش کرتے ہیں جن میں یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین کے ٹیلے اور پہاڑوں کو چوربس کر دیا جاویگا اول تو یہ روایتیں صحیح مسلم کی روایت کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتیں دوسرے ان روایتوں کے صحابہ کے نام میں نیچے کے راویوں کا اختلاف ہے کوئی کسی صحابی کا نام لیتا ہے اور کوئی کسی دوسرے کا وبرزوا للہ الواحد القہار اسکا مطلب یہ ہے کہ جس دن آسمان و زمین بدلے جاویں گے اس دن یہ مشرک لوگ شرک کی جوابدہی کے لئے اس اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے جو اکیلا وحدہ لاشریک ہے اور اس جوابدہی میں جب یہ لوگ لاجواب ہو جاویں گے تو قہاری کی صفت کے موافق ان لوگوں کے حق میں وہ سزا تجویز کی جاویگی جسکا ذکر آگے کی آیتہ میں ہے صحیح مسلم کے حوالے سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قہاری کی صفت کی تفصیل لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو کسی شخص کے دل میں جنت کی خواہش باقی نہ رہے اور اگر اسکی رحمت کی تفصیل لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو اسکی رحمت سے کوئی شخص ناامید نہ ہو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی قہاری اور رحیمی دونوں صفتوں کی گویا تفسیر ہے۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَى

اور دیکھے تو گنہگار اس دن جوڑے ہوئے زنجیروں میں کرتے انکے ہیں گندھک کے اور ڈھانکے لیتی ہے

وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

انکے منہ کو آگ　　　تا بدلا دے اللہ ہر جی کو اس کی کمائی کا بیشک اللہ شتاب لینے والا ہے حساب

ان آیتوں میں یہ ارشاد ہے کہ جب قیامت کے دن یہ آسمان و زمین نہ ہوں گے اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی کی جاوے گی تو جن لوگوں نے دنیا میں فساد مچا رکھا تھا خود بھی راہ حق سے علیحدہ رہے اور اوروں کو بھی علیحدہ رکھا تھا یہ لوگ طوق اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے آویں گے انکا کرتہ گندھک کے تیل کا ہوگا جس میں ذراسی آگ لگنے سے بھڑک اٹھے گی اور بجھائے نہ بجھے گی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قطران کی یہ تفسیر کی ہے کہ انکے کرتے پگھلے ہوئے تانبے کے ہوں گے خدا ہر شخص کو اسکے عمل کا بدلہ دیگا جس کا عمل اچھا ہوگا تو اپنی رحمت میں شامل کریگا اگر عمل برے ہوں گے تو ویسا بدلہ دیگا اور خدا حساب کتاب لینے میں کچھ بھی دیر نہ لگائیگا جھٹ پٹ فارغ ہو جائے گا مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ابومالک اشعری کی ایک حدیث ہے کہ حضرت نے فرمایا میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی باقی ہیں لوگ اسکو چھوڑتے نہیں ہیں حسب نسب کا فخر کرتے ہیں تاروں کی گردش سے مینہ طلب کرتے ہیں مردے پر نوحہ کرتے ہیں فرمایا نوحہ کرنے والی کو ایک کرتہ گندھک کے تیل کا یا پگھلے ہوئے تانبے کا پہنایا جاویگا۔ اصل میں قطران ایک تیل ہے جو کھجلی والے اونٹوں کی کھال پر لگایا جاتا ہے۔

جس سے کھال جل جاتی ہی اور اونٹ کی کھال مین زخم پڑ جاتا ہی اس تیل میں یہ خاصیت بھی ہی کہ آگ میں ڈالنے سے اس کی آنچ بہت تیز ہوتی ہی۔ گندھک کے تیل میں بھی یہ باتین پائی جاتی ہیں اسلئے بعضے مفسروں نے قطران کے معنے گندھک کے تیل کے لکھے ہیں شاہ صاحب نے ترجمے میں یہی قول لیا ہی سلف میں سے جن علمار نے قطرآن کے معنے پگھلے ہوئے تانبے کے کئے ہیں اونھوں نے قطر کو الگ لفظ قرار دیا ہی اور آن کو الگ کیونکہ قطر پگھلے ہوئے تانبے کو کہتے ہیں اور آن نہایت گرم کھولتی ہوئی چیز کو حاصل کلام یہ ہی کہ دوزخ کی آگ کا اثر اور تیزی بڑھانے کے لئے یہ چیزین لباس کی طرح دوزخیوں کے جسم پر ملی جاوین گے۔ شرک کے کلمے زبان سے نکلتے ہیں اور دل میں شرک کا اعتقاد ہوتا ہی اسواسطے یہان منہ کے جلنے کا اور ویل لکل میں دل کے جلنے کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہی۔ اذا السماء انشقت میں آویگا کہ جن لوگوں کے اعمال نامے سیدھے ہاتھ میں دئے جاوینگے اون کا حساب تو سرسری طور پر آسانی سے یون ہوجاویگا کہ بعضوں کے گناہ معاف ہوجاوین گے اور بعضوں کے گناہ نیکیوں سے بدل دئے جاوین گے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے اور صحیح مسلم میں ابوذرؓ سے جو روایتین ہیں اون میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے اس صورت میں کرید اور جانچ سے اونہیں لوگوں کا حساب ہوگا جو علم الٰہی کے موافق عذاب کے قابل ٹھہرین گے اور اسی واسطے انکے نامہ اعمال الٹے ہاتھ میں دئے جاوین گے لیکن ان لوگون کے سب کام اللہ کی نظر میں ہیں سب غیب کا حال اسی کو معلوم ہی اسلئے یہ کرید اور جانچ بھی جلدی سے طے ہوجاوے گی اس جانچ کے وقت جو لوگ نامہ اعمال کو جھٹلاوین گے اون کے ہاتھ پیروں سے گناہوں کی گواہی دلوائی جاکر انکا حساب طے ہوجاویگا۔ چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت اس باب میں گذر چکی ہی حاصل یہ ہی کہ یہ حدیثین اور اس قسم کی اور صحیح حدیثیں ان اللہ سریع الحساب کی گویا تفسیر ہیں۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

یہ خبر کر دینی ہے لوگون کو اور تاچونک رہیں اس سے اور تا جانیں کہ معبود وہے ایک ہی اور تا سوچ کریں عقل والے

اس آیۃ میں اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ یہ قرآن جو تمپر نازل کیا گیا ہی یہ ایک نصیحت ہی تاکہ لوگ عذاب خدا سے ڈریں اور جو نصیحت اس میں ہی اوس سے معلوم کرلین کہ سوائے اس ایک خدا کے دوسرا کوئی معبود نہیں ہی اور نہ اسکا کوئی شریک ہی اسلئے کہ جو لوگ صاحب فہم ہیں عقل رکھتے ہیں انکو اس میں غور و فکر کرنا چاہیئے اور نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شدادؓ بن اوس کی معتبر روایۃ ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہی جو مرنے سے پہلے مرنے کے بعد کا کچھ عقبیٰ کا سامان کر لیوے اور عقل سے عاجز وہ شخص ہی جو عقبیٰ سے غافل ہو کر عقبیٰ کی بہبودی کی تمنا دل میں رکھے۔ یہ حدیث ولیذکر اولوا الالباب کی گویا تفسیر ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ علم الٰہی کے موافق جن لوگون کو قرآن کے نصیحت کے سمجھنے کی عقل دیگئی ہی وہی قرآن کی نصیحت پر عمل کرکے اپنی عقبیٰ کو درست اور مرنے سے پہلے مرنے کے بعد کا کچھ سامان کرتے ہیں اور جو لوگ عقبیٰ کے منکر یا عقبیٰ سے غافل ہیں وہ یا تو قرآن کی نصیحت کو سنتے ہی نہیں یا ایک کان سے سنکر دوسرے کان سے اوڑا دیتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةُ رُكُوْعَاتٍ

یہ سورۃ کل مفسروں کے نزدیک مکی ہے حجر ایک صحرا ہے مدینہ اور شام کے بیچ میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ

یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور کھلے قرآن کی

الٓرٰ حروف مقطعات میں سے ہے جسکا ذکر سورہ بقر میں ہوچکا ہے کہ اسکے معنے سوائے خدا کے کسی کو نہیں معلوم اور جس طرح تمام سورتوں میں جو حروف مقطعات سے شروع ہوئی ہیں قرآن کی عظمت بیان فرمائی ہے اسی طرح اس سورۃ میں بھی حروف مقطعات کے بعد فرمایا کہ یہ سورۃ قرآن مجید کی آیتوں میں سے تھوڑی سی آیتیں ہیں اور پھر قرآن کی صفت بیان فرمائی کہ اس سے حق بات ناحق بات سے صاف طور پر واضح ہوجاتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزوں کے علاوہ مجھکو قرآن شریف ہی کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہے جسکے سبب سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری امت کے نیک لوگوں کی تعداد اور امتوں کے نیک لوگوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔ یہ حدیث وقرآن مبین کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیتوں میں ایسی صاف صاف نصیحتیں ہیں جنسے قیامت تک بہت لوگوں کو ہدایت ہوگی اگرچہ بعضے سلف نے کتاب کی تفسیر توراۃ اور انجیل کو ٹھرایا ہے مگر توراۃ اور انجیل کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہے اسلیے صحیح قول یہی ہے کہ کتاب اور قرآن دونوں لفظوں سے مقصود قرآن ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ آیتیں ایسی صاحب عظمت کتاب کی ہیں جسکا نام قرآن ہے۔

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ

کسی وقت آرزو کریں گے جو منکر ہیں کسی طرح ہوتے مسلمان

طبرانی میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا بعضے کلمہ گو مسلمان گناہ گار جسوقت دوزخ میں جاوینگے تو کافر اونپر طعن کرینگے کہ تمہاری مسلمانی تمہارے کچھ کام نہ آئی آخر تم بھی ہمارے ساتھ عذاب میں ہو جنسے اللہ تعالیٰ اون کافروں کے یہ طعن سنکر جھٹ اون مسلمان کلمہ گو لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کا حکم دیوےگا اوسوقت کافر لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش کے ہم بھی کلمہ گو ہوتے۔ یہ ذکر فرماکر آپنے یہ آیۃ پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ اصل شان نزول اس آیۃ کی یہی ہے سوائے اسکے علمائے متقدمین و متاخرین نے اور شان نزول جو اس آیۃ کی بیان کی ہے مثلاً کافروں کا موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر اسلام کی تمنا کا ظاہر کرنا اس سے اون علما کا مقصد یہ ہے کہ اس حالت پر بھی آیۃ کا مطلب صادق آتا ہے ورنہ اصل شان نزول وہی ہے جسکی صراحت اس حدیث میں آچکی ہے یہ بات اوپر بیان ہوچکی ہے کہ صحابہ اور تابعین میں یہ ایک طریقہ جاری

منزل ۳

جزء الحجر

تھا کہ جس معاملہ پر آیۃ کا مطلب صادق آتا تھا خواہ وہ معاملہ آیۃ کے پہلے کا ہو یا بعد کا وہ لوگ اوس معاملہ کو بھی آیۃ کی شان نزول قرار دیا کرتے تھے اگرچہ طبرانی کی سند میں ایک راوی خالد بن نافع کو بعضے علما نے ضعیف ٹھرایا ہی لیکن ذہبی نے اسکو ناقابل اعتراض قرار دیا ہی علاوہ اسکے یہ حدیث طبرانی میں انس رضؓ بن مالک کی روایۃ سے بھی ہی جسکی سند میں خالد بن نافع نہیں ہے اسلیے ایک روایۃ کو دوسری روایۃ سے تقویت ہوجاتی ہی۔ اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی۔ اوسط طبرانی میں صحیح سند سے ایک روایۃ جابرؓ بن عبداللہ کی بھی اس مضمون کی ہی حاصل یہ ہی کہ خالد بن نافع کے ضعیف ہونے کے سبب سے اس شان نزول کی روایۃ کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا بعث ونشور بیہقی میں ایک قصہ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ایک روز حضرت عبداللہؓ بن عباس اور انس بن مالک میں اس آیۃ کی شان نزول کی بابتہ بڑی بحث ہو کر آیۃ کی یہی شان نزول صحیح قرار پائی جسکا ذکر ابو موسےٰ اشعری کی روایۃ سے اوپر گزرا۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ

چھوڑ دے انکو کھالیں اور برت لیں اور امید پر بھولے رہیں کر آگے معلوم کریں گے

اس سے اوپر کی آیۃ میں یہ ذکر تھا کہ قیامت کے دن کفار بعضے مسلمان گنہگاروں کو دوزخ سے نکلتے ہوئے دیکھ کر یہ کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو اسوقت یہاں سے نکال لیے جاتے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہتے اب اس آیۃ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا کہ ان کافروں کو انکے حال پر چھوڑ دو اور انکے پیچھے نہ پڑو کہ خواہی نخواہی یہ ایمان ہی لائیں اور اچھے عمل کریں بت پرستی چھوڑ دیں دین حق کو قبول کریں یہ کبھی راہ راست پر نہیں آئیں گے انسے کہدو کہ دنیا میں جتنا جی چاہے کھا پی لو اور عیش وآرام کرلو اور ہمیشہ جینے کی امید پر بیٹھے رہو آگے جو ہوگا وہ سب تمہیں معلوم ہو جائے گا ہی تو یہی گمان کرتے رہو کہ ہماری عمر بہت بڑی ہی ہم ابھی کیا مرنے والے ہیں اس آیۃ میں یہ بات بتلائی گئی ہی کہ دنیا کی لذتوں میں پڑے رہنا اور طول طویل امید پر بیٹھے رہنا ایماندار شخص کے لئے زیبا نہیں ہی۔ حضرت علیؓ بن طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تم لوگوں پر دو باتوں کا خوف کرتا ہوں طول امل اور خواہش نفس۔ طول امل آخرت کو بھلا دیتی ہی کیونکہ جو شخص کسی طویل امید پر بیٹھا ہوگا اسکے دل میں کبھی یہ بات نہ گزریگی کہ ہم جلد مر جاویں گے اور جب مرنے کا خیال نہ آئیگا تو وہ آخرت کی یاد کو بھول جائیگا۔ اور خواہش نفس حق سے روک دیتی ہی بھلے برے کی تمیز جاتی رہتی ہی۔ صحیح بخاری ترمذی نسائی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں عبداللہؓ بن مسعود اور انسؓ بن مالک سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک چھوٹی اور دوسری بڑی لکیر کھینچ کر فرمایا کہ چھوٹی لکیر آدمی کی عمر کی ہی اور بڑی لکیر اسکی بڑی بڑی دنیا کی امیدیں ہیں ایک دن اسکی عمر ختم ہو جاوے گی اور یہ بڑی بڑی امیدیں یوں ہی ناتمام رہ جاویں گی اس صحیح حدیث سے حضرت علیؓ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہی اور حدیث کو حضرت علیؓ کے قول کے ساتھ ملا کر ویلہہم الامل کی تفسیر کی جاسکتی ہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ بڑے بڑے مالدار دوزخیوں

سے دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے پوچھیں گے کہ دنیا کے جس عیش و آرام نے تم کو عقبیٰ سے غافل رکھا اس عذاب کے آگے وہ عیش و آرام تمکو کچھ یاد ہی وہ لوگ قسم کھا کر کہویں گے کہ نہیں۔ حدیث کا یہ ٹکڑا فسوف یعلمون کی گویا تفسیر ہے۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝

اور کوئی بستی ہم نے نہیں کھپائی مگر اوسکا لکھا تھا مقرر نہ شتابی کرے کوئی فرقہ اپنے وعدے سے اور نہ دیر کرے

اِس آیہ میں اس بات کی خبر دیگئی کہ کوئی گانوں بغیر حجت تمام کئے ہوئے ہلاک نہیں کیا گیا اور جب تک اسکا مقرر وقت نہ آچکا عذاب نہیں نازل کیا گیا جب کسی قوم کا وقت مقرر آجاتا ہی تو پھر نہ اس سے گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہی اجل کے معنے وقت مقرر کے ہیں اس سے زیادہ اسکی تفصیل سورہ انعام گزر چکی ہی۔ اس آیہ میں اہل مکہ کو جو کافر اور مشرک تھے خوف دلایا گیا ہی کہ تم جس کفر اور شرک پر جمے بیٹھے ہو ایک روز یہ کفر اور شرک جڑ سے اکھڑ جاویگا وقت مقرر کے آنے کی دیر ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا میں ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی یہ حدیث کتاب معلوم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتظام میں دنیا کے ہر کام کا وقت دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے لکھا جا چکا ہی اسواسطے ہر کام اپنے وقت مقررہ پر ہوتا ہی۔ مشرکین مکہ عذاب کی جلدی جو کرتے ہیں پہلی امتوں کی طرح انکے حق میں بھی عذاب کا وقت مقررہ جب آجاویگا تو انکو اس جلدی پر پچتانا پڑیگا۔ صحیح سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ عذاب کی جلدی کرنے والے مشرکین مکہ میں کے سرکش ابوجہل وغیرہ جب بدر کی لڑائی میں مارے گئے تو مرنے کے بعد اپنی حالت پر انکو پچتانا پڑا مگر بے وقت کا پچتانا کچھ انکے کام نہ آیا وقت مقررہ پر ان سرکشوں کے مارے جانے کے قصہ کو اور فتح مکہ کے قصہ کو بھی آیہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی۔ بدر کی لڑائی کا قصہ پہلے گزر چکا ہی۔ فتح مکہ کے وقت ان مشرکوں کی کم روزی جس حد تک پہونچی اسکا ذکر بھی ایک جگہ گزر چکا ہی کہ اللہ کے رسول نے ان کے جھوٹے معبودوں کو لکڑیاں مار مار کر زمین پر گرا دیا۔

منزل ۳

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝

اور لوگ کہتے ہیں اے شخص کہ تجھ پر اتری ہے نصیحت تو مقرر دیوانہ ہے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو قرآن شریف کی آتیں پڑھکر سنائیں اور قریش سے یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو قریش نے یہ دو باتیں کہیں جن کا ان آیتوں میں ذکر ہے ایک تو یہ کہ اللہ کے رسول کو انھوں نے دیوانہ بتایا دوسری بات یہ کہی جسکا ذکر آگے ہی کہ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو تمہارے کلام کی تصدیق کو آسمان سے فرشتے ہمارے آنکھوں کے سامنے کیوں نہیں آتے اللہ تعالیٰ نے یہ آتیں نازل فرما کر اپنے رسول کو تسلی دی اور قریش کی پہلی بات کا جواب یہ دیا کہ اے رسول اللہ کے ان لوگوں کے دیوانہ کہنے سے تم کو کچھ رنج والم میں نہ پڑنا چاہیے یہ کچھ نئی بات نہیں ہی تم سے پہلے جو اللہ کے رسول آئے

اُنسے بھی نحالف لوگ اسیطرح ٹھٹھا کیتے رہے ہیں دوسری بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہاں اور سورہ انعام میں جو دیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کی اصلی صورت تو ان منکروں کو موت کے وقت یا عذاب آلہی کے وقت نظر آویگی اس بیچ میں اگر فرشتوں کو انسانی صورت میں انکے پاس بھیجدیا جاوے تو ان منکروں کو یہی شک ہوگا کہ یہ انسان اللہ کا رسول کیونکر ہوا پھر فرمایا یہ لوگ ایسے ڈھیٹھ ہوگئے ہیں کہ دن دہاڑے آسمان پر چڑھکر سب فرشتوں کو بھی اگر یہ دیکھ لیویں تو بھی اسکو جادو تبلا ویں گے ترمذی اور مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے معتبر روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جیسے ازل میں اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق کو پیدا کیا تو ایک نور ہدایت بھی پیدا کیا تھا اور جو شخص علم آلہی میں بد ٹھہر چکا تھا وہ اس نور کے حصہ سے محروم رہا اس ہدایت اور گمراہی کا اثر دنیا کے لوگوں میں پایا جاتا ہے ان آیتوں میں آگے یہ جو فرمایا کہ جن گنہ گاروں کے دل میں اللہ کی طرف سے اللہ کے رسولوں کا انکار بس گیا ہے اس طرح کے لوگ اللہ کے کلام اور اللہ کے رسول پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے اوپر کی حدیث کے مضمون کے موافق اور فطرت اسلامی کی صحیح بخاری و مسلم کی ابو ہریرہؓ کی صحیح حدیث کے مضمون کے موافق اسکا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو فطرت اسلام پر پیدا کرتا ہے لیکن مرتے دم تک اس فطرت اسلامی پر قائم وہی رہے گا جو علم ازلی میں نیک قرار پا چکا ہے اور نور ہدایت ازلی کا حصہ جسکو ملا ہے قریش میں کے جو لوگ اس گروہ میں کے نہیں ہیں انکے دل میں حق بات کا انکار جم گیا ہے وہ مرتے دم تک اس طرح کبھی اللہ کے رسول کو دیوانہ تبلا دیں گے کبھی اللہ کے رسول کی صداقت کے لئے آسمان سے فرشتوں کے اترنے کی خواہش کریں گے ۔ سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے کہ قوم نوح نے نوح علیہ السلام کو انا نراک فی ضلال مبین اور قوم عاد نے ہود علیہ السلام کو انا نراک فی سفاہۃ کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر قوم کے مشرک لوگ اللہ کے رسولوں کو اسی طرح کم عقل دیوانہ تبلاتے رہے ہیں۔

لَوْمَا تَأْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا

کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتے اگر تو سچا ہے ہم نہیں اتارتے فرشتے مگر کام ٹھیرا کر اور اسوقت نہ ملیگی

اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ان کو ڈھیل ہم نے آپ اتاری ہے نصیحت اور ہم آپ اسکے نگہبان ہیں

اس سے پہلے ذکر تھا کہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ تم پر قرآن وغیرہ کچھ نہیں اترا ہے سب جھوٹ ہے اور تم دیوانے ہوگئے ہو جو یہ دعویٰ رسالت کا کرتے ہو اور اپنے ساتھ ہم لوگوں کو بھی باپ دادا کے پرانے مذہب بت پرستی سے چھوڑا کر ایک خدا کی عبادت کو کہتے ہو اگر سچ مچ تم سچے ہو اور خدا نے تمہیں رسول بنا کر لوگوں کی ہدایت کو بھیجا ہے تو خدا تو تمہاری ہر ایک بات کو فوراً مان لیگا جو کہو گے وہ سنے گا تم اوس سے کہو کہ آسمان سے فرشتہ کو بھیجدے وہ یہاں آکر ہم لوگوں سے تمہارا سب جھوٹ سچ کہدے فرشتہ کے کہنے سے ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ ہاں تم خدا کے رسول ہو اور ہدایت کو بھیجے گئے ہو اور جس کتاب کو تم قرآن کہتے ہو اسکی بھی تحقیق ہو جائے گی کہ یہ خدا کا کلام ہے جو تم پر اترا کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مشرکوں کی اون باتوں کا جواب اس طرح دیا کہ فرشتے اس کام کے لئے نہیں ہیں فرشتے کام ٹھہرا کر

منزل ۳

آسمان سے بھیجے جاتے ہیں مجاہد نے بالحق کی یہ تفسیر کی ہے کہ خدا فرشتوں کو اُس وقت بھیجتا ہے جب اپنے رسول پر وحی نازل کرتا ہے
اور ایک اُس وقت فرشتے کو بھیجتا ہے جب کسی قوم پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے یا انسان کی موت لیکر فرشتے کو بھیجتا ہے پھر جب انپر
عذاب آئے گا تو ایک ذرا بھی مہلت نہیں ملے گی پھر فرمایا کہ اپنا کلام یہ قرآن مجید اپنے رسول پر ہم اوتارتے ہیں ہم ہی اسکی حفاظت
کرنے ہیں یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے کبھی اس میں ردوبدل نہ
ہوگا جس طرح پہلی کتابوں توریت وانجیل میں ردوبدل ہوگیا۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث
گزرچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے اور پھر جب پکڑ لیتا ہے تو انکو بالکل غارت کردیتا ہے
یہ حدیث وما کانوا اذا منظرین کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اس آیۃ کے نازل ہونے تک مہلت کا زمانہ تھا اسلئے اس آیۃ
میں اتنا ہی فرمادیا تھا کہ اللہ کے فرشتے آسمان سے اوتریں گے تو ان سرکشوں پر ایسا عذاب آجاویگا جس سے انکو بچنا دشوار
ہے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی میں مہلت کا وقت ختم ہوگیا تھا اسواسطے فرشتے آسمان سے اوترے اور
بڑے بڑے سرکشوں کو ہلاک کرڈالا چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہؓ بن عباس سے روایۃ ہے کہ بدر کی لڑائی میں بعضے بعضے مشرک
خود بخود مرکر زمین پر گر پڑے اور ایسی آواز آئی جیسے کسی نے انکو کوڑا مار کر مارڈالا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر
آیا تو آپ نے فرمایا تیسرے آسمان کے فرشتے جو مدد کے لئے آئے تھے اونھوں نے ان مشرکوں کو مارڈالا بیہقی وغیرہ میں جو
روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں فرشتوں نے جن مشرکوں کو ہلاک کیا اون مشرکوں کی لاشوں پر آگ سے جل
جانے کے نشان تھے کیونکہ فرشتوں نے انکو دوزخ کی آگ کے کوڑوں سے مارا تھا بدر کی لڑائی کا باقی قصہ ایک جگہ گزرچکا ہے
اس تفسیر کے مقدمہ میں صحیح بخاری مسلم ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی حدیث گزرچکی ہے کہ قرآن شریف
کے نزول کے زمانہ میں آسمان تک جنات کا جانا بند ہوگیا تھا تاکہ جنات چوری سے قرآن شریف کے لفظ سنکر کاہنوں سے نہ
بیان کرسکیں اور قرآن شریف کے لفظوں کی حفاظت جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اُس میں کچھ خلل نہ ڈال سکیں۔ یہ باتیں بھی صحیح
حوالوں سے گزرچکی ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں قرآن شریف نازل ہوا ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جس قدر
حصہ قرآن شریف کا نازل ہوتا تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسکا دور کیا کرتے تھے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے سال میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو دفعہ دور کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
متفرق طور پر جو قرآن لکھا ہوا تھا آپ کی وفات کے بعد صحابہ نے بڑی احتیاط سے اُسکو ایک جا کیا اسکے بعد امت میں ہر سال
سینکڑوں ہزاروں حافظ قرآن ہوتے چلے آتے ہیں کوئی کاتب زیر زبر کی غلطی بھی قرآن شریف کے لکھنے میں کردیتا ہے تو حافظوں کی
پڑھائی سے وہ غلطی صحیح ہوجاتی ہے یہ سب قصے وانا لہ لحافظون کی گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کے
موافق قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ سے قیامت تک قرآن شریف کی حفاظت کا ایسا انتظام کردیا ہے جس سے قرآن
شریف میں کسی طرح کا ردوبدل ممکن نہیں اور یہ انتظام اس بات کو پورے طور پر جتلاتا ہے کہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور

منزل ۳

اور جنہیں یہ اللہ کا کلام اوتارا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں +

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ

اور ہم بھیج چکے ہیں رسول تجھ سے پہلے کئی فرقوں میں اگلے اور نہیں آتا اُن پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے ہیں اُس سے ہنسی اسی طرح

نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

پٹھلاتے ہیں ہم اُسکو دل میں گنہگاروں کے یقین نہ لاوینگے اُسپر اور ہوآئی ہے رسم پہلوں کی

ان آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے رسول کو یہ تسلی دی کہ کفار او رمشرکین جو تمہارے ساتھ ٹھٹھے کرتے ہیں اور تمہیں چھیڑتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تم سے پہلے جو رسول گزرے ہیں اُنکے ساتھ بھی اُنکی قوم نے یہی معاملہ کیا ہے تم اُنکی دل لگی سے بیدل نہو اور جس طرح اون رسولوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو اُنکے مسخراپن کرنے سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم وحی کا بھیجنا اور قرآن کا اوتارنا بند کر دیں گے یہ لوگ جس بات پر جمے ہوئے ہیں جنے دو ہم انکے بہکے ہوئے خیال کو اور بھی پختہ کر دیتے ہیں کہ تمپر اور قرآن پاک پر یہ لوگ ایمان نہ لائیں اور انہیں ایمان نہ لانے کا جو نتیجہ پہلی قوموں کا ہوا وہ ان لوگوں کو معلوم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ بھی اونہیں لوگوں کی طرح قہر آلہی میں آجائیں اور ہلاک کر دئے جائیں اور دنیا سے بالکل انکی بنیاد ہی اوکھیڑ دیجائے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں اپنے علم ازلی کے موافق یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے آدمی دوزخ میں جانے کے قابل۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر اس آخر زمانہ تک جو گنہگار لوگ اللہ کے رسولوں سے مسخراپن کرتے چلے آئے ہیں اسکا سبب یہی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم آلہی کے موافق ان لوگوں کی یہی حالت لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے اسلئے اللہ تعالی نے اگرچہ عام طور پر سب لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے کتابیں نازل کیں لیکن راہ راست پر وہی لوگ آوینگے جنکی قسمت میں راہ راست پر آنا لکھا گیا ہے یہ ازلی بدقسمت لوگ کسی طرح راہ راست پر نہ آوینگے ازلی بدقسمتی کے سبب دوزخ میں جلنے کے قابل کاموں کے خیال انکے دل میں آوینگے اور جمینگے اور مرتے دم تک یہ لوگ کام بھی ویسے ہی کرینگے اور آخر انکا انجام بھی وہی ہوگا جو ان سے پہلے کے نافرمان لوگوں کا ہوا کہ دنیا میں طرح طرح کے عذابوں سے وہ لوگ ہلاک کر دئے گئے اور عقبی کے عذاب میں بھی گرفتار ہوئے اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی حدیث گزر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ کے سرکش لوگوں کو اللہ کے فرشتوں نے دوزخ کی آگ کے کوڑے مار کر مار ڈالا اور صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی یہ روایتیں بھی گزر چکی ہیں کہ مرتے ہی یہ لوگ عقبی کے عذاب میں گرفتار ہو گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالی کے وعدہ کو سچا پالیا۔

منزل ۳

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ

اور اگر کھولدیں ہم اونپر دروازے آسمان سے اور سارے دن اس میں چڑھتے رہیں یہی کہیں کہ ہماری نگاہ ہی

أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۝

بند کی گئی ہے نہیں ہم لوگ پر جادو ہوا ہے

اس آیہ میں اللہ پاک اون کفار اور مشرکین کے انتہا درجے کی گمراہی کو بیاں فرماتا ہے کہ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے معجزہ تو کیا چیز ہے اگر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھولدیا جائے اور اپنی آنکھوں سے یہ لوگ وہاں کے عجائبات کو آسمان پر چڑھکر دیکھ لیں جب بھی تو کفر سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اون عجائبات کو دیکھکر یہ کہنے لگیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی ہے آنکھیں اپنی اصلی حالت پر نہیں ہیں ہمپر جادو کر دیا گیا ہے جو ایسے ایسے تماشے ہمکو نظر آرہے ہیں جب اِنکے کفر و سرکشی کی یہ حالت ہے۔ تو کوئی قدرتی نشانی اِنکے ایمان لانے کو کارآمد نہیں ہوسکتی فرشتے آسمان سے آئیں یا یہ خود آسمان پر چڑھ جاویں یا پہاڑ کو سونا بنا دیا جائے چٹیل میدان کو گلزار کر دیا جائے کچھ بھی مفید مطلب نہ ہوگا یہی جواب اور اسی قسم کی بیہودہ باتیں یہ کرتے رہیں گے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیاطین رہتا ہے فرشتہ نیک کاموں کی رغبت دلاتا رہتا ہے۔ اور شیاطین برے کاموں کی سورۃ الزخرف میں آویگا کہ جو لوگ یاد الٰہی سے آنکھ چراتے ہیں اونپر شیاطین کا تسلط زیادہ ہوجاتا ہے۔ اسلئے وہ شیاطین ایسے لوگوں کے دل میں برے کاموں کی ہمیشہ وسوسے ڈالتے رہتے ہیں اور اللہ کے فرشتے کی نصیحت کو آدمی کے دل میں جمنے نہیں دیتے اس حدیث اور سورۃ الزخرف کی جو آیتیں آویں گی انکو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ مشرک کہتے ہیں کہ آسمان سے کوئی فرشتہ آن کر اللہ کے رسول کے سچا ہونے کی گواہی دیدے گا تو یہ لوگ اللہ کے رسول کو سچا مان لیویں گے لیکن اللہ تعالیٰ کو انکا خوب حال معلوم ہے کہ اللہ کے رسول کے سچا ہونے کی گواہی دینے کو فرشتے آسمان سے آویں یا خود یہ لوگ آسمان پر چڑھکر فرشتوں کی گواہی کا حال آسمان پر سے سن آویں اس سب کو یہ لوگ نظر بندی اور جادو بتلا دیں گے کیونکہ یاد الٰہی سے غافل اور دنیا کی یاد میں لگے رہنے سے انکے دلوں پر شیاطین کا ایسا تسلط ہوگیا ہے کہ کسی نیک کام کا خیال ان کے دل میں جم نہیں سکتا فرشتے کا اصلی صورت میں دیکھنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے اسلئے کوئی فرشتہ آسمان سے آویگا تو وہ بھی اس طرح اللہ کے رسول کے سچا ہونے کا خیال اِنکے دل میں پیدا کریگا جس طرح اب بھی اس خیال کے پیدا کرنے کے لیے اِن میں سے ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ تعینات ہے پھر شیاطینوں کے وسوسے کے آگے یہ لوگ اُس فرشتے کی بات کو کیا سنتے ہیں جو نئے فرشتے کی بات کو سن لیویں گے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ

اور ہم نے بنائے ہیں آسمان میں برج اور رونق دی اسکو دیکھنوں کے آگے اور بچا رکھا ہم نے اسکو ہر شیطان

منزل ۳

رَجِیۡمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیۡنٌ ۝

مردود سے مگر جو چوری سے سن گیا سو اسکے پیچھے پڑا انگارا چمکتا

ان آیتوں میں اللہ پاک اپنی قدرت کا حال بیان فرماتا ہے کہ اس آسمان کو ہمنے کیسی حکمت اور ترکیب سے بنایا اسمین بڑے بڑے تارون کے محل برجونکی طرح کے بنائے ہیں اور چاند سورج ستاروں سے آسمان کو زینت دی ہے۔ آسمان میں بارہ برج ہیں ہر برج میں تیس تیس درجے جسمین آفتاب ہر روز سیر کرتا ہے ہر درجہ کو ایک ایک روز میں تمام کرتا ہے اور اس حساب سے تین سو ساٹھ دن میں یعنے ایک سال میں آسمان کا پورا دور ختم کر لیتا ہے جسکی وجہ سے جاڑا گرمی برسات کی فصلیں ہوتی ہیں اور ان فصلوں سے دنیا میں عجیب عجیب تغیر ہوتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے نفع حاصل ہوتے ہیں جس دورہ کو سورج بارہ سو دن میں پورا کرتا ہے چاند اوس کو اٹھائیس دن میں پورا کرتا ہے اور جس طرح سورج کا دورہ فصلوں کے لئے ہے اسی طرح چاند کا دورہ مہینوں اور برس کے حساب کے لئے ہے چنانچہ اسکا ذکر سورہ یونس میں گزر چکا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ چاند سورج ستارے بروج ایسی کہلی کہلی دلیلیں ہیں جن سے ہر ذی ہوش خدا کی وحدانیت اور اوسکے قادر مطلق ہونے پر دلیل پکڑ سکتا ہے۔ اسکے بعد یہ فرمایا کہ آسمان کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ شیاطین یہاں آکر فرشتوں کی باتین سن جاوین اور دنیا میں جاکر نئے نئے شعبدے اوٹھاوین کیونکہ جب وہ یہاں کا قصد کرتے ہیں فرشتے آگ کے انگارے لئے کہڑے رہتے ہیں اور پھینک مارتے ہیں یہ جل بھن کر راکھ ہو جاتے ہیں ابو ہریرہؓ کی صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی حکم فرماتا ہے تو فرشتے تعظیم کے طور پر اپنے پر مارتے ہیں جس سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے لوہے کی زنجیر پتھر پر رگڑی اور گھسیٹی جانے جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو آپس میں پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا ارشاد کیا پاس والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ جو کچھ اوس پاک اور برتر نے فرمایا بالکل ٹھیک اور برحق فرمایا وہ بڑا بزرگ ہے اور شیاطین بھی وہاں لگے رہتے ہیں ایک کے کاندھے پر ایک ایک پر ایک چڑھکر آسمان تک پہونچتے ہیں اور وہاں کان لگائے فرشتون کی یہ باتیں سنا کرتے ہیں اور سب سے اوپر کا شیطان اگر کوئی بات فرشتون کی باتوں میں سے سن لیتا ہے تو اپنے نیچے کے شیطان سے کہدیتا ہے پھر وہ اوس سے نیچے والے کو یہاں تک کہ وہ اس بات کو کاہنوں سے آنکر بیان کرتے ہیں اور کاہن ایک سچ میں سو جھوٹ ملا کر ظاہر کرتا ہے اسی واسطے کاہنون کی بعض بعض باتین سچ ہو جایا کرتی ہیں بہر حال جس وقت یہ شیطان کان لگاتا ہے فرشتے اوپر سے انگارے پھینک مارتے ہیں جس سے یہ شیطان جہلس جاتا ہے اور جلدی سے اوس بات کو اپنے ساتھی سے کہنا چاہتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جلنے سے پہلے ہی کہہ چکتا ہے اور کبھی کہنے سے پہلے مر چکتا ہے۔ اس مضمون کی حدیث صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے بھی ہے۔ شیاطین آسمان پر کی سنی ہوئی باتین جن لوگون سے آنکر کہتے تھے یہ لوگ کاہن کہلاتے تھے۔ یہ کاہن لوگ شیاطینون کی نذر نیاز کرتے رہتے تھے اسلئے شیاطین اپنا مرتبہ ان کاہنون کی نظر میں

برسانے کے لئے آسمان کی خبریں سنکر ان کاہنوں سے آنکر کہا کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث میں اسی واسطے کاہنوں کو شیاطینوں کے دوست فرمایا ہے صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بعضے صحابہ نے کاہنوں کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا یہ لوگ جو باتیں کہتے ہیں وہ اعتبار کے قابل نہیں ہوتیں اسپر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت کوئی کوئی بات تو ان کاہنوں کی سچی ہوتی ہے آپ نے فرمایا انگارے برسنے سے پہلے کبھی جو بات حقیقت میں شیاطین آسمان پر سے سن آتے ہیں فقط وہ سچی نکل آتی ہے ورنہ کاہنوں اور انکے شیاطینوں کی سب باتیں جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہوتی ہیں صحیح مسلم میں معاویۃ بن الحکمؓ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہنوں کے پاس جاکر انہیں باتیں انسے پوچھنے کو منع فرمایا ہے۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور ڈالے اوسپر بوجھ اور اگائی اوس میں ہر چیز اندازے کی

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝

اور بنادیں تم کو اس میں روزیاں اور جنکو تم نہیں روزی دیتے

آسمان چاند سورج تاروں کے پیدا کرنے کا حال بیان کر کے زمین کے پیدا کرنے کا ذکر کیا کہ ہمنے زمین کو مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پانی پر بچھادیا ہے اور اسپر جابجا پہاڑوں کے بوجھ رکھدیئے ہیں اور خوب اچھی طرح مضبوط کردیا ہے جس طرح کیلیں ٹھونک کر تخت وغیرہ مضبوط بنائے جاتے ہیں اور زمین میں سے طرح طرح کی اشیا پھل میوے ترکاریاں غلے روئی اون اسی طرح پہاڑوں میں سے چاندی سونے لوہے وغیرہ کی کانیں غرض ہر چیز نہایت موزونیت سے پیدا کی اور اوس میں تمہاری روزی رکھی ہے تم بھی کھاتے پیتے ہو اور اپنے بال بچوں کو بھی کھلاتے پلاتے ہو اپنے جانوروں کو بھی چراتے ہو اور جس مخلوق کو تم جانتے بھی نہیں کہ کہاں ہیں اور کیا ہیں انکی بھی روزی خدا نے اسی زمین میں رکھی ہے یہ اسی خدا کا کام ہے کہ وہ اپنے ہر ایک مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے تمہاری کچھ حقیقت نہیں ہے جو یہ سمجھو کہ ہم خود روزی حاصل کر کے کھاتے پیتے ہیں اور اپنے اہل و عیال لونڈی غلاموں اور سواری کے جانوروں کو بھی ہم دیتے ہیں تو کھاتے ہیں اگر ہم نہیں دیں گے تو بھوکے مریں گے یہ گمان تمہارا محض غلط ہے سب کی روزی خدا کے ہاتھ میں ہے نہ ہی تم سے دلواتا ہے نہیں تو تم کیا دے سکتے ہو۔ سورہ النحل میں آویگا کہ جب زمین پانی پر بچھائی گئی تو ہلتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے زمین کے خوب جم جانے کے لئے اوس میں پہاڑ ٹھونکے صحیح بخاری کے حوالہ سے سعید بن زیدؓ کے قصہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بالشت بھر زمین بھی کسی کی ناحق طور پر دبا لیوے گا تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اوسی قدر ٹکڑے کا ایک طوق بنایا جاکر اوس شخص کے گلے میں ڈالا جاویگا معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمین سے دوسری زمین تک

منزل ۳

پانسو برس کے راستے کا فاصلہ ہے سورۂ نحل کی آیت والقیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم اور اوپر کی حدیثوں کو ان آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اوپر تلے ساتوں زمینیں پانی پر لمبائی میں بچھائی گئی ہیں ایک زمین سے دوسری زمین پانسو برس کے راستے پر ہے اس سے اہل ہیئت کے اوس قول کا ضعیف ہونا نکلتا ہے کہ ایک زمین سے دوسری زمین تک کچھ فاصلہ نہیں ہے اور بعضے متکلمین نے یہ جو لکھا ہے کہ زمین ایک ہے سات نہیں ہیں یہ قول بھی سعید بن زید کی حدیث کے مخالف پڑتا ہے معایش معیشت کی جمع ہے کھانے پینے پہننے کی وہ سب چیزیں معیشت کہلاتی ہیں جن پر آدمی کی زندگی کا مدار ہے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں معتبر سند سے حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے سے آدمی کا رزق بڑھتا ہے صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ثوبانؓ کی معتبر حدیث ہے کہ کثرت گناہوں کے سبب سے آدمی کا رزق گھٹ جاتا ہے ان حدیثوں کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ جس طرح آدمی کی معیشت کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اسی طرح اون کے گھٹنے اور بڑھنے کے اسباب بھی دنیا میں پیدا کئے ہیں۔

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ

اور ہر چیز کے ہم پاس خزانے ہیں اور اتارتے ہیں ہم ٹھیرے ہوئے اندازے پر اور چلا دیں ہم نے بادیں رس بھری پھر اتارا ہم نے

السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ۝

آسمان سے پانی پھر تم کو وہ پلایا اور تم نہیں رکھتے اسکا خزانہ اور ہم ہی ہیں جلاتے اور مارتے اور ہم ہی ہیں پیچھے رہتے

ان آیتوں میں اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں خواہ کسی قسم کی ہوں اون سب کا خزانہ اللہ کے پاس ہے جب جتنی ضرورت ہوتی ہے اوس میں سے ضرورت کے موافق دنیا میں اوتاری جاتی ہیں۔ اکثر مفسرین خزائن کے معنے مینہ کا خزانہ بیان کرتے ہیں اور بقدر معلوم کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ ایک جگہ کم بارش ہوتی ہے اور دوسری جگہ زیادہ یا ایک جگہ بالکل بارش نہیں ہوتی اور دوسری جگہ خوب ہوتی ہے اور بارش کے ایک ایک قطرے کے ساتھ فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو اوس قطرے کو وہیں گرنے دیتے ہیں جہاں حکم ہوتا ہے اور یہ بات یاد رکھتے ہیں کہ اس قطرے سے کیا کیا پیداوار ہوئی۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ہوا کو حکم دیتا ہے وہ چلنے لگتی ہے اور بادلوں کو ادھر سے ادھر لیجاتی ہے اور جس طرح دودھ والے جانوروں کا دودھ دوہا جاتا ہے اسی طرح بادلوں میں سے مینہ برسنے لگتا ہے جس سے ندی نالے تالاب بھر جایا کرتے ہیں اور لوگ پھر اوسکو کام میں لاتے ہیں آپ بھی پیتے ہیں اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرتے ہیں کسی میں یہ قدرت نہیں ہے جو پانی کو جمع کر کے رکھ چھوڑے یہ اوسی کی ادنی قدرت اور بندوں پر مہربانی ہے کہ ہر جگہ خزانے پانی کے مہیا رکھتا ہے اگر وہ چاہے تو فوراً پانی خشک ہو جائے۔ سورۂ حم السجدہ میں آدیکا وبارک فیہا وقدر فیہا اقواتہا جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے کھانے پینے کی چیزیں اس طرح برکت دیکر زمین میں رکھی ہیں کہ ایک اناج کے دانہ سے سینکڑوں دانے اور ایک گٹھلی سے ہر طرح کے بہت سے

پھل ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ مینہہ برسنے سے پہلے ہوا کو حکم دیتا ہے وہ آسمان کے دریا میں سے پانی لیکر بادلوں میں پہونچاتی ہے اور پھر بادلوں میں سے پانی برستا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آسمان وزمین میں اللہ کی قدرت سے ہر چیز کا ہمیشہ کے لئے جو یہ ذخیرہ ہے اسکو فرمایا کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں اون سب کا خزانہ اللہ کے پاس ہے اکثر سلف نے مینہہ کو جو اللہ تعالیٰ کا خزانہ تبلایا ہے اوسکا یہ مطلب ہے کہ زمین میں اللہ کی قدرت سے ہر چیز کی پیداوار کے جو خزانے ہیں اونکا ظہور مینہہ کے سبب سے ہوتا ہے ایک سال مینہہ نہو تو اناج میوہ اور ترکاریوں کی پیداوار میں کمی پڑجاتی ہے اسلئے اصل سب چیزون کا خزانہ گویا مینہہ ہے ورنہ آسمان وزمین دونوں میں اللہ کے خزانے موجود ہیں چنانچہ سورہ انعام میں گزرچکا ہے کہ سب غیب کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں سوا اوسکے اور کسی کو اون کنجیوں کا حال معلوم نہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے اوسکے خزانوں میں سے بہتے ہوئے پانی کی طرح ہر چیز خرچ ہو رہی ہے مگر اوسکے خزانوں میں کچھہ بھی کمی نہیں ہوئی۔ صحیح مسلم میں ابوذرؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان ایک جگھہ اکھٹے ہو کر اپنا اپنا مطلب چاہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے مطلب کو پورا کرے تو اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے آگے یہ اتنا خرچ ہے جیسے دریا میں سے کوئی ایک سوئی ڈبو کر نکال لے۔ ان حدیثوں سے اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی کثرت اور اونکے بے انتہا ہونے کی تفسیر اچھی طرح سمجھہ میں آسکتی ہے۔ پھر فرمایا یہ سب انتظام دنیا کے قیام تک ہے آخر جسنے دنیا کو پیدا کیا ہے اوسی کے حکم سے ساری دنیا فنا ہو جاویگی اور دنیا کی چیزوں پر سے لوگونکا عارضی قبضہ اوٹھکر سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں چلی جاوینگی۔ یہان مختصر طور پر وانا لنحن نحی ونمیت ونحن الوارثون فرمایا سورہ مریم میں آویگا انا نحن نرث الارض ومن علیہا والینا یرجعون۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے فنا ہو جانے اور دنیا کی چیزوں پر سے لوگون کا عارضی قبضہ اوٹھہ جانے کے بعد اون چیزوں کے برتنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کر یہ حساب دینا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزونکو ان لوگوں نے کیونکر برتا۔ ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ابوبرزہؓ اور معاذ بن جبل کی صحیح روایتیں ایک جگہ گزرچکی ہیں کہ قیامت کے دن چار چیزوں کے حساب کے لئے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر کن کاموں میں صرف کی (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) دنیا میں مال کیونکر کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا (۴) دین کا کوئی مسئلہ سیکھا تو اوسپر کیا عمل کیا۔ سورہ مریم کی آیۃ اور اس حدیث سے ونحن الوارثون کا مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے۔ کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اختیاری کی چیزوں پر جس طرح کسی کا عارضی قبضہ نہ تھا دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد وہی حال پھر ہو جاوے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اوس عارضی برتاوے کا حساب ہر شخص سے لے ویگا +

منزل ۳

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ ۝

اور ہم نے جان رکھا ہے جو آگے بڑھتے ہیں تم میں اور جان رکھے ہیں پچھاڑی والے

ترمذی نسائی حاکم ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی ہے اوس کا حاصل یہ ہو کہ آنحضرت کے وقت میں عورتین اور مرد جماعت میں آنکر بعضی بدرویہ عورتین اگلی صف میں اور بدرویہ مرد اس صف کی پچھلی صف میں کھڑے ہوکر وہ مرد عورتون کو گھورتے رہتے تھے اوسپر یہ آیۃ نازل ہوئی ہے لیکن اس شان نزول میں تردد یہ ہے کہ اس شان نزل کی روایۃ صحیح طور پر حضرت عبداللہ بن عباس تک نہیں پہونچتی کس لئے کہ ترمذی میں عمرو بن مالک سے نوح بن قیس اور جعفر بن سلیمان ان دونوں شخصون نے اس شان نزول کو مختلف طور پر روایۃ کیا ہے جس میں نوح بن قیس نے تو روایۃ کو حضرت عبداللہ بن عباس تک پہونچایا ہے اور جعفر بن سلیمان نے نہیں پہونچایا بلکہ ابوجوزا اوس بن عبداللہ تابعی پر ہی روایۃ کو موقوف رکھا ہے اور ترمذی نے جعفر بن سلیمان کی روایۃ کو بہ نسبت نوح بن قیس کی روایۃ کے زیادہ معتبر کہا ہے اس سبب سے صحیح شان نزول وہی ہے جو معتبر سند سے تفسیر ابن جریر وغیرہ کی دوسری روایۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے آئی ہے کہ اولاد آدم میں سے جو لوگ آجتک مرچکے ہیں اور جو آیۃ کے نزول کے وقت موجود ہیں اور جو آیندہ پیدا ہوں گے ان سب اگلے پچھلوں کا ایک ایک کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ اوپر کی آیۃ میں لوگوں کے مرنے اور اللہ کے اُنکے وارث ہونے کا ذکر ہے اسلئے اس شان نزول کو سیاق کلام سے بھی ایک ربط اور لگاو اوپر کے کلام سے ہے۔ غرض یہ ہے کہ جب اس شان نزول کو مجاہد ابن جبیر نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ کیا ہے جنہوں نے تیس دفعہ سارا قرآن حضرت عبداللہ بن عباس سے تفسیر کے آجانے اور روایتوں کے یاد رہنے کی غرض سے پڑھا ہے اسی واسطے سفیان ثوری نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ تفسیر کے باب میں مجاہد کی روایۃ آجاوے تو پھر دوسری کسی کی روایۃ کی ضرورت نہیں اور اسی واسطے امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں مجاہد کی روایۃ پر زیادہ بھروسہ کیا ہے تو یہی شان نزول زیادہ مقبول ہے۔ مشرکین مکہ کا حشر پر یہ اعتراض تھا کہ انسان کے مرجانے کے بعد جب اُسکی خاک رواں دواں ہوگئی تو پھر یہ خاک کیونکر جمع ہوجاویگی اور اُسکا پتلہ کیونکر بنجاویگا اس آیۃ میں تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا جواب مختصر طور پر دیا ہے سورہ ق میں آویگا کہ ہوا میں اڑجانے یا پانی کے ریلے میں بہ جانے سے انسان کی خاک جہاں جہاں رواں دواں ہوگی اوسکا سب حال لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس لئے آسانی سے وہ سب خاک جمع ہوسکتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث گزرچکی ہے کہ ایک شخص نے اپنے مرنے کے بعد اپنی لاش کو جلانے کی اور آدہی خاک کو ہوا میں اوڑانے اور آدہی کو دریا میں بہادینے کی وصیت کی اور وصیت کے موافق عمل بھی ہوا۔ جنگل اور دریا میں سے اللہ تعالیٰ نے اوس خاک کے جمع ہوجانے کا حکم دیا جب وہ خاک جمع ہوگئی تو اوسکا پتلا بنایا گیا اور اُس پتلے میں روح

منزل ۳

پھونکی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو نے یہ وصیت کیوں کی اس نے جواب دیا کہ یا اللہ مجھ کو تیرے روبرو کھڑے ہونے کی دہشت بہت تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے اوس شخص کے سب گناہوں کو معاف کر دیا۔ رواں دواں خاک کے جمع ہو جانے کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝

اور تیرا رب وہی گھیر لا دیگا انکو بیشک وہی ہے حکمتوں والا خبردار

اس سے اوپر کی آیت میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اللہ پاک نے ہر ایک شئی کو پیدا کیا ہے اور پھر وہی ہر شئی کو نابود بھی کریگا اور جو لوگ مر چکے ہیں انکو بھی وہ جانتا ہے اور جو لوگ موجود ہیں یا پیدا ہونے والے ہیں اونکی بھی اوسکو خبر ہے اسکے جتلانے کے بعد اب یہ فرمایا کہ اس نے اپنی حکمت اور علم کے موافق حشر کا دن قرار دیا ہے وہ لوگوں کو اوس روز اکٹھا کریگا اور نیک عمل کرنے والوں کو نیک جزا دیگا اور برے عمل کرنے والوں کو برائی کی سزا دیگا وہ بڑا حکمت والا ہے سب کام اسکی حکمت سے ہوا کرتے ہیں اوسکا علم ایسا ہے کہ کوئی شئی اوس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سورۃ القلم میں آویگا افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون جسکا مطلب یہ ہے کہ جسکی آنکھوں کے سامنے دنیا کے حاکموں نے قصوروار لوگوں کو سزا دینے اور بے قصور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا قانون ٹھہرا رکھا ہے پھر یہ منکرین حشر اللہ تعالیٰ کی شان میں ظلم اور ناانصافی کیونکر جائز رکھتے ہیں کہ وہ اپنے نافرمان لوگوں کو اور فرمانبرداروں کو یکساں کر دیوے گا یہ ان منکرین حشر کی نادانی ہے جو یہ لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے انصاف کو دنیا کے حاکموں کے انصاف سے بھی گھٹانا چاہتے ہیں ورنہ حشر کے دن جو کچھ ہونے والا ہے ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے دنیا کے حاکم وہی ہر روز کر رہے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ سورۃ القلم کی آیۃ اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی وہ حدیث قدسی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظلم میں نے اپنی ذات پر حرام ٹھہرالیا ہے گویا اس آیت کی تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور اپنے علم کے موافق حشر کا دن جو قرار دیا ہے وہ عین انصاف اور دنیا کے انصاف پسند حاکموں کا بھی یہی شیوہ ہے اور جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ بڑے ناداں ہیں کہ اللہ کی شان میں ظلم اور ناانصافی کو جائز رکھتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُومِ ۝

اور بنایا ہم نے آدمی کھنکھناتے سنے گارے سے   اور جان کو بنایا ہم نے اس سے پہلے لو کی آگ سے

فرمایا کہ انسان کھنکھناتی ہوئی مٹی سے بنایا اور جنکو آگ کی لو سے حضرت عبداللہ بن عباس و مجاہد و قتادہ کا قول ہے کہ صلصال خشک مٹی کو کہتے ہیں اور حمإ مسنون گو ندھی ہوئی کیچڑ کو کہتے ہیں اللہ پاک نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ تو پاک و صاف سوکھی مٹی کو پانی میں گوندھکر خمیر بنایا اور اس سے آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر اس میں روح کو پھونکدیا ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں

ع ۲
منزل ۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کا پتلہ بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کی مٹی لی ہے۔ اسی واسطے اولاد آدم کی حالت مختلف ہے کوئی گورا ہے کوئی کالا کوئی خوش مزاج ہے۔ اور کوئی بدمزاج ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہ حدیث اس بات کی تفسیر ہے کہ آیت میں انسان سے مقصود آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ اس حدیث کے موافق اون ہی کے پتلہ کیلئے تمام زمین کی مٹی لی گئی ہے پھر اسکے بعد اولاد آدم کی پیدائش کا سلسلہ منی سے جو قرار پایا ہے اُسکا ذکر قرآن شریف اور صحیح حدیثوں میں جدا آیا ہے سورہ بقر میں سلف کے قول گزر چکے ہیں کہ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے وہی قول اس بات کی تفسیر ہیں کہ جنات کی پیدائش انسان سے پہلے ہے سورہ رحمن میں آویگا وخلق الجان من مارج من نار اسکی تفسیر میں صحیح قول حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو خالص آگ کی لو سے پیدا کیا ہے کہ اُس میں دھوین کا کچھ ملاؤ نہیں تھا اگرچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہی قول نار السموم کی تفسیر ہے لیکن بعض روایتوں میں حضرت عبداللہ بن عباس سے السموم کی تفسیر گرم ہوا کی بھی آئی ہے اوپر کی تفسیر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کا پتلہ مٹی اور پانی سے اور جنات کا پتلہ آگ کی لو سے بنا ہے لیکن حکما کہتے ہیں کہ انسان میں مٹی کا جزا اور جنات میں آگ کا غالب ہے ورنہ پوری سرشت دونوں پتلوں کی آگ پانی ہوا خاک ان چار چیزوں سے ہے صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا پتلہ بنا کر بغیر روح پھونکنے کے یونہی چھوڑ دیا تھا شیطان اُس پتلے کو اندر سے خالی دیکھکر یہ کہا کرتا تھا کہ جاندار ہونے کے بعد یہ پتلا کسی بات کی سہار اور برداشت نکر سکے گا۔ اس حدیث سے حکما کے قول کے پابند لوگ یہ بات نکال سکتے ہیں کہ روح کے پھونکے جانے سے پہلے اُس کھوکھلے پتلے میں ٹھنڈی گرم ہوا گھسی اور حکما کے قول کے موافق آگ پانی ہوا خاک ان چار چیزوں سے پتلے کی سرشت قرار پائی مگر حکما کے قول کی تائید میں کوئی صاف دلیل شرعی نہیں ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن صَلْصَٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ فَإِذَا

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤنگا ایک بشر کھنکھناتے سنے گارے سے

سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝

پھر جب ٹھیک کروں اُسکو اور پھونکدوں اُس میں اپنی جان سے تو گر پڑیو اُسکے سجدہ میں تب سجدہ کیا اُن فرشتوں نے سارے

إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰٓ أَن يَكُونَ مَعَ السَّٰجِدِينَ ۝ قَالَ يَٰٓإِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّٰجِدِينَ ۝ قَالَ لَمْ

مگر ابلیس نے نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے والوں کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھکو کہ ساتھ نہ ہوا سجدے والوں کے بولا میں

أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُۥ مِن صَلْصَٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝

وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو کہ تو نے بنایا کھنکھناتے سنے گارے سے

اللہ پاک نے انسان کی پیدائش کا ذکر کرنے کے بعد جو باتیں اُسکے پیدا کرنے کیوقت پیش آئی تھیں اونکا ذکر فرمایا کہ پہلے

منزل ۳

فرشتون کو جمع کر کے اللہ تعالی نے یہ بات کہی کہ میرا ارادہ ہے کہ مٹی سے انسان کو پیدا کرون اور جب آدم کا پتلہ بنا لون اور اُسکے بدن میں روح پھونکدون تو تم سب کے سب اوسے سجدہ کرنا اس حکم کو سنکر فرشتوں نے جو جواب دیا اوسکا قصہ سورہ بقر میں مفصل گزر چکا ہے غرضکہ کل فرشتون نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس جو جنات کی قوم میں سے تھا اور خدا کی عبادت کثرت کے ساتھ کرنے سے فرشتون کے زمرہ میں داخل کر لیا گیا تھا اوسنے آدم کے پتلے کو تعظیمی سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اپنی عقل لڑائی کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہون اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور آگ ایک لطیف شے ہے اور مٹی ایک کثیف جسم ہے اسلئے میں اُنسے بہتر ہوں اونہیں کیونکر سجدہ کروں اسپر جب اوس سے اللہ جل شانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تو آدم کو سجدہ نہیں کرتا تو شیطان نے جواب دیا کہ میں ایسے شخص کو ہرگز سجدہ نکروں گا جسکو تو نے مٹی کا خمیر بنا کر پیدا کیا اور شیطان یہ نہیں سمجھا کہ عزت و شرف اُسی کو ہے جسکو خدا نے صرف اپنے گمان سے کوئی کسی سے بہتر نہیں ہو سکتا صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث سورہ بقر میں گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلہ سے۔ اس حدیث سے اون علمائے سلف کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ کی طرح نوری جسم کا نہیں ہے بلکہ جنات کی طرح ناری جسم کا ہے سورہ بقر میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ اس طرح کا تعظیمی سجدہ اور شریعتوں میں جائز تھا شرع محمدی میں جائز نہیں ہے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي

فرمایا تو تو نکل یہاں سے تجھ پر پھینک مار اور تجھپر پھٹکار ہے انصاف کے دن تک بولا اے رب تو مجھ کو

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝

ڈھیل دے اُسدن تک کہ مردے جیویں فرمایا تو تجھ کو ڈھیل دی ہے اسی ٹھیرے وقت کے دن تک کہ مردے جیویں

جب شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کی راہ سے اپنے کو آدم سے افضل سمجھا تو اللہ پاک کا یہ حکم اُسکے حق میں صادر ہوا کہ تو فرشتون کے زمرہ سے نکل جا اور اگر کبھی ادھر کا قصد کریگا تو تجھپر انگارے برسیں گے اور قیامت تک تجھپر پھٹکار ہوتی رہے گی یہاں مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ قیامت تک پھٹکار ہونے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ قیامت کے بعد پھر اسپر لعنت نہ ہوگی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُسوقت تک صرف لعنت ہی لعنت ہے اور بعد قیامت کے لعنت سے بڑھکر اسپر عذاب بھی ہوگا اس عذاب کے سامنے وہ اس پھٹکار کو بھول جائے گا بہر حال جب اُسکو یہ معلوم ہو گیا کہ خدا نے قیامت تک عذاب کو اُسکے حق میں موقوف رکھا ہے تو اُسنے خدا سے یہ سوال کیا کہ مجھے اُس وقت مقرر تک ڈھیل دیجائے اور میں اوس روز تک زندہ رہوں اس سے پہلے نہ مرون اللہ جل شانہ نے اسکی بات منظور کی اور فرمایا کہ اُس وقت معلوم تک تجھکو ڈھیل دیگئی اور اس سے پہلے تجھے موت بھی نہیں آئے گی اس نے اس خیال سے قیامت تک زندہ رہنے کا سوال کیا کہ آدم کی اولاد جب تک زندہ رہے گی میں اُسکو بہکا بہکا کر راہ

راستے سے علیحدہ رکھونگا اور جس طرح آخرت میں مجھپر عذاب ہوگا اوسی طرح آدمؑ کی اولاد پر بھی عذاب ہوتے دیکھوں گا حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہ قول ہے کہ اسرافیل علیہ السلام جو پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے جس سے کل مخلوق بیہوش ہوجائیگی اسوقت تک ابلیس کی موت ٹل گئی ہے پہلے صور پر سب لوگوں کے ساتھہ یہ بھی بیہوش ہوجائے گا پھر دوسرا صور چالیس برس کے بعد پھونکا جائے گا جس سے کل لوگ ہوشیار ہونگے یہاں تک کہ قبروں سے مردے بھی جی اوٹھیں گے اوس وقت ابلیس بھی اوٹھے گا اور یہی چالیس برس تک اسکا بیہوش پڑا رہنا گویا اسکی موت ہے۔ اگرچہ حکم الٰہی کی مخالفت اور گنہ گاروں سے بھی ہوجاتی ہے کیونکہ گناہ کا ہر ایک کام حکم الٰہی کے مخالف ہے لیکن شیطان نے یہ نافرمانی تکبر کی راہ سے کی اور سرکشی سے اسکا اقرار اللہ تعالیٰ کے روبرو کرکے پھر اسپر اصرار بھی کیا اسلئے اللہ تعالیٰ کی اوسپر یہ خفگی ہوئی کہ بغیر توبہ کی توفیق کے اسکو ہمیشہ کے لئے ملعون ٹھہرا دیا برخلاف آدم علیہ السلام کے کہ وہ گیہوں کھاکر نادم اور پشیمان ہوئے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کی۔ معتبر سند سے طبرانی کبیر اور مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر کو اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب فرمایا ہے یہ حدیث شیطان کے آسمان پر سے اتارے جانے اور ہمیشہ کے لئے ملعون ٹھہرنے کی گویا تفسیر ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِى لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ ۝

بولا اے رب جیسا تو نے مجکو راہ سے کھویا میں ان سب کو بہار ین دکھاؤنگا زمین میں اور راہ سے کھوؤنگا ان سبکو مگر جو تیرے چنے بندے ہیں

منزل ۳

مسند امام احمد بن حنبل اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو سعید خدری کی روایۃ میں شیطان کے اس قول کی اور اس قول کے جواب کی جو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دیا ہے پوری تفسیر ہے جسکو اس آیۃ کی تفسیر کہنا چاہیئے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے اللہ کی عزت کی قسم کھاکر یہ کہا کہ جب تک ہر انسان میں جان باقی ہے جس طرح اور جہاں تک مجھہ سے ہوسکے گا ہر ایک آدمی کو بہکانے میں اور بہکا کر ہر طرح کے برے کام اونسے کرانے میں کوتاہی نکرونگا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے عزت و جلال کی قسم کھاکر شیطان کو جواب دیا کہ میں بھی جب تک مجھسے وہ تیرے بہکائے ہوئے گنہگار توبہ و استغفار کرین گے انکو بخشتا ہی جاؤں گا اس سے معلوم ہوا کہ شیطان بہکانے سے نہیں تھکتا اور اللہ بخشنے اور مغفرت اور توبہ کے قبول کرنے سے نہیں تھکتا گنہگار بندہ ہی اپنی بے نصیبی سے توبہ و استغفار کرنے سے تھک جاوے تو تھک جاوے صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس طرح خون آدمی کے سارے جسم میں چکر مارتا ہے اسی طرح شیطان آدمی کے سارے جسم کو ہر وقت گھیرے رہتا ہے اور مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیطان بادشاہوں کی طرح سمندر کے پانی پر اپنا تخت بچھاکر بیٹھتا ہے اور اپنے شیاطینوں کو لوگوں کے بہکانے کے لئے بھیجتا ہے کوئی شیاطین میاں بی بی میں لڑائی کروادیتا ہے تو اوس سے بہت ہی خوش ہوتا ہے اور اسکو گلے سے لگاتا ہے اور کہتا ہے تو نے بڑا کام کیا صحیح مسلم میں حضرت

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شیاطین اور ایک فرشتہ ہر انسان پر تعینات ہے فرشتہ ہر وقت نیک کام کی صلاح دیتا رہتا ہے اور شیطن بد کام کی رغبت ہر وقت دلاتا رہتا ہے آدمی کو چاہیئے کہ نیک کام کی توفیق کی وقت اللہ کا شکر کرے اور برے کام کے خیال کیوقت لاحول پڑھے حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا نیک و بد کے امتحان کیلئے خدا نے پیدا کی ہے مال اولاد جہان و امتحان کی چیزیں ہیں وہاں شیطان اور اسکے شیطن بھی ایک امتحان کی چیز ہیں اس امتحان میں پورا اترنے کا اول اور اعلی درجہ یہ ہے کہ آدمی شیطان کے بہکاوے میں نہ آوے لیکن یہ درجہ ہر انسان کے لئے مشکل ہے ہاں اس درجہ کے حاصل کرنیکی ہر انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ شیطان کے بہکانے سے جب کوئی گناہ کرے تو فوراً صدق دل سے توبہ و استغفار کرلے کیونکہ ترمذی اور ابو داؤد اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابو بکر صدیق کی روایۃ سے یہ آچکا ہے کہ دن میں ستر دفعہ بھی کوئی شخص گناہ کرکے توبہ کرے تو وہ شخص گناہ پر اصرار کرنے والا نہ لکھا جاویگا ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور صحیح ابن حبان کی سند بھی صحیح ہے ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت انس سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہر انسان گنہ گار ہے مگر وہ گنہ گار خوب ہیں جنکو توبہ نصیب ہو حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر گناہ سے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگجاتا ہے اگر آدمی فوراً توبہ کرتا رہے تو وہ دھبہ بڑھنے نہیں پاتا ورنہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرنے سے سارے دل پر زنگ آجاتا ہے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ○ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

فرمایا یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی جو میرے بندے ہیں تجکو انپر کچھ زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا خراب

الْغٰوِينَ ○ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ○ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ○

لوگوں میں اور دوزخ پر وعدہ ہے ان سبکا اسکے سات دروازے ہیں ہر دروازہ کو ان میں ایک فرقہ بٹ رہا ہے

منزل ۳ ع ۳

جب شیطان نے قیامت تک مہلت چاہی اور اسکو مہلت ملگئی اور اسنے بنی آدم کے بہکانے کا اور راہ حق سے پھیرنے کا بیڑا اوٹھا لیا اور یہ کہا کہ تیرے خالص بندونکو نہیں بہکا سکتا ہوں تو اسکا جواب اللہ پاک نے یہ دیا کہ یہی نیت کا خالص ہونا ہی تو سیدھا رستہ ہے جو مجھ تک ان لوگونکو پہونچائے گا اور جو میرے چنے ہوئے بندے ہیں انپر تیرا ایسا زور نہیں چلتا جو وہ تیرے بہکانے میں آجائیں گے ہاں جو لوگ ازلی گمراہ ہیں وہ البتہ تیرے بہکانے میں آجائیں گے تو انکے واسطے میں نے جہنم کو بھی تیار کر رکھا ہے اور جہنم بھی وہ جس کے سات دروازے اور سات طبقے ہیں ہر ایک کے واسطے اون کے عمل کے مطابق یہ ساتوں طبقے جہنم کے ہیں جس میں یہ لوگ داخل کئے جائیں گے اور اپنے کئے کی سزا پائیں گے بعض مفسرین نے ان ساتوں طبقوں کے یہ نام بتلائے ہیں اول کا نام جہنم دوسرے کا نام لظی تیسرے کا نام حطمہ چوتھے کا نام سعیر پانچویں کا نام سقر چھٹے کا نام جحیم ساتویں کا نام ہاویہ ہے ہر طبقہ میں ایک سے بڑھ کر ایک میں سخت عذاب کا ٹھکانا ہے صحیح مسلم میں سمرہ بن جندب سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دوزخ کی آگ کسی کے ٹخنوں تک ہوگی اور کسی کی کمر تک اور کسی کے گلے تک۔ آخری آیت اور اس حدیث کے
ملانے سے ہر ایک فرقے کے عمل کے موافق دوزخ کے عذاب کی تقسیم اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے معتبر سند سے
ترمذی نسائی مستدرک حاکم میں حارث بن حارث اشعری سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو شخص یاد الٰہی میں لگا رہتا ہے شیطان کا کچھ قابو اس پر نہیں چل سکتا مسند امام احمد صحیح بخاری مسلم
وغیرہ میں ابو ہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص میری یاد کرتا رہے میں
بھی اس کو اپنی رحمت کی یاد میں رکھتا ہوں ان حدیثوں کو اور صحیح حدیثوں کو ان عبادی لیس لک علیہم سلطان
کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ تلاوت قرآن نفل نماز یا اور کلمہ کلام شرعی سے جو شخص اکثر خدا کی یاد میں لگا
رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی یاد میں رہتا ہے اسلئے شیطان کو ایسے شخص پر قابو پانے کا کوئی موقع نہیں ملتا۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ؕ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ
جو پرہیزگار ہیں باغوں میں ہیں اور ندیوں میں جاؤ اس میں سلامتی سے خاطر جمع سے اور نکال ڈالی ہمنے جو انکے جیوں میں تھی

غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ۝
بھائی ہوگئے تختوں پر بیٹھے سامنے نہ پہونچے گی انکو وہاں کچھ تکلیف اور نہ انکو وہاں سے کوئی نکالے

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ۝
خبر سنادے میرے بندوں کو کہ میں ہوں بخشنے والا مہربان اور یہ بھی کہ میری مار وہی دکھ کی مار ہے

منزل ۳

اللہ پاک نے دوزخ والوں کا حال بیان کرکے اہل جنت کا ذکر کیا کہ متقی لوگ جنت کے باغ اور نہروں میں ہوں گے
اور صحیح وسالم وہاں رہیں گے کوئی رنج کوئی تکلیف کوئی بیماری وہاں نہیں ہوگی اور دنیا میں جن جنتی دو شخصوں کے
درمیان شکر رنجی ہوگی وہ رنج وکدورت ان کے دلوں سے نکال دی جاوے گی اور جنت میں بھائی بھائی بنکر
آمنے سامنے مسندوں پر بیٹھے ہوں گے بعض مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ دس صحابہ ہیں حضرت ابو بکر حضرت
عمر حضرت عثمان حضرت علی طلحہ زبیر عبدالرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص زید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم
ان کے دلوں میں آپس میں جو کچھ دنیا میں ملال تھا وہ جنت میں بالکل نہیں رہے گا اور آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھے
ہوں گے اور جنت میں کسی قسم کی مشقت وغیرہ نہ ہوگی اور نہ لوگ وہاں سے نکلیں گے بلکہ نہایت آرام کے
ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اس کے بعد حضرت صلعم کو اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندوں کو یہ خبر دیدو
کہ میں رحمت والا بھی ہوں اور میرا عذاب بھی سخت ہوا کرتا ہے تفسیر ابن ابی حاتم میں مصعب بن ثابت کی روایت
سے جو حدیث ہے اس میں نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی
هو العذاب الالیم کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے چند صحابہ کی طرف ایک روز جا نکلے وہ لوگ ہنس رہے تھے آپ نے فرمایا جنت اور دوزخ کو یاد کرو تو آیت اونری اور قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں یوں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بندہ خدا کی رحمت کی قدر جانے تو کبھی گناہوں سے نہ بچے اور اگر اسکے عذاب کو جان لیوے تو اپنے کو ہلاک کر ڈالے اسکے بعد کی آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے اگلے رسولوں کے قصہ کو بیان کیا تاکہ لوگ اسکی عبادت کی رغبت کریں اور گناہوں سے بچیں اور بدبختوں کا انجام سنکر اوس سے عبرت پکڑیں۔ اس جگہ چار قصے بیان کئے ہیں ابراہیم علیہ السلام کا لوط علیہ السلام کا شعیب علیہ السلام کا پھر صالح علیہ السلام کا اور پہلے ابراہیم کے قصہ سے شروع کیا ہے۔ ان قصوں میں نیک فرمانبردار لوگوں کو اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے امن میں رکھا اور عذاب سے بچایا ہے اور نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذاب سے ہلاک کیا ہے اسواسطے یہ قصے اللہ کی رحمت اور اوسکے عذاب کی گویا تفسیر ہیں۔ اوپر دس صحابہ کی آپسمیں رنجش اور ملال ہونے کا جو ذکر گزرا یہ روایۃ تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالہ سے ہے۔ بعضے سلف نے اس روایۃ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب کے قبائل جو آپسمیں لڑتے رہتے تھے اوس زمانہ کی حق العباد کے طور کی کچھ خفگی جوان لوگوں کے دل میں ہوگی تو جنت میں جانے سے پہلے اللہ تعالی اسکو آپس کی محبت سے بدل دیویگا۔ اس قول کی تائید ابو سعید خدری کی صحیح بخاری کی الحدیث روایۃ سے ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پلصراط سے اوتر جانے کے بعد دوزخ اور جنت کے درمیان میں ایک پل ہے وہاں اہل جنت کو روکا جاکر اونکی آپس کی رنجش دور کردی جاویگی تذکرہ قرطبی میں حضرت علی کا ایک قول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے قابل جنت لوگوں کو ایک چشمہ میں نہانے کا حکم ہوگا جس سے اون کی آپس کی رنجش دور ہو جاویگی یہ چشمہ اوسی پل کے پاس ہے جس کا ذکر ابو سعید خدری کی اوپر کی حدیث میں ہے +۔

منزل ۳

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝ قَالُوا

اور احوال سنا انکو ابراہیم کے مہمانوں کا جب چلے آئے اسکے گھر میں اور بولے سلام وہ بولا ہمکو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے بولے

لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ۝

ڈر مت ہم تجکو خوشی سناتے ہیں ایک ہوشیار لڑکے کی بولا تم خوشی سناتے ہو مجکو جب پہونچ چکا مجکو بڑھاپا اب کاہے پر خوشی سناتے ہو

قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝

بولے ہمنے تجکو خوشی سنائی تحقیق سو تو مت ہو نا امیدوں میں بولا اور کون آس توڑے اپنے رب کی مہر سے مگر جو راہ بھولے ہیں

ان آیتوں میں فرمایا کہ اے رسول ان لوگوں کو خبر دیدو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی کہ اون مہمانوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آکر سلام کیا ابراہیم علیہ السلام نے اون سے کہا کہ مجھے تم لوگوں سے ڈر لگتا ہے یہ قصہ سورۃ ہود میں مفصل گزر چکا ہے کہ جب خدا کے فرشتے وہاں آئے اور سلام کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے بھی انکے سلام کا جواب

دیا اور گہرے ایک فربہ بچھڑا تل کر انکی ضیافت کے واسطے لائے انکے ہاتھ وس کھانے کی طرف جب نہیں بڑہے تو ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہوئے مہمانوں نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے قوم لوط پر عذاب لیکر چلے ہیں اور تمہیں اولاد کی خوشی سنانے آئے ہیں تمہارے گھر میں ایک ہوشیار لڑکا اسحق پیدا ہوگا اور پھر تمہارا پوتا اسحق کا بیٹا یعقوب - اسکے جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں بوڑھا ہوں قریب قریب سو برس کی عمر آن پہونچی اور میری بیوی بھی نوے بانوے برس کی بوڑہی ہے اور بانجھ بھی ہے اس صورت میں اولاد کی کیا خوشی سناتے ہو یہ امر تو تعجبات سے ہے فرشتے بولے کہ یہ حق بات کی خوشی تمکو سنائی جارہی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یقینی اسکا ظہور ہوگا کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے کبھی اسکا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا اوسے ہر طرح کی قدرت حاصل ہے اسکے نزدیک کیا دشوار ہے آپ اس خوشی سے ناامید نہ ہوں اللہ پاک تو اس بات پر بھی قادر ہے کہ بے ماں باپ کے بھی لڑکا پیدا کردے آپکا عذر تو صرف بڑہاپا اور بانجھ ہونا ہے ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات سنکر جواب دیا کہ بیشک خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے اسکی رحمت سے تو گمراہ لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں - اس قصہ میں ایک قسم کا خوف اور اسکے ساتھ ہی خوشی بھی ہے اسلئے ذکر کیا کہ لوگ جان لیں کہ خدا کی عادت یوں ہی جاری ہے اور قصہ میں ایماندار لوگوں کی نجات اور کفار کی ہلاکت کا ذکر ہے جس سے خداوند جل شانہ کا غفور رحیم اور اسکے عذاب کا سخت ہونا قریش کو سمجھایا گیا -

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ

بولا پھر کیا مہم ہے تمہاری اے اللہ کے بھیجے ہوؤ بولے ہم بھیجے آئے ہیں ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گہر والے

اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝

انکو بچالیں گے سبکو مگر ایک اسکی عورت ہمنے ٹہیرالیا وہ ہے رہجانے والوں مین

جب فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی خوشی سنادی اور انکے دلسے خوف جاتا رہا تو اونھوں نے فرشتوں سے پوچھا کہ اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا ارادہ کس کام کا ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ فقط بشارت ہی دینے کو نہیں آئے ہیں انکا آنا کسی اور کام کی غرض سے ہوا ہے اگر خوشی صرف سنانی تھی تو ایک آتا ابراہیم علیہ السلام کے پوچھنے پر اونھوں نے کہا کہ ہم لوط علیہ السلام کی مجرم قوم پر عذاب لیکر بھیجے گئے ہیں سوائے لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے سب لوگ گانوں کے گانوں ہلاک ہوجائیں گے اسی میں لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ہلاک ہوگی یہ دلیل منافق تھیں مگر خداوند تعالی جب تک ظاہر قصور نہیں دیکھتا ہے اسوقت کسی کو نہیں پکڑتا ہے اسلئے فرشتوں نے لوط سے کہا کہ آپ سب لوگ گھر میں سے باہر چلے جائیں اور پیچھے پھر کر نہ دیکھئے گا لوط علیہ السلام کے ساتھ انکی بیوی بھی جارہی تھیں اور کسی نے تو مڑکر نہیں دیکھا انکی بیوی نے پیچھے پھر کر دیکھا خدا نے انکو پکڑ لیا اور یہ بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئیں - سورہ ہود میں گزر چکا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کے دلسے خوف جاتا رہا اور انھوں نے فرشتوں

نے قوم لوط کے عذاب کا حال سنا تو وہ اللہ کے فرشتون سے جھگڑنے لگے کہ اُس بستی مین لوط بھی ہین ساری بستی پر عذاب کیونکر آویگا اُسکا جواب اللہ کے فرشتون نے یہ دیا ہے کہ سوائے لوط علیہ السلام کی بی بی کے اور سب اُنکے گھر والے بچ جاوینگے سورہ ہود کا قصہ گویا یہان کے قصے کی تفسیر ہے۔ سورہ توبہ کی آیۃ ان ابراہیم لاواہ کی تفسیر مین حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نرم دل بہت تھے صحیح بخاری وغیرہ مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی نجات چاہین گے لیکن وہ منظور نہ ہوگی اس حدیث سے حسن بصری اور قتادہ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اور آخری آیۃ کی تفسیر کا حاصل یہ ٹھہرتا ہے کہ نرم دلی کے سبب سے ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے فرشتون سے قوم لوط کے باب مین جھگڑا کیا اور اللہ کے فرشتون نے یہ جواب دیا جسکا ذکر آیۃ مین ہے۔

فَلَمَّا جَاۗءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ

پھر جب پہنچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے بولا تم لوگ ہو گے اوپری سے بولے نہیں پر ہم لائے ہین

بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

تجھ پاس جس میں وہ جھگڑتے تھے اور ہم لائے ہیں تجھ پاس مقرر بات اور ہم سچ کہتے ہیں

اب یہان سے لوط علیہ السلام کا قصہ شروع ہوا فرشتے خدا کے بھیجے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہوکر یکایک لوط علیہ السلام کے یہان پہونچے وہ انکو خوبصورت نوعمر لڑکے دیکھکر ڈرے کہ یہ لوگ کسی اور شہر کے رہنے والے ہیں یہان جو اسطرح آگئے ہین بڑی قباحت کی بات ہے میری قوم کو لڑکون سے بدفعلی کرنیکی عادت ہے جسوقت اُن لوگون کو ان نوعمر لڑکون کے آنیکی خبر معلوم ہوگی تو فوراً یہان آجائین گے اور مجھسے سخت جھگڑا ہوگا دیکھئے کیونکر اُنسے پیچھا چھوٹتا ہے اسی خیال سے حضرت لوط علیہ السلام نے ان آنے والون سے کہا کہ تم کون لوگ ہو ہم تمہین نہین پہچانتے اُن فرشتون نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہین آپ کچھ خوف نکرین ہم اس قوم کی سرکوبی کیلئے آئے ہین یہ لوگ آپ سے جھگڑتے ہین کہ عذاب کیا ہے اور عذاب کے آنے مین شبہ کرتے ہین اسلئے ہم اللہ کے حکم سے آئے ہیں اور عذاب لے کر آئے ہین اب اُن لوگون کو عذاب کے آنے کا پورا یقین ہو جائے گا اور ہم جو کچھ کہتے ہین اس مین ذرا بھی فرق نہیں ہے ہم بالکل سچ کہہ رہے ہین کہ یہ لوگ ہلاک ہون گے۔ سورہ اعراف مین گزر چکا ہے کہ حضرت لوط کی قوم کے لوگ حضرت لوط کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دیا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالےٰ نے اُس بستی کو الٹ دینے کا حکم دیا تھا کہ یہ لوگ اللہ کے رسول کو جس بستی سے نکال دینے کی دھمکی دیتے تھے اُس بستی کا نام بھی دنیا مین باقی نہ رہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالےٰ جب تک چاہتا ہے اس طرح کے نافرمان لوگون کو مہلت دیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو اون کو بالکل غارت کر دیتا ہے اس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک مہلت کا زمانہ رہا قوم لوط کے لوگ طرح طرح سے جھگڑتے اور اللہ کے رسول کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دیتے رہے

منزل

جب عذاب کا وقت آگیا تو خود ہی بستی سے ایسے نکلے کہ سیدھے جہنم کو گئے اور بستی بھی اوندھی ہو گئی۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝

سو لے نکل اپنے گھر کو رات رہتے سے اور آپ چل اُنکے پیچھے اور مڑ کر نہ دیکھے تم مین کوئی اور چلے جاؤ جہان تمکو حکم ہے اور چکا دیا ہمنے اُسکو یہ کام کہ اُنکی جڑ کٹی ہے صبح ہوتے

اللہ پاک یہ کلام فرشتونکی زبان سے فرماتا ہے کہ اونھون نے لوط علیہ السلام سے یہ بات کہی کہ تم اپنے اہل بچوں کو لیکر راتوں رات یہان سے نکل جاؤ گھر والوں کو آگے رکھو اور آپ اُنکے پیچھے ہو تاکہ تمہین اطمینان رہے کہ کوئی عزیز پیچھے تو نہیں رہ گیا اور فرشتوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ دیکھنا کبھی تم میں سے کوئی پیچھے پھیر کر نہ دیکھے کہ قوم پر کیا عذاب ہو رہا ہے تمہیں راستہ طے کرنے میں دیر ہو جاوے گی اور طبیعت قوم کے عذاب کی طرف مشغول رہے گی پھر فرمایا کہ جہان تم کو حکم ہوا ہے وہان چلے جاؤ دیر نکرو جسکا مطلب یہ ہے کہ ملک شام کو چلے جاؤ پھر فرمایا کہ اللہ نے یہ بات ٹھہرا دی ہے کہ صبح ہوتے ہی اس قوم کی جڑ بنیاد بالکل نیست و نابود ہو جاوے گی لوط علیہ السلام معہ اپنے دونوں بیٹیوں کے گھر سے نکلے انکی بیوی بھی چلی تھیں مگر رستے میں پیچھے پھر کر دیکھا وہ اپنی قوم کے حال میں شریک ہوئیں انکو بھی عذاب نے پکڑ لیا اور لوط علیہ السلام ملک شام کی طرف چل نکلے خدا نے زمین کو پلٹ دیا آپ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے ابو موسیٰ اشعری کی جو حدیث اوپر گزر چکی ہے وہی حدیث ان آیتوں کی بھی تفسیر ہے مطلب اس تفسیر کا وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

اور آئے شہر کے لوگ خوشیاں کرتے بولا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجکو رسوا مت کرو اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرو مت کھوؤ بولے ہمنے تجکو منع نہیں کیا جہان کی حمایت سے بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیان اگر تم کو کرنا ہے قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں

جب لوط علیہ السلام کی قوم کو یہ خبر ہو گئی کہ حضرت لوط کے گھر میں دو تین مہمان آئے ہیں تو وہ لوگ دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے مکان پر آئے اور ان مہمانوں کو خوبصورت چودہ پندرہ برس کے سن کا دیکھکر اپنے جی میں بہت خوش ہوئے لوط علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ لوگ میرے عزیز مہمان ہیں انکی طرف کسی قسم کا برا خیال نہ کرو اور میری رسوائی نہ چاہو اور خدا سے ڈرو کسی کی آبرو کے پیچھے پڑنے سے کیا حاصل کیوں میری عزت کے درپے ہو رہے ہو ان کی قوم نے جواب دیا کیا ہم نے تم کو منع نہیں کر رکھا ہے کہ تم کسی کی حمایت نہ لو تم کسی کو کیوں اپنا مہمان بناتے ہو ساری دنیا سے

منزل ۳

تمہیں کیا سروکار سورہ ہود میں ترتیب کے ساتھ یہ قصہ بیان ہو چکا ہے یہاں قصے میں ترتیب نہیں ہے سورہ ہود
میں لوط علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آج کا روز بڑا سخت ہے اس قوم سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہے۔ کیونکہ پہلے سے ان کو یہ
نہیں معلوم تھا کہ یہ مہمان در اصل فرشتے ہیں جب قوم نے بے حد اصرار کیا اور کوئی بات نہ مانی تو فرشتوں نے کہا تھا کہ تم اپنے
دل میں رنجیدہ نہ ہو یہ ہمارا کیا کر سکتے ہیں ہم آدمی نہیں ہیں خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اسی قوم کو اس کے بد افعال کی سزا
دینے آئے ہیں غرضکہ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہتیرا سمجھایا یہاں تک کہا کہ تمہیں لڑکوں کے ساتھ فعل بد کے مرتکب ہوتے
شرم نہیں آتی لو یہ میری لڑکیاں حاضر ہیں انسے نکاح کر لو خدا نے عورتوں کو مردوں کے واسطے پیدا کیا ہے ان سے نفع اٹھاؤ
اور لڑکوں کی رغبت چھوڑ دو لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنے کی عادت سے کیوں اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہو سورہ قمر میں ہے کہ
جب ان لوگوں نے حضرت لوط کی نصیحت نہ سنی اور حضرت لوط کے گھر کا دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھس جانے اور مہمانوں کو چھین
لینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل نے اللہ کے حکم سے ایک پر مار کر ان سب کو اندھا کر دیا یہ لوگ صبح کو پھر آنے کی دھمکی دیکر وہاں سے
چلے گئے اور صبح کو ہلاک ہو گئے اب آگے اللہ جل شانہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو لوط علیہ السلام کی قوم
کی خبر دیتا ہے کہ اے ہمارے رسول ہم تیری حیات اور عمر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی بدمستی میں بیہوش ہو رہے تھے
وہ کب کسی کی سنتے مفسرین نے یہاں یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت کی عمر کی قسم جو اللہ پاک نے کھائی ہے اس سے آپکا مرتبہ
معلوم ہوتا ہے کیونکہ اور کسی رسول و نبی کی حیات کی قسم اللہ تعالیٰ نے نہیں کھائی ابن جریر نے حضرت ابن عباس کی ایک حدیث
نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی جان ایسی نہیں پیدا کی جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ہو اور اللہ تعالیٰ نے
کبھی کسی جان کی قسم نہیں کھائی سوائے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے جیسا اس آیۃ میں مذکور ہوا صحیح بخاری
و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث جو اوپر گزر چکی ہے اوس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل
یہ ہے کہ مہلت کے زمانہ تک ان لوگوں کی سرکشی کا یہ حال تھا کہ اللہ کے رسول کے گھر کا دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھس جانے اور
مہمانوں کے چھین لینے پر مستعد تھے مہلت کا وقت گزرتے ہی آنکھوں سے اپاہج اور اسی اپاہجی کی حالت میں تھوڑی دیر کے
بعد ہلاک ہو گئے اور صبح کو پھر اللہ کے رسول کے گھر پر چڑھ کر آنے اور مہمانوں کو زبردستی چھین لینے کی دھمکی جو ان لوگوں نے
دی تھی اوس دھمکی کے ظہور کی تمنا ان لوگوں کے دلمیں ہی رہی۔ معتبر سند سے مسند ابو یعلیٰ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ
کا قول ہے جس میں اونھوں نے لعمرک کی تفسیر حیاتک فرمائی ہے۔ معتبر سند سے طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے
روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عین صبح کی اذان کے وقت قوم لوط پر عذاب آیا۔

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ۝

پھر پکڑا ان کو چنگھاڑنے سورج نکلتے پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے ہم نے اون پر پتھر کنکر کے

منزل ۴

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ○ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ○ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○

بیشک اِس میں پتے ہیں دہیان کرنے والون کو اور وہ بستی ہے سیدہی راہ پر البتہ اس میں نشانی ہے یقین کرنے والون کو

وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ○ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○ وَلَقَدْ كَذَّبَ

اور تحقیق تھے بن کے رہنے والے گنہگار سو ہمنے بدلا لیا انسے اور یہ دونوں شہر راہ پر ہیں نظر آتے اور تحقیق جھٹلایا

أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ○ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ

حجر والون نے رسولوں کو اور دین ہمنے انکو نشانیان سو رہے انکو ٹلاتے اور تھے تراشتے

الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ○ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ○ فَمَآ أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○

پہاڑوں کے گہر خاطر جمع سے پہر پکڑا انکو چنگھاڑنے صبح ہوتے پہر کام نہ آیا انکو جو کماتے تھے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ

اور ہمنے ہین بنائے ہیں آسمان و زمین اور جو انکے بیچ میں ہے بغیر تدبیر اور قیامت مقرر آنیوالی ہے

جب لوط علیہ السلام کی قوم نے انکی ایک نہ سنی اور اپنی ہٹ دہرمی کیے گئے تو اللہ پاک نے فرشتونکو حکم دیدیا کہ انکو غارت کر ڈالو صبح ہوتے ہی جبرئیل علیہ السلام نے ایک ایسی چیخ ماری کہ لوگون کے کلیجے دہل گئے اور پہر اوس بستی کی تہ میں اپنے پر ڈالکر اوکہیڑ لیا اور آسمان کی طرف لیجا کر وہان سے اولٹا گرادیا اور پہر اوپر سے چھوٹے چھوٹے پتھر کے ریزے برسے جس سے ایک متنفس بھی جان بر نہ ہوسکا پہر اللہ پاک نے فرمایا کہ اس قصہ میں عبرت کرنے والوں اور غور و فکر کرنے والون کے لئے بڑی نشانی ہے۔ بعضے مفسرین نے للمتوسمین کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ عقلمندون کے واسطے اس قصہ میں پتے ہیں اور ابو سعیدؓ کی حدیث ترمذی نے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالی کے نور سے دیکھتا ہے اگرچہ ترمذی نے ابو سعید خدریؓ کی حدیث کو غریب کہا ہے لیکن مسند بزار میں یہ حدیث انسؓ بن مالک کی روایۃ سے جو ہے اوسکی سند معتبر ہے اور اسی مضمون کی حدیث ابن جریر نے بھی ابو سعیدؓ سے اور ثوبانؓ سے روایۃ کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث نقل کی ہے پہر اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ بستی سدوم ملک شام کی طرف بدبودار پانی کے چشمہ کی صورت میں آجتک باقی ہے پہر فرمایا کہ جو لوگ ایماندار ہیں اس قصے سے خدا کی نشانی پہچانتے ہیں۔ پہر بن کے رہنے والی قوم شعیب کے لوگون کا اور حجر کے رہنے والی قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی امت کا قصہ مختصر طور پر ذکر فرماکر قریش کو یہ تنبیہ فرمائی کہ ایک دن قیامت ضرور آنے والی ہے تاکہ نیک و بد کی جزا و سزا ہوکر دنیا کا پیدا کیا جانا ٹھکانے سے لگے کیونکہ آسمان و زمین کو اللہ تعالی نے کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کیا ہے اگر انکے پیدا کرنے میں جزا و سزا کی حکمت کا انکار کیا جاوے تو انکا پیدا کیا جانا کھیل تماشے کے طور پر ٹھہرتا ہے جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے۔ سورہ اعراف میں ترتیب وار پہلے ثمود کا اور پہر قوم لوط اور قوم شعیب کا قصہ تفصیل سے گزر چکا ہے یہاں یہ قصے قریش کی تنبیہ کے لئے بلا ترتیب مختصر

منزل ۳

ربع ۵ ع ۵

طور پر ذکر فرمائے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ اعراف کے مفصل قصے ان مختصر قصوں کی گویا تفسیر ہیں۔ فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبون اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی اور دودھ کے جن جانوروں کو یہ لوگ اپنی بڑی کمائی جانتے تھے اور اس کمائی کی حمایت میں انھوں نے معجزہ کی اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا آخر کو وہ کمائی ان لوگوں کے کچھ کام نہ آئی۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ○

سو کنارہ پکڑ اچھی طرح کنارہ

بعضے مفسروں نے حکم جہاد سے اس آیۃ کو منسوخ کہا ہے لیکن یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حسن خلق اور درگزر کی کوئی آیۃ حکم جہاد منسوخ نہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی امر خلاف شریعت کو ہاتھ سے مٹانے کی طاقت جب اہل اسلام میں نہ ہو تو ایسے وقت پر زبانی وعظ و نصیحت کافی ہے اس حدیث سے ان علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ضعف اسلام کے وقت درگزر کا حکم قیامت تک باقی ہے اسی واسطے اللہ کے رسول نے ضعف اسلام کے وقت کسی امر خلاف شریعت کے ہاتھ سے مٹانے کی جگہ زبانی وعظ و نصیحت کو جائز رکھا ہے ورنہ منسوخ حکم کے موافق عمل کرنے کا آپ ہرگز حکم نہ دیتے۔ آیۃ کے اس ٹکڑے کا حاصل مطلب یہ ہے کہ پہلی امتوں کی تباہی کے قصے سنا کر ان مشرکین مکہ کی تنبیہ کر دی گئی ہے اس پر بھی یہ لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آویں تو ضعف اسلام کے زمانے تک درگزر کو کام میں لایا جاوے۔

منزل ۳

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ○

تیرا رب جو ہے وہی ہے بنانے والا خبردار

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ قیامت ضرور ہونے والی ہے خدا ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اس کو قیامت کے قائم کرنے پر کامل قدرت ہے کیونکہ وہ کسی چیز کے پیدا کرنے سے نہ پہلی دفعہ عاجز تھا نہ دوسری دفعہ عاجز ہوگا اس کا علم بہت وسیع ہے دنیا میں کوئی چیز اس سے پنہاں نہیں ہے اپنے اس علم کے موافق وہ سب کچھ دوبارہ پیدا کریگا۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب سبکی آنکھوں کے سامنے اللہ نے اس جہان کو پیدا کر دیا تو جو لوگ دوبارہ پیدا کئے جانے کے منکر ہیں وہ بڑے نادان ہیں اور اپنی نادانی کے سبب سے وہ اس باب میں خلاف عقل کلام الٰہی کو جھٹلاتے ہیں کیونکہ معمولی عقل کا آدمی بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جو کام ایک دفعہ کیا جا چکا اوسکا پھر دوبارہ کیا جانا کیا مشکل ہے یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس سے منکرین حشر کے قائل کرنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ○ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ

اور ہم نے دی ہیں تجھکو سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجے کا مت پسار اپنی آنکھیں ان چیزوں پر

مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

جو برتنے کو دین ہمنے انکو کئی طرح کے لوگو نکو اور تو غم کہا اونپر اور جہکا اپنے بازو ایمان والون کے واسطے

ان آیتوں میں اللہ پاک نے اون نعمتون کا ذکر کیا جو آپنے خاص اپنے رسول برحق کو عطا کی ہیں اسلئے فرمایا کہ ہم نے دین تم کو سات آیتین وظیفہ کی اور قرآن بڑے درجہ کا عنایت کیا اکثر مفسرین نے سبعا من المثانی کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ اِس سے سورہ فاتحہ مراد ہے کیونکہ سورہ فاتحہ کی سات آیتین ہیں اور ہر نماز میں یہ دوہرائی جاتی ہے خواہ فرض ہو خواہ نفل اور ہر ختم قرآن میں یہ دو دفعہ پڑہی جاتی ہے ایک ابتدا میں اور پہر ختم کرنے کے بعد۔ اسکے علاوہ اور بہی چند باتیں ہیں جنکو مفسرین نے بیان کیا ہے مثلاً اسکی آیتین دو قسم کی ہیں خدا کی تعریف اور دعا اسلئے بندے اور اسکے رب کے درمیان میں یہ سورۃ ملی جلی ہے صحیح بخاری میں سعیدؓ بن معلی کی ایک حدیث ہے جس میں سعیدؓ بن معلی کہتے ہیں کہ میں ایک روز نماز پڑہ رہا تہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھکو بلایا مگر میں نماز پڑہ رہا تہا اسلئے میں آپکے پاس نہ جا سکا جب نماز سے فارغ ہوکر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تو میرے بلانے سے کیوں نہیں آیا کیون رک گیا تہا سعید بن معلیٰ نے کہا کہ میں نماز پڑہ رہا تہا اسلئے نہ آسکا آپ نے فرمایا کہ کیا خدا نے یہ نہیں کہا ہے کہ اے ایمان والو خدا اور اسکے رسول کا حکم مانو اور کیا میں تجھکو مسجد سے نکلنے کے پہلے ایک بڑے درجے کی سورۃ نہ بتلا دون جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکلنے لگے تو سعید بن معلیٰ نے یاد دلایا کہ آپ نے سورۃ بتلانے کو فرمایا تہا آپ نے سورۃ فاتحہ پڑہی اور فرمایا یہ بڑے درجے کا قرآن اور سبع مثانی ہے۔ دوسری حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری میں ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ ام القرآن ہے اور سبع مثانی ہے اور بڑے درجے کا قرآن ہے یہ حدیثین سورہ فاتحہ کے سبع مثانی ہونے کی تفسیر ہیں مگر اور سورتون کو بہی سبع مثانی کہا جاوے یا پورے قرآن کو سبع مثانی کہا جائے تو بہی کوئی قباحت نہیں ہے چنانچہ بعضے مفسرین نے سبع مثانی قرآن کی سات لمبی سورتون کو بہی کہا ہے۔ یہ سورتین سورہ بقر سے سورہ توبہ کے ختم تک ہیں کیونکہ سورہ توبہ میں بسم اللہ نہیں ہے اور ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ ہے اسلئے اکثر سلف انفال اور توبہ اِن دونون سورتوں کو علیحدہ علیحدہ سورۃ نہیں سمجھتے ہیں حضرت عبد اللہؓ بن عباس بہی اسی کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اِن سات سورتون میں سے دو سورتین موسیٰ علیہ السلام کو ملی ہیں باقی اور کسی رسول کو سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ملیں اور بعضے مفسر سالون منزلوں کو بہی سبع مثانی خیال کرتے ہیں جن لوگون نے سات لانبی سورتون کو سبع مثانی کہا ہے وہ مثانی ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ اِن سورتون میں پہلے رسولون کے قصے اور اون سے عبرت کا حاصل کرنا اور پچہلی قومون پر عذاب کا بہیجنا مکرر بیان کیا ہے اور جو لوگ ساتون منزلون کو سبع مثانی کہتے ہیں وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ پورے قرآن میں قصے مکرر ذکر ہوگئے ہیں اور دین کے احکام امر و نہی چند مرتبہ مذکور ہوئے ہیں۔ بہرحال اس نعمت کا بیان کرکے اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ دنیا میں جو اور لوگون کو مال و دولت حاصل ہے اوسکی طرف آنکہ اوٹھا کر نہ دیکھو شاید تمہیں اوسکی رغبت

منزل ۳

ہو جائے تمہیں جو نعمت کے طور پر قرآن مجید عطا کیا گیا ہے اُسکے سامنے دنیا کی دولت کیا حقیقت رکھتی ہے یہ جلد فنا ہونے والی ہے اور یہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں تم اسکا کچھ غم نکرو اسلئے کہ جو لوگ علم الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ کسی طرح راہ راست پر نہ آوینگے صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ دنیا کے مال متاع میں جو شخص اپنے سے کم ہو اُسے ایمان والو تم اوسکی طرف دیکھو اور جو تم سے بڑے درجے کا ہے اُسکی طرف نہ دیکھو تا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمکو دیا ہے تمہاری نظر میں وہ حقیر نہ ٹھہرے حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں مالدار لوگوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا مجھے بڑا غم رہتا تھا کہ انکا کپڑا اپنے کپڑے سے اچھا دیکھتا تھا انکے جانور میرے جانوروں سے موٹے تازے نظر آتے تھے جب میں نے یہ حدیث سنی تو غریبوں کے پاس اُٹھنے بیٹھنے لگا اوس وقت سے میں نہایت آرام میں ہوں پھر اللہ پاک نے حضرت کو یہ حکم دیا کہ ایمان والوں سے تواضع کے ساتھ پیش آؤ اور اُنکی دلجوئی کرتے رہو۔ آیتوں اور ابوہریرہ کی حدیث کے ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اہل اسلام کو دین کی نعمت کے طور پر قرآن جو عطا کیا گیا ہے اوسکے سامنے تمام دنیا کی کچھ حقیقت نہیں کیونکہ قرآن کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کو عقبیٰ میں جو جنت ملنے والی ہے اُسکی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی جگہ میں سوار اپنا کوڑا رکھ دیتا ہے جنت کی اتنی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے لیکن اہل ایمان قرآن کو دنیا میں گزر کے قابل جو کچھ اللہ نے دیا ہے اُسکی ناشکری کی نوبت بھی اس طرح نہ آویگی کہ ہر ایماندار شخص ہمیشہ ایسے آدمی پر نظر ڈالا کرے جو اس شخص سے زیادہ تنگدست ہے کیونکہ تنگدست آدمی پر نظر ڈالنے سے اس کو اپنی تھوڑی سی خوشحالی بھی بڑی نعمت نظر آوے گی نافرمان مالداروں سے بے پروائی کرنے کے حکم کے بعد آخر میں تنگدست ایمانداروں کی دلجوئی کا حکم اس لئے فرمایا کہ اون لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ کو ایمانداری پسند ہے مالداری پسند نہیں عربی کے محاورے میں بازو جھکانا دلجوئی کی جگہ بولا جاتا ہے۔

منزل ۳

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝ كَمَا أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۝ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ

اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانیوالا کھولکر جیسا ہمنے بھیجا ہے ان بانٹنے کرنے والوں پر جنہوں نے کیا ہے قرآن کو

عِضِينَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

بوٹیاں سو قسم ہے تیرے رب کی ہمکو پوچھنا ہے ان سب سے جو کام کرتے تھے

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اپنے رسول صلعم کو حکم فرمایا کہ تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں ویسا ہی ڈرانے والا ہوں جس طرح پہلے رسولوں نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا اور قوم نے اون رسولوں کو جھٹلایا اور اونکی مخالفت اور ایذارسانی پر قسمیں کھا بیٹھے آخر اون پر عذاب نازل ہوا مثلاً جیسے ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت پر آپسمیں قسما قسمی کی تھی جسکا ذکر سورۃ النحل میں آوے گا کما انزلنا علی المقتسمین کی تفسیر میں مفسرین کا بہت اختلاف ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول ہے کہ یہ لوگ وہ اہل کتاب ہیں جنہوں نے قرآن کی اس طرح سے تقسیم کر ڈالی کہ بعض احکام پر اسکے ایمان لائے اور بعض سے بالکل انکار

کرتے ہیں سو حاصل جو باتیں قرآن مجید کی انکی کتابوں سے ملتی جلتی ہیں انکو مانتے ہیں اور جو باتیں اول سے مخالف ہیں اون کا انکار کرتے ہیں اور عکرمہ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہود نے مسخرا پن سے یہ بات آپس میں مقرر کرلی تھی کہ یہ سورہ قرآن کی میری ہے اور دوسرے نے یہ کہا کہ یہ سورہ میری ہے غرض قرآن کی سورتوں کی تقسیم کر ڈالی تھی اور بعضوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اس لئے انکو مقتسمین کہا گیا بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ مقتسمین کفار قریش ہیں یہ چند آدمی تھے اونھوں نے ولید بن مغیرہ کے حکم سے موسم حج کے زمانے میں مکے کے رستوں کو روکا کہ مسافر شخص ادھر سے گزرے اسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہکایا جائے اور یہ کہا جائے نعوذ باللہ من ذالک یہ شخص مجنون ہیں ہمارے دین سے نکل گئے ہیں کوئی ایسے دہوکا نہ کھانا اور کبھی جادوگر کہتے تھے اور کبھی شاعر کہدیتے تھے اسی طرح کبھی قرآن کو جادو کہتے تھے کبھی پہلے لوگونکی کہانیاں ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مقتسمین کے معنے بعضے سلف نے تقسیم کرنے والون کے لئے ہیں اور بعضون نے قسم کھانے والون کے عربی زبان مین مقتسمین کا لفظ تقسیم کرنے والون کے معنون میں زیادہ مشہور ہے اور قرآن شریف عرب کے مشہور لفظوں میں نازل ہوا ہے اس لئے حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ان ہی معنے کو پسند کیا ہے آگے کی آیت میں آتا ہے کہ مسخرا پن کے طور پر قرآن کے نامون کی تقسیم ٹھہرانے والے لوگ کہ اون میں سے کوئی قرآن کو جادو کہتا تھا کوئی شعر اور کوئی پہلی کہانیاں ان میں کے اکثر لوگ طرح طرح کے مرضون سے فوراً ہلاک ہوگئے اسی واسطے ان آیتون مین فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان باقی لوگون کو ڈرا دو کہ اگر یہ لوگ قرآن کی نصیحت کے موافق راہ راست پر نہ آویں گے تو وہی انجام انکا ہوگا جو مسخرا پن کے طور پر قرآن کے نامونکی تقسیم ٹھہرانے والونکا ہوا اور پھر ان سبکو اپنے عملوں کے موافق قیامت کے دن اللہ تعالی کے روبرو جوابدہی کرنی پڑے گی ۔ جن علمائے سلف نے مقتسمین کی تفسیر اہل کتاب کو قرار دیا ہے اونکا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کی حالت پر بھی آیۃ کا مضمون ہجرت کے بعد صادق آیا ورنہ اس مکی سورۃ میں اہل کتاب کا ذکر شان نزول کے طور پر نہیں آسکتا کیونکہ قرآن شریف میں اہل کتاب کا ذکر مدینہ کی ہجرت کے بعد شروع ہوا ہے تفسیر نیشاپوری میں شان نزول کے طور پر یہود کے ذکر کو پیشین گوئی قرار دیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان مکی آیتون میں یہود پر جس عذاب کے آنیکا ذکر تھا اسکا ظہور ہجرت کے بعد اس طرح ہوا کہ یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر بنی قریظہ جو مدینہ کے گرد نواح میں رہتے تھے ان مین سے بنی قینقاع اور بنی نضیر جلاوطن ہوئے اور بنی قریظہ کا قتل ہوا ۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم مین نعمانؓ بن بشیر سے روایۃ ہے جس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جوش میں آنکر لوگونکو دوزخ کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے کہ آپکی چادر کاندہے پر سے اوتر کر پیرون میں آن پڑا کرتی تھی ۔ ترمذی طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے ابی برزہؓ اور معاذؓ ابن جبل کی صحیح روایتین ایک جگہ گزر چکی ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص سے چار باتونکا سوال کیا جاویگا ۔ (۱) تمام عمر کن کامون میں گزاری ۔ (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہان خرچ کیا ۔ (۴) دین کی باتون پر کیا عمل کیا ان حدیثون کو آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے

منزل ۳

کہ لوگوں کے ڈرانے کے حکم کی تعمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سرگرمی سے کیا کرتے تھے۔ تمام عمر کے کاموں کی جوابدہی کے وقت اون لوگونکو بڑی دقت بھگتنی پڑے گی جنکی تمام عمر اللہ کے رسول کو جادوگر اور کلام الٰہی کو جادو کہنے میں گزری۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝ الَّذِينَ

سو تو بادے کھولکر جو تجھکو حکم ہوا اور دھیان نکر شرک والوں کا۔ ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والونکو جو

يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ

ٹھیراتے ہیں اللہ کے ساتھ اور کسی کی بندگی سو آگے معلوم کرینگے اور ہم جانتے ہیں کہ تیرا جی رکتا ہے انکی باتوں سے

بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ۝

سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنے والوں میں

اللہ پاک ان آیتوں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن پاک جو تمکو دیکر بھیجا ہے وہ تم لوگوں کو پہونچادو اور جو اللہ کا حکم ہے وہ ایسے کہدو اور ان مشرکین کے جھٹلانے سے دل تنگ نہ ہوا اور انکی ایذا رسانی سے گھبراؤ نہیں تم تو خدا پر بھروسہ کرو وہ تمہیں کافی ہے یہ مسخرے تمہارا کیا کرسکتے ہیں مجاہد نے فاصدع بما تؤمر کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ اس سے قرآن مجید کا پکار کر پڑھنا مراد ہے۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چھپکر نماز پڑھا کرتے تھے جب آیۃ اوتری تو آپ معہ اپنے اصحاب کے کھلم کھلا خدا کی عبادت کرنے لگے بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسخرا پن کرتے تھے وہ پانچ شخص تھے جو قبیلہ قریش میں رئیس شمار کئے جاتے تھے۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ عدی بن قیس۔ اسود بن عبدیغوث۔ اسود بن عبدالمطلب۔ جب یہ لوگ شرارت اور ایذا رسانی میں حد سے گزرنے لگے تو یہ آیۃ اوتری اور یہ لوگ تھوڑے ہی عرصہ میں طرح طرح کے مرض میں گرفتار ہوکر ہلاک ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفار خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے ہیں خدا کے سوا بتوں کو پوجتے ہیں اسکا خمیازہ آخرت میں بھگتیں گے اور سارے شرک کا نتیجہ وہاں انہیں معلوم ہوجائے گا۔ پھر اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ ان کفار کی باتوں سے تمہیں رنج پہونچتا ہے تم ذرا بھی انکی طرف التفات نکرو تم تو سبحان اللہ سبحان اللہ کہے جاؤ اور نماز پڑھتے رہو چنانچہ جب کبھی حضرت کو کوئی بات غم میں ڈالتی تو آپ نماز پڑھتے تھے۔ جس کا ذکر مسند امام احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے حذیفہ کی معتبر روایۃ میں ایک جگہ گزر چکا ہے۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں ابوہریرہ سے روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے اگرچہ مشرکوں کا مکہ میں بڑا زور تھا لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلاخوف ایک ایک قبیلہ کا نام لےلیکر قرآن کے موافق لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ فاصدع بما تؤمر کی تعمیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسطرح کی چستی اور مستعدی سے فرمایا کرتے تھے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝

اور بندگی کر اپنے رب کی جب تک پہنچے تجھکو یقین

آخرت کی بہت سی چیزیں مثلاً عذاب قبر حشر نامۂ اعمال کا تولنا نیک عمل کا نیک آدمی کی صورت بنکر آنا اور بد عملوں کا بد صورت بنکر قبر میں آنا پل صراط پر گزرنا جنت میں باوجود کہانے کے حاجت بشری اور نیند کا نہ ہونا ان سب چیزوں کو مرنے کے بعد ہر آدمی آنکھوں سے دیکھ لیگا اور اُسکو پورا یقین ہو جاویگا اسلئے اس آیۃ میں اور اس قسم کی اور آیتوں میں علمانے یقین کے معنے موت کے کئے ہیں کیونکہ بغیر موت کے آخرت کی چیزوں کو دیکھ کر یقین کا حاصل کرنا ممکن نہیں ہو اس صورت میں شریعت کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے لئے یہ قرار پایا کہ کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکیں تو بیٹھکر اور بیٹھ کر بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر اشاروں سے بیماری یا سفر کے سبب سے رمضان میں روزے نہ رکھ سکیں تو جب ہو سکے قضا کے روزے رکھیں غرض جب تک جسم میں جان ہو عبادت الٰہی کا کرنا شریعت کا ایک لازمی حکم ٹھرا ہی۔ بعضے صوفیوں نے اس حکم شریعت کے مخالف یہ جو لکھا ہی کہ یقین سے مراد معرفت الٰہی ہے اور آیۃ کے یہ معنے کئے ہیں کہ جب آدمی نے خدا کو پورا پہچان لیا تو پھر اُسکو عبادت کی ضرورت نہیں یہ بالکل ایک غلط معنی ہیں یہ صحیح حدیث سے ثابت ہو کہ آنحضرت نے دم وفات تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو پھر کیا ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ خود نبی کو تو دم وفات تک وہ معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوئی جس سے عبادت کی ضرورت باقی نہ رہی لیکن امت میں نبی سے بڑھکر بعضے مشائخ ایسے ہیں جنکو دم وفات سے پہلے وہ معرفت الٰہی حاصل ہو سکتی ہے جو نبی کو حاصل نہیں ہوئی استغفر اللہ نہ کوئی ولی نبی سے بڑھکر ہو سکتا ہے نہ کسی ولی سے عبادت شرعی اُٹھ سکتی ہے رہے مجذوب بدحواس لوگ اونکا شریعت اور علماء شریعت نے یہ فیصلہ کیا ہی کہ حالت بدحواسی میں تو ایسے لوگوں سے عبادت شرعی جو ولایت کی بڑی پوری شرط ہے چھٹی ہوئی ہے اس لئے اِس حالت پر تو اُنکو ولی نہیں کہا جا سکتا ہاں حالت حواس میں اگر یہ لوگ شریعت کے پابند تھے یا اب جب حواس درست ہوتے ہیں تو شریعت کے پابند نظر آتے ہیں تو ایسے لوگوں کی حالت ہوش وحواس کی عبادت کو نہ شریعت معاف ٹھراتی ہے نہ حالت افاقہ میں اُنکو ولی کہنے کا شریعت کو انکار ہے لیکن جو بدحواس شخص حواس کے وقت بھی شریعت کا پابند نظر آوے یا عمر بھر اسکے حواس ہی قائم نظر نہ آویں تو اسکا حکم شریعت میں ولی کا نہیں بلکہ دیوانہ کا حکم ہے۔

سُوۡرَۃُ النَّحۡلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانٌ وَّعِشۡرُوۡنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوۡعًا

اِس سورۃ کی شروع کی آیتیں مکی ہیں اِس لئے یہ سورۃ مکی کہلاوے گی کیونکہ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کی شروع کی آیتیں مکی ہوں وہ مکی کہلاتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۝

پہنچا حکم اللہ کا سو اسکی شتابی مت کرو وہ پاک ہے اور اوپر ہے اسکے شریک بتلانے سے

معتبر سند سے تفسیر ابن مردویہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایۃ ہے کہ جس وقت سورہ نحل کی یہ آیت اتری کہ آیا

منزل ۳

حکم اللہ کا تو آنحضرت بھی ڈر گئے اور صحابہ بھی ڈر گئے اور سب نے جانا کہ قیامت آگئی اتنے میں دوسرا یہ ٹکڑا آیۃ کا نازل ہوا کہ جلدی نکرو پھر آپ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں ملے ہوئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ مطلب آپکا یہ ہے کہ جب نبی آخر الزمان آچکے تو پھر قیامت کے آنے میں اب کیا دیر ہے۔ یہ حدیث مختصر طور پر صحیح بخاری و مسلم میں بھی سہل بن سعد انس بن مالک اور ابو ہریرہ کی روایۃ سے آئی ہے جس میں نزول آیۃ کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ جس روز سے حضرت جبرئیل نے آنحضرت کے پاس وحی لانی شروع کی آسمان پر فرشتوں میں اسی وقت سے قیامت کا ایک خوف اور چرچہ پھیل گیا ہے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم طبرانی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عقبہ بن عامر سے روایۃ ہے کہ صور پھونکنے سے ذرا پہلے آسمان پر ایک کالا ابر اٹھے گا اور اس ابر میں سے پہلے اس آیۃ کے پڑھنے کی آواز لوگوں کے کانوں میں آویگی لوگ اس آواز کا چرچہ کر رہے ہوں گے کہ اتنے میں صور پھونک دیا جاوے گا۔ حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ دنیا کے کسی عذاب کا آنا اگر کسی مصلحت آلہی سے ٹل گیا تو وقت مقررہ پر آیندہ قیامت کا آنا ایسا یقینی ہے جیسے زمانہ گذشتہ کی بہت سی باتیں ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے گزر چکی ہیں ان مشرکوں میں کے سرکش لوگ اپنی نادانی سے کبھی عذاب اور کبھی قیامت کی جلدی کرتے ہیں لیکن جب اپنے شرک کے وبال میں یہ لوگ پکڑے گئے تو انکو اس جلدی کرنیکی قدر کھل جاویگی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے ایسے سرکش لوگوں کو مہلت دیتا ہے اور پھر وقت مقررہ پر جب انکو پکڑتا ہے تو بالکل برباد کر دیتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی روایتیں بھی گزر چکی ہیں جن میں مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سرکشوں کا بدر کی لڑائی میں مارے جانے کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ مرتے ہی ان لوگوں پر عقبیٰ کا سخت عذاب شروع ہو گیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے عذاب آلہی کے وعدہ کو سچا پالیا۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک شخص کے مردہ کو اسکا جنت کا ٹھکانا اور بد شخص کے مردہ کو اسکا دوزخ کا ٹھکانا صبح شام دکھایا جا کر یہ کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تجکو اس ٹھکانے میں جانا پڑیگا۔ ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جنکا حاصل یہ ہے کہ مکہ کے مشرکوں میں کے سرکش لوگ وقت مقررہ سے پہلے عذاب اور قیامت کی جو جلدی کرتے تھے وقت مقررہ آنے پر انکا انجام یہ ہوا کہ دنیا میں ذلت سے مارے گئے مرتے ہی عذاب قبر میں گرفتار ہوئے قیامت کے دن دوزخ میں جو ٹھکانا انکے لئے ٹہرا ہے وہ صبح شام قیامت تک انکو دکھایا جاتا ہے۔ غرض ان لوگوں کو عذاب اور قیامت دونوں چیزوں کی جلدی کرنے کی قدر کھل گئی۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ۝

اتارتا ہے فرشتے بھید لیکر اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ خبر پہنچا دو کہ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو مجھ سے ڈرو

اس سے اوپر کی آیۃ میں یہ خبر دیگئی تھی کہ قیامت بہت قریب ہے اور لوگ جو جلدی کرتے تھے ان سے کہا گیا تھا کہ جلدی نکرو

منزل ۳

اس آیت میں قیامت کی سختیوں سے نجات پانے کا جو انتظام اللہ کی طرف سے فرمایا گیا ہے اسکا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اسکے پاس فرشتے وحی لیکر بھیجتا ہے تاکہ اللہ کے رسول آسمانی کتاب کے موافق ایماندار لوگونکو یہ جتلا دیویں کہ سوا اللہ کے اور کوئی دوسرا معبود لائق عبادت کے نہیں تم لوگ شرک سے ڈرتے رہو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کے موافق روح کے معنے یہاں وحی کے ہیں کیونکہ جس طرح سارے بدن کو روح سے تر و تازگی ہے اور حیات قائم ہے اسی طرح ایماندار شخص کا دل بھی احکام وحی سے تازہ رہتا ہے اور اسکو دلی حیات اسطرح نصیب ہوتی ہے جسطرح جہالت اور کفر سے دل مردہ رہتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو انجانی کے عذر کا رفع کر دینا بہت پسند ہے اسی واسطے اسنے آسمانی کتابیں دیکر رسولونکو بھیجا اس حدیث کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ انجانی کے عذر کا رفع کر دینا اللہ تعالیٰ کو پسند تھا اسلیئے شرک کی برائی سے لوگونکا انجان رہنا اور قیامت کے دن اسکے وبال میں گرفتار ہو جانا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسند ٹھہرا اور وہ انتظام فرمایا گیا جسکا ذکر آیت میں ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝

بنائے آسمان اور زمین ٹھیک وہ اوپر ہے انکے شریک بتانے سے بنایا آدمی ایک بوند سے پھر بھی ہو گیا جھگڑتا بولتا

اللہ پاک نے اوپر کی آیتوں میں قیامت کے برحق ہونے کو شرک کی ممانعت کو اور توحید کو بیان کیا تھا کہ سوائے اللہ کی ذات کے اور کوئی معبود نہیں ہے اسلیئے یہ آیتیں توحید اور حشر کی ثبوت کے طور پر نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور یہ آسمان و زمین بالکل بے فائدہ نہیں بنائے گئے ہیں ان سے بڑے بڑے کام دنیا کے اندر نکلتے ہیں جو انسان کی زندگی میں ضروری ہیں پھر فرمایا کہ کفار جن معبودوں کو اسکا شریک ٹھہراتے ہیں اونسے وہ کہیں برتر و بزرگ ہے انہیں کیا خاک قدرت ہے اور جب انمیں کچھ قدرت نہیں تو انکی پوجا سے کچھ حاصل بھی نہیں۔ پھر انسان کی پیدائش کا حال بیان فرمایا کہ یہ اپنی حقیقت کو بھول گیا اللہ نے اسکو ایک قطرہ ناپاک سے پیدا کیا جون جون وہ سیانا اور بڑا ہوتا گیا خدا سے جھگڑنے لگا اوسکا شریک ٹھہرایا اسکے رسولوں کو اور حشر کو جھٹلایا اتنا نہیں سمجھتا کہ بغیر حشر اور نیک و بد کی جزا سزا کے آسمان و زمین اور تمام دنیا کا پیدا کرنا کیونکر ٹھکانے سے لگتا ہے۔ مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں بشرؓ بن جحاش سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں تھوک کر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنی آدم تو نے مجھے کس طرح دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز سمجھا ہے تیری حقیقت تو یہ ہی کہ میں نے تجھے اس تھوک جیسی چیز سے پیدا کیا ہے پھر تجھے حد کمال تک پہونچا دیا اور پھر تیرے لئے موت بھیجدی اور تو اپنی دو چادروں میں لپٹ کر چلا آیا اور جو کچھ کما کما کر اکٹھا کیا تھا اوسے کسی اچھے موقع پر خرچ نہیں کیا۔ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے معتبر سند سے بعث النشور بیہقی اور

منزل ۳

مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ عاص بن وائل نے ایک بوسیدہ ہڈی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو خوب ملا اور اُسکی خاک کو ہوا میں اڑا کر آنحضرت سے بڑی بحث کی کہ ایسی بوسیدہ ہڈیاں پھر دوبارہ کیونکر جاندار ہو جاوینگی انسان کے ایک بے حقیقت چیز سے پیدا ہونے اور پھر اپنی حقیقت کو بھول کر جھگڑالو بن جانے کا جو ذکر آخری آیۃ میں ہے یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ جس صاحب قدرت نے ان منکرین حشر کے پتلوں کو پانی جیسی پتلی چیز سے بنا دیا اور ان پتلوں میں روح پھونک دی اُسکی قدرت کے آگے ہر جگہ سے رواں دواں خاک کا جمع کر لینا اور اُسکا پتلہ تیار کر کے اُس میں روح کا پھونک دینا کیا دشوار ہے یہ اوپر گزر چکا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک رواں دواں ہو کر جہاں جہاں جاویگی اُسکا سب حال پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ

اور چار پایے بنا دیے تمکو اُنمیں جڑاول ہے اور کتنے فائدے اور بعضو نکو کھاتے ہو اور تمکو اُنسے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ○ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

ہو اور جب چرانے ہو اور اُٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان توڑ کر بیشک تمہارا رب شفقت

اللہ پاک نے انسان کی پیدائش کا حال پہلے بیان کر کے اب چوپایوں کا ذکر کیا کہ اونٹ گائے بکریاں جسکی تفسیر سورہ انعام میں گزر چکی ہے یہ سب تمہارے واسطے پیدا کئے گئے ہیں تم ان کا احسان نہیں مانتے خیال کرو تو ان جانوروں سے تمہیں کیا کیا فائدہ پہونچتا ہے بعض جانوروں کی کھال کا پوستین بنتا ہے بعض جانوروں کے روئیں بنے جاتے ہیں جس سے اونی کپڑے تیار ہوتے ہیں اور جاڑوں میں اُسکا استعمال ہوتا ہے سردی سے لوگ بچتے ہیں بعض جانوروں کے دودھ لوگ پیتے ہیں انکے گوشت کھائے جاتے ہیں ان جانوروں کو جب چرا کر لاتے ہو وہ کھا کر شکم سیر ہوتے ہیں اُنکے تھن دودھ سے بھرے ہوتے ہیں تو اُنکو دیکھکر تم خوش ہوتے ہو اور صبح کو چرانے لیجاتے ہو اور وہ الگ الگ ہو کر چرنے لگتے ہیں اور ایک کی آواز ایک سنکر بولنے لگتا ہے تو کیسا خوشنما سا نظر آتا ہے اور تجارت وغیرہ کے لئے جب کوئی بوجھ کہیں لیجانا چاہتے ہو تو جانوروں کی پیٹھ پر رکھ کر لیجاتے ہو اگر تم خود لیجاتے تو ممکن نہ تھا اگر ممکن بھی تھا تو بڑی مشقت کا کام تھا غرض ذرا سمجھو اللہ پاک بندوں پر کیسا مہربان اور رحیم ہے کہ انکی ہر ایک ضرورت کے رفع کرنے کا اُسنے سامان پیدا کیا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا کہ ان بت پرستوں کے بتوں کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے تو اللہ کی تعظیم اور عبادت میں دوسروں کو شریک کرنا بڑی وبال کی بات ہے۔

منزل ۳

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اور گھوڑے بنائے اور خچرین اور گدھے کہ انپر سوار ہو اور رونق اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے

بعض حنفیہ نے اس آیۃ سے یہ بات نکالی ہی کہ گھوڑے کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین فرمایا ہے کہ گھوڑے سواری اور زینت کے لیئے ہیں ذبح کرنے اور گوشت کھانے کی ممانعت اس سے نکلتی ہی اور علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہی کہ اس آیۃ میں حرام وحلال کا ذکر نہیں ہے یہان تو اللہ تعالیٰ نے فقط اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہی عزت اور زینت کی سواری کے لئے گھوڑا اللہ کی ایک بڑی نعمت ہی اسلئے سواری کی نعمت جتلاکر گھوڑے کا ذکر فرمایا ہی دونون مذہبون کی تائید میں حدیثین بھی پیش کی گئی ہیں ان مین اون علما کا قول جو گھوڑے کے گوشت کے جائز ہونے کے قائل ہیں زیادہ مضبوط ہے کیونکہ وہ حدیث جسمین گھوڑے کے گوشت کی اجازت ہی حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے صحیحین کی ہی اور وہ حدیث جس سے ممانعت نکلتی ہے مسند امام احمد بن حنبل کی خالد بن ولید وغیرہ کی روایۃ سے ہی اور اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہی کہ صحیحین کی متفق علیہ روایت مسند کی روایت سے مقدم ہے علاوہ اسکے خالد بن ولید کی روایۃ میں کسی قدر ضعف بھی ہی اسی واسطے امام محمد اور ابو یوسف گھوڑے کے گوشت کو جائز کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رح سے کوئی روایۃ گھوڑے کے گوشت کے ناجائز ہونے میں صاف نہیں ہے کیونکہ ہدایہ کی شرح غایہ میں امام ابو حنیفہ رح کی روایۃ جو اس باب مین نقل کی ہی اسکا حاصل یہی ہی کہ گھوڑے کے گوشت کھانے کو میں تعجب کی نظر سے نہیں دیکھتا اس روایۃ کا مطلب تو یہی ہی کہ جس طرح اور ناجائز چیزوں کے کھانے کو تعجب کی نظر سے میں دیکھتا ہوں گھوڑے کا گوشت میرے نزدیک ایسا نہیں ہی۔ سواری کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایسی سواریوں کا ذکر جو فرمایا ہے جن کو اس وقت کے لوگ نہیں جانتے تھے اس میں ریل دخانی جہاز سب شامل ہیں کیونکہ آدمی نے اپنی ایجاد طبع سے جو چیز نکالی ہے اسمین اللہ تعالیٰ کی پیدائش کا ضرور دخل ہے کس لئے کہ اللہ نے آدمی کو پیدا کیا آدمی کی عقل پیدا کی جب جاکر آدمی کسی ایجاد کے قابل ہوا اگر اللہ آدمی کو عقل نہ دیتا تو وہ کس ایجاد کے قابل ہو سکتا تھا۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ؕ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اور اللہ پر پہونچتی ہے سیدھی راہ اور کوئی راہ کج بھی ہے اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو

جب اللہ پاک نے اون جانوروں کا ذکر کیا جس پر لوگ سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں اور دنیا میں رستہ طے کرتے ہیں تو اب دین کے رستوں کا بیان کیا اور فرمایا کہ دو راہیں ہیں۔ ایک تو سیدھی دوسری کج جو سیدھی راہ ہی وہ خدا تک پہنچتی ہے اور جو کج ہی وہ شیطانی راہ ہی انسان کو دوزخ میں لے جاتی ہے سبیل سے مراد دین اسلام ہے اور جائر سے بت پرستی وغیرہ حاصل کلام یہ ہی کہ اللہ چاہتا ہی تو دین اسلام پر چلنے کی توفیق دیتا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیۃ کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حلال وحرام کا بیان کر دیا اور اپنی مرضی اور نامرضی کے کاموں

منزل

کا ذکر کر دینا جسکو اُس نے آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے بیان کر دیا اب جسکا جی چاہے جس راہ کو پسند کرے اگر اللہ پاک چاہتا تو سارے جہان کو ایک سیدھی راہ پر کر دیتا اور وہ لوگ حق تک پہونچ جاتے مگر اُسکی مشیت اسکی مقتضی نہیں ہوئی اُسنے راہیں بتلا دیں جسکی طبیعت نیک پیدا ہوئی ہے وہ آپ راہ حق کو قبول کرتا ہے اور جو بد بخت ازلی ہے وہ راہ راست سے بھٹکتا پھرتا ہے اور گمراہی کے رستوں میں پڑا ہوا ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے اِس قول کا مطلب یہ ہے کہ آیۃ میں بیان کا لفظ محذوف ہے گویا اصل آیۃ و علی اللہ بیان قصد السبیل ہے جو راستہ آدمی کو مقصد تک پہونچا دیوے عرب کے محاورہ میں اُسکو قصد السبیل کہتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اپنی جانی کے عذر کا رفع کر دینا بہت پسند ہے اسی لئے اُسنے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے آسمانی کتابیں بھیجکر تفصیل سے احکام دین بیان فرما دیئے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا اوپر کا قول اس صحیح حدیث کے موافق ہے۔ صحیح بخاری مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے کہ کون شخص دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جنت میں جانے کے قابل کام کریگا اور کون شخص دوزخ میں جانے کے قابل اب دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر شخص اوس لکھے کے موافق کام کرتا ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ علم الٰہی میں جو لوگ جنت کے قابل ٹھہر چکے ہیں اللہ تعالیٰ انکو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے اور جو لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ ہمیشہ کجی کی راہ پسند کرتے ہیں اور انکو مجبور کرکے اللہ تعالیٰ راہ راست پر لانا نہیں چاہتا کیونکہ انتظام الٰہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے مجبوری کی حالت میں وہ امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ

وہی ہے جسنے اتارا آسمان سے پانی تمہارا اس سے پینا ہے اور اسی سے درخت جسمیں چراتے ہو اُگاتا ہے تمہارے

الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

واسطے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے اسمیں نشانی ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں

اللہ پاک نے انسان اور جانوروں کی پیدا کرنیکا حال بیان کرکے اب ان نعمتوں کا ذکر کیا جو مینہ برسا کر اُسنے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں اسلئے فرمایا کہ یہ خدا ہی کا کام ہے کہ اُسنے مینہ برسا کر تمہارے لئے پانی پینے کو ندی نالے اور تالابوں میں جمع کر رکھا ہے اگر وہ چاہتا تو آسمان سے کڑوا اور کھاری پانی اوتارتا جسکے پینے پر انسان مجبور ہوتا یہ بہت ہی بڑا اوسکا احسان ہے جو میٹھا پانی برساتا ہے اور زمین کو تر رکھتا ہے جسمیں کھیتی ہوتی ہے اور طرح طرح کے درخت اور گھانس اوگتے ہیں اور لوگ اپنے اپنے جانوروں کو چراتے ہیں اور کھیتوں میں غلے پیدا ہوتے ہیں جس سے انسان غذا حاصل کرتا اور اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور اسی پانی کے سبب سے زیتون کھجوریں انگور اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں جسکو لوگ

کھاتے ہیں زیتون کا تیل بھی بنتا ہے جسکو آدمی اور اور کام میں بھی لاتا ہے غرض اس سے بڑی قدرت اور عظمت خدا کی سمجھی جاتی ہے کہ مثلاً جب اناج کا ایک دانہ زمین میں ڈالا جاتا ہی تو تھوڑے عرصہ میں وہ دانہ پھٹ پڑتا ہے اور ایک باریک شاخ پیدا ہوکر اوپر کو چڑھنے لگتی ہے اور زمین میں اسکی جڑ پھیلنے لگتی ہی پھر رفتہ رفتہ پتے اور ڈالیاں پھیل کر ایک بہت بڑا درخت ہو جاتا ہے اور اناج پیدا ہونے لگتا ہے یہی حال ہر ایک میوے کی گٹھلی اور ہر ایک ترکاری اور پھلواری کے بیج کا ہے پھر ایک درخت کا پھل پھول دوسرے درخت کے پھل پھول سے جدا جدا اپنے اپنے رنگ و بو و ذائقہ میں مختلف ہوتے ہیں جو شخص ان باتوں میں غور و فکر کرتا ہی وہ فوراً سمجھ لیتا ہی کہ اسکا پیدا کرنے والا بہت بڑی قدرت والا ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ ان چیزوں کے پیدا کرنے میں کسی کا کچھ دخل نہیں صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث گذر چکی ہی کہ قریش کی سرکشی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی اور آپکی بددعا سے مکہ میں سخت قحط پڑا۔ صحیح بخاری میں زید بن خالد جہنی اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایتیں ہیں جنمیں یہ ہی کہ مشرکین مکہ تاروں کی گردش سے مینہ برسنے کے قائل تھے ان حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ مینہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے برستا ہے مستقل طور پر تاروں کی گردش کا اس میں کچھ دخل نہیں کیونکہ تاروں کی گردش تو آخر مکہ کے قحط کے زمانہ میں بھی تھی پھر اوس وقت اوس گردش کی تاثیر کہاں گئی۔ اسی طرح قحط کے قصے سے یہ بھی نکلا کہ ان مشرکوں کے بتوں کو بھی خدا کی خدائی میں کچھ اختیار نہیں کس لیے کہ اوس قحط کے زمانہ میں ان بت پرستوں نے اپنے بتوں سے رفع قحط کی التجا کی مگر کچھ نہ ہوا آخر اللہ کے رسول نے جب رفع قحط کی دعا کی تو مینہ برسا اور وہ قحط رفع ہوا

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

اور کام لگائے تمہارے رات اور دن اور سورج اور چاند اور تارے لگے ہیں اسکے حکم سے اسمیں نشانیاں ہیں ان لوگونکو

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝

جو بوجھ رکھتے ہیں اور جو بکھیرا ہے تمہارے واسطے زمین میں کئی رنگ کا اس میں نشانی ہے اُن لوگوں کو جو سوچتے ہیں

ان آیتوں میں اللہ پاک نے رات دن چاند سورج ستاروں کے پیدا کرنے میں جو نفع انسان کے لیے رکھا ہے اُسکا بیان فرمایا کہ اللہ نے تمہارے ہی فائدہ کے لئے یہ رات اور دن بنائے ہیں جہاں ایک ان میں سے ختم ہوا دوسرا آن موجود ہوا دن کو لوگ اپنے اپنے کاروبار سے جا لگتے ہیں اور اپنی روزی حاصل کرتے ہیں راتوں کو تھکے ماندے کر آرام کرتے ہیں چاند و سورج سے مہینوں اور برسوں کا حساب ہوا کرتا ہے چاند اٹھائیس دن میں اپنا دورہ پورا کرتا ہی اور پھر دو یا ایک رات پوشیدہ رہکر ہلال کی صورت میں نکلتا ہے تو ایک مہینہ ہوتا ہے سورج تین سو ساٹھ دن میں پورا دورہ آسمان کا طے کرتا ہے تو ایک سال ہوتا ہے اس عرصے میں گرمی جاڑے برسات کی فصلیں ہوتی ہیں ان فصلوں کے سبب سے ایک بڑا تغیر ہوتا ہی پھول لگتے ہیں اور پھر پھل کچے سے پکے ہو جاتے ہیں اور ستارے

منزل ۳

جو احسان پر پیدا کئے ہیں اس سے بھی بڑا نفع حاصل ہوتا ہے اندھیری راتوں میں سفر کرنے والے اس سے پورب پچھم وتر دکھن پہچانتے ہیں یہ سب خدا کی قدرت کا ادنیٰ نمونہ ہے اور یہ سب اوسی کے حکم کے تابع ہیں عقلمند ان نشانیوں سے خدا کی قدرت کا پتہ لگا لیتا ہے پھر اسکے بعد زمین کا حال بیان فرمایا کہ کیسے کیسے مختلف رنگ کے پھل پھول جنکا ذائقہ جدا جدا ہی اور صورت علیحدہ علیحدہ ہے جانور مختلف قسم کے ایک کی صورت ایک سے نہیں ملتی ہر ایک کی طبیعتیں الگ الگ ہیں یہ سب کچھ تمہارے ہی کام کے لئے بنایا ہی تاکہ تم انسے طرح طرح کا فائدہ اوٹھاؤ اور جو لوگ خدا کی نعمتوں کو سوچتے سمجھتے رہتے ہیں آنکے واسطے یہ بہت بڑی نشانی ہی کہ جو انکا حقیقی پیدا کرنے والا ہے اسکی ذات ایسی بے مثال ہے جسکا کوئی شریک نہیں اور اوس میں ہر ایک بات کی قدرت ہی۔ فلسفی نجومی اور مشرکین مکہ سورج چاند تاروں میں جن تاثیرات مستقل کے قائل ہیں وہ اعتقاد مسخرات بامرہ سے غلط قرار پاتا ہی کیونکہ مسخرات بامرہ کا یہ مطلب ہے کہ سورج چاند تارونکا طلوع غروب اور انکی گردش سب اللہ کے حکم سے ہی ان میں کوئی مستقل تاثیر نہیں ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہؓ بن مسعود اور زیدؓ بن خالد جہنی کی اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایتیں جو اوپر گزر چکی ہیں اون روایتوں کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سورج چاند تاروں میں بغیر حکم آلہی کے کوئی مستقل تاثیر نہیں ہے جو لوگ اس مستقل تاثیر کے قائل ہیں وہ بڑی غلطی پر ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا

اور وہی ہے جسنے کام لگایا دریا کو کہ کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس سے گہنا جو پہنتے ہو اوس کو

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○

اور دیکھے تو کشتیاں پھاڑتی چلتی اس میں اور اس واسطے کہ تلاش کرو اسکے فضل سے اور شاید احسان مانو

اللہ پاک نے آسمان و زمین کی چیزونکا ذکر کرکے اون فائدوں کا بیان کیا جو دریا سے لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں فرمایا کہ دریا کو تمہارا محکوم کر دیا تم اوس میں سے مچھلیاں پکڑ پکڑ کر کھاتے ہو نہیں تو تمہاری کیا ہستی تھی جو دریا کے کنارہ پر پیر بھی رکھ سکتے ایک موج میں کہیں کے کہیں جا رہتے یہ اوسی کا حکم ہے کہ دریا اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا جس سے تم ڈوبنے سے محفوظ رہتے ہو اور اس میں غوطے لگا لگا کر بیش بہا موتی نکال لیا کرتے ہو اور طرح طرح کے زیورات بنایا کرتے ہو کشتیاں بنا بنا کر دریا کے رستے سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جایا کرتے ہو اور تجارت میں سینکڑوں روپیہ کا نفع اوٹھاتے ہو اسکی شکر گزاری کرنی چاہیئے نہ یہ کہ ان احسانات کو بالکل فراموش کرکے دوسرونکو اللہ کی تعظیم میں شریک کیا جاوے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہؓ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں فرمایا اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں

بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا ہی تو اس کی تعظیم میں دوسرں کو شریک کرنا بڑے وبال کی بات ہے۔

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

اور ڈالے زمین میں بوجھ کہ کبھی جھک پڑے تم کو لیکر اور ندیاں بنائیں اور راہیں شاید تم راہ پاؤ اور بنائے پتے اور تارے سے لوگ راہ پاتے ہیں

تفسیر عبدالرزاق میں حسن بصری سے اور تفسیر ابن جریر میں قیس بن عباد سے روایۃ ہی کہ پہلے پہل اللہ نے پانی پر زمین بچھائی تو زمین ہلتی تھی فرشتوں نے آپس میں چرچا کیا کہ زمین پانی پر کیونکر ٹھہرے گی جب اللہ نے زمین پر پہاڑ ٹھونک دئے تو پھر زمین کا ہلنا بند ہو گیا اور فرشتوں کو معلوم بھی نہ ہوا کہ اللہ نے کب اور کس چیز کے یہ پہاڑ بنادئے۔ ایک جگہ یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ عبدالرزاق بن ہمام نے نابینا ہونے سے پہلے جو کتابیں تالیف کی ہیں انکو امام بخاری نے صحیح قرار دیا ہے اسلئے تفسیر عبدالرزاق کی یہ حسن بصری کی روایۃ معتبر ہے یہ قیس بن عباد بھی جلیل القدر تابعیوں میں ہیں اور تفسیر ابن جریر کی سند بھی معتبر ہے ترمذی میں انس رضؓ بن مالک کی اسی مضمون کی جو ایک روایت ہے اگرچہ سلیمان بن ابی سلمان حضرت عبداللہ بن عباس کا پردردہ اس روایۃ کی سند میں نامعلوم الحال ہے لیکن اوپر کی روایتوں سے ان انس بن مالک کی روایت کو بھی کسی قدر تقویت ہو جاتی ہے ان روایتوں کے موافق ان تمید بکم کی اصل ان لا تمید بکم ہے جسکے حاصل معنے وہی ہیں جو حسن بصری رح اور قیس بن عباد رح کے قول کے موافق اوپر بیان کئے گئے ہیں اگرچہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہ تھی کہ بغیر پہاڑوں کی میخیں ٹھونکنے کے وہ زمین کو پانی پر مضبوط جما دیتا لیکن پہاڑوں کے پیدا کرنے میں طرح طرح کی حکمتیں تھیں سونا چاندی اور قیمتی چیزیں اکثر قسم کی دوائیں پہاڑوں میں پیدا ہوتی ہیں ندیاں اور چشمے پہاڑوں میں سے نکلتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور فرشتوں کے ایک خاص گروہ کو پہاڑوں کی چیزوں کے انتظام کے لئے مقرر کیا جس گروہ کے سردار کا لقب ملک الجبال ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حضرت عائشہ رضؓ کی روایۃ میں یہ ذکر تفصیل سے ہے سورۃ الانبیاء میں آویگا کہ پہاڑوں کے بیچ میں اللہ تعالیٰ نے گھاٹیاں رکھیں ہیں۔ تاکہ پہاڑوں کے سبب سے راستہ بند نہ ہو سبلا لعلکم تہتدون کا یہاں بھی یہی مطلب ہے وعلمت وبالنجم ہم یہتدون حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر یہ ہے کہ دن کو پہاڑ اور رات کو تارے ایسی علامتیں ہیں جنکے سبب سے مسافروں کو سیدھا راستہ جنگل اور دریا میں معلوم ہو جاتا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ رضؓ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی راحت کے لئے یہ سب چیزیں پیدا کیں ہیں تو یہ بڑے وبال کی بات ہی کہ اللہ کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کیا جاوے

منزل ۳

أَفَمَن يَخْلُقُ كَمَن لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ

بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اُسکے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچ نہیں کرتے اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی نہ پورا کر سکو اُن کو

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اللہ پاک نے آسمان اور زمین اور دریا کے پیدا کرنے کا ذکر اور اوس سے جو جو نفع انسان کو پہنچتا رہتا ہے اوس کا ذکر کر کے اب مشرکوں کو یوں سمجھایا کہ اب جو تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اور انہیں خدا کا شریک ٹھہراتے ہو تو تم ہی بتلاؤ کہ ان بتوں نے کونسا آسمان بنایا کون سی زمین پیدا کی کہ ہر انھوں نے دریا بہائے اگر کچھ نہیں کیا تو پھر یہ اوس خدا کے برابر کیونکر ہو سکتے ہیں جسنے ساری چیزیں پیدا کی ہیں تھوڑا سا تو غور کر کے دیکھو تمہارے خدا نے تم پر کیا کیا احسان کئے اور کیسی کیسی نعمتیں تمکو دیں کیا تم انکا شمار کر سکتے ہو اور اُس کا شکر ادا کر سکتے ہو ہرگز نہیں گن سکتے اگر وہ اپنی ہر نعمت کے مقابل میں تم سے شکر چاہے تو بالکل بجا ہے اور تم سے کوتاہی ہونے پر تمہیں سزا کا مستحق ٹھہرا سکتا ہے مگر اُسنے ان باتوں سے درگذر کی اور تمپر مہربانی کی کہ ہر نعمت پر تم سے شکر کا طلبگار نہیں ہے البتہ بہت سی نعمتوں کے مقابل میں تم سے ایک تھوڑا سا یہ شکریہ ادا کرنے کو کہتا ہی کہ تم خالق اور مخلوق کو برابر ٹھہرا کر اللہ کی تعظیم میں فرق نہ ڈالو اپنے خالق کو یاد رکھو یہ نہیں کہ بالکل ہی اُسکو بھول جاؤ اور اُسکا شریک ٹھہرانے لگو ابن جریر نے ان اللہ لغفور رحیم کی تفسیر میں یہ کہا ہی کہ وہ تمہاری قصور کو معاف کرنے والا ہے جو ان نعمتوں کے شکریہ میں تم سے ہوا ہے اور جب تم شرک سے توبہ کرلو اور اُس کی اطاعت اور اُسکی خوشی کے ہر کام کی طرف رجوع ہو جاؤ تو وہ تمپر از حد مہربان ہے اور توبہ قبول کر لیتا ہے اور توبہ قبول ہونے پر پھر عذاب نہیں کرتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیتوں میں انسان کی ضرورت اور راحت کی چیزوں کا ذکر فرما کر اوپر کے ذکر کا یہ نتیجہ اِن آیتوں میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ سب چیزیں تو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں اِس میں کوئی اُسکا شریک نہیں ہی اس لئے اب یہ بات ان مشرکوں کو سوچنی چاہیئے کہ اللہ کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کئے جانے کا کیا حق ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اُسکی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اگر بندے اِس حق کو ادا کریں گے تو انکا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ انکو عقبیٰ کے عذاب سے بچاوے اِس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص شرک سے بچا تو اُسنے حق بندگی ادا کر کے اُس معبود حقیقی کی تعظیم میں فرق نہیں ڈالا اِسلئے سوا شرک کے کچھ اور گناہ ہوں گے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہی اور جو شخص جیتے جی شرک میں گرفتار رہا اور اسی حالت میں بغیر توبہ کے مر گیا تو اُسنے اللہ کی تعظیم میں فرق ڈالکر خالق اور مخلوق کا رتبہ ایک کر دیا اسلئے ایسا شخص اِس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اللہ اُسپر مہربان ہو اور اُسکے گناہوں کو بخشے غرض حافظ ابو جعفر ابن جریر نے ان اللہ لغفور رحیم کا جو مطلب بیان کیا ہی

منزل ۳

وہ معاذ بن جبل کی حدیث کے موافق ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ

اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو اور جنکو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

اور آپ پیدا ہوتے ہیں مردے ہیں جنمیں جی نہیں اور خبر نہیں رکھتے کب اٹھائے جاوینگے

ع ۱۲ / ۸

مشرکوں کے جھوٹے معبودوں کی یہ دوسری مذمت ہی کیونکہ پہلے اس سے یہ فرمایا تھا کہ زمین و آسمان اور دریا اور انکے اندر جو جو چیزین ہیں سب خدا لے وحدہ لاشریک نے پیدا کین ان مشرکون کا اگر یہ اعتقاد ہی کہ جن بتون کی یہ پوجا کرتے ہیں اون میں ان چیزون کے پیدا کرنے کی قدرت ہی یا کوئی شئے اونھون نے پیدا کی ہی تو اوس شئے کی نشانہی کیجاوے ورنہ پھر اونکو اس خالق کے برابر کیون سمجھتے ہیں اب دوسری بات یہ فرمائی کہ اللہ پاک ہر شخص کے ظاہر اور باطن کو یکسان جانتا ہی جو کام چھپکر کیا جاتا ہے اوس سے بھی وہ واقف ہے اور جو کھلم کھلا کیا جاتا ہے اوسے بھی وہ دیکھتا ہی تو کیا اون بتون کو بھی ایسا علم ہے کہ ہر ظاہر اور باطن کو جان لین اگر یہ بات نہیں ہی تو ان بتون سے مراد کا مانگنا بے فائدہ ہی کیونکہ جب یہ بت مرادمند کی مراد سے ہی بے خبر ہیں تو پھر کسی کی مراد کو یہ کیا پورا کر سکتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ مشرک جو خدا کے سوا ان بتون کی عبادت کرتے ہین ان مین خاک کسی شئے کے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے یہ تو خود مخلوق ہیں اور بالکل بے جان ہیں ان میں حس و حرکت تک نہیں زندہ ہونا تو درکنار سے پتھر ہی پتھر ہیں ایسے تو لاکھہ درجہ یہ مشرکین خود بہتر ہیں کیونکہ زندہ تو ہیں چلتے پھرتے ہیں آنکھون سے دیکھتے کانون سے سنتے ہیں انکے بتونکو کیا خبر ہے کہ انکے پوجاری اور یہ خود مرنے کے بعد کب زندہ ہونگے اور زندہ ہونے کے بعد ایک دوسرے سے کیونکر بیزاری ظاہر کریں گے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ قوم نوح میں سے کچھہ لوگ مر گئے تھے جنکے مرجانے کا رنج اور صدمہ انکے رشتہ دارون اور معتقدوں کو بہت تھا۔ شیطان نے موقع پاکر ان لوگون کے دلمین یہ وسوسہ ڈالا کہ اگر اون مرے ہوئے نیک لوگون کی مورتین بناکر آنکھون کے سامنے رکھہ لی جاوین تو انکے آنکھون کے سامنے سے اٹھہ جانے کا رنج اور صدمہ کم ہوجاویگا ان لوگون نے شیطان کے وسوسہ کے موافق وہ مورتین بنالین اور پھر رفتہ رفتہ انکی پوجا ہونے لگی سورہ یونس میں گذر چکا ہی کہ قیامت کے دن جب ان مورت پرستون کا اور اون نیک لوگون کا اور پتھر کی مورتون مین جان ڈالی جاکر انکا غرض ان سب کا آمنا سامنا ہوگا تو وہ نیک لوگ اللہ تعالی کو گواہ قرار دیکر اس پوجا سے اپنی بے خبری جتلادین گے اسی کو فرمایا کہ ابھی تو اہلی نیک لوگون اور اونکی مورتون کے پتھرون کو قیامت کا حال کچھہ معلوم نہیں لیکن قیامت کے دن جب ان سب کو جمع کیا جاکر بت پرستی کی دریافت کی جاویگی تو ان بت پرستا

منزل ۳

کو اپنی حالت پر پچتانا پڑیگا چنانچہ اس پچتاوے کا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا ہی۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ

معبود تمہارا معبود ہے اکیلا سو جو یقین نہیں رکھتے پچھلی زندگی کا انکے دل نہیں مانتے اور وہ مغرور ہیں ٹھیک بات ہے

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝

کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں اور جو جتاتے ہیں بیشک وہ نہیں چاہتا غرور کرنے والوں کو

اللہ پاک نے اس سے پہلے کی آیتوں میں بتوں کے معبود ہونے میں طرح طرح کی خرابی بیان فرما کر اب یہ فرمایا کہ تم لوگوں کا معبود وہی اکیلا خدا ہے جسنے ساری چیزیں دنیا میں پیدا کی ہیں دنیا میں تو چاہے تم لوگ جسکو معبود ٹھہرا لو مگر آخرت میں کوئی جھوٹا معبود نظر نہیں آئے گا اکیلا خدا ہی خدا ہوگا اور سارے جہان کا حساب کتاب اسی کے ہاتھ میں ہوگا پھر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ کفار جو اپنے عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں اور بتوں کی عبادت نہیں چھوڑتے ہیں اسکی وجہ یہ ہی کہ آخرت کے دن کا یقین انکے دلوں میں نہیں ہے آخرت کا یہ لوگ انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ ہے دنیا کی زندگی اور مالداری ہے پھر جب مر گئے تو مرنے کے بعد زندہ ہونا کیسا اسی خیال نے ان کو گمراہ کر رکھا ہے اور حق بات کے قبول کرنے سے یہ لوگ منہ موڑتے ہیں اگر آخرت کا خوف انکے دل میں ہوتا اور یہ اس بات کو سمجھ لیتے کہ آخرت میں اکیلے اللہ سے کام پڑنے والا ہے دنیا کی مالداری اور یہ بت وہاں کچھ کام نہ آویں گے تو پھر آخرت کی درستی کی کسی بات کے ماننے میں انکی مکڑائی باقی نہ رہتی لیکن انکے آخرت کے انکار سے اللہ تعالیٰ کے انتظام میں کچھ فرق نہیں آتا انکے دل کی چھپی ہوئی مکڑائیاں اور انکے ہاتھ پیر کے ظاہری سب کام اسکو معلوم ہیں اور اس طرح کی مکڑائی کرنے والے لوگ اسکو بالکل ناپسند ہیں اسلیے عقبیٰ میں یہ لوگ اپنے کئے کی پوری سزا پاویں گے مشرکین مکہ اپنی مالداری کے غرور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ کے مسلمانوں کو حقیر جانتے تھے چنانچہ سورۃ الزخرف میں آویگا کہ ولید بن مغیرہ اور عروۃ بن مسعود ان دو مالدار شخصوں کا حوالہ دیکر کہا کرتے تھے کہ اگر نبوت سچی ہوتی تو ان مالدار دونوں شخصوں میں سے کسی کو ہوتی اور تنگدست مسلمانوں کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ اگر دین اسلام سچا ہوتا تو ان تنگدست لوگوں کے اسلام لانے سے پہلے ہم مالدار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے کیونکہ اللہ نے اپنی مہربانی سے جس طرح ہمکو دنیا میں خوشحال کیا ہی عقبیٰ میں بھی ہم اسکی مہربانی کے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ اسکا تفصیلی ذکر سورۃ الاحقاف میں آویگا مشرکوں کی اس بات کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف میں یہ دیا ہی کہ دنیا فانی کا مال و متاع اللہ کے نزدیک کچھ قابل قدر چیز نہیں ہی اسلیے اسکو اللہ کی مہربانی کا نتیجہ خیال کرنا بڑی غلطی ہے اور یہاں اتنا ہی فرمایا کہ ان لوگوں کی مالداری کے غرور نے انکو عقبیٰ کی باتوں کے انکار پر آمادہ کیا ہی۔ پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر فرعون تک جو پہلی امتیں اسی طرح کے غرور کی باتوں کے سبب سے غارت ہوئیں جنکے قصے پہلے

منزل ٣

گذر چکے ہیں وہ سب قصے ان اللہ لایحب المستکبرین کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مغرور لوگوں کو پسند نہیں کرتا اسلئے اوسنے ایسی بہت سی پہلی امتوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے مالدار گنہگار لوگوں کو قیامت کے دن جب دوزخ میں ڈالا جاویگا تو دوزخ میں ڈالتے ہی فرشتے اونسے پوچھیں گے کہ دنیا کی جس مالداری کے غرور نے تمکو عقبی کے اس عذاب سے غافل رکھا آج اس عذاب کے آگے اوس مالداری کی راحت تمہیں کچھ یاد ہے یہ لوگ قسم کھا کر جواب دیں دینگے کہ نہیں۔ اسی طرح نیک تنگدست لوگ جب جنت میں جاوینگے تو اونسے بھی فرشتے پوچھیں گے کہ جنت کی ان نعمتوں کے آگے دنیا کی تنگدستی تمہیں کچھ یاد ہے کہ نہیں تو وہ لوگ بھی قسم کھا کر جواب دیں گے کہ نہیں اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ان مشرکوں کو جس مالداری کے غرور نے عقبی کی باتوں سے غافل رکھا عقبی کے عذاب کے آگے وہ مالداری اونکو یاد بھی نہ رہے گی اور جن تنگدست مسلمانوں کو یہ مشرک حقیر جانتے تھے اور وہ مسلمان اپنی تنگدستی پر صبر کرتے تھے اللہ تعالیٰ عقبی میں اون کو جنت کی وہ نعمتیں دیوے گا کہ اونکو بھی دنیا کی وہ تنگدستی بالکل خواب و خیال ہو جاوے گی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

اور جب کہئے انکو کیا اتارا ہے تمہارے رب نے کہیں نقلیں ہیں پہلوں کی۔

منزل ۳

معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں قتادہ کے قول کے موافق جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ حج کے موسم میں دور دور کے لوگ مکہ میں آتے تھے جس سے قریش کو ڈر ہوا کہ باہر کے لوگ آنحضرت کی باتیں اور قرآن شریف کی نصیحت کو سنکر بت پرستی چھوڑ دیں گے اسلئے قریش نے مکہ کے چاروں طرف لوگ بٹھلا دئے تھے اور اونسے کہہ دیا تھا کہ جو کوئی قرآن شریف کا حال پوچھے تو کہہ دینا کہ پہلے لوگوں کی ایک کہانی ہے وہ یہی کہہ دیتے تھے اور جب وہ باہر کے لوگ مکہ کے اندر آتے تو جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ قرآن شریف کی بہت تعریف کرتے تھے اوسی ذکر میں اللہ تعالیٰ نے آیۃ کا یہ ٹکڑا اور اگلا ٹکڑا نازل فرمایا جس میں قرآن شریف کی تعریف کرنے والوں کا ذکر ہے۔ اس آیۃ کے دوسرے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ جو لوگ اوروں کو بہکاتے ہیں اونپر قیامت میں دوگنا عذاب ہوگا اونکے گناہوں کا جدا ہوگا اور بہکانے کا جدا ہوگا اس کی صراحت اوس حدیث میں بھی ہے جو حضرت ابوہریرہ کی روایت سے آگے آتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی ہدایت کا کام لوگوں میں پھیلایا اوسکو اوسکی نیکی کا اجر بھی خدا دیویگا اور اوسکے ہدایت کے سبب سے جتنے لوگ نیک راہ لگیں گے اور اجر پاویں گے اوسی قدر اجر اوسکو بھی خدا اپنے پاس سے دیویگا نیک راہ پر آنے والوں کا ثواب کچھ نہیں گھٹنے کا یہی حال بدی کے پھیلانے والے شخص کی سزا کا ہے غرض اس حدیث میں صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیۃ کے معنے کی صراحت فرما دی ہے تو اب یہ شبہ باقی نہ رہا کہ یہ آیت دلا

تزر وازرة وزر اخرىٰ کے مطلب کے ساتھ کیونکر موافق ہے کس لئے کہ بدی پہیلانے والے نے دو کام کئے تھے ایک خود بدی کی دوسرے اوروں کو بدی کی راہ سے لگایا اسلئے اوسکو دونوں طرح کے عملوں کی سزا ملی کسی دوسرے کا بوجھ اوسپر نہیں ڈالا گیا اسلئے یہ آیۃ سورہ والنجم کی آیۃ لا تزر وازرۃ وزر اخرىٰ کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اوپر کی حدیث مین صاف یہ آچکا ہے کہ بہکنے والوں کے گناہ جون کے تون رہوین گے۔

لِيَحْمِلُوٓا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَآءَ مَا يَزِرُونَ ۝

کہ اٹھاوین بوجھ اپنے پورے دن قیامت کے اور کچھ بوجھ اُنکے جنکو بہکاتے ہیں بے تحقیق سنتا ہے برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں

اس سے پہلے کی آیۃ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مشرکین مکہ اجنبی لوگوں کے بہکانے کی غرض سے قرآن شریف کو کہتے تھے کہ یہ پہلے اہل کتاب کی کتابوں سے جن جن کر پہلے لوگوں کی کہانیاں بنالی ہیں اسلئے فرمایا جو لوگ ایسی باتین کہہ رہے ہیں اسکا بدلہ انکو آخرت میں ملیگا اپنے گناہ کا بوجھ بھی بھرپور اوٹھائیں گے اور جن لوگوں کو بہکا رکھا ہے اُنکے گناہ کا بوجھ بھی انکے کاندھے پر ہوگا اور یہ بہت ہی برا بوجھ ہوگا کہ انکو اپنے برے کاموں کی بھی سزا ہوگی اور انکے پیروی کرنے والوں کے بداعمال کی بھی۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی ایک حدیث ہے جسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے اسکو اسی قدر اجر ملے گا جتنا اسکی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور پیروی کرنے والوں کے اجر مین سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی اور جسنے گمراہی کی طرف لوگوں کو بلایا اوسپر اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس کے تابعداروں پر ہوگا اور اسکے تابعداروں سے بھی کوئی گناہ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ خدری سے روایتیں ہیں جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کو کسی بیماری کی یا اور کسی طرح کی دنیا میں تکلیف پہونچے تو اوس سے اوس شخص کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں آیۃ کے ٹکڑے لیحملوا اوزارہم کاملۃ یوم القیامۃ کو اور اس حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ مشرکوں کے نامہ اعمال مین قیامت کے دن معافی کہیں نظر نہ آویگی جسکا ذکر حدیث میں ہے بلکہ مشرکوں کو ہر قسم کے گناہوں کی پوری سزا ملے گی۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ

دغا کر چکے ہیں اُنسے اگلے پھر پہنچا اللہ اُنکی چنائی پر نیوسے پھر گر پڑی اُنپر چھت

مِن فَوْقِهِمْ وَأَتَىٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝

اوپر سے اور آیا اُنپر عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے

تفسیر مقاتل بن حیان تفسیر عبدالرزاق اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہؓ بن عباس اور زید بن اسلم سے روایۃ ہے کہ یہ نمرود کی عمارت کا حال ہے۔ پانچ ہزار گز اونچی ایک عمارت بابل میں نمرود نے اس ارادہ سے بنائی تھی کہ آسمان پر چڑھکر خدا سے مقابلہ اور لڑائی کرے آخر سخت آندھی اور زلزلہ سے وہ عمارت گر گئی اور ہزاروں آدمی

نمرود کے لشکر کے دیکھ مر گئے چار سو برس تک نمرود زمین میں بڑے بڑے ظلم اور ستم کرتا رہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
آگ میں ڈالا طرح طرح کے جبر کر کے لوگوں کو ملتہ ابراہیمی سے روکتا رہا آخر اس ذلت سے ہلاک ہوا کہ حکم الٰہی سے مچھر اس کی
ناک کے نتھنے سے دماغ میں گھس گیا ہر وقت وہ مچھر اسکے دماغ میں کاٹتا تھا اور وہ لوگوں سے تسکین کے لئے اپنے سر پر
جوتیاں اور دو ہتڑ پٹواتا تھا جتنے عرصہ تک اس نے دنیا میں ظلم کیا تھا وہی چار سو برس کے عرصہ تک جوتیاں کھاتا اور
ذلت سے جیتا رہا پھر ہلاک ہو گیا اس قصہ کے ذکر فرمانے میں قریش کو یہ تنبیہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دعوے میں جس ملتہ ابراہیمی
پر اپنے آپکو بتلاتے ہیں جس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کو اس ملتہ ابراہیمی کا دنیا میں پھیلانا منظور تھا اتنے بڑے جابر صاحب
حکومت بادشاہ نمرود نے ملتہ ابراہیمی کا پھیلنا روکا آخر کو ذلت پائی اور ملتہ ابراہیمی ایسی پھیلی کہ آج تک موجود ہے
اب دین محمدی کا پھیلانا اللہ کو منظور ہے تم جو موسم حج میں مکہ کے ناکوں پر آدمی بٹھا کر باہر سے جو لوگ مکہ میں آتے ہیں
انکو بہکاتے ہو اور دین محمدی کے اختیار کرنے والوں کو روکتے ہو دیکھو نمرود کی طرح ذلت اوٹھاؤ گے اور آخر ہو گا وہی
جو اللہ کے ارادہ میں ہے اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے آخر وہی ہوا کہ مکہ میں دین محمدی کے روکنے والے جتنے شخص
تھے ابوجہل ولید بن مغیرہ وغیرہ یہ سب ذلت کی موت سے مارے گئے اور آخرت کا عذاب اپنے سر لے گئے اور دین
محمدی کو جو عروج ہوا وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور جن بتوں کی حمایت کے جوش میں یہ مشرک لوگ دین محمدی
کا پھیلنا نہیں چاہتے تھے فتح مکہ کے دن ان کی جو ذلت ہوئی اوسکا قصہ صحیح بخاری کی عبداللہ بن مسعودؓ کی اور صحیح
مسلم کی ابو ہریرہؓ کی روایتوں سے گزر چکا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت اوپر گزر چکی ہے جسمیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے ظالم لوگوں کو ظلم سے باز آنے کے لئے مہلت دیتا ہے
پھر جب پکڑ لیتا ہے تو بالکل ہلاک کر دیتا ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ چار سو
برس تک اللہ تعالیٰ نے نمرود کو مہلت دی لیکن جب وہ اس مہلت میں اپنے ظلم و ستم سے باز نہ آیا تو اوسکو اس
ذلت سے ہلاک کر دیا جسکا ذکر اوپر گزرا۔ واتاھم العذاب من حیث لا یشعرون۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عمارت
نمرود نے بڑی مضبوطی سے بنائی تھی اوسکا ایسی جلدی گر جانا اور نمرود جیسے صاحب حکومت صاحب لشکر بادشاہ
کا اس طرح کی ذلت و خواری سے ہلاک ہونا اسوقت کے لوگوں کی سمجھ سے باہر ایک بات تھی۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ
پھر قیامت کے دن رسوا کریگا انکو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جنپر تم ضد کرتے تھے بولیں گے

قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ
جنکو خبر ملی تھی بیشک رسوائی آجکے دن اور برائی منکروں پر ہے

اللہ پاک نے قریب سے دین الٰہی کے روکنے والوں کا نتیجہ جو کچھ دنیا میں ہوا اسکو بیان کر کے اونہیں مکانوں کا

آخرت کا حال یہ بیان کیا کہ یہ لوگ قیامت کے دن بہت ذلیل و رسوا ہوں گے اللہ پاک انکی مکر کی باتوں کو اور اُن بھیدوں کو جو اُنکے دلمیں پوشیدہ ہونگے اپنی ساری مخلوق کے سامنے ظاہر کر دیگا صحیحین میں ابن عمرؓ کی ایک حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک دغاباز کا جھنڈا اس کے ساتھ ہوگا اور اوسکے فریب کے بموجب کہا جائے گا یہ فلاں شخص کا فریب ہے پھر اللہ تعالیٰ اِن دغابازوں سے یہ کہے گا کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا اور اونکی حمایت میں اللہ کے رسولوں کے ساتھ جھگڑا کرتے تھے اور جنکی وجہ سے تم مسلمانوں سے لڑا کرتے تھے اب اونہیں بلاؤ وہ کہاں گئے تمہاری مصیبت کیوقت مدد کرنے نہیں آتے پھر جب اُنپر حجت تمام ہو چکے گی تو نیک لوگ بطور طعن و تشنیع کے کہیں گے بیشک آج کی رسوائی اور ذلت کفاروں ہی کے واسطے ہے۔ مفسرون نے اختلاف کیا ہے کہ اس بات کے کہنے والے کون لوگ ہوں گے بعضوں نے یہ بیان کیا ہے کہ علما ہونگے جو اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کر کے سمجھایا کرتے تھے اور قوم کے لوگ نہیں مانتے تھے اوس روز انکی رسوائی اور ذلت دیکھکر وہ علما کہیں گے کہ ہماری نصیحت نہ مانی کفر پر جمے رہے آج دیکھ لیا کہ کیسی ذلت ہو رہی ہے اور بعضے مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کلام کے کہنے والے انبیاء علیہ السلام ہونگے وہاں کہیں گے کہ ہماری باتیں تم نے نہیں مانیں خدا کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہرایا اور کفر کیا اب دیکھ لیا کیسی رسوائی ہو رہی ہے اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ کہنے والے اس قول کے فرشتے ہوں گے اونہیں طعنہ دیکر غصہ دلانے کو یہ بات کہیں گے صحیح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ انبیا عام ایماندار سب کے منہ سے یہ بات نکلے گی۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو جن لوگوں پر عذاب کرنا منظور ہوگا اُنکا حساب بڑی کرید سے لیا جاوے گا اس حدیث کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ کفر و شرک ریاکاری اور بدعت کے حساب کی کرید میں اسی طرح کے سوالات کئے جاوینگے جس طرح مثلاً اس آیۃ میں مشرکوں سے سوال کیا گیا کہ وہ جھوٹے معبود کہاں ہیں تمہاری مصیبت کے وقت تم کو مدد کیوں نہیں دیتے۔

منزل ۳

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ
جنکی جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ بُرا کر رہے ہیں اپنے حق میں تب آگرینگے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے

مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
کچھ بُرائی کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے

اس آیۃ کے ٹکڑے میں بد لوگوں کی اور اُس سے آگے جو ٹکڑا ہے اُس میں نیک لوگوں کی قبض روح کا حال ہے دونوں طرح کی روحوں کے قبض ہونے کے حال میں معتبر سند سے ابو داؤد و نسائی ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل

میں براء بن عازب وغیرہ سے جو روایتیں آئی ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ بدلوگوں کی قبض روح کے لئے خوفناک صورت کے فرشتے آتے ہیں اور عذاب قبر اور عذاب قیامت کا حال اس قریب المرگ شخص کی روح کو سناتے ہیں اس حال کو سنکر وہ روح ڈرتی ہے اور جگہ جگہ بدن میں چھپتی ہے وہ فرشتے روح کو بدن سے نکالنے کی غرض سے اس بد شخص کے منہہ اور اسکی پیٹھہ پر بری بری طرح سے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبیث جان اب بدن سے نکل اللہ کا غضب اور عذاب تیرے لئے تیار ہے آخری قبض روح کے وقت کی سختی کی مثال حدیث میں یہ ہے کہ جس طرح بھیگی ہوئی اون میں گرم سینخچا کر لگالا جاوے اور نمی کے سبب سے اون کے سب بال سینخچہ کو لپٹ جاتے ہیں اور سوکھی اون کے بالوں کی طرح اوڑکر کوئی بال جلنے سے نہیں بچ سکتا اسی طرح بدن کے رونگٹے رونگٹے کو تکلیف پہنچ کر بد آدمی کی روح نکلتی ہے روح کے نکلتے ہی زمین پر ایک طرح کی بدبو پھیلتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدبو کا ذکر فرماتے وقت ناک کو کپڑا لگا لیا تھا کہ گویا بدبو آہی رہی ہے اسی طرح حضرت ابوہریرہ جب اس حدیث میں بدبو کا ذکر کی روایت کرتے تھے تو ناک کو کپڑا لگا لیا کرتے تھے اسی طرح اس بدبو کے پھیلنے سے آسمان کے فرشتوں کو ایک طرح کی اذیت ہوتی ہے اور آسمان کے فرشتے اوس روح کو بہت برا کہتے ہیں اور یہ قبض روح والے فرشتے اس روح کو ایک ٹاٹ کے ٹکڑے میں لپیٹ کر خدا تعالی کے روبرو لیجانا چاہتے ہیں مگر آسمان کے دروازے کھلنے کا حکم نہیں ہوتا اور اس روح کو پھر جسم میں لایا جا کر منکر نکیر کا سوال ہوتا ہی اور جواب پورا نہ ہونے سے سجین مقام میں جو ساتویں زمین کے نیچے ہے اس روح کا نام لکھہ لیا جاتا ہی اور طرح طرح کا عذاب قبر شروع ہو جاتا ہی جس سے اللہ ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے ایک بدصورت شخص قبر میں آن کر مردے سے کہتا ہی کہ آج وعدے کا دن ہی مردہ کہتا ہی تجھکو خدا کی مار تو کون ہے وہ کہتا ہی میں تیرا بد عمل ہوں غرض یہ مردہ ہمیشہ عذاب قبر میں مبتلا رہتا ہے اور دعا مانگتا رہتا ہی کہ قیامت دیر میں قائم ہو تا کہ اس سے زیادہ عذاب میں نہ پھنسوں نیک لوگوں کی قبض روح کے وقت خوبصورت فرشتے آتے ہیں اور جنت کی خوشبو کا بسا ہوا ایک ریشمی کپڑے کا ٹکڑا لاتے ہیں اور روح کو اللہ کی رضامندی اور جنت کی نعمتوں کی خوشخبری سناتے ہیں مثال کے طور پر حدیث میں فرمایا ہے کہ جس طرح پانی کی بھری ہوئی مشک میں سے پانی کے قطرے جلدی جلدی مشک کے دہانے سے ٹپک کر نکل جاتے ہیں اللہ کی رضامندی اور جنت کی نعمتوں کا حال سنکر اس طرح پھرتی اور آسانی سے تمام جسم کی نیک روح اکٹھی ہو کر جھٹ بدن سے نکل جاتی ہے۔ اور اوس کے نکلتے ہی ایک خوشبو آسمان کے فرشتے تک پہنچتی ہے جس کو سونگھہ کر آسمان کے فرشتے آپس میں کہتے ہیں آج کوئی نیک روح بدن سے الگ ہوئی ہے اوسی کی یہ خوشبو ہے اور آسمان کے ہر دروازے کے فرشتے یہ آرزو کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے یہ روح اوے تو اچھا ہے قبض روح کرنے والے فرشتے اس روح کو اس ریشمی خوشبودار کپڑے میں لپیٹ کر جب آسمان پر لیجاتے ہیں تو ہر ایک آسمان کے فرشتے اپنے علاقے تک اوس روح کے ساتھہ جاتے ہیں بڑی عزت سے اوس شخص کا نام لیتے ہیں جسکی یہ روح ہے

منزل ۳

یہانتک کہ اللہ کے روبرو اس روح کو لیجاتے ہیں وہ روح اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس روح کو علیین میں لکھ لو علیین ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے پھر وہ روح جسم میں لائی جاتی ہے اور منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت وہ ثابت قدمی اللہ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے جسکا ذکر اوپر گذرا اور منکر نکیر کا جواب پورا ادا ہو جاتا ہے تو بڑا خوبصورت ایک شخص قبر میں اوس نیک مردہ کے پاس آتا ہے یہ نیک مردہ اس شخص سے پوچھتا ہے تو کون ہے وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ تمام اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ آدمی کے مرجانے کے بعد روح فنا نہیں ہوتی بلکہ اچھی روحیں طرح طرح کے جانوروں کی شکل میں جنت میں چرتی پھرتی ہیں اور بری روحیں عذاب میں گرفتار رہتی ہیں لیکن اچھی روحیں قیامت کے قائم ہونے کی دعا مانگتی رہتی ہیں کیونکہ آدمی کے بھیس میں آن کر خاص مکان اور ہر طرح کا عیش تو انکو قیامت کے قائم ہونے کے بعد ملے گا بالفعل تو وہ جنت میں اس طرح ہیں جس طرح کوئی اوپری جانور کسی باغ میں ہوتا ہے اگرچہ بعضے علما نے یہ کہا ہے کہ قیامت سے پہلے سوا شہیدوں کے اور کوئی روح جنت میں نہ جاویگی لیکن حدیث شریف میں عام مسلمانوں کی روحوں کے جنت میں رہنے کا ذکر قیامت سے پہلے آچکا ہے۔ چنانچہ معتبر سند سے نسائی موطا اور بیہقی کی کتاب بعث ونشور میں کعب بن مالک کی روایت میں اس کا ذکر صراحت سے ہے۔ شہیدوں کی روحوں اور عام ایمانداروں کی روحوں میں فرق اسی قدر ہے کہ عام ایمانداروں کی روحیں پیدل شخص کی طرح جانوروں کی شکل سے جنت میں جاویں گی اور شہیدوں کی روحیں سوار شخص کی طرح سبز جانوروں کے پوٹے میں ہوں گی جسکا ذکر مسند امام احمد وغیرہ کی حضرت عبداللہ ابن عباس کی صحیح روایت میں ہے فالقوا السلم ماکنا نعمل من سوء اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ آخر وقت پر عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر اپنے آپکو فرمانبردار ٹھہرا کر نافرمانی کا انکار کریں گے مگر اللہ تعالیٰ اپنے علم سے انکے اس انکار کو جھٹلا دیگا۔

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

سو پیٹھو دروازوں میں دوزخ کے رہا کرو اسمیں سو کیا برا ٹھکانا غرور کرنے والوں کا

جب کفار قیامت کے دن قسمیں کھا کر یہ بات کہیں گے کہ ہمیں تو کچھ بھی خبر نہیں کہ ہم برے عمل کرتے تھے اور اللہ پاک انکے جواب میں کہے گا کہ ہاں تم برے عمل جو کرتے تھے انکا حال اللہ کو خوب معلوم ہے پھر اس جواب سوال کے بعد انہیں حکم ہوگا کہ جہنم کے دروازوں میں تم داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ کو بس اسی میں رہو اور یہی برا ٹھکانا تکبر اور غرور کرنے والوں کا ہے جو خدا اور رسول کی باتوں کو جھٹلایا کرتے تھے اور اپنی مالداری کے گھمنڈ میں آ کے اور بت پرستی سے باز نہ آئے کفار جسوقت مرتے ہیں اوسی وقت سے انکو عذاب قبر کی سختی صبح شام دوزخ میں کا انکا ٹھکانا دکھائے جانے کی سختی ہے اور پھر قیامت کے دن وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے جسکے بعد کوئی تخفیف انکے عذاب میں نہ ہوگی اور نہ کسی تکلیف سے انکی جان نکلے گی سختی ایسی ایسی انپر کیجائے گی

منزل ۳

کہ گویا اب کبھی اور اب مرنے کے نہیں کیونکہ اس روز موت ذبح کر دیجاویگی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے موت کے ذبح کیے جانے کا ذکر ایک جگہ گزر چکا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہے کہ کم سے عذاب والے شخص کے پیروں میں دوزخ کی آگ کی جوتیاں پہنا دی جاوینگی جس سے اس شخص کا بھیجا پگھل کر نکل پڑیگا زیادہ عذاب والے دوزخی کی تکلیف کا حال اس حدیث کی مثال سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا
اور کہا پرہیزگاروں کو کیا اتارا تمہارے رب نے بولے نیک بات جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں
حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا
انکو بھلائی ہے اور پچھلا گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگاروں کا باغ ہیں رہنے کے جن میں وہ جاوینگے
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ
بہتی ہیں انکے نیچے نہریں انکو وہاں ہیں جو چاہیں ایسا بدلا دیگا اللہ پرہیزگاروں کو جنکی
تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾
جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ ستھرے ہیں انکو کہتے ہیں سلامتی ہے تم پر جاؤ بہشت میں بدلا اسکا جو تم کرتے تھے

منزل ۳

نافرمان لوگ اللہ کے رسول اور قرآن کی شان میں جو کہتے تھے اسکے ذکر کے بعد ان آیتوں میں اللہ پاک نے متقی اور ایمان والوں کا حال بیان فرمایا کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے تو جواب دیتے ہیں کہ نیک باتیں۔ پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ جس نے بھلائی کی اسکے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے ایک نیکی کا بدلہ دس سے سات سات سو یا اس سے بھی دوگونہ جتنا خدا چاہے دیگا پھر فرمایا کہ اس سے بھی بہتر آخرت کا گھر انکے واسطے تیار ہے۔ پھر فرمایا کہ متقیوں کا انجام کیا ہی اچھا ہے کہ وہ لوگ دنیا میں آخرت کی پونجی جمع کرتے ہیں اور آخرت کا گھر جو وہ لوگ پا داخل ہونگے اس میں ہر ہر جگہ موتی و محل سے نہریں جاری ہیں اور اس سے بڑھکر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ جنت والے جس چیز کی خواہش کریں گے وہاں موجود پائیں گے بخلاف دنیا کے کہ یہاں جس چیز کی خواہش انسان کرتا ہے اور جن جن باتوں کا ارادہ کرتا ہے وہ کل کی کل نہیں پوری ہوتیں اکثر اوقات انسان کی دلی تمنا کے خلاف ظہور میں آتا ہے یہ باتیں وہاں نہیں ہونے کی وہاں تو جس بات کا انسان ارادہ کریگا وہ فوراً ظہور میں آجاوے گی ذرا بھی دیر نہ لگے گی۔ پھر اللہ پاک نے موت کے وقت کو بیان فرمایا کہ جب فرشتے مومن کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو یہ لوگ کفر و شرک کے میل کچیل سے بالکل پاک صاف ہوتے ہیں اس لئے وہ موت کا کچھ بھی خوف دل میں نہیں لاتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اور فرشتے آتے ہی انکو سلام کہتے ہیں اور خدا کی طرف سے بھی سلام پہونچاتے ہیں اور جنت کی بشارت دیتے ہیں کہ دنیا میں تم لوگ جو کچھ اچھے اچھے کام کئے ہیں اسکے عوض میں اب جنت میں تم داخل ہوگے برابر

بن العازب کی پوری حدیث کا مطلب جو اوپر بیان ہو چکا ہے اوس میں سے نیک لوگوں کے حال کا ٹکڑا آیہ کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ

اب کچھ راہ نہیں دیکھتے ہیں مگر یہی کہ آویں اُنپر فرشتے یا پہنچے حکم تیرے رب کا اسی طرح کیا اُنسے

مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا

اگلوں نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا اُنپر لیکن وہ اپنا بُرا کرتے رہے پھر پڑے اُنپر اُنکے بُرے کام

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝

اور اُلٹ پڑا اُنپر جو ٹھٹھا کرتے تھے

ع ۹

یہ جواب ہے منکرین نبوت کے دوسرے اعتراض کا فرمایا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چاہتے ہیں کہ کوئی فرشتہ آسمان سے آکر آنکی نبوت کی تصدیق کرے تو یہ لوگ ایمان لائیں۔ حالانکہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اور ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جب کفار نے قرآن کی نسبت یہ کہا کہ یہ تو پہلوں کی نقل ہے کوئی نئی بات نہیں ہے تو اللہ پاک نے انہیں ڈرایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے آنے کی راہ دیکھتے ہیں کہ وہ آنکر انکی ارواح قبض کریں یا اس بات کے منتظر ہیں کہ خدا کا عذاب ان پر آجائے۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح اِنسے پہلے بھی لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور خدا نے انھیں ہلاک کیا اور اون کا ہلاک کر دینا کوئی خدا کی طرف سے ظلم نہیں ہوا بلکہ اِن لوگوں نے آپ اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ انبیاء علیہ السلام اور کلام الٰہی کو جھٹلایا۔ پھر فرمایا کہ اون پہلے لوگوں پر جس طرح عذاب آچکا ہے وہی انجام ان کا ہونے والا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پر حرام کر لیا ہے یہ حدیث وما ظلمہم اللہ کی گویا تفسیر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کے ظالم نافرمان لوگوں کو جب تک چاہتا ہے مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑ لیتا ہے تو بالکل انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی امتوں کی طرح اگر یہ مشرکین مکہ بھی مہلت کے زمانہ میں اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو پہلی امتوں کی طرح ان پر بھی کوئی آفت آجاوے گی اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد بدر کی شکست کی آفت جو اُنپر آئی تو صحیح روایتوں کے حوالہ سے اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

منزل ۳

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا

اور بولے شریک پکڑنے والے اگر چاہتا اللہ نہ پوجتے ہم اُسکے سوائے کوئی چیز اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھیرا لیتے ہم اُس کے

مِنْ دُونِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ وَ لَقَدْ
سوا کوئی چیز اسی طرح کیا انسے اگلون نے سو رسولون پر ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھولکر اور ہمنے
بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ
اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو ٹہرنگے سے سو کسی کو راہ دی اللہ نے اور کسی پر
مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ۝ اِنْ تَحْرِصْ
ثابت ہوئی گمراہی سو پہرو بیچ زمین کے پس دیکھو کیسا ہوا آخر جھٹلانے والون کا اور اگر تو للچاوے انکو
عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝
راہ پر لانے کو تو اللہ راہ نہیں دیتا جسکو بچلاتا ہے اور کوئی نہیں اُن کا مددگار

یہ کلام مشرکین مکہ کا مسخراپن کے طور پر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ جو بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک بات خدا کی جانب سے ہوا کرتی ہے تو پہر آپ کی رسالت کی کیا ضرورت ہی آپ آتے یا نہ آتے اگر خدا کو منظور ہوتا تو ہم اُسکے سوا کسی بت وغیرہ کی عبادت نکرتے اور جس چیز کو اللہ نے ہمپر حلال کیا ہے اپنے اوپر اُسکو ہم حرام نہ ٹہراتے حاصل اس کا یہ ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بالکل ٹھیک کر رہے ہیں ہم گمراہ نہیں ہیں بتوں کی پرستش جو ہم کر رہے ہیں یہ سب خدا کی مشیت سے ہے اگر وہ نہ چاہتا تو ہرگز ہرگز یہ کام ہم نہین کر سکتے۔ پہر اللہ پاک نے کفار مکہ کا یہ کلام نقل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ اپنے دل مین اُنکی باتوں کا کچھ خیال نہ کرین اُنسے جو لوگ پہلے گذرے ہین وہ بھی ایسی ہی باتین کہا کرتے تھے آپ پر فرض یہی ہے کہ اللہ کا پیغام اِن لوگون تک پہونچا دین کہ سوائے خدا کے اور کسی کی بندگی نہ کرو باقی رہی ہدایت وہ خدا کے ہاتھ ہے جسے اوس کی مشیت مقتضی ہوتی ہے اُسکو وہ راہ راست پر لاتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسکے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ پہر اللہ جل شانہ نے ان کفار کو یہ بات جتلائی کہ اللہ نے ہر امت اور ہر گروہ میں اپنے رسول بھیجے تاکہ اُنکی ہدایت کرین اور یہ بات کہہ دین کہ تم خدا ہی کی عبادت کرو اور بتون کی پرستش سے باز رہو اُسپر بہتیرے بندے خدا کے ایسے تھے جو ایمان لائے اور اللہ نے اونہیں ہدایت کی اور اکثر لوگ گمراہی میں پڑے رہے رسول کی ایک نہ سُنی پہر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم دنیا میں چل پہر کر رسولوں کے جھٹلانے والون کی حقیقت دریافت کرو کہ کیا نتیجہ اُنکا ہوا کس طرح خدا نے اونہیں ہلاک کیا اور کیسے کیسے عذاب اُنپر نازل کئے قوم نوح سے لیکر فرعون تک رسولوں کے جھٹلانے والون کی ایک ہی گت ہوئی کہ شرک اللہ کو ناپسند تھا اسلئے اون لوگون کا انجام اچھا نہیں ہوا اگر ایسا نہ ہوتا تو اُنپر طرح طرح کے عذاب کیون آتے۔ پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ اِس بات کی حرص نکرین کہ سب کے سب راہ راست پر آجائیں بات یہ ہے کہ علم الٰہی کے موافق یہ لوگ پیر بے سرے کے گمراہ ہیں جانتے ہیں کہ اللہ پاک خالق کل کائنات کا ہے اوس میں ہر طرح کی

قدرت ہی جسے چاہے ایک گھڑی میں ہلاک کردے پھر جان بوجھ کر یہ لوگ اپنے باپ دادا کے قدم بقدم ہیں اس لئے پرانی رسم کے چھوڑنے کو گوارا نہیں کرتے سبب اسکا یہ ہی کہ علم الٰہی میں دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بہت سے لوگ دوزخ میں جانے کے قابل کام کریں گے اور شیطان کے بہکانے سے وہی کام انکو اچھے نظر آویں گے اسواسطے ایسے لوگوں کی راہ راست پر آجانے کی حرص بے فائدہ ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرین گے اور کتنے دوزخ میں جانے کے قابل اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ ان آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے رسول یہ چاہتے تھے کہ قوم کے سب لوگ راہ راست پر آجاویں لیکن بعد اس کے آپنے فرمایا کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم ازلی کے موافق جنتی اور دوزخی کی تفصیل قرار پا چکی ہی اس لئے جو لوگ علم ازلی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ راہ راست پر نہیں آسکتے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انجانی کے عذر کا رفع کر دینا اللہ کو بہت پسند ہے اسلئے اسنے ہر زمانہ میں رسول بھیجے یہ حدیث ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا کی اور حضرت علیؓ کی حدیث فمنہم من ہدی اللہ ومنہم من حقت علیہ الضلالۃ کی گویا تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کی پوجا کیجاوے اسکو طاغوت کہتے ہیں۔

منزل ۳

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکیدی قسمیں کہ نہ اٹھاویگا اللہ جو کوئی مرجاوے کیون نہیں وعدہ ہو چکا ہے اسپر ثابت لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جوزی میں ابی العالیہ سے روایت ہی کہ ایک شخص مسلمان کا ایک شخص مشرک پر کچھ قرضہ آتا تھا وہ مسلمان شخص اس مشرک سے جب اپنا قرضہ مانگنے گیا تو باتون باتون میں کچھ حشر اور میت کا ذکر آگیا اس مشرک نے کہا کہ تم مسلمانون کو وہم ہو گیا ہے کہ مٹی ہو جانے کے بعد پھر جینا بھی ہی میں قسم کھاتا ہوں کہ مرنے کے بعد پھر جینا نہیں ہے یہ کہکر اسنے بڑی گہری قسم کھائی اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ بے وقوف ہیں دنیا میں نیک و بد کی جزا و سزا کا انتظام یہ لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر انکے خیال میں یہ بات کیونکر جم گئی ہے کہ خدا کی بادشاہت میں جزا اور سزا کا دن نہیں ٹھہرا ہی رہا یہ خیال کہ شاید دنیا میں ہی نیک و بد کی جزا اور سزا ہو جاتی ہو یہ خیال غلط ہے آنکھوں کے سامنے بہت سے بد عمر بھر خوشحالی سے گزارتے ہیں اور نیک طرح طرح کی تکلیف سے اسی سے خود معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جزا سزا ختم نہیں ہے اور یہ شبہ کہ مٹی ہو کر کیونکر پھر پیدا ہونگے اسکا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اللہ کے حکم میں سب کچھ ہے انکے حکم سے جس طرح خلاف عقل پہلے یہ لوگ پیدا ہو گئے دوسری دفعہ پیدا ہونا کیا مشکل ہے دوسری دفعہ کی پیدائش میں

لوگ عقل لڑاتے ہیں اپنی پہلی پیدائش کو تو ذرا غور کریں کہ اُس میں کون کون سی بات عقل کے موافق ہے۔ بخاری
میں حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث قدسی کی روایت ہے جس کا ٹکڑا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انسان مجھکو جھٹلاتا ہے میں
کہتا ہوں کہ جزا سزا کے لئے مرکر پھر جینا اور پہلے کی دفعہ کی طرح پھر ایک دفعہ نیست سے ہست سبکو کرنا ہے اور انسان
اسکا منکر ہے مسند امام احمد بن حنبل ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں معتبر سند سے بشیرؓ بن حجاش سے حدیث قدسی
کی روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی ہتیلی پر تھوک کر لوگوں کو دکھایا اور فرمایا
خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس طرح کی ذلیل چیز سے انسان کو میں نے پیدا کیا ہے اور اب انسان کو یہ غرور ہے کہ طرح طرح کی
اترانے کی باتیں بناتا ہے اور عمر بھر مال جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے مرتے وقت جب خیرات کا وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے
تو خیرات کے حصے لگاتا ہے آگے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن
اس طرح کی سب باتوں کی پرسش ہر انسان سے کی جاوے گی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ زمین پر جیسے جیسے قول اور
فعل لوگ کرتے ہیں اگر اسکا مواخذہ دنیا میں ہی کیا جاوے تو کوئی جاندار زمین پر پھرتا نظر نہ آوے پہلی امتوں
کی طرح ایک دم سے سب ہلاک ہو جاویں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بردباری سے لوگوں کو چھوڑ رکھا ہے چنانچہ صحیحین
کی ابوموسیٰؓ اشعری کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کوئی بردبار نہیں ہے لوگ اللہ کا بیٹا ٹھہراتے ہیں اور
اللہ انکو رزق اور تندرستی دیتا ہے مگر سزا جزا کے لئے ایک دن مقرر ہے اُسکی فکر ہر مسلمان کو لازم ہے۔

منزل ۳

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ۝ إِنَّمَا

اسواسطے کہ کھولدے انپر جس بات میں جھگڑتے ہیں اور تا معلوم کریں منکر کہ وہ جھوٹے تھے ہمارا کہنا

قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

کسی چیز کو جب ہمنے چاہا یہی ہے کہ کہیں اُسکو ہو تو وہ ہو جاوے

ع ۵

اوپر کی آیت میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ کفار اس بات پر قسمیں کھاتے تھے کہ مرکر پھر جینا کوئی چیز نہیں ہے جسکا
جواب اللہ پاک نے یہ دیا کہ کیا وجہ ہے جو ایسا نہیں ہو سکتا ضرور ضرور قیامت ہوگی اللہ پاک نے وعدہ کر لیا
ہے اور اُسکا وعدہ بالکل حق اور سچا ہوتا ہے اس دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد پھر اللہ جل شانہ اپنی ساری مخلوق
کو زندہ کریگا یہ مشرک یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن اسی واسطے مقرر کیا ہے کہ دنیا میں لوگ جن باتوں
میں اختلاف کیا کرتے ہیں کوئی رسول کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی جھٹلاتا ہے کوئی بتوں کو پوجتا ہے کوئی خالص اللہ
جل شانہ کو یہ سب حال لوگوں پر اُس روز کھل جائیگا اور کفار اچھی طرح اپنے کفر کو جان لینگے کہ دنیا میں یہ لوگ جو
اعتقاد رکھتے تھے وہ محض غلط تھا اور بالکل گمراہ ہو رہے تھے پھر یہ ارشاد فرمایا کہ کفار کا یہ اعتراض کہ مرنے
کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرنا ممکن نہیں ہے بالکل غلط ہے کیونکہ جس نے پہلے بغیر نمونہ کے ہر شئی کی ایجاد کی ہمیں

کیا قدرت نہیں ہے کہ اُس شے کے فنا ہو جانے کے بعد پھر اُسکو دوبارہ وجود میں لائے یہ بات تو بالکل آسان ہے کہ ایک شئی جسکا وجود ہو چکا ہے پھر اُسکو فنا کے بعد ویسا ہی بنا دیا جائے۔ بہت مشکل تو وہ کام ہے کہ جب سرے سے کوئی شئی موجود ہی نہ ہو اور اُسکا ڈہانچہ تیار کیا جائے پھر فرمایا کہ اُسکی قدرت اور اُسکے اختیار کچھ ایسے ویسے نہیں ہیں اوسکا تو ارادہ کرنا ہی کافی ہوتا ہے جب وہ کسی شے کے بنانے کا ارادہ کرتا ہی تو صرف ایک کن کے حکم سے وہ شئی ظہور میں آجاتی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی اوپر گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر انسان سوچے تو پانی جیسی پتلی چیز سے اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں پتلا بنا کر اُس میں روح پھونکدی پھر دوسری دفعہ انسان کی رواں رواں خاک سے اُسکے پتلے کے بنانے اور اُس میں روح کے پھونکے جانے کی خبر جو اپنے کلام پاک میں دی تو انسان نے اُسکو جھٹلایا یہ ہٹ دھرمی انسان کو زیبا نہیں تھی بعث ونشور بیہقی اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی معتبر روایۃ اوپر گزر چکی ہے کہ ایک شخص عاص بن وائل نے ایک بوسیدہ ہڈی کو ملکر وہ خاک ہوا میں اڑادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی بحث کی کہ یہ رواں رواں خاک کہاں سے آویگی اور اسکا پتلہ پھر کیونکر بنے گا۔ مسند امام احمد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے بشیرؓ بن جحاش کی معتبر روایۃ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتیلی پر تھوک کر کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی انسان اِس تھوک جیسی حقیر چیز سے پیدا ہوا لیکن وہ اپنی حقیقت کو بھول گیا اور حشر کو جھٹلانے لگا اتنا نہیں سمجھتا کہ بغیر حشر کے قائم ہونے اور نیک وبد کی جزا وسزا کے تمام دنیا کا پیدا کرنا بالکل بے ٹھکانے رہتا ہی اور اِس طرح کا بے ٹھکانے پیدا کرنا خدا کی شان سے بہت بعید ہے یہ بھی اوپر گزر چکا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک رواں رواں ہو کر جہاں جہاں جاویگی اُسکا سب پتہ اور نشان لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ ان سب روایتوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ حشر کا انکار انسان کے حوصلہ سے باہر اور بڑی ہٹ دھرمی اور تمام دنیا کو بلا نتیجہ پیدا کرنے کا الزام اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگانا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ

اور جنھوں نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اسکے کہ ظلم اُٹھایا البتہ اُنکو ہم ٹھکانا دینگے دنیا میں اچھا اور ثواب

الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا جو ثابت رہے اور اپنے رب پر بھروسا کیا

منزل ۳

وقف لازم

اِس آیۃ میں اللہ پاک نے اون لوگوں کی جزا کی خبر دی جنھوں نے محض خدا کے واسطے اپنے گھر بار خویش اقارب سبکو چھوڑا اسلئے فرمایا کہ ان ہجرت کرنے والوں کو ہم دنیا ہی میں بہت اچھا بدلہ دینگے اور بہت ہی اطمینان کی جگہ انکے رہنے کو عطا کرینگے قتادہ کے قول کے موافق یہ آیۃ اُن مہاجروں کی شان میں اوتری ہے جو

اول اول مکہ سے ہجرت کر کے ملک حبش میں جارہے تھے جنکی تعداد کل مرد و عورت ملا کر اسی نفر کے تھی انکے حق میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اچھی جگہ بسنے کو دینگے لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مدینہ ہی جسکا مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کی ایذارسانی سے گھبرا کر ابھی تو یہ لوگ حبش کو چلے گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انکے ہمیشہ کے لئے رہنے کا انتظام اس بستی میں فرما دیگا جسکا نام مدینہ ہے جہاں خوشحالی عزت حکومت سب چیزیں انکو ملجاوینگی۔ پھر اللہ پاک نے اس دنیا کی جزا کو عقبیٰ کی جزا کے مقابل میں ہیچ ٹھہرا کر فرمایا کہ آخرت میں ان لوگون کے لئے جو بدلہ جنت میں ہے وہ اس دنیا کی جزا سے کہیں بڑھکر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنت میں نیک بندوں کے لئے جو کچھ سامان کیا گیا ہے وہ نہ کسی نے آنکھ سے دیکھا نہ کانون سے سنا نہ کسی کے دلمیں اسکا تصور گزر سکتا ہے۔ یہ حدیث لوکانوا یعلمون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس ثواب آخرت کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا فرمایا ہے اگر ان ہجرت کرنے والوں کو اس کا تفصیلی حال معلوم ہو جاتا تو مخالفوں کی ایذارسانی پر صبر کرنے کی انکو زیادہ ہمت ہو جاتی لیکن حکمت الٰہی اسی کی مقتضی ہے کہ جنت کی نعمتین قیامت کے دن ایکساہی دفعہ نیک بندون کی نظر سے گزریں تاکہ امید سے زیادہ نعمتیں پانے سے انکا دل حد سے زیادہ خوش ہو جاوے ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہے کہ بلال عمار صہیب مقداد غرض اس طرح کے غریب مسلمانوں کو مشرکین مکہ طرح طرح سے ایذا دیتے تھے تاکہ یہ لوگ اسلام سے پھر جاویں لیکن یہ لوگ اسلام پر قائم رہے یہ حدیث الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگون نے اللہ کی راہ میں مخالفون کی ایذارسانی اور گھربار چھوڑنے کی تکلیف پر صبر کیا اور اس صبر کے اجر کا بھروسہ اللہ پر رکھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکو دین و دنیا کی وہ خوبیان عنایت فرمائیں جنکا ذکر شروع آیۃ میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور تجھسے پہلے بھی ہمنے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے انکی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والون سے اگر تمکو معلوم نہیں

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

بھیجے نشانیاں دیکر اور ورق اور تجکو اتاری ہمنے یہ یادداشت کہ تو کھولدے لوگون پاس جو اترا انکی طرف اور شاید وہ دھیان کرین

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ جب اللہ پاک نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو اہل عرب نے آپکی نبوت کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ آدمی کا رسول آدمی ہو فرشتے کو کیوں نہیں ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا اس وقت یہ آیۃ نازل ہوئی اور فرمایا کہ یہ تو اللہ کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ جتنے رسول اسنے بھیجے ہیں وہ سب آدمی تھے کوئی فرشتہ نہ تھا پھر اسکے بعد مشرکوں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ اہل کتاب سے دریافت کرلو کہ پہلے رسول بھی آدمی تھے یا فرشتے اگر وہ کہیں کہ فرشتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمہارا اعتراض بجا ہے

منزل ۳

النصف

اور اگر وہ کہہ دیں کہ نہیں وہ رسول بھی بشر تھے تو تمہارا انکار آنحضرت کی رسالت کے متعلق بالکل بے جا ہے اللہ پاک نے کفار کو خطاب کر کے اہل کتاب سے سوال کرنے کا حکم اسلئے فرمایا کہ مشرکین مکہ اہل کتاب کو صاحب علم جانتے تھے پھر اللہ پاک نے پہلے رسولوں کے متعلق فرمایا کہ انکو ہمنے معجزے اور کتابیں دیکر بھیجا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ ہم تمہاری طرف بھی کتاب اوتارتے ہیں تم اوسے کھول کر انہیں سمجھاؤ شاید یہ لوگ کچھ فکر کریں اور گمراہی سے نکل کر راہ حق کی طرف آنے کی کوشش کریں۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک کے لفظ سے کی ہے۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس میں السبع المثانی والقرآن العظیم کی تفسیر سورہ فاتحہ ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسمیں یوم تبدل الارض کی تفسیر میں اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ زمین جب بدل جاویگی تو اسوقت سب لوگ پلصراط پر ہوں گے یہ حدیثیں اور اس قسم کی اور صحیح حدیثیں لتبین للناس مانزل الیہم کی گویا تفسیر ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کے جو لفظ دوسرے لفظوں کے ذریعہ سے تفسیر کر دینے کے قابل تھے حکم لتبین للناس مانزل الیہم کی تعمیل میں اللہ کے رسول نے انکی تفسیر بخوبی فرما دی۔ اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ اتموا الصیام وللہ علی الناس حج البیت اور ایسے اور موقع میں سوا تفسیر لفظی کے جہاں عمل کر کے سمجھانے کی ضرورت تھی لتبین للناس مانزل الیہم کی ویسی ہی تعمیل کر دی۔ مشرکین مکہ جب تک قرآن شریف کی نصیحت کے سننے سے بے رغبتی کرتے رہے وہ تو الگ بات ہے ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہو کر جب مشرکین اور اہل اسلام کے مابین میں پہلے کا سا روکا ؤ نہیں رہا تو ولعلہم یتفکرون کی پیشین گوئی کا ظہور بھی خوب ہوا چنانچہ صلح حدیبیہ پر اہل اسلام کی تعداد چودہ سو تھی اور پھر دو برس کے بعد مکہ کی فتح کے وقت دس ہزار تک پہونچ گئی

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ

سو کیا نڈر ہوئے ہیں جو برے داؤں کرتے ہیں کہ دھسا دیوے انکو اللہ زمین میں یا آپہونچے انکو عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے ہوں

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۙ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

یا پکڑلے انکو چلتے پھرتے سو وہ نہیں تھکانے والے یا پکڑلے انکو ڈرانے کر سو تمہارا رب بڑا نرم ہے مہربان

ان آیتوں میں اللہ تعالی اپنی بردباری اور حلم کا حال بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ جو برے داؤں کر رہے ہیں کیا اپنے گمان میں بے خوف ہیں جس طرح طرح کے مکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہے ہیں اور قرآن کے ساتھ مسخرا پن کرتے ہیں مسلمانوں کو اذیتیں پہونچا رہے ہیں انکو کچھ بھی خدا کا خوف نہیں یہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ خدا انپر اس طرح عذاب نازل کرے کہ زمین میں انکو دھنسا دے جس طرح قارون کو غرق زمین کر دیا یا ایسا عذاب انپر بھیجدے کہ انکو خبر بھی نہ ہو جس طرح لوط علیہ السلام کی قوم پر اچانک عذاب بھیجکر ہلاک کر دیا یا اس طرح عذاب انپر اوتارے کہ یہ چلتے پھرتے ہوں سفر میں ہوں یا بازاروں میں آتے جاتے ہوں اور یکا یک انپر عذاب نازل کر دے وہ ہر طرح سے قادر ہے کوئی اسکو عاجز

منزل ۳

نہیں کر سکتا ہی نہ یہ کفار کہیں بھاگ کر جا سکتے ہیں او یاخذہم علی تخوف کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک یہ ہی کہ اللہ پاک پہلے ہی پہل انپر عذاب نہ بھیجے بلکہ پہلے انکو خوف دلادے پھر انپر عذاب بھیجدے اور دوسرا قول یہ ہی کہ اللہ پاک اِن کے جان و مال کو گھٹا گھٹا کر عذاب بھیجا انکے پھل کم ہونے لگے پیداوار میں کمی ہو جائے اور مال و دولت اِنسے علیحدہ ہونے لگے اور وہ اِس خوف سے ہلاک ہو جائیں عذاب دنیوی کے طور پر مکہ میں قحط جو پڑا جس کا ذکر صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث میں ہی اُس سے آخر کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے پھر اللہ پاک نے اپنی بردباری اور رحمت کو بیان کیا کہ باوجود اِن باتوں کے کہ کفار کفر و شرک سے باز نہیں آتے اور رسول کو جھٹلاتے ہیں اور طرح طرح کی تکلیف دیتے ہیں مگر خدا انپر عذاب نہیں بھیجتا اور نہ انکی روزی میں کمی کرتا ہی وہ بڑا رؤف و رحیم ہے۔ صحیحین کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ سے بڑھکر کوئی بھی بردبار نہیں ہے لوگ خدا کا بیٹا ٹھہراتے ہیں اور وہ اسپر بھی اُن کو روزی پہونچاتا ہے اور آرام سے رکھتا ہی۔ دوسری حدیث صحیحین میں ابو موسیٰ اشعریؓ کی یوں ہی کہ اللہ پاک ظالم کو مہلت دیتا ہی پھر جب پکڑ لیتا ہی تو نہیں چھوڑتا۔ اِن حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بردباری سے اِن مشرکین مکہ کو مہلت دے رکھی ہے جس مہلت کے زمانے میں یہ لوگ اپنی مالداری کے نشہ میں مغرور اور تنگدست مسلمانوں کو حقیر جانتے ہیں اور اُنکو طرح طرح کے مکر و فریب اور ایذا رسانی سے تنگ کرتے ہیں لیکن مہلت کے زمانے میں اگر یہ مشرک اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اُنکو ایسا پکڑیگا جس سے انکا چھٹکارہ مشکل ہوگا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے ان مشرکوں کی پہلی پکڑ تو ہجرت سے پیشتر مکہ کے قحط سے ہوئی جسکا ذکر صحیح بخاری کی عبداللہؓ بن مسعود کی روایۃ کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکا ہی پھر ہجرت کے بعد بدر کی لڑائی میں اِن کے بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالے کے وعدے کو سچا پالیا چنانچہ اس کا ذکر بھی صحیح بخاری و مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایت کے حوالہ سے گزرا ہے۔

منزل ۳

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ۝

کیا نہیں دیکھتے جو اللہ نے بنائی ہے کوئی چیز ڈھلتی ہیں چھائوں اُنکے داہنے سے اور بائیں سے سجدہ کرتے اللہ کو اور وہ عاجزی میں ہیں

اللہ پاک اِس آیت میں اپنی عظمت و دبدبہ کی خبر دیتا ہے کہ باوجود اِس بات کے کہ وہ ایسا صاحب عظمت ہے کہ کل چیزیں اوس کے حکم کی فرمانبردار ہیں کیا حیوان اور کیا بے جان اسی طرح خواہ فرشتے ہوں خواہ جن ہوں سب اُسکے قہر و غلبہ کے سامنے مجبور و لاچار ہیں کل وہ چیزیں جن کا سایہ ہے جاندار ہوں یا بے جان صبح و شام داہنے بائیں خدا برتر کے سامنے سجدہ کرتی ہیں مجاہد کا قول ہی کہ جب سورج ڈھلتا ہے تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اور کل مخلوق خدا کے سامنے تفسیر ص ۳ کسی کی حقیقت و ہستی اُس کے آگے نہیں ہے وہ سب سے بڑا صاحب شوکت ہے ترمذی کے حوالہ سے حضرت

عمر کی حدیث جو آگے آتی ہے وہ بھی گویا اس کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سب چیزوں کا سایہ زوال سے پہلے سیدھے ہاتھ کی طرف اور سورج کے ڈھلنے کے بعد اُلٹے ہاتھ کی طرف جو آتا ہے یہی سب چیزوں کے سایہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے سجدہ مقرر کیا ہے آیۃ و للہ یسجد من فی السموات والارض طوعاً و کرھاً و ظلالھم بالغدو والاصال جو سورہ الرعد میں گزر چکی ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے شاگردوں میں سے مجاہد نے اوس سورۃ الرعد کی آیت کو اس آیت کی تفسیر قرار دیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ زمین کے ایماندار جن وانس اور آسمان کے سارے فرشتے خوشی سے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور ایماندار جن وانس کی پرچھائیاں بھی سجدہ کرتی ہیں اور مشرک لوگ خود تو بتوں کو سجدہ کرتے ہیں مگر اُن کی پرچھائیاں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان اللہ کی عبادت میں مشغول اور پرہیزگار ہو جاویں تو اس سے اللہ کی بادشاہت میں کچھ بڑھ نہ جاویگا اسی طرح اگر یہ سب اللہ کی عبادت چھوڑ دیویں تو اس سے اُسکی بادشاہت میں سے کچھ گھٹ نہ جاویگا اس حدیث کو بھی آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مشرک لوگ خالص اللہ کو جو سجدہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کو نہ اُس کی کچھ پرواہ ہے نہ اون کے سجدہ نہ کرنے کے سبب سے اُس کی بادشاہت میں سے کچھ گھٹ جاوے گا لیکن اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اثر ان کی پرچھایوں پر ایسا ہے کہ وہ بے اختیار اللہ کو سجدہ کرتے ہیں معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ابوذرؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان پر چار انگل بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں ایک فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو فرشتوں کے سجدہ کرنے کا اس آیت میں مختصر طور پر اور آگے کی آیۃ میں صاف طور پر جو ذکر ہے یہ حدیث اوس کی گویا تفسیر ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں اور جو زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ بڑائی نہیں کرتے

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں

منزل ۳ ع ۶/۱۲ السجدۃ

ترمذی میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی چار سنتیں بڑے ثواب کی چیز ہیں ان چار رکعتوں کا ثواب گویا تہجد کا سا ثواب ہے اسی ذکر کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ زوال کے بعد سب چیزیں اللہ پاک کے نام کی تسبیح پڑھتی ہیں یہ فرما کر پھر آپ نے اوپر کی آیۃ پڑھی غرض فرشتے انسان جن پہاڑ درخت دیوار سب کے اوپر اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اثر ہے پہاڑ درخت اور سب چیزوں کا سایہ زوال سے پہلے سیدھے ہاتھ کی طرف اور سورج ڈھلنے کے بعد اُلٹے ہاتھ کی طرف جو آجاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے سایہ کے لیے سجدہ مقرر کیا ہے اور یہی اُسکی عبادت ہے اس حدیث کی روایت میں علی بن عاصم منفرد ہیں لیکن تقریب میں اُسکو صدوق کہا ہے

اور امام احمد بن حنبل نے اسکو نا قابل اعتراض ٹھرایا ہی اس حدیث میں دو پہر کے وقت اصل چیزون کی تسبیح کا بھی ذکر
ہے اگرچہ معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی جو حدیث ہی اوس سے معلوم ہوتا ہی
کہ ان چیزون کی تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ ہی لیکن عام لوگون کی سمجھ میں وہ تسبیح نہیں آسکتی چنانچہ تفصیل سے یہ ذکر
سورہ بنی اسرائیل میں آویگا مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابوذر کی معتبر روایت اوپر
گذر چکی ہی اور یہ بھی گذر چکا ہی کہ آیت میں فرشتون کے سجدہ کا جو ذکر ہے وہ حدیث اوسکی گویا تفسیر ہے اس آیت سے
آگے اللہ تعالی نے مشرکون کا ذکر فرمایا ہے ان آیتون کا اور آگے کی آیتون کا حاصل مطلب یہ ہی کہ بے جان چیزون کو
اپنے خالق کے پہچاننے کی سمجھ ہے جو انسان اپنے آپ کو جاندار سمجھدار سمجھتے ہیں اور پھر اپنے خالق کو چھوڑ کر دوسری
چیزون کی پرستش کرتے ہیں وہ بے جان چیزون سے بھی بدتر ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○ وَلَهٗ مَا فِي

اور کہا ہے اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود ایک ہی ہے سو مجھی سے ڈرو اور اوسی کا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ○ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ

جو کچھ ہے آسمانون میں اور زمین میں اور اوسی کا انصاف ہے ہمیشہ سو کیا سوا اللہ کے کسی سے خطرہ رکھتے ہو اور جو تمہارے پاس کوئی نعمت

اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ○ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ

سو اللہ کی طرف سے پھر جب لگتی ہے تمکو سختی سو اوسی کے طرف چلاتے ہو پھر جب کھولدی تم سے سختی تب ہی ایک فرقہ تم میں

بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ○ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۪ قف فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○

اپنے رب کے ساتھ لگتا ہی شریک بتانے تا منکر ہو جاویں اسچیز سے جو ہم نے دی سو برت لو آخر معلوم کرو گے

اوپر ذکر تھا کہ مشرکونکی پرچھائیاں بے اختیار اللہ تعالی کو سجدہ کرتی ہیں اس ذکر کے بعد خود مشرکون کو یہ ہدایت ہی
کہ تم بھی اللہ کے ساتھ اور کسی کو شریک نہ کرو کیونکہ عبادت اور کسی کو لائق نہیں ہے اگر ہے تو اوسی خدائے وحدہ
لاشریک کو زیبا ہے اور پھر یہ فرمایا کہ سوائے اللہ کے اور کسی سے نہ ڈرو یہ بت اس قابل نہیں ہیں جوان کا خوف
مانا جائے انہیں کوئی قدرت نہیں ہے کہ کسی کو کچھ نقصان پہنچا سکیں البتہ اللہ کے قہر وغضب سے ڈرو کیونکہ اوسکی
وہ پکڑ ہے جس کی کوئی پناہ نہیں ہے آسمان و زمین میں جس قدر مخلوق ہے وہ سب اللہ ہی کے تحت حکومت میں ہے
ان میں کسی کی ذرہ برابر بھی شراکت نہیں ہے اسی لئے خالص اوسی کی عبادت سزاوار ہے اور ہمیشہ اوسی کی
اطاعت وفرمانبرداری زیبا ہی کسی غیر سے کیون ڈرتے ہو کسی کا خوف کیون کرتے ہو کیونکہ عظمت اور قدرت تو
صرف خداوند جل جلالہ کو ہے اور کل اشیا اوسکی محتاج ہیں۔ اور فنا ہونے والی ہیں کوئی ذات اگر ہمیشہ باقی رہنے
کی تو وہ خدا ہی کی ذات ہے پھر اوس کے بعد اپنی نعمتون پر شکر کرنے کا ارشاد کیا ہے۔ جتنی نعمتیں تمہیں دیتا ہین

حاصل ہیں وہ سب خدا کی عنایت ہے مال و دولت آل و اولاد رزق کی فراخی سب اوسی کی دی ہوئی چیزین ہیں اس لئے
بندوں پر واجب ہے کہ اوسکا شکر ادا کریں۔ کیونکہ جب کسی کو کسی سے کچھ فائدہ پہنچتا ہے تو اوسکی شکر گزاری بھی ضرور
کرنی ہوتی ہے پھر اسکے بعد انسان کی غفلت کو بیان فرمایا کہ جس وقت انسان کو خوشحالی اور فارغ البالی ہوتی ہے اسوقت
اللہ کو بھولا رہتا ہے مگر جب کوئی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے بیماری یا کوئی اور سختی در پیش ہوتی ہے تو خدا سے چلا چلا کر فریاد
کرنے لگتا ہے پھر جب خدا اوسکی فریاد کو سن لیتا ہے اور اوسکی مصیبت دور کر دیتا ہے تو جو لوگ گمراہ ہیں اوس خدائے
برتر کا غیروں کو شریک ٹھہرانے لگتے ہیں اور اللہ کو بالکل بھول جاتے ہیں گویا کوئی وقت سختی کا اونپر آیا ہی نہ تھا پھر
یہ فرمایا کہ یہ شرک کرنا انکا اسلئے ہوتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے انکو دیا ہے اسکو بالکل بھول جائیں پھر فرمایا خیر تم دنیا میں
جس طرح چاہو کفران نعمت کرو جیسے چاہو خدا کی نعمتوں کا انکار کرو آگے آگے معلوم کروگے کہ تمہارا کیا حال ہوگا
اور کیا وقت تمہیں پیش آوے گا اور کیا انجام ہوگا دنیا میں تمپر کیا بلا آنے والی ہے اور آخرت میں کیا گت تمہاری ہوگی
مشرکین مکہ اپنے مطلب کے وقت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جاتے تھے اور جب مطلب نکل جاتا تو ان
پھر شرک کرنے لگتے تھے چنانچہ سورۃ العنکبوت میں آویگا کہ جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے اور ناموافق ہوا سے ڈرتے
تو اکیلے اللہ کو پکارتے اور جب خشکی میں آکر وہ ڈر جاتا رہتا تو پھر مشرک بنجاتے اسی واسطے فرمایا اللہ کا دین ہمیشہ
وحدانیت کا ہے ان لوگوں کو چاہیے کہ مطلب اور بے مطلب کے وقت اسی کو اپنا معبود جانیں اور دو معبود ٹھہرانے
چھوڑدیں۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے کہ قوم نوح میں کے کچھ نیک
لوگ مر گئے تھے جنکے مرنے کا رنج انکے رشتہ داروں اور معتقدوں کو بہت تھا شیطان نے موقع پا کر ان لوگوں کے دلمیں
یہ وسوسہ ڈالا کہ ان نیک لوگوں کی شکل کی مورتیں بنا کر آنکھوں کے سامنے رکھ لی جاویں تو ان مورتوں کے ہر وقت
دیکھتے رہنے سے انکے آنکھوں کے سامنے سے اوٹھ جانے کا رنج کسی قدر کم ہو جاویگا۔ اس وسوسہ کے موافق ان
لوگوں نے وہ مورتیں بنائیں اور کچھ عرصہ کے بعد ان مورتوں کی پوجا ہونے لگی جو آجتک چلی آتی ہے یہ مورتیں
ان لوگوں کے مرنے کے بعد بنائی جاکر ان مورتوں کی پوجا شروع ہوئی ہے اسلئے وہ نیک لوگ قیامت کے دن
اللہ تعالیٰ کو اپنا گواہ قرار دیکر اس معاملہ سے اپنی بیخبری ظاہر کرین گے چنانچہ اس کا ذکر سورہ یونس میں گزر چکا ہے
حاصل کلام یہ ہے کہ مورتیں تو بالکل پتھر ہیں اور مورتوں والے پوجا سے بیخبر اسی واسطے ان بتوں سے ڈرنے کو اور
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری میں ان بتوں کو شریک ٹھہرانے کو ان آیتوں میں لاحاصل قرار دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری
ومسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سرکش مارے
گئے اور مرتے ہی عذاب آخرت میں گرفتار ہو گئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا اب تو تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پایا ان آیتوں میں فتمتعوا فسوف تعلمون

منزل ۳

کا جو وعدہ تھا اُسکے ظہور کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝

اور ٹھہراتے ہیں ایسوں کو جنکی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ ہماری دی روزی میں سے قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو جھوٹھ باندھتے تھے

اوپر ذکر تھا کہ جو بلائیں اور بیماریان ان لوگون کو پہونچتی ہیں اور یہ خدا سے گڑگڑانے لگتے ہیں اور خداوند عالم محض اپنی شان رحیمی سے فضل کرتا ہے اور وہ ضرر انسے دفعہ کر دیتا ہے تو بجائے اُسکے شکریہ کے طرح طرح کی ناشکریان انسے سرزد ہونے لگتی ہیں۔ اس آیۃ میں فرمایا یہ بت جو بالکل بیخبر پتھر ہیں اُنکے واسطے اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے یہ لوگ حصہ مقرر کرتے ہیں اور اُن بتون کو اسکی مطلق خبر بھی نہیں ہے نہ جاندار ہیں نہ اونہیں آنکھیں ہیں نہ کان۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ یہ بت جنکو کسی شئی کے سمجھنے بوجھنے کی قوت نہیں کفار اپنے مال میں سے اُنکا حصہ ٹھہراتے ہیں مجاہد کا یہ قول ہے کہ کفار جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انکو پیدا کیا ہے اور ہر طرح کا فائدہ و نقصان وہی انہیں پہونچاتا رہتا ہے یہ بت جنکو فائدہ اور نقصان کا علم نہیں ہے یہ مشرک اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے اُنکا حصہ ٹھہراتے ہیں۔ سدی کا قول یہ ہے کہ یہ آیت اُس آیت کی طرح ہی جو سورہ انعام میں گزر چکی۔ ہذا للہ بزعمھم وہذا لشرکائنا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرک اپنے مال و دولت و چارپایون میں خدا کا حصہ مقرر کرتے تھے اور اپنے بتون کے واسطے بھی حصہ مقرر کرتے تھے اور جو مال خدا کے نام کا اچھا دیکھتے تھے تو اُسکو بتون کے حصہ مین بدل دیتے تھے اور جو چیز بتون کے واسطے مقرر کرتے تھے اگر وہ اچھی ہوتی تھی تو خدا کے واسطے اُسکو نہیں بدلتے تھے۔ غرضکہ اس بات پر اللہ پاک نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں سے پوچھے گا کہ یہ لوگ دنیا میں کیا جوٹھ اللہ پر باندھا کرتے تھے۔ ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ابوبرزہ اور معاذ بن جبل کی معتبر روایتین گزر چکی ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو چار باتون کی جوابدہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا۔ (۱) تمام عمر کن کامون مین گزاری (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہان خرچ کیا (۴) علم دین کی نصیحت پر کیا عمل کیا۔ ان روایتون کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ مشرکون نے جو کچھ عمر بھر اللہ تعالیٰ پر جھوٹھ باندھا ہے ان چار باتون کی جوابدہی میں وہ سب کھل جاویگا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ جو شخص ان باتون کے جواب کے وقت جھوٹ بولیگا تو اُسکے منہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاکر اُسکے ہاتھ پیرونکو اصل حال بیان کرنے کا حکم ہوگا۔

منزل ۳

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ

اور ٹھہراتے ہیں اللہ کی بیٹیان وہ اس لائق نہیں اور آپ کو جو دل چاہے اور جب خوشخبری ملے ایسے کسی کو بیٹی کی

ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ

سارے دن رہے اُسکا منہ سیاہ اور جی میں گھٹ رہا چھپتا پھرے لوگون سے مارے برائی اُس خوشخبری کی جو سنے اُسکو رہنے دے

عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

ذلت قبول کرکر یا اسکو داب دے مٹی میں سنتا ہے بری چکوتی کرتے ہیں

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی بیوقوفی اور انکا بے جان چیزوں سے بھی بدتر ہونا فرما کر اس آیت میں ایک اور بیوقوفی اونکی بیان فرمائی ہے اس بیوقوفی کی دو شاخیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ مشرک لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے دوسرے یہ کہ اپنی اولاد میں لڑکی کے پیدا ہونے سے بہت چڑتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے یہ ایک رسم ٹھہرا رکھی تھی کہ لڑکی پیدا ہوکر چھ برس کے اندر اپنی موت سے مرگئی تو خیر ورنہ جنگل میں ایک گڑھا کھود کر اچھے کپڑے پہنا کر اوس لڑکی کو جنگل میں لیجاتے تھے اور اوسے گڑھے میں جھانکنے کو کہتے جب وہ جھانکتی تو اسکو گڑھے میں دھکا دیتے تھے اور اوپر سے مٹی ڈالکر اسکو جیتا دبا دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں انکی بیوقوفی کی ہیں اللہ اولاد۔ شریک سب سے پاک ہے اسکو اولاد سے کیا تعلق علاوہ اسکے جس اولاد کو خود یہ لوگ نہیں پسند کرتے اوسکو اللہ کی طرف منسوب کرنا یہ اور بیوقوفی در بیوقوفی ہے اسلام نے مشرکوں کی اس لڑکی کے پیدا ہونے سے چڑنے کی رسم کو مٹایا اور لڑکی پیدا ہو تو اسکو محبت سے پالنے پر اجر کا وعدہ اسلام میں آیا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جو شخص لڑکی کے پالنے اور اوسکے شادی بیاہ کرنے کا بوجھ اوٹھاوے گا تو عاقبت میں وہ لڑکی دوزخ کی آگ کی ڈھال بن جاویگی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عمروبن العاصؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جو مشرک شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو اسکے زمانہ شرک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں معتبر سند سے مسند بزار میں قیس بن عاصم سے روایت ہے جس میں قیس بن عاصم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت میں نے اسلام سے پہلے چند زندہ لڑکیوں کو گاڑ دیا ہے اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر لڑکی کے معاوضہ میں ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ یا ایک اونٹ کی قربانی کرنی چاہیے ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ عمروبن العاص کی حدیث میں سوا جیتی لڑکیوں کے زمین میں دبا دینے کے اسلام سے پہلے کے اور گناہوں کا ذکر ہے اور جیتی لڑکیوں کے زمین میں دبا دینے کا حکم وہ ہے جس کا ذکر قیس بن عاصم کی حدیث میں ہے کہ اسلام کے بعد بھی اس جرم کی سزا فدیہ سے بدل جاتی ہے۔ جو فدیہ ایک غلام کے آزاد کرنے یا ایک اونٹ کی قربانی سے پورا ہو سکتا ہے۔

منزل ۳

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ع ۱۰ ۱۳

جو نہیں مانتے پچھلے دن کو انہیں پر بری کہاوت ہے اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر اور وہی ہے زبردست حکمت والا

اس سے اوپر کی آیتوں میں اللہ پاک نے یہ بیان کیا تھا کہ مشرکین مکہ لڑکیوں کے پیدا ہونے سے ناک

چڑھاتے ہیں اور ان بیچاریوں کو اپنے لیئے تنگ و عار سمجھتے ہیں اور ان غریب معصوموں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے ہیں اور
باوجود اس بات کے اپنی زبان سے یہ کہا کرتے ہیں کہ خدا کی لڑکیاں ہیں اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں جانتے ہیں اپنے واسطے تو
لڑکیاں پسند نہیں کرتے اور اس خدائے پاک کو جسکے نہ بیوی ہی نہ بچہ بیٹیوں کا ہونا بتلاتے ہیں وہ ان باتوں سے بالکل پاک ہی
وہ نہ اولاد کا محتاج اور نہ کسی رشتے کنبے والوں کا پھر اب یہ فرمایا اصل بات یہ ہی کہ یہ لوگ آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں
انہیں اس حساب و کتاب کے دن کا بالکل خوف نہیں ہے انہیں لوگوں کے واسطے بری مثالیں ہیں جاہل ہیں تو یہی ہیں کافر
ہیں تو یہ ہیں - خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا انہیں کا کام ہی خدا کو آل و اولاد کا محتاج بتلانا انہیں کا قول ہی خدا تو ان باتوں سے
بالکل پاک وصاف ہی اسکے واسطے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی مثالیں ہیں وہ بری باتوں کو بندوں کے حق میں بھی نہیں پسند کرتا
ہے اپنی ذات کے واسطے کیونکر گوارا کریگا وہ تو بڑا ہی غالب ہے کوئی اس پر غالب نہیں ہو سکتا اسکی حکمت سب سے بلند ہی وہ بڑا
ہی حکمت والا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری رض کی حدیث گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کوئی بردبار نہیں ہے کہ لوگ اسکو صاحب اولاد قرار دیتے ہیں اور وہ ان لوگوں کے رزق اور انکی
صحت کے انتظام کو برقرار رکھتا ہے - اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ حشر کے منکر لوگ
اللہ کی قدرت میں بٹہ لگاتے ہیں حشر کو اسکی قدرت سے باہر گنتے ہیں اسکو اولاد کا محتاج بتلاتے ہیں مخلوق کو اس خالق کا
شریک ٹھہراتے ہیں لیکن اسنے اپنی بردباری سے ایسے لوگوں کی راحت کا انتظام برقرار رکھا ہی -

منزل ۳

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو انکی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے انکو ایک وعدہ ٹھہرا

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ

تک پھر جب پہنچا انکا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی اور کرتے ہیں اللہ کا جو اپنا جی نہ چاہے

وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۚ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ

اور بتاتے ہیں زبانیں انکی جھوٹ کہ انکو خوبی ہے آپہی ثابت ہوا کہ انکو آگ ہے اور وہ بڑھائے جاتے ہیں

اللہ پاک اس آیۃ میں اپنے درگذر کا حال بیان فرماتا ہی کہ یہ مشرک لوگ جیسے جیسے فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اگر خدا کو اس
فتنہ و فساد کا مواخذہ منظور ہو تو انکے ساتھ انکی بدبختی کی وجہ سے ساری دنیا کو ہلاک کر دے اور کوئی جاندار روئے زمین
پر باقی نہ چھوڑے - صحیح مسلم میں ابن عمر رض سے ایک روایۃ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پر عذاب کا ارادہ کرتا ہی تو اس عذاب میں
اس قوم کے سارے آدمیوں کو شریک کرتا ہے پھر یہ لوگ اپنی اپنی نیت کے مطابق اوٹھائے جائیں گے جس کا مطلب
یہ ہی کہ جیسی جسکی نیت اور جیسے جسکے اعتقاد ہوں گے ویسا ہی اسکا حشر ہوگا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں
ایسا ہو چکا ہے کہ سوائے اہل کشتی کے سارا جہان اسی طوفان میں ہلاک ہو گیا کوئی ملک کوئی گاؤں کوئی قریہ باقی

نہیں رہا۔ پھر اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اِن لوگون کو ڈھیل دے رکھی ہے اور ایک وعدہ مقررہ تک انکا ہلاک کرنا منظور
نہیں ہے جب وہ وقت آجاویگا تو پھر گھڑی بھر کی بھی مہلت نہیں ملے گی اور اس میں بھی خلق کی بہت بڑی مصلحت ہے
کہ انکو ایک زمانہ تک زندہ باقی رکھا ہے اور عذاب بھیجکر ہلاک نہیں کیا کیونکہ خداوند جل شانہ عالم الغیب ہے اسنے انہین ایسا
بات کا موقع دیا کہ شاید یہ خوف کریں اور اپنے کفر اور سرکشی سے شرمسار ہوکر دین اسلام میں داخل ہو جائیں اور انکی نسل
سے جو اولاد پیدا ہو وہ اہل ایمان ہو پھر اللہ پاک نے اس بات کا ذکر کیا کہ جن باتون سے کفار کو نفرت ہے اور جو بات یہ لوگ
اپنے واسطے پسند نہیں کرتے مثلاً لڑکیون کا ہونا وہ خداوند جل جلالہ کے حق میں یون کہتے ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیان ہیں
اور خدا کے ساتھ بتون کو شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ خود انکو یہ گوارا نہیں ہے کہ کوئی شخص انکی ملکیت میں قبضہ کرے اور انکے
مال میں تصرف کرے پھر خدائے غالب و توانا کے ساتھ اسکے صفات میں کیونکر کسی کو شریک سمجھتے ہیں۔ آسمان زمین کے
انتظام میں کوئی اسکا شریک نہیں اور باوجود ان باتون کے پھر وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں آخرت میں فلاح نصیب
ہوگی یہ کیونکر ممکن ہے کہ دنیا میں تو تم ایسے ایسے ظلم و فساد کرو رسولون کو جھٹلاؤ کفر کرو خدا کے شریک ٹھہراؤ خدا کی ذات
میں عیب لگاؤ کہ اسکی بیٹیان ہیں اور پھر آخرت میں بھلائی کی امید رکھو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے وہان تو ان لوگون
کے واسطے دوزخ ہے اور پہلے پہل یہی دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور جس طرح دنیا میں یہ لوگ خدا کو بھولے ہوئے بیٹھے
تھے اسی طرح یہ لوگ وہان اللہ کی رحمت سے ایسے بھلائے جائیں گے پھر انکی کوئی خبر بھی نہیں لے گا صحیح بخاری و مسلم کے
حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری رضی کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت مقررہ تک
اللہ تعالیٰ نافرمان لوگون کو مہلت دیتا ہے اور جب یہ لوگ مہلت کے زمانہ میں اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے تو پھر
انکو برباد کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ کو اللہ تعالیٰ نے
وقت مقررہ تک مہلت دی لیکن مہلت کے زمانہ میں جب یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو انکی بربادی شروع
ہوئی پہلے مکہ میں سخت قحط پڑا جسمین یہ لوگ مردار جانورون کی کھالین تک کھا گئے۔ پھر بدر کی لڑائی میں ان کے
بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور پھر فتح مکہ کے بعد انمین کوئی سرکش دنیا پر باقی نہ رہا چنانچہ فتح مکہ کے وقت اللہ کے
رسول نے انکے بتون کو لکڑیان مار مار کر زمین پر گرا دیا اور کوئی شخص ان کی حمایت کو کھڑا نہیں ہوا۔ سورہ احقاف
میں فرمایا۔ وقال الذین کفروا للذین آمنوا لو کان خیرا ما سبقونا الیہ۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں کے مالدار لوگ
غریب مسلمانون سے یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جسطرح اپنی مہربانی سے دنیا میں ہمکو خوشحال کر رکھا ہے جسکے سبب
ہم ان غریب مسلمانون سے ہر حال میں بہتر ہیں اگر حشر کا قائم ہونا سچ ہوتا اور اسلام حشر کی بہبودی کا سبب
ہوتا تو دنیا کی بہبودی کی طرح سے ہم ان غریب مسلمانون سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے سورہ
احقاف کی اس آیت و تصف المسنتہم الکذب ان لہم الحسنی کی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے

منزل ۳

کی قدرت میں بتوں کو شریک قرار دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان میں صاحب اولاد ہونے کا بٹہ لگاتے ہیں اور بٹہ بھی
ایسا کہ خود تو لڑکیوں سے گھبراتے ہیں اور اونہیں لڑکیوں کو اللہ کی اولاد قرار دیتے ہیں لڑکوں کو اپنے لئے پسند کرتے
ہیں اور پھر دنیا کی چند روزہ خوشحالی کے قیاس پر عقبیٰ کی خوشحالی کی توقع رکھتے ہیں ان لوگوں کا اللہ پر یہ جھوٹ باندہنا
ہے۔ نمرود فرعون اور قارون دنیا میں ان لوگوں سے زیادہ خوشحال تھے لیکن آنکی بدافعالی نے جو نتیجا اونہیں دکھایا وہ
ان لوگوں نے سنا ہوگا اسلئے انکو ہوشیار کر دیا جاتا ہے کہ ایسے حد سے بڑھ جانے والے سرکش لوگوں کو عقبیٰ کی بہبودی کا میسر آنا
تو در کنار بلکہ ایسے لوگوں کا انجام دوزخ ہے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے انصاف کے بالکل برخلاف ہو کہ وہ نیک و بد کا عقبیٰ
میں ایک انجام کر دیوے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی معتبر روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے اور نادان وہ شخص ہے
جو عمر بھر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں لگا رہے اور عقبیٰ کی بہبودی کی توقع رکھے اس حدیث کو بھی آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل
ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ طرح طرح کی نافرمانیوں میں گرفتار رہکر دونوں جہان کی بہبودی کی توقع جو اللہ تعالیٰ سے
رکھتے تھے یہ ان لوگوں کی بڑی نادانی اور ایک شیطانی وسوسہ تھا۔ مفرطون کو بعضے سلف نے افراط سے لیا ہے
جسکے معنے حد سے بڑھ جانے کے ہیں شاہ صاحب نے ترجمہ میں یہی قول لیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وسوسہ شیطانی نے ان
لوگوں کو نافرمانی میں حد سے بڑھا دیا ہے اسلئے انکا ٹھکانا دوزخ ہے قتادہ نے مفرطون کو فرط سے لیا ہے جسکے معنے پیشرو
کے ہیں مطلب یہ ہے کہ ایسے سرکش لوگ پیشرو کی طرح عام دوزخیوں سے پہلے دوزخ میں جاوینگے لیکن حافظ ابن جریر نے
اس معنے کو محاورہ عرب کے خلاف قرار دیا ہے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ
قسم اللہ کی ہمنے رسول بھیجے کتنے فرقوں میں تجھسے پہلے پھر سنوار دکھائے انکے شیطان نے انکے کام سو وہی رفیق انکا ہے آج اور انکو
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ
دکھ کی مار ہے ہمنے اوتاری تجھپر کتاب اسی واسطے کہ کھول سنا دے انکو جسمیں جھگڑ رہے ہیں اور سیدھی راہ سمجھانیکو اور مہر کو ان لوگوں کو
يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۤءِ مَاۤءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝
جو مانتے ہیں اور اللہ نے اوتارا آسمان سے پانی پھر اس سے جلایا زمین کو اسکے مرنے پیچھے اسمیں پتہ ہے ان لوگوں کو جو سنتے ہیں

اللہ پاک نے اپنی ذات مقدس کی قسم کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی دینے کو یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ
ان مشرکوں کی باتوں سے دل تنگ نہ ہو ہمنے تم سے پہلے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے ہیں جنہیں ان لوگوں نے
اسی طرح جھٹلایا ہے جس طرح کفار مکہ تم کو جھٹلاتے ہیں اور شیطان نے انکے کاموں کو ایسی زینت زینت دی کہ وہ
لوگ شیطان کے وسوسہ سے گمراہی میں پڑے رہے اور اپنی عقل و سمجھ سے اونھوں نے کچھ کام نہ لیا اسواسطے

سالنزول ۱۲

ع ۵

دنیا میں بھی انکا ساتھی یہی شیطان ہے جسکے بہکانے میں وہ پڑے رہے اور آخرت میں بھی اسی کے ساتھ بہت سخت عذاب کے سزاوار ہوں گے اللہ پاک نے اپنے کلام پاک کی نسبت فرمایا کہ جو کچھ ہم اوتارتے ہیں وہ اسواسطے ہے کہ تم ان لوگوں کے اختلاف کی حقیقت کھول کر بتلا دو کہ توحید اور قیامت کا قائم ہونا اور احکام دین جس کے یہ لوگ منکر ہیں اور جو لوگ اسپر ایمان رکھتے ہیں ان کا فیصلہ ظاہر ہو جاوے کہ کون ان میں حق پر ہے اور کون جہالت میں پڑا ہوا ہے پھر فرمایا کہ یہ قرآن پاک اوس ایماندار بندے کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو اس کو پڑھتا ہے اور غور کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ کفار اور مشرکین اس بات سے بے خوف ہوں کہ کیسی قیامت اور کیسا دوزخ اور بہشت اور پھر مرنے کے بعد زندہ ہونا کیسا تو ان لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا میں ہر طرح کی قدرت ہے ایک ذراسی بات یہ ہے کہ زمین میں جب خشکی کی انتہا ہو جاتی ہے اور سارے درخت خشک ہو ہو کر مردہ ہو جاتے ہیں تو وہ آسمان سے مینہ برسا کر زمین کو تر و تازہ کر دیتا ہی۔ اور پھر زمین گویا زندہ ہو جاتی ہی اور سارے درخت ہرے بھرے ہو جاتے ہیں اسی طرح اوسے یہ بھی قدرت ہے کہ ہر جاندار کے فنا ہو جانے کے بعد اسے زندہ کر دیگا جو لوگ دل کے کان رکھتے ہیں اور اوس کی مدد سے ہر ایک طرح کی باتوں کو سنتے ہیں اور غور کرتے ہیں انکے واسطے یہ بہت بڑی دلیل ہی اور جو لوگ دل کے اندھے ہیں اونہیں کسی دلیل سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہی۔ کہ قوم نوح میں کے کچھ نیک لوگ مر گئے تھے جنکے مرجانے کا رنج اون کے رشتہ داروں اور معتقدوں کو بہت تھا شیطان نے سوقعہ پاکر پہلے توان لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اون نیک لوگوں کی شکل کی مورتیں بنا کر آنکھوں کے سامنے رکھ لیجاویں تو اون مورتوں کے ہر وقت دیکھ لینے سے وہ اصل نیک لوگ گویا آنکھوں کے سامنے آجاویں گے اور انکی جدائی کا رنج کسی قدر کم ہو جاوے گا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اون مورتوں کی پوجا دنیا میں پھیلادی یہ حدیث فزین لہم الشیطن اعمالہم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان برے کاموں کو زیب و زینت دیکر ایسا کر دیتا ہے کہ اون برے کاموں کی برائی لوگوں کو نظر نہیں آتی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود رضی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان رہتا ہے فرشتہ اس شخص کو نیک کاموں کی نصیحت کرتا ہے اور شیطان اس شخص کے دل میں برے کاموں کا وسوسہ ڈالتا رہتا ہی یہ حدیث فہو ولیہم الیوم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ ہر وقت شیطانی وسوسہ کے موافق برے کاموں میں لگے رہتے تھے اس لیے شیطان کو انکا رفیق فرمایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے یہ حدیث وہدی ورحمۃ لقوم یومنون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مینہ کے پانی کی طرح اگرچہ قرآن کی نصیحت تمام فائدہ کے لئے ہے مگر اس سے فائدہ وہی لوگ اوٹھا سکتے ہیں جو اچھی زمین کی طرح علم الٰہی میں فرمانبردار قرار پاچکے ہیں۔ اور جو لوگ علم الٰہی میں نافرمان ٹھہر چکے ہیں انکے حق میں قرآن کی

منزل ۳

نصیحت ایسی رائیگان ہے جس طرح بری زمین میں مینہہ کا پانی رائیگان جاتا ہے ان آیتوں میں مختصر طور پر مینہہ کے پانی سے کھیتی کی پیداوار کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن سورہ الاعراف میں کھیتی کے ذکر کے بعد یہ بھی فرمایا ہے کذالک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون جس کا مطلب یہی ہے کہ جس طرح اب مینہہ کے پانی کے اثر سے کھیتی کی پیداوار ہوتی ہے اسی طرح دوسرے صور سے پہلے ایک مینہہ برسے گا جس کے اثر سے سب جسم تیار ہو جاویگا پھر اون میں روحیں پھونک دی جاوینگی اور منکرین حشر اپنی آنکھوں کے سامنے حشر کو دیکھہ لیوینگے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں دوسرے صور سے پہلے اس مینہہ کا اور اس سے جسموں کے تیار ہو جانے کا ذکر تفصیل سے ہے۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ

اور تمکو چوپایوں میں بوجہہ کی جگہہ ہے پلاتے ہیں تمکو اسکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لوہو کے بیچ میں سے دودہ ستہرا رچتا پینے والونکو

جانوروں اور دودہ والی عورتوں کے پیٹ میں غذا جا کر نجاست پیشاب خون دودہ سب کچھہ اوسی غذا سے بنتا ہے قدرت الٰہی سے ایک چیز کا رنگ بو اثر دوسری چیز میں ہرگز کچھہ باقی نہیں رہتا اگر آدمی غور کرے تو قدرت الٰہی کا یہ بڑا ایک نمونہ ہے اسی نمونہ قدرت کو یاد دلانے کی غرض سے اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے تاکہ غافل لوگ ہر روز کے کھانے پینے میں اپنی اولاد کے پلانے میں دودہ کا استعمال جو کرتے ہیں اس استعمال کے وقت دودہ کی پیدائش میں جو قدرت الٰہی ہے اوسے وہ ذرا غور کریں اور قدرت کے ذریعہ سے اوس قادر مطلق کو پہچان لیں دنیا میں نوکری تجارت زراعت اللہ کے پیدا کئے ہوئے اسباب ہیں ان اسباب سے روزی حاصل کرنے سے بچہ عاجز ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے اون دنوں کا اسکا یہ رزق پیدا کیا ہے اور جانوروں کے بچوں کے ساتھہ انسان کا ساجھا بھی لگا دیا ہے غرض بچوں کے اس طرح بے خلش رزق کے پیدا ہونے سے انسان کو یقین کر لینا چاہیئے کہ رزق سب کا اللہ کی طرف سے ہے یہی غذا بغیر دودہ کے دنوں میں عورت گائے بھینس وغیرہ کہاتے ہیں لیکن دودہ کی ایک بوند پیدا نہیں ہوتی جن دنوں میں آدمی اور جانوروں کے بچوں کو رزق کا پہنچانا اوس قادر مطلق کو منظور ہوتا ہے اوسی ہمیشہ کی غذا سے دودہ پیدا ہونے لگتا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایتہ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنتی لوگوں کے لئے جنت میں وہ چیزیں پیدا کی گئی ہیں کہ نہ کسی نے وہ چیزیں آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کسی کے دل پر انکا تصور گزر سکتا ہے اس حدیث کی بنا پر عبداللہؓ بن مسعود اور عبداللہ بن عباسؓ کا صحیح قول یہ ہے کہ دنیا کی جن چیزوں کے نام جنت کی چیزوں سے ملتے جلتے ہیں وہ فقط نام میں ہی ملتے جلتے ہیں ورنہ جنت کی چیزوں کی تاثیر اور مزہ دنیا کی چیزوں سے بالکل الگ ہے۔ اس حدیث اور اوپر کے دونوں قولوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کا دودہ جس کا ذکر اس آیتہ میں ہے وہ اور جنت کے دودہ کی نہر جسکا ذکر سورہ محمد میں آوے گا وہ دونوں بالکل الگ الگ چیزیں ہیں دنیا کا دودہ کچھہ دیر کے بعد کھٹا ہو جاتا ہے اور جنت کا دودہ سالہا سال اپنے

منزل ۳

اصلی مزہ پر رہے گا اب یہ ظاہر بات ہے کہ دنیا میں اس طرح کا دودھ نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا نہ کسی کے دل پر ایسے دودھ کا تصور گزر سکتا ہے جو سالہا سال تک نہ بگڑے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز میں جنت اور دوزخ کو دیکھا اور صحابہ سے فرمایا کہ اگر جنت کے انگور کی بیل میں سے ایک خوشہ میں توڑ لیتا تو قیامت تک اسکے انگور باقی رہتے اس حدیث سے بھی وہی بات ثابت ہوتی ہے کہ جنت کے دودھ کی طرح جنت کے میوے بھی دنیا کے میووں سے بالکل الگ ہیں کیونکہ دنیا کا کوئی انگور کا خوشہ قیامت تک رہنے کے قابل نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا نہ کسی کے دل میں ایسے خوشہ کا تصور گزر سکتا ہے۔

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اور میووں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہیں اس سے نشا اور روزی خاصی اس میں پتا ہے اُن لوگوں کو جو بوجھتے ہیں

اوپر دودھ کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہ دوسرا احسان اپنے بندوں پر جتلایا کہ کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم اپنے واسطے نشہ کی چیز تیار کرتے ہو اور اس سے دوسری حلال روزی بناتے ہو جیسے سرکہ وغیرہ۔ اگرچہ اکثر مفسروں کا قول ہے کہ آیۃ شراب کے حرام ہونے کے حکم انما الخمر والمیسر سے منسوخ ہے لیکن اس تفسیر میں یہ بات ایک جگہ گزر چکی ہے کہ ناسخ منسوخ امر و نہی کی آیتوں میں ہوتا ہے خبر کی آیتوں میں نہیں ہوتا کیونکہ ایک کام کے کرنے یا نہ کرنے کو کہا جاکر پھر اوسکو ملتوی کیا جا سکتا ہے برخلاف خبر کے کہ اس میں ایک خبر کے بعد پھر دوسری خبر دیجاوے تو پہلی خبر جھوٹی ٹھہرتی ہے اسی واسطے حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا کی تفسیر انگوروں کو میوے کی طرح کھانے اور انگوری سرکہ بنانے کی کی ہے اور سکرا کے معنے شراب کے لیکر سورۂ مائدہ کی آیۃ انما الخمر سے اس آیۃ کو منسوخ نہیں قرار دیا شاہ صاحب نے ترجمہ میں اونہی مفسروں کا قول لیا ہے جو سکرا کے معنے شراب کے لیتے ہیں لیکن اس قول پر وہی اعتراض باقی رہتا ہے جسکا ذکر اوپر گزرا۔ آخر آیۃ میں فرمایا کہ کھجور اور انگور سے طرح طرح سے نفع اوٹھا کر اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کو وہی لوگ پہچانتے ہیں جنکو کچھ عقل ہے ورنہ نادان لوگ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کام میں لاتے ہیں اور اسکی تعظیم اور عبادت میں دوسرونکو شریک کرتے ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی روایۃ اوپر گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے اور نادان عقل سے عاجز وہ شخص ہے جو عمر بھر اس سامان سے غافل رہے اور موت کے بعد اللہ تعالیٰ سے بہبودی کی توقع رکھے یہ حدیث ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں پر دھیان کر کے عقبیٰ کی بہبودی کے خیال سے احکام الٰہی کے پابند وہی لوگ ہوتے ہیں جنکو کچھ عقل ہے اور نادان وہ لوگ ہیں جو اسکے برخلاف ہیں۔

منزل ۳

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۝ ثُمَّ

اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنائے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں چھتریاں ڈالتے ہیں پھر

كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑے ہیں نکلتی ہیں اسکے پیٹ میں سے پینے کی چیز جسکے کئی رنگ ہیں

أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

اسمیں آزار چنگے ہوتے ہیں لوگوں کے اسمیں پتا ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں

اللہ پاک نے اس آیۃ میں اپنی ایک اور عجائب قدرت کا حال بیان فرمایا کہ یہ شہد کی مکھیاں جو کچھ بھی جان نہیں رکھتیں اللہ تعالیٰ نے اسکے دلوں میں یہ بات ڈالدی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں میں جہاں جہاں مناسب سمجھیں اپنے قیام کے لئے گھر بنائیں یہ مکھی اپنے گھر بنانے میں نہایت ہی سمجھ رکھتی ہے اور ایسی مضبوطی اور حکمت کے ساتھ اپنا گھر بناتی ہے کہ کیا مجال کہ ذرا بھی سوراخ رہجائے۔ پھر اللہ پاک نے اسکو طرح طرح کے میوے اور پھلوں سے جنگل اور باغوں میں چل پھر کر کھانے پینے کا حکم دیا اور اسے یہ بھی سمجھ دی کہ اپنے گھر کا رستہ نہ بھولے دور و دراز مسافت طے کرنے پر بھی سیدھے اپنے گھر ہی کی طرف واپس آئے پھر یہ بیان فرمایا کہ اسکے پیٹ میں سے رنگ برنگ کا شہد نکلتا ہے جس کا رنگ لال بھی ہوتا ہے زرد بھی ہوتا ہے سبحان اللہ کیا اسکی حکمت ہے کہ ایسی بے حقیقت مکھی سے اتنا بڑا کام لیا شہد کی مکھیاں جب پھلوں اور پھولوں میووں کو چوس چوس کر آتی ہیں تو اپنے گھر میں اوس چوسے ہوئے رس کو خزانہ کی طرح جمع کرتی جاتی ہیں اسی کا نام شہد ہے اور اسکے پروں سے موم بنتا جاتا ہے۔ پھر اللہ پاک نے یہ بیان کیا کہ یہ شہد جو ان مکھیوں سے حاصل ہوتا ہے اس میں انسان کے ہر مرض کی شفا ہے سارے امراض اسکے استعمال سے دفع ہوتے ہیں صحیحین میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کو دست آرہے ہیں آپ نے فرمایا اسکو شہد پلا اسنے جاکر شہد پلایا اور پھر آکر بیان کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اسکو شہد پلایا مگر اسکو تو اور زیادہ دست آنے لگے آپ نے فرمایا جا شہد پلا اسنے پھر جاکر شہد پلایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے شہد پلایا مگر دست اور زیادہ آنے لگے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے جا جاکر شہد پلا وہ گیا اور جاکر شہد پلایا اسکا بھائی اچھا ہوگیا دست آنے بند ہوگئے شہد کے متعلق ہر مرض میں مفید ہونے کی اکثر حدیثیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کی ایک روایت یوں ہے کہ شفا تین چیزوں میں ہے پچھنے لگانا اور شہد کا پینا اور جس جگہ درد ہو اوسکا داغ دینا۔ دوسری حدیث بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے بعینہ یوں ہی ہے مگر اوس میں اتنا اور زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں داغ دینے کو دوست نہیں رکھتا ابن ماجہ میں بسند صحیح عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ تم دو شفاؤں کو لازم پکڑو وہ ہر مرض کے لئے کامل شفا ہیں شہد اور قرآن حاصل کلام یہ ہے کہ طب کی تمام معتبر کتابوں میں شہد چاٹنا سبب تندرستی

منزل ٣

مضمون کو اسی طرح رفع کرتا ہے جسطرح قرآن کی نصیحت دل کے امراض مثلاً کفر اور نفاق کو رفع کرتی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ

اور اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں پہنچتا ہے نکمی عمر کو کہ سمجھ کے پیچھے کچھ

بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

نہ سمجھنے لگے اللہ سب خبر رکھتا ہے قدرت والا

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ برس کی عمر کا ہوکر جو شخص دنیا کی مکروہات میں پھنسا رہے اس طرح کا شخص اگر اللہ کے روبرو توبہ کرنے اور نیک کام کے کرنے کا موقع نپانے کا عذر کرے گا تو اسکا عذر مقبول نہ ہوگا کیونکہ اتنی بڑی عمر پانے سے اسکو اللہ کی طرف جھک جانے کا اچھا موقع مل چکا ہے۔ اسی طرح کی روایتوں سے علما نے انسان کی عمر کے چار درجے ٹھہرائے ہیں اول درجہ نو دن بدن بڑھنے کا ہے اسکی مدت تینتیس برس تک ہے پھر چالیس تک ایک ہی حالت پر آدمی رہتا ہے اسی کو سن وقوف کہتے ہیں پھر چالیس سے ساٹھ تک اندرونی گھٹاؤ انسان کی حالت میں شروع ہوجاتا ہے ایسی ہی عمر کو ادھیڑ کہتے ہیں اسکے بعد سے طرح طرح کے اندرونی مرض پیدا ہوکر وہ ادھیڑ پنے کی حالت بھی باقی نہیں رہتی اور بات کہکر بھول جانا اور خرابیاں اوس ناکارہ عمر کی شروع ہوجاتی ہیں جس ناکارہ عمر کا ذکر آیت میں ہی حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اس امت کے لوگوں کے لئے پچھتر برس کی عمر وہی ناکارہ عمر ہے جس کا ذکر آیۃ میں ہے بخاری اور مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی عمر سے اللہ کی پناہ چاہی ہے بعضے علما نے یہاں یہ ایک شبہ کیا ہے کہ مسند امام احمد ترمذی دارمی طبرانی اور مستدرک حاکم میں ابی بکرہؓ اور عبداللہ بن بسر کی صحیح روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ جس شخص کی عمر بڑی ہو اور عمل نیک ہوں وہ اچھا شخص ہے۔ پھر آپنے بڑی عمر سے اللہ کی پناہ جو چاہی ہے اسکا کیا مطلب ہے جواب اس شبہ کا یہ ہی کہ جس عمر تک آدمی سے نیک کام ہوسکے نہ اسکا آیۃ میں ذکر ہے نہ آپ نے اس سے پناہ چاہی ہے بلکہ آپنے ناکارہ عمر سے پناہ چاہی ہے اور اسی کا ذکر آیۃ میں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے آدمی کی عمر کا انقلاب یاد دلاکر یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ ان انقلابوں پر جو قادر ہے اسنے ایک اس انقلاب کا بھی مضبوط وعدہ کیا ہے کہ ہر ایک انسان کو مرکر پھر جینا ہے اسپر ایمان لانا اور عقبیٰ کی فکر کا کرنا ہر مسلمان کا جز ایمان ہے۔ ان اللہ علیم قدیر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس اپنے علم اور قدرت کے موافق پہلی دفعہ انسان کو پیدا کیا ہے اسی کے موافق وہ انسان کو پھر دوبارہ پیدا کرے گا جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ گویا اپنی پہلی پیدائش کے منکر ہیں +

متول سہ

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا

اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک سے روزی کی سو جنکو بڑائی دی نہیں پہنچاتے اپنی روزی انکو

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

جنکے مالک انکے ہاتھ ہیں وہ سب اُس میں برابر نہیں کیا اللہ کی نعمت کے منکر ہیں

اللہ پاک نے مشرکوں کے غلط عقیدہ کے متعلق ایک دوسری دلیل بیان فرمائی کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دے رکھی ہے کسی کو غنی و تونگر پیدا کیا ہے اور کسی کو فقیر و محتاج بنایا ہے اور جس طرح مال و دولت میں ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اسی طرح عقل و فہم ناتوانی کمزوری حسن بدصورتی صحت مرض میں بھی ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے ایک کی عقل زیادہ ہے ایک کی کم ایک کا علم دوسرے سے بڑھکر ہے ایک بیمار و کمزور ہے تو دوسرا صحیح اور صاحب قوت۔ سورۃ الزخرف میں آویگا و رفعنا بعضہم فوق بعض درجات لیتخذ بعضہم بعضا سخریا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بعضوں کو خوشحال اور بعضوں کو تنگدست پیدا کرنے میں اتنی بڑی مصلحت ہے کہ اسپر تمام دنیا کا انتظام منحصر ہے کیونکہ خوشحال لوگوں کو تنگدست لوگوں سے طرح طرح کے کام لینے کی ضرورت ہے اور تنگدست لوگوں کو خوشحال لوگوں کے طرح طرح کے کام کر کے اُنسے اُجرت کے پانے کی ضرورت ہے اور یہ ایسی ضرورتیں ہیں کہ انپر تمام دنیا کا انتظام منحصر ہے دنیا کے سب لوگ مالدار یا سب لوگ تنگدست ہوتے تو دنیا کا یہ انتظام کبھی نہ چل سکتا معتبر سند سے مسند امام احمد میں ابی بن کعبؓ سے اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ توحید کا عہد لینے کے لئے عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے سب روحوں کو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تو آدم علیہ السلام کو یہ بھی جتلا دیا کہ دنیا میں مثلاً اتنے آدمی مالدار ہونگے اور اتنے غریب اور اسی طرح اور حالتوں کو بھی جتلا دیا اسپر آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ ان سب کو ایک حالت پر کیوں نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسمیں یہ مصلحت ہے کہ اچھی حالت کے لوگ اپنے سے کم درجے کی حالت والوں کو دیکھکر اللہ کا شکر ادا کریں صحیح مسلم ترمذی اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس تنگدست آدمی نے تنگدستی پر صبر و قناعت کو اختیار کیا اُس نے بڑی مراد پائی مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص کو صبر و قناعت کا بڑا اجر ملیگا سورہ الزخرف کی آیۃ اور ان حدیثوں کو اس آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کو ایک حالت پر کیوں نہیں پیدا کیا حضرت عبداللہؓ بن عباس کے قول کے موافق آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت کے موافق ان مشرکین مکہ کو مالدار پیدا کر کے ان کے غلام لونڈی کو انکا محتاج بنا دیا اور یہ ظاہر بات ہے کہ یہ لوگ اپنے لونڈی غلاموں کو اپنی عزت اپنی مالداری کی حالت میں شریک نہیں کرنا چاہتے تو پھر وہ اللہ جو آسمان و زمین کا بادشاہ ہے اسکی تعظیم اور بادشاہت میں یہ لوگ دوسروں کو کیوں اور کس سند سے شریک ٹھہراتے ہیں

منزل ۳

اللہ تعالیٰ نے جوان کو پیدا کیا ہے اور ان کو دنیا کی طرح طرح کی نعمتیں جو دی ہیں کیا اس کی شکرگزاری کے یہی ڈھنگ ہیں جو ان لوگوں نے اختیار کئے ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اب اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم میں جو دوسرں کو شریک کرے تو اس سے بڑھکر کوئی بات ناشکری اور وبال کی دنیا میں نہیں ہے اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل وہی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اوپر بیان کیا گیا۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ

اور اللہ نے بنا دیں تمکو تمہاری قسم سے عورتیں اور دئے تمکو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے اور

رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝

کھانے کو دیں تمکو ستھری چیزیں سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو نہیں مانتے

اللہ پاک نے یہ اور ایک نعمت کا احسان جتلایا کہ تمہارے واسطے تمہاری جنس کی عورتیں پیدا کیں حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں اور علیحدہ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی جو روایتیں ہیں ان میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے اور اس میں مصلحت یہ ہے کہ اگر غیر جنس کی بیویاں انسان کے لیے پیدا کی جاتیں تو انسان کو انسے وحشت ہوتی یہ محبت اور انسیت میاں بیوی میں ہرگز نہ ہوتی غرضکہ یہ کمال مہربانی اللہ جل شانہ کی ہے کہ انسے انسان کیلئے انسان ہی کا جوڑا بنایا اور پھر اس سے آل و اولاد کا سلسلہ چلایا حضرت عبداللہؓ بن عباس حفدۃ کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد پوتے پوتیاں ہیں اور نواسے نواسیاں پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ تمہاری زندگی کے لئے یہ سامان بھی مہیا کر دیا کہ تمہارا رزق پاک صاف چیزوں میں مقرر کیا تاکہ ایک وقت مقررہ تک تم زندگی بسر کرو پھر ان نعمتوں کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے بت پرستی کئے چلے جاتے ہو اور بت جنہیں کسی ایک بات کی بھی قدرت نہیں انکو اپنا معبود ٹھہراتے ہو اور انہیں پر تمہارا ایمان ہے اور خدا کی ان سب نعمتوں کا شکر نہیں بجا لاتے کفر کرتے ہو اوپر کی آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے اسی حدیث کو اس آیت کی تفسیر میں بھی بڑا دخل ہے جسکا حاصل وہی ہے جو عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اوپر کی آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جوان کو ان کی جنس کی بیویوں کو پیدا کیا اور ان کو اور دنیا کی نعمتیں دیں اب ان نعمتوں کے کرنے والے کی تعظیم میں دوسروں کو شریک ٹھہرانا بڑے وبال کی بات ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسوں کو جو مختار نہیں انکی روزی کے آسمان و زمین میں سے کچھ اور نہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

مقدور رکھتے ہیں سو مت بٹھاؤ اللہ پر کہاوتیں اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

اوپر وحدانیت الٰہی کا ذکر فرما کر اب مشرکوں کو یوں قائل کیا کہ تم لوگ جو سوا اللہ کے غیروں کی عبادت کرتے ہو جنہیں اتنی بھی قدرت نہیں کہ تمہارے رزق کا کچھ انتظام کریں نہ آسمان میں ان کا اختیار کہ وہاں سے مینہ برسا سکیں نہ زمین میں ان کا کچھ تصرف ہے کہ اس میں غلہ پیدا کریں اور درخت اگائیں عالم بالا اور عالم پستی میں کہیں بھی ان کا ذرہ برابر عمل دخل نہیں بلکہ خود انہی میں کوئی قدرت نہیں دوسرے کے محتاج ہیں خدا کی مخلوق ہیں اس لئے یہ عبادت کے ہرگز سزاوار نہیں اطاعت اور بندگی تو خدائے وحدہ لاشریک کو زیبا ہے جو کل شئی کا خالق اور رازق ہے پھر فرمایا کہ اللہ کی مخلوق کو اسکا شبیہ نہ قرار دو کیونکہ وہ سب خدا کے بندے ہیں اور اس کی ملکیت اور اختیار میں ہیں صرف وہی اکیلا ہے جو کسی کے اختیار میں نہیں اس واسطے اسکا کوئی مثل نہیں مشرکین مکہ جاہلیت میں اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ جل جلالہ کا مرتبہ ایسا عالی ہے کہ ہم میں سے کسی کو اس کی عبادت کی مجال نہیں ہے اسی واسطے وہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں کی یہ بت مورتیں ہیں وہ اللہ کے خالص بندے ہیں انکو خدا کے دربار میں تقرب حاصل ہے بارگاہ الٰہی میں یہ ہماری شفاعت کریں گے جس طرح چھوٹے آدمی دنیا میں بادشاہوں کے مصاحبوں کی خدمت کرتے ہیں اور وہ لوگ بادشاہوں کی خدمت بجالاتے ہیں ہر شخص کا مقدور نہیں کہ بادشاہوں تک اسکی رسائی ہو جاوے تو انہی مصاحبوں کے وسیلے سے اللہ پاک نے اس عقیدے کو یوں غلط قرار دیا کہ تمہیں اس کا علم نہیں ہم جانتے ہیں خدا کے ہاں بھلا انکو کیا تقرب حاصل ہو سکتا ہے اگر ایسا ہوتا تو اس بت پرستی کے جرم میں پہلی امتوں پر طرح طرح کی آفتیں کیوں آتیں مکہ کے قحط کے وقت تمہیں ان بتوں سے کچھ مدد کیوں نہ ملی صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن عباس کی روایت گزر چکی ہے کہ ان بت پرستوں نے مرے ہوئے نیک لوگوں کی مورتیں بنالی ہیں انہیں مورتوں کی پوجا کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ نیک لوگ ان بت پرستوں کی سفارش کریں گے ۔ سورہ یونس میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ قیامت کے دن جب ان بت پرستوں کا ان نیک لوگوں سے آمنا سامنا ہوگا تو وہ نیک لوگ ان بت پرستوں سے اپنی بیزاری ظاہر کریں گے ۔حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ یونس کی آیۃ وقال شرکاؤہم ما کنتم ایانا تعبدون اور سورہ الانبیاء کی آیۃ یا ویلنا قد کنا فی غفلۃ من ہذا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس کی حدیث یہ سب آیۃ ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اب تو ان لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جن نیک لوگوں کی مورتوں کی یہ پوجا کرتے ہیں وہ نیک لوگ اللہ سے ان بت پرستوں کی سفارش کریں گے لیکن جس قیامت کے یہ لوگ منکر ہیں اس دن کا حال ان کو معلوم نہیں اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس دن وہ نیک لوگ بجائے سفارش کے ان بت پرستوں سے بیزار ہو جاویں گے جس بیزاری کے بعد یہ بت پرست اپنے اس غلط اعتقاد پر بہت پچھتاویں گے اور اس وقت کا پچھتانا

ان کے کچھ کام نہ آوے گا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک بندہ پرایا مال نہیں مقدور رکھتا کسی چیز پر اور ایک جسکو ہمنے روزی دی اپنی طرف سے

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے کہیں برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہی پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو اللہ کا شریک اور مثل ٹھہرانے سے منع فرما کر دو مثالیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک کو اس آیت میں یوں ذکر فرمایا کہ تم دنیا میں دیکھو کہ ایک شخص ہی جو کسی کا غلام ہو اور اس میں کسی بات کی قدرت نہ ہو بالکل مفلس ہو اپنے آقا کا دست نگر ہو دوسرا وہ شخص جو آزاد ہو اور اللہ پاک نے اسے آسودہ حال کیا ہو ہر طرح کی جاہ و ثروت اسے دے رکھی ہو وہ اپنے مال میں سے اپنی خواہش کے موافق کھلے چھپے خرچ کر رہا ہو کسی بات کا محتاج نہ ہو تو فرمایا کہ کیا یہ دونوں شخص کبھی برابر ہو سکتے ہیں ایمیں آسمان و زمین کا فرق ہو باوجود اس بات کے پھر یہ دونوں خدا کی مخلوق ہیں اوسی کے بندے ہیں صرف فرق ہے تو یہ ہے کہ ایک غلام و محتاج ہے دوسرا آزاد صاحب دولت ہے غرض کہ اللہ پاک کی بھی یہی مثال ہے کہ وہ سارے جہان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا رہتا ہے کوئی اسکا ہاتھ نہیں روک سکتا اور ماسوا خدا کے جنکی عبادت یہ مشرکین کرتے ہیں جنہیں کسی بات کی قدرت نہیں خود وہ اپنے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں پھر وہ دوسروں کی کیا دستگیری کریں گے بہر حال جب ان میں کسی قسم کی قدرت نہیں ہے تو ہر گز یہ لائق اسکے نہیں ہیں کہ انکی عبادت کیجائے اور انکو معبود ٹھہرایا جائے عبادت کے قابل اوسی کی ذات ہی جس کا کوئی مثل نہیں اور جسکو ہر شئے پر پوری پوری قدرت حاصل ہے سارے جہان میں وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ ساری خوبیاں اور کل بڑائیاں اللہ جل جلالہ کو سزاوار ہیں اور کوئی اس کا استحقاق ذرہ برابر نہیں رکھتا پھر فرمایا کہ اکثر لوگ جو گمراہ ہیں اور خدا و رسول کے منکر ہیں اور اللہ جل شانہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اس بات کو نہیں جانتے کہ عبادت کے لائق کون ہی اور جن مورتوں کی یہ پوجا کرتے ہیں آنکو یا جنکی شکل کی یہ مورتیں ہیں انکو اللہ تعالیٰ کے کارخانہ میں کہاں تک دخل ہے اور اگر کچھ دخل نہیں ہے تو پھر انکو لائق عبادت اور اللہ کا شریک کیوں ٹھہرایا جاتا ہے اور دنیا کی بادشاہی مصاحبوں کی مثال آنکے حق میں کیونکر صادق کیجاتی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جب قریش نے اپنی سرکشی نہیں چھوڑی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قحط کی بد دعا کی اور مکہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ مشرک لوگ مردار جانوروں کی کھالیں کھا کھا کر زندگی بسر کرتے تھے اور اس سختی کے زمانے میں مشرکوں نے اپنے بتوں سے مینہ کے برسنے کی بہت کچھ التجا کی مگر کچھ نہ ہوا آخر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مینہ برسا۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جن مورتوں کی مشرک لوگ پوجا کرتے ہیں

منزل ۳

اونکو یا جنکی شکل کی یہ مورتین ہین اُنکو اللہ تعالیٰ کے کارخانوں میں کچھ دخل نہیں ہے اس لئے یہ مورتین اور مورتون والے اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا
اور بتائی اللہ نے ایک مثال دو مرد ہیں ایک گونگا کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ بوجھ ہے اپنے صاحب پر

يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؀
جس طرف اسکو بھیجے نہ کر لاوے کچھ بھلا کہیں برابر ہے وہ اور ایک شخص جو حکم کرتا ہے انصاف پر اور ہے سیدھی راہ پر

یہ دوسری مثال اللہ پاک نے بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی اور اپنے جھوٹے معبودوں کی یہ مشرک یون مثال سمجھین کہ دنیا میں دو شخص ہون ایک تو نا سمجھ اور گونگا ہو کہ کسی کی بات نہ سمجھے اور نہ کسی کی بات کا کچھ جواب دے سکے کسی کام کے کرنے کی اسکو قدرت نہ ہو اور وہ اس وجہ سے اپنے مالک کو گران گزرتا ہو کہ اسکا آقا اسے کسی کام کے انجام کو بھیجے تو وہ زبان اور سمجھ بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے اسکو بخوبی اور عمدگی سے انجام نہ دے سکے اور ایک وہ شخص ہو جو لوگون کو اچھی اچھی باتون اور نیک کامون کی ہدایت کرے اور خود بھی راہ راست پر ہو تو فرمایا کہ کیا یہ دونون شخص یکسان ہو سکتے ہیں اسی طرح ان بتون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہے کہ بت اندھے بہرے لنگڑے بے دست و پا ہیں ایک پتھر کو تراش خراش کر کے اوسے کسی جاندار کی شکل پر بنا رکھا ہے نہ اوسے کسی بات کے سمجھنے کی طاقت ہے اور نہ کہین آنیکی اور نہ کہین جانے کی وہ کسی کی سن سکتا ہے اور نہ کسی کی بات کا جواب دے سکتا ہے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جنہین اللہ پاک نے اپنا رسول بنا کر لوگون کی طرف بھیجا ہے وہ خود بھی راہ حق کے پیرو ہیں اور دوسرونکو بھی اسکی ہدایت کرتے ہیں تو اللہ کے رسول اور ان بتون میں ظاہر ظاہر فرق ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ خدا اور مشرکون کے جھوٹے معبود ہرگز مساوی نہیں ہیں خدا میں ہر ایک بات کی قدرت ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جسکی چاہتا ہے سنتا ہے اپنے رسول کی معرفت وہ جسکو چاہے نجات کا راستہ بتا سکتا ہے برخلاف ان بتون کے کہ ان میں کوئی بات ان باتوں میں کی نہیں پائی جاتی بعضے مفسرون نے اس آیۃ کی شان نزول میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیۃ حضرت عثمان رض اور اون کے ایک غلام کے حق میں جو گونگا تھا اوتری ہے۔ اُس غلام کا نام اسید بن ابی العیص تھا حضرت عثمان اُسکے نان و نفقہ کے کفیل تھے اور اگرچہ حضرت عثمان دین اسلام کے ایک زبردست رکن تھے مگر انکا غلام دین اسلام کو مکروہ جانتا تھا مگر آیۃ عام ہے ابکم سے ہر کافر مراد ہے اور آمر بالعدل سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر مومن دیندار مراد ہی۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ رض بن مسعود کی حدیث جو اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں گزری وہی حدیث اس آیۃ کی بھی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ اللہ کے رسول راہ حق پر ہیں اسلئے آنکی بد دعا سے پہلے مکہ مین قحط پڑا اور پھر اونکی ہی دعا سے وہ قحط رفع ہوا اور مشرکون کے جھوٹے معبود کسی قابل نہین اسواسطے قحط کے زمانے میں اپنے پوجاریون کی کچھ مدد نہ کر سکے اور جب ان

ع ۱۶ ۱۶

منزل

اِن جھوٹے معبودوں میں ایک قحط کے رفع کرنے کی قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت مین انکو شریک کرنا بڑی نادانی ہے۔ سورہ الشعرا مین مشرکون کی اِس نادانی کا ذکر تفصیل سے آویگا جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اِن مشرکون کو اور اِنکے جھوٹے معبودونکو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا تو اوس وقت یہ مشرک لوگ نادانی سے شرک میں گرفتار رہنے کا اقرار کرکے دنیا میں دوبارہ آنے اور شرک سے بچے رہنے کی تمنا کرین گے مگر یہ بے وقت کا اقرار اور بے وقت کی تمنا سب رائگان جاوے گا۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

اور اللہ پاس ہیں بھید آسمان و زمین کے

آیت کے اِس ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم کو ذکر فرمایا کہ غیب کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ہے انبیا اور رسول کوئی بھی غیب دان نہیں ہیں اللہ پاک نے جسکو جتنا وحی یا الہام کے ذریعہ سے خبردار کردیا وہ اتنا ہی جانتا ہے اور ماسوا اسکے آسمان و زمین مین جو جو باتین غیب کی ہیں اسکا علم کسی کو نہیں خدا ہی جانتا ہے اور غیب کا علم اُسی کے ساتھ خاص ہے چنانچہ صحیح مسلم مین حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے انسان کی شکل مین آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب ہے تو آپ نے اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ پوچھنے والے سے میں زیادہ نہیں جانتا ہون جسکا مطلب ہے کہ جسطرح پوچھنے والے کو اُسکا علم نہین ہے کیونکہ اگر وہ جانتا ہوتا تو پھر پوچھتا کیون اسی طرح مجھے بھی اسکا علم نہیں ہے۔ جو چیز مخلوقات کی نظرون سے غائب ہے اُسکو غیب کہتے ہیں مثلاً دنیا میں یہ کہ قیامت کب آوے گی یا کل کیا ہوگا یا مینہہ کب برسے گا یا حاملہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی یا عقبیٰ میں عذاب قبر جنت دوزخ کا حال یہ سب غیب کی باتیں ہیں سورۂ الجن میں آویگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولون میں سے جسکو چاہتا ہے بذریعہ وحی کے اِن غیب کی باتون مین سے کچھ باتین بتلا دیتا ہے تاکہ اُس غیب کی بات کا ظاہر کردینا نبوت کی نشانی ٹھہرے مثلاً بدر کی لڑائی میں جو سرکش مشرک لوگ مارے جانے والے تھے اُنکے مارے جانے سے ایک رات پہلے ان لوگونکے نام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بتلا دئے۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال صحابہ سے کہہ دیا چنانچہ صحیح مسلم کی انسؓ بن مالک کی یہ روایت ایک جگہ گزر چکی ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابوذرؓ سے جو روایتین ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا دوزخ کا حال جو کچھ مجھکو معلوم ہے اگر وہ تفصیل سے تم لوگون کو معلوم ہوجاوے تو تم ہنسنا بالکل کم کردو ہر وقت روتے رہو بستی چھوڑکر جنگل کو نکل جاؤ اور وہان ہر دم اللہ سے لو لگائے رہو۔ اِس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا انتظام قائم رہنے کے لئے بعض غیب کی باتین اللہ کے رسول نے بقدر ضرورت مختصر طور پر امت کو بتلائی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان جھوٹے معبودون کو جب بھلا برا حال ہی کسی کا معلوم نہیں کہ آیندہ اِنکے پوجنے والون کے حق میں کیا ہونے والا ہے تو پھر یہ اپنے پوجنے والون کے آیندہ کے نہ کسی ضرر کو دفع کرسکتے ہیں نہ کوئی نفع پہونچا سکتے ہیں چنانچہ

منزل ۳

مکہ کے قحط میں اِن مشرکوں کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ اِن جھوٹے معبودوں سے کچھ مدد رفع قحط میں ان مشرکوں کو نہ ملی آخر اللہ کے رسول کی دعا سے وہ قحط رفع ہوا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں اللہ کے رسولوں کا کیا مرتبہ ہے اور اِن جھوٹے معبودوں کی رسائی اُس بارگاہ میں کہاں تک ہے۔

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور قیامت کا کام ویسا ہے جیسے ایک نگاہ کی یا اُس سے قریب اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

حدیث شریف میں قیامت کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے دو معنے میں فرمایا ہے ایک تو کسی زمانہ کے سارے موجودہ لوگوں کا رفتہ رفتہ اپنی عمر پاکر مرجانا اور دوسرے زمانہ کے لوگوں کا اُن پہلے لوگوں کی جگہ پیدا ہو جانا مثلاً رفتہ رفتہ سارے صحابہ کا وفات پاکر تابعیوں کے زمانہ کا آجانا یہ گویا ایک زمانے کے لوگوں کے مرجانے کے حساب سے ایک درمیانی قیامت ہے اسی زمانہ کو قرن صحابہ اور قرن تابعین کہتے ہیں۔ دوسرے تمام دنیا کی عمر پوری ہو کر صور کا پھونکا جانا غرض یہ دونوں صورتیں اس طرح کی ناگہانی اور اچانک آنے والی ہیں کہ جب اِنکا وقت آویگا تو آنکھ جھپکانے میں آجاویگا کیونکہ ہر شخص کو اپنی عمر کا حال معلوم نہیں کہ آنکھ جھپکانے میں کب مرجاوے اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں کہ جس قدر روحوں کا دنیا میں پیدا کرنا اللہ تعالیٰ نے ازل میں ٹھہرایا ہے اُنکی گنتی کب پوری ہو جاوے اور اُس آخری قرن کے ختم پر دنیا کی عمر ختم ہو کر پلک جھپکانے میں صور پھونک دیا جاوے۔ اور تمام عالم تباہ ہو جاوے اسواسطے ہر انسان کی عمر کا بھروسہ نہ ایک پل کا ہے نہ دنیا کی عمر کا کچھ بھروسہ ہے۔ اس مطلب کے ذہن نشین کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی ہے۔ حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ غفلت سے لوگ اپنی عمر اور دنیا کی عمر کے بھروسہ پر بڑے بڑے دیر طلب کام کرتے ہیں اللہ کے نزدیک وعدہ آجانے کی دیر ہے پھر اُسکی قدرت کے روبرو درمیانی اور آخری قیامت کا قائم ہو جانا پلک کے جھپکنے سے بھی نزدیک ہے کیونکہ اُسکی درگاہ میں ہر کام کے لئے فقط حکم کی دیر ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بُرے کام سے توبہ اچھے کام کا سرانجام جو کچھ انسان کو کرنا ہے وہ آج کرے آج کے کام کو کل پر نہ رکھے کس لئے کہ جب انسان کی عمر اور دنیا کی عمر کو قیام ہی نہیں تو نہیں معلوم کہ کل کیا ہو۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم سے قیامت کے آنے کا حال پوچھا کرتے تھے تو آپ ایک نو عمر لڑکے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا بوڑھا نہ ہونے پاوے گا کہ اتنے میں تم لوگوں کی قیامت قائم ہو جاویگی مطلب یہ ہے کہ اُس لڑکے کے بوڑھا ہونے سے پہلے اُس قرن کے سب عمر رسیدہ لوگ مرجاوینگے یہ حدیث قیامت کے پہلے معنے کی تفسیر ہے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ جب عیسےٰ علیہ السلام دجال کو ہلاک کرچکینگے تو ملک شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا آویگی جس سے اِس طرح کے سب لوگ مرجاوینگے جنکے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان

منزل ۳

ہوگا اب دنیا میں پھر شرک پھیل جاویگا۔ اسی حالت میں پہلا صور پھونکا جاویگا اور تمام دنیا برباد ہو جاویگی۔ یہ حدیث قیامت کے دوسرے معنے کی تفسیر ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ مرنے کے بعد جو شخص قیامت کے دن جنت میں جانے والا ہے اسکو اسکا جنت کا ٹھکانا اور جو دوزخ میں جانیوالا ہے اسکو اسکا دوزخ کا ٹھکانا صبح شام اللہ کے فرشتے دکھا کر یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں جانے کے لئے تجھکو دوبارہ زندہ کیا جاویگا حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہر قرن کی موت کو قیامت جو فرمایا ہے اسکی یہ تفصیل عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی ہر شخص کو قیامت کے دن کا اپنا انجام معلوم ہو جاتا ہے اس لئے ہر قرن کے لوگوں کے حق میں انکی موت بھی گویا قیامت ہے ان اللہ علی کل شیء قدیر اس کا مطلب یہ ہی کہ کوئی کام اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے اس لئے وقت مقررہ پر ایک قرن کے لوگون کی موت اور تمام دنیا کی بربادی اور پھر جزا و سزا کے لئے حشر کا قائم ہونا ان سب چیزون کی اوس کو قدرت ہے جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ نادان ہیں۔ کیونکہ دنیا کا کارخانہ دیکھ کر یہ ہر سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ بغیر جزا و سزا کے بے ٹھکانے رہ جاتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ

اور اللہ نے تمکو نکالا تمہاری ماں کے پیٹ سے نہ جانتے تھے کچھ اور دیئے تمکو کان اور آنکھیں اور دل شاید تم

تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

احسان مانو کیا نہیں دیکھے اڑتے جانور حکم کے باندھے آسمان کے ہوا میں کوئی نہیں تھام رہا انکو سوا اللہ کے اسمیں پتے ہیں ان لوگوں کو جو

منزل ۳

اوپر ذکر تھا کہ جب وقت آئے گا تو پلک جھپکنے میں درمیانی یا آخری قیامت آجائے گی کیونکہ اوسے ہر شئے پر پوری قدرت ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے منکر حشر یہ نہ سمجھیں کہ قیامت نہ ہوگی اور پھر انسان دوبارہ زندہ نہ ہونگے اب فرمایا کہ اللہ پاک نے تمہیں اس حالت میں پیدا کیا کہ تمہارا کچھ وجود نہ تھا باپ کی پیٹھ سے ماں کے شکم میں نطفہ کو ٹھہرایا اور رفتہ رفتہ اس نطفہ سے پتلا بنایا پھر روح پھونکی اور تمہیں ماں کے پیٹ سے جب روئے زمین پر ظاہر کیا اوسوقت بھی تمہاری حالت یہ تھی کہ تم دنیا میں کسی چیز کو نہیں جانتے تھے نہ نفع کی چیزوں کا تمہیں علم تھا نہ ضرر دینے والی اشیا کو تم جانتے تھے نہ دوست کو پہچانتے تھے نہ دشمن کی شناخت تھی یہان تک کہ اپنے ماں باپ کو بھی نہیں پہچانتے تھے مگر اللہ پاک نے تمہیں کان دیئے کہ تم لوگوں کی باتوں کو سنو کہ وہ کیا کہتے ہیں اور آنکھیں بھی دیں کہ اچھے برے کو دیکھکر تمیز کرو اور اپنی زندگی میں ان آنکھوں کے ذریعہ سے مناسب کام لو نفع و ضرر کو دیکھو دوست دشمن کو پہچانو غرض کہ آنکھیں عجب نعمت ہیں ان کی حقیقت اور قدر وہی جانتا ہے جو کسی عارضہ میں آنکھیں رکھتا ہو اور پھر بحکم قضا و قدر اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہو گیا ہو پھر اسی پر اللہ پاک نے اکتفا نہیں کیا

انسان کو دل بھی دیا تاکہ ہر شے کو سمجھے بوجھے اطبا کے قول کے موافق دل مرکز حیات ہے اگر دل میں کچھ فتور پڑ جاوے تو انسان کی زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ بہر حال یہ نعمتیں ایسی نہیں ہیں جنکو انسان بھول جاوے اور اپنے منعم حقیقی کا شکر نہ بجا لائے انسان جس جس طرح اپنے کمال پر پہنچتا جاتا ہے اسی اسی طرح اس کے کان اور دل کی قوت میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور اسکی عقل رفتار زمانہ کو دیکھ دیکھ کر تازہ تازہ سبق حاصل کرتی ہے اور ہونہار اور سلیم الطبع شخص اسی عقل کے ذریعہ سے اپنے حقیقی مالک کی ہستی پر دلیل قائم کرتا ہے اور اس بات کو پائے ثبوت تک پہنچا دیتا ہے کہ انسان جیسے کل پرزے کے پتلے کی پیدا کرنے والی ضرور کوئی نہ کوئی ذات ہے جسکا کوئی مثل نہیں پھر اللہ پاک نے اپنی ہستی پر دوسری دلیل قائم کی کہ آسمان و زمین کے درمیان میں تم سینکڑوں جانوروں کو اڑتے ہوئے دیکھتے ہو جنکو نہ آسمان سے کوئی تعلق نہ زمین سے کوئی علاقہ جسطرح انسان دریا میں تیرتا ہے اسی طرح یہ ہوا میں سیر کرتے پھرتے ہیں کیا ان کا تھامنے والا اور روکنے والا سوائے خدا کے اور کوئی ہرگز نہیں یہ بھی اس کی ادنا قدرت ہے ورنہ یہ خاکی جانور اپنے اجسام کے بوجھ کے سبب سے فوراً زمین پر آن پڑتے پھر فرمایا کہ یہ باتیں ایسی ہیں جن پر سلیم عقلیں ایمان لاتی ہیں اور ایماندار بندے جو خدا کے دین کے تابعدار ہیں ان باتوں سے خدا کی وحدانیت اور اس کے عجائب قدرت پر دلیل پکڑتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبد اللہؓ بن مسعود سے اور صحیح مسلم میں حذیفہؓ بن اسید سے جو روایتیں ہیں۔ انکا حاصل یہ ہے کہ حمل کے دوسرے چلے میں بچے کے آنکھ کان اور دل کی بناوٹ شروع ہو جاتی ہے اور چار مہینے میں بچہ کا پتلا بالکل تیار ہو کر اس میں روح پھونکدی جاتی ہے ان حدیثوں کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ آنکھ کان اور دل کی بناوٹ تو ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے اور ان اعضا سے نفع اوٹھانے کا موقع ماں کے پیٹ سے پیدا ہو جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور آیتوں میں ان اعضا سے نفع اوٹھانے کا اور اس کی شکر گزاری کا ذکر ہے اس لئے آیتوں میں بچہ کی پیدائش کے بعد ان اعضا کا ذکر فرمایا اور حدیثوں میں ان اعضا کی ساخت اور بناوٹ کے وقت کا ذکر فرمایا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ آیتوں اور حدیثوں میں کچھ مخالفت نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی تفسیر ہے ادھر میں اڑتے ہوئے جانور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیز پر آدمی کو پورا یقین ہو جاتا ہے اس لئے آنکھوں کے ذکر کے بعد اڑتے ہوئے جانوروں کا ذکر فرمایا تاکہ آنکھوں والا شخص اس قدرت الٰہی کو دیکھے اور اوس صاحب قدرت کو پہچانے اور اسکی تعظیم میں کسی کو شریک نہ کرے۔

منزل ۳

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ

اور اللہ نے بنا دئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ اور بنا دئے تم کو چوپایوں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تمکو جس دن

ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝

گھر میں آؤ اور نکلے بھیڑوں سے اور بالوں سے کتنے اسباب اور برتنے کی چیز ایک وقت تک

منزل ۳ ۱۲

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ

اور اللہ نے بنا دیے تمکو اپنی بنائی چیزوں کی چھاؤنیں اور بنا دیں تم کو پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ اور بنا دیے تمکو کرتے جو بچاؤ ہیں

الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا

گرمی کے اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی کی اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر شاید تم حکم میں آؤ پھر اگر پھر جاویں

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

تو تیرا کام یہی ہے کھولکر سنا دینا پہچانتے ہیں اللہ کا احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت اُن میں ناشکر ہیں

اللہ تعالیٰ نے یہ ایک اور دلیل اپنی توحید کی بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے آرام و آسائش کے لئے گھر بنا دیئے کہ جب چل پھر کر تھک جاؤ تو وہاں آکر آرام کرو راتوں کو اطمینان سے اوس میں سو جاؤ تمہارے بال بچے ادھر ادھر مارے مارے نہ پھریں دہوپ کی گرمی سے امن پاؤ برسات میں مینہہ کے بھیگنے سے بچو جاڑے کی سردی سے نجات پاؤ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا اس حکمت سے تم اگر سفر میں جاؤ گے تو کہاں قیام کرو گے تمہارے واسطے چارپایوں کے کہال کے خیمے چھولداریاں وغیرہ بنا دئے جسکو تم اپنے ساتھ لیجایا کرو اور آسانی سے اُسکو نصب کر لیا کرو اور سونے بیٹھنے میں اوس سے بہت بڑا نفع حاصل کرو پھر فرمایا کہ جانوروں کی کھال ہی تک نفع محدود نہیں رکھا بلکہ اُسکے اون اور بال تمہارے واسطے بنائے ہیں شال دوشالے پشمینے وغیرہ کپڑے اسی جانور کے اون سے لوگ بناتے ہیں اور بھی طرح طرح کی اشیا اس سے تیار ہوتی ہیں پھر فرمایا کہ جب تک یہ دنیا قائم ہے اور جب تک تمہاری زندگی دنیا میں ہوگی تم اس سے عجیب و غریب نفع اوٹھاؤ گے بہر حال یہ نعمتیں جو اللہ پاک نے بیان فرمائیں کہ خیمے وغیرہ تمہاری آسائش کے لئے بنائے گئے یہ درحقیقت امرا کے لئے نعمت تھی مگر بیچارے غریب جو سفر میں آتے جاتے رہتے ہیں اُنکی رفع تکلیف کے لئے یہ سامان راحت مہیا کر دیا کہ جابجا رستوں میں درخت پیدا کر دیئے ہیں تاکہ آنے جانے والے مسافر دہوپ میں اُسکے سایہ میں آرام حاصل کریں اور مینہہ میں بھی قدرے اُسکے نیچے پناہ لیں اور پہاڑ اور پہاڑ کی گھاٹیاں تمہارے سایہ میں ٹھہرنے کے واسطے ایک عمدہ جگہ تیار کی ہے۔ پھر اللہ پاک نے اپنی عام نعمت کا ذکر فرمایا جو امیروں اور غریبوں پر یکساں ہی فرمایا کہ تمہارے لئے پہننے کے کپڑے اسلئے بنائے کہ گرمی میں اُسے پہنو تو لو وغیرہ سے بچو اور جاڑے میں اُسے استعمال کر کے سردی سے نجات پاؤ اللہ پاک نے اس آیت میں صرف گرمی کا ذکر کیا ہے کیونکہ قرآن مجید زبان عرب میں نازل ہوا ہے اور عرب میں گرمی زیادہ پڑتی ہے سردی مطلق نہیں ہوتی اسی لئے صرف گرمی کے بچاؤ کا ذکر کیا اگر مراد اس سے یہی ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں انسان کے واسطے کپڑے آرام کی چیز ہیں۔ پھر اللہ پاک نے اُس کرتے کا ذکر کیا جسکو ذرع کہتے ہیں اسے لڑائی میں پہنا کرتے ہیں فرمایا کہ تمہارے واسطے وہ کرتے بھی تیار کرا دئے جسے پہنکر لڑائی کے وقت دشمنوں کی تلوار کی ضرب سے امن میں رہو غرضکہ اللہ پاک اپنی نعمتیں لوگوں پر اسی طرح پوری کرتا ہے تاکہ لوگ اُسکو پہچانیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر

کہا کہ اگر باوجود ان نعمتوں کے معلوم کرنے کے یہ لوگ اسلام سے بے بہرہ رہیں اور ایمان نہ لاویں تو اسکا تمپر کوئی الزام نہیں ہے تمہیں تو کھولکر اللہ کا پیغام پہونچا دینا ہے پھر تم بری الذمہ ہو ماننا نہ ماننا انکا اختیار ہے یہ لوگ خدا کی نعمتوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور پھر بھی خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں تمہاری رسالت کا انکار کرتے ہیں کفر کرتے ہیں تو اسکا وبال انپر پڑے گا مجاہد کا قول ہے کہ ایک گنوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ نے یہ آیت پڑھی واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رہنے کے لئے گھر بنا دئے اس اعرابی نے کہا کہ ہاں پھر آپ نے کہا وجعل لکم من جلود الانعام بیوتا آخر تک اس گنوار نے کہا ہاں پھر آپ نے ساری آیۃ پڑھ کر سنائی وہ ہاں ہاں کرتا رہا جب آپنے یہ آیۃ پڑھی کذلک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک تمپر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم اسلام لاؤ وہ اعرابی اس آیۃ کو سنکر اوٹھ کر چلا گیا اسپر یہ آیۃ نازل ہوئی یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا واکثرہم الکفرون کہ خدا کی نعمتوں کو یہ کفار پہچانتے ہیں اور پھر بھی انکار کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ انمیں اکثر ازلی کافر ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے آدمی دوزخ میں جانے کے قابل اب دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر شخص ویسے ہی کام کرتا ہے اور وہی کام اسکو اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ان مشرکین مکہ میں کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانکر پھر انجان بنجاتے ہیں اور اپنے کفر پر اڑے ہوئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا انجام علم الٰہی میں دوزخ قرار پا چکا ہے اس لئے اے رسول اللہ کے انکی گمراہی کا کچھ الزام تمپر نہیں ہے تم فقط اللہ کا پیغام سب کو پہونچا دو جنکی قسمت میں راہ راست پر آنا لکھا گیا ہے وہ راہ راست پر آجاوینگے ہاں بدبخت ازلی اپنے ارادہ سے تو راہ راست پر آنے والے نہیں اور انکو مجبور کر کے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کے آزمانے کے لئے پیدا کی گئی ہے مجبوری میں وہ آزمائش باقی نہیں رہتی۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○

اور جسدن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقہ میں ایک بتانے والا پھر حکم نملے منکروں کو اور نہ انسے توبہ مانگے

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

اور جب دیکھینگے بے انصاف مار پھر ہلکے نہ ہوں انسے اور نہ انکو ڈھیل ملے اور جب دیکھینگے شریک ٹھہرانیوالے

شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ

اپنے شریکوں کو بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جنکو ہم پکارتے تھے تیرے سوا تب وہ انپر ڈالیں بات

منزل ۳

إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

کہ تم جھوٹے ہو اور آپڑین اللہ کے آگے اسدن عاجز ہوکر اور بھول جاوے انکو جو جھوٹ باندہتے تھے

اللہ پاک نے مشرکون کے نتیجے جو قیامت کے دن ہونگے انکو ان آیتون میں بیان فرمایا کہ ہر ایک امت کا گواہ اور سرونشان
امت کا پیغمبر کہڑا ہوکر اس بات کی گواہی دیگا کہ جو پیغام خدا کی طرف سے انکے پاس پہونچایا گیا اسکا کیا جواب ان لوگون نے
دیا کس کس نے انکی رسالت کی تصدیق کی اور کس کس نے اللہ کے رسولون کو جھٹلایا اگرچہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے لیکن
اسنے مخلوق کے حساب کتاب کا دار و مدار اپنے علم پر نہیں رکھا ہی جسطرح دنیا بین انسان کی عادت جاری ہے کہ ہر ایک مقدمہ
مین گواہ پیش ہوکر فیصلہ ہوا کرتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی گواہون کی شہادت سنکر فیصلہ کیا جائے گا۔ غرضکہ جسوقت انبیا
اور رسول ہر ہر امت کے خدا کے روبرو انکی گواہی دین گے اور مشرک لوگ جب اس گواہی کو نہ مانین گے تو مشرکون کے اعضا
سے گواہی دلوائی جاویگی پہران مشرکون کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا اور نہ انکو زبان کھولنے کی اجازت ملے گی۔ پہر مشرکین
اور کفار جنہون نے خدا کی نافرمانی کرکرکے دنیا مین اپنی جان پر ظلم کیا تھا جہنم کے عذاب کو دیکھین گے اور انپر عذاب ہونے
لگے گا تو پہر اس میں کمی نہیں کیجائے گی دم لینے کی بھی مہلت نہیں ملیگی اور جس وقت مشرکین اپنے اون معبودون کو دیکھین
گے جنہین دنیا میں وہ پوجتے تھے اور خدا کا شریک ٹہراتے تھے تو کہنے لگن گے کہ اے رب یہی ہمارے وہ شریک ہین جنہین
ہم تیرے سوا دنیا میں پوجتے تھے اور پکارتے تھے انہیں کی نسبت ہمارا یہ خیال تھا کہ انکے سبب سے ہمین تیری قربت حاصل
ہوگی اور انہین کی نسبت ہمارا یہ اعتقاد تھا کہ تیرے دربار مین یہ ہماری شفاعت کرین گے مشرکون کی یہ باتین سنکر
انکے وہ معبود جلدی سے انکے قول کو جھٹلا دین گے کہ تم محض جھوٹے ہو تم نے ہرگز ہماری عبادت نہیں کی تم تو اپنی
خواہش نفسانی کے پیرو تھے تمہارا نفس جو کچھ تمہیں سکھلاتا تھا وہی کرتے تھے۔ یہان شہید کے معنے گواہ کے ہین تفسیر
ابن ابی حاتم میں قتادہ کا قول ہے کہ ہر ایک امت کی حالت پر یہ رسولون کی گواہی اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوگی کہ انہون
نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی امتون کو پہونچا دیا۔ مسند امام احمد صحیح بخاری نسائی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے سورۃ الاعراف
مین ابو سعید خدری کی حدیث گزر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جن امتون نے دنیا میں اپنے رسولوں کی نافرمانی کی ہے قیامت
کے دن اللہ تعالیٰ ان امتون کے رسولون سے پوچھے گا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام اپنی امتون کو پہونچا دئے تھے اللہ تعالیٰ
کے رسول جواب دیوین گے یا اللہ تجھے خوب معلوم ہی کہ ہمنے ان لوگونکو تیرے سب احکام پہونچا دئے تھے۔ اس حدیث
سے قتادہ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اسلئے قتادہ کا قول اور یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ویوم نبعث من کل امۃ شہیداً
کی تفسیر ہے صحیح بخاری میں سعید بن جبیر سے روایۃ ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ نافع بن ازرق نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے
پوچھا تھا کہ قرآن شریف میں کہیں تو یہ ہے کہ مشرکون کو قیامت کے دن بات کہنے اور کسی عذر کے پیش کرنے کا حکم نہ ہوگا
اور کہیں یہ ہی کہ مشرک لوگ قسمین کھا کھا کر اللہ تعالیٰ کے روبرو شرک کا انکار کرین گے اس اختلاف کا کیا سبب ہی حضرت

منزل ۳

عبداللہ بن عباسؓ نے اسکا جو جواب دیا اسکا حاصل یہ ہے کہ قیامت پچاس ہزار برس کا دن ہے اس میں یہ مشرک لوگ پہلے پہل تو شرک سے انکار رسولوں کا جھٹلانا سب کچھ کرینگے پھر آخر کو انکے منہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاکر انکے ہاتھ پیروں سے گواہی لیجاویگی اسکے بعد انکو جھوٹ بولنے اور کسی جھوٹے عذر کے پیش کرنے کا موقع باقی نہ رہے گا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد صحیح ابن حبان اور مسند ابی یعلی میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جب مشرک لوگ اپنے اسلام کا جھوٹا دعوی کرینگے تو انکے منہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاکر انکے اعضا سے اصل حال کی گواہی ادا کرائی جاویگی تاکہ انکا جھوٹ اچھی طرح کھل جاوے اور یہ لوگ پورے قائل ہو جاویں۔ ان حدیثوں سے عبداللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول اور یہ حدیثیں آیتہ کے ٹکڑے ثم لا یؤذن للذین کفروا ولا ہم یستعتبون کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیتہ کے اس ٹکڑے میں مشرکوں کی ایک خاص حالت کا ذکر ہے دوزخیوں کی جلی ہوئی کھال کے گھڑی گھڑی بدلے جانے کا ذکر مشرکوں کے جھوٹے معبودوں کا اپنے پوجنے والوں سے بیزار ہونے کا ذکر۔ مشرکوں کے شرک سے پچتانے کا ذکر یہ سب اوپر گزر چکا ہے وہی باقی آیتوں کی تفسیر ہے +

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ۝

جو منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے انکو ہمنے بڑہائی مار پر مار بدلا اسکا جو شرارت کرتے تھے

منزل ۳

علماء مفسرین نے اس میں بڑا اختلاف کیا ہے کہ وہ عذاب پر عذاب جو زیادہ دیا جاویگا جس کا ذکر اس آیتہ میں ہے وہ کس قسم کا عذاب ہوگا لیکن اوپر حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث صحیح مسلم کی روایت سے بیان ہو چکی ہے کہ جو کوئی شخص کوئی راستہ نیک نکالے تو اس نیک راستہ پر جتنے لوگ دنیا میں عمل کرینگے جس قدر اجران عمل کرنے والوں کو ملے گا اوتنا ہی اجر نیک راستہ نکالنے والوں کو ملے گا اسی طرح جو کوئی شخص دنیا میں کوئی برا طریقہ ایجاد کریگا تو جس قدر لوگ اس برے طریقہ پر چلیں گے جتنا عذاب انکو ہوگا اتنا ہی عذاب برا رستہ نکالنے والے پر ہوگا۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ ہر نیکی اور بدی کا ثواب و عذاب اللہ کی بارگاہ میں مقرر ہے اس صورت میں آیتہ کی تفسیر میں اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ اس صحیح مسلم کی حدیث کی بنا پر سیدھے تفسیر آیتہ کے یہ ہیں کہ جو کوئی خود برا کام کریگا اسکو جو سزا اس برے کام کی مقرر ہے وہ ملیگی اور جو کوئی برا کام کرکے دوسرے شخص کو کسی نیک کام سے روکے گا اور باز رکھے گا اس باز رہنے والے شخص کو جو سزا ہوگی اسی قدر اس باز رکھنے والے کو بھی ہوگی مثلاً زید نے فرض نماز ترک کردی تو تارک الصلوۃ کی سزا زید کو ہوگی اور خالد نے خود فرض نماز چھوڑ دی اور حامد کو بہکا کر اوسکا روزہ چھوڑوا دیا تو خالد کو تارک الصلوۃ اور تارک صوم دونوں شخصوں کی سزا ہوگی اور حامد کو فقط تارک صوم کی جو سزا ہے وہی ہوگی صحیح مسلم میں سمرہؓ بن جندب سے روایتہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ بعضے لوگوں کو ٹخنوں تک جلاویگی اور بعضوں کو گھٹنوں تک اور

بعضون کو کمر تک اور بعضون کو گردن تک سوا اسکے اور صحیح حدیثون میں ہی جنکا حاصل یہ ہی کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے درجے ہیں اور یہ درجہ ہر نیکی اور بدی کی جزا و سزا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خود بہکنا اور دوسرونکو بہکانا یہ دو گناہ ہیں دونوں گناہونکے گنہگارونکو دوہری سزا دیجاویگی اور اس دوہری سزا کے مناسب حال دوزخ کے درجہ میں ایسے لوگونکو رکھا جاویگا۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ

اور جسدن کھڑا کردینگے ہر فرقے میں ایک بتانے والا انپر انہین مین کا اور تجکو لاوینگے بتانے کو ان لوگوں پر

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝

اور اتاری ہمنے تجھپر کتاب بیورا ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ اور مہر اور خوشخبری حکم بردارون کو

اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیۃ میں خطاب کرکے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر امت کے رسول اس امت کی حالت کی گواہی دینگے اور جب وہ امتین اپنے رسولون کو جھٹلاوینگی تو اے رسول اللہ کے تم سے ان رسولون کے بیان کی صداقت کرائی جاویگی کیونکہ قرآن میں یہ سب صداقت موجود ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے ابو سعید خدری رضی کی حدیث جو اوپر گذری اوس میں یہ ہے کہ قیامت کے دن نوح علیہ السلام سے پوچھا جائیگا کہ آپ نے رسالت کی تبلیغ کی تھی نوح علیہ السلام کہیں گے کہ ہان اے رب ہمارے ہمنے تبلیغ کی تھی پھر آنکی امت سے سوال کیا جائیگا کہ تمہارے پاس نوح علیہ السلام نے پیغام پہونچایا تھا وہ لوگ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی پیغمبر ڈرانیوالا نہیں پہونچا پھر نوح علیہ السلام سے پوچھا جائیگا کہ تمہارا کوئی گواہ ہی وہ فرماوینگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آنکی امت گواہ ہے غرضکہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلائی جائیگی اور وہ آنکی صداقت کی گواہی دیگی کہ نوح علیہ السلام نے انکے پاس پیغام پہونچایا تھا جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ غرضکہ اسی طرح ہر ایک رسول سے سوال کیا جائیگا اور وہ اپنی امت کے گواہ ہونگے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آنکی امت عام لوگون کے گواہ ہونگے کسی فرقہ اور کسی قوم اور کسی شہر والون کے ساتھ یہ بات خاص نہ ہوگی۔ پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ اللہ نے وہ کتاب اتاری ہے جو ساری باتین کھول کھولکر بیان کرتی ہے اسی واسطے اس میں پہلے رسولون کے بیان کی صداقت موجود ہے اور جو لوگ فرمانبردار ہیں ان کو یہ کتاب نجات کا رستہ بتاتی ہے اور جو اسپر عمل کرتے ہیں آنکے لئے یہ کتاب اللہ کی رحمت اور جنت کی خوشخبری ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہی بیحیائی کو اور

الْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

نا معقول کام کو اور سرکشی کو تم کو سمجھاتا ہی شاید تم یاد رکھو

مفسرین کے قول عدل و احسان کے متعلق مختلف ہیں بعضون نے کہا ہی کہ عدل کلمہ طیبہ یعنے لا الہ الا اللہ کی شہادت

ع ۱۵

منزل ۳

ہے اور احسان فرائض کا ادا کرنا ہی حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی ایک روایۃ میں یوں ہی ہے اور دوسری روایۃ
میں یوں ہی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا یہ عدل ہی اور خدا کی عبادت یوں کرنا کہ عبادت کرنے والا گویا خدا کو دیکھ
رہا ہی یہ حسن عبادت ہی اسی کو احسان فرمایا ہی عدل کے معنے انصاف کے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی سب
ضرورت کی چیزون کو پیدا کیا اس لئے اللہ کی تعظیم میں کسی کو شریک نہ کرنا عین انصاف اور شریک کرنا بڑی ناانصافی
ہے حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق یہان عدل کے یہہ معنے مناسب ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے
عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں شرک سے
بڑھکر کوئی گناہ نہیں اس حدیث سے عبداللہ بن عباس کے قول کی پوری تایید ہوتی ہے صحیح مسلم مین حضرت عمر بن
خطاب کی روایۃ سے ایک حدیث ہے جسکا ایک ٹکڑا یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی عبادت اس طرح
کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہی اس حدیث سے احسان کی صحیح تفسیر وہی ہی
جو حضرت عبداللہ بن عباس کے ایک قول کے موافق اوپر گذری پھر اللہ پاک نے عدل واحسان کے بعد قرابت دارون کے
ساتھ صلہ رحمی کا حکم فرمایا کہ اون کو دیتے لیتے رہو اگر خدا کا فضل تمہارے شامل حال ہو اور تمہین مقدور ہو تو روپے پیسے
سے آنکی مدد کرو اگر تم آپ بھوک کے محتاج ہو تو میل ملاپ محبت مروت کی ہمدردی آنکے ساتھ کرتے رہو پھر اللہ پاک نے
نیک خصلتون کے اختیار کرنے کا حکم فرما کر برے اخلاق سے منع فرمایا کہ فحش باتون سے بچتے رہو حضرت عبداللہ بن عباس
نے فحشا کی تفسیر میں بیان فرمایا ہی کہ مراد اس سے زنا ہے کیونکہ انسان میں جو جو بری خصلتین ہوتی ہیں اون سب میں زیادہ
قبیح یہی زنا ہی اور بعضون نے اسکی تفسیر عام رکھی ہے کہ ہر فعل و قول جو انسان کے نزدیک مذموم ہو خواہ زنا ہو خواہ
کچھ ہی ہو یہی فحشا ہی معتبر روایتون میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا کے مقابلہ مین فحشا کا لفظ استعمال فرمایا ہے
جس سے پچھلے معنے کی پوری تایید ہوتی ہے منکر کی تفسیر بعضون نے یہ بیان کی ہے کہ جو بات شریعت خدا اور سنت
رسول اللہ میں نہ پائی جاوے وہ منکر ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس شرک و کفر کو منکر فرماتے ہیں تیسری چیز جس سے
بچنے کو اللہ پاک نے فرمادیا وہ سرکشی ہے معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ نے ابی بکرہ سے روایت کی ہے کہ سرکشی اور قطع
رحم بڑا گناہ ہے جس کے گناہ گار کو دنیا میں جلدی عذاب کیا جاتا ہے عبداللہ بن مسعود اس آیت کے متعلق یہ بیان فرماتے
تھے کہ قرآن مجید میں اس سے زیادہ جامع کوئی آیۃ نہیں ہے معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن
عباس سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قرابتدارون کے ساتھ سلوک کرنے سے آدمی کے
رزق و عمر میں ترقی ہوتی ہے صلہ رحمی کی فضیلت کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے یعظکم لعلکم تذکرون اس کا مطلب یہ ہی
کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں جو نصیحت فرمائی ہے وہ ہر ایمان دار شخص کو یاد رکھنی چاہیئے بغی سے مطلب احکام الٰہی سے
سرکشی کرنے کے ہیں جس طرح مشرکین مکہ اللہ کے رسول کی مخالفت اور احکام الٰہی کی تعمیل میں سرکشی کرتے تھے۔

منزل ۳

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ

اور پورا کرو قرار اللہ کا جب آپس میں قرار دو اور نہ توڑو قسمیں پکی کیے پیچھے اور کر چکے اللہ کو

عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ

اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو کرتے ہو اور نہ ہو جیسی وہ عورت کہ توڑا اسنے اپنا سوت کاتا

قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ

محنت کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے کہ ٹھیراؤ اپنی قسمیں ٹھیٹے کا بہانہ ایک دوسرے میں اسواسطے کہ ایک فرقہ ہو کہ زیادہ چڑھ رہا ہو

اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

دوسرے سے یہ تو اللہ پرکھتا ہے تمکو اس سے اور آگے کھولے گا اللہ تمکو قیامت کے دن جس بات میں تم پھوٹ رہے تھے

اوپر کی آیت میں جن احکام کا ذکر تھا اوس میں سے ایفائے عہد کو اللہ جل شانہ نے خاص طور پر علیحدہ بیان فرمایا اور یہ عہد عام ہے خواہ بیعت کا عہد ہو خواہ کوئی اور عہد ہو غرض انسان رات دن اپنے معاملات دینی یا دنیاوی میں جو قول وقرار کیا کرتا ہے اس کے خلاف کرنے کو منع فرمایا کہ جب تم کسی بات کا عہد کرو تو اسکو پورا کرو اور اگر کسی بات پر قسم کھاؤ تو اسکو توڑو نہیں اور خاصکر اس صورت میں جب کئی بار قسمیں کھائی ہوں کیونکہ تاکیدی قسم کے توڑنے کا گناہ معمولی قسم کے توڑنے سے بڑھکر ہے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی بات پر قسم کھائی اور پھر دوسری بات کو اس سے بہتر دیکھا تو وہ کام کرے جو پہلے کام سے بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ دیدے کیونکہ اللہ جل شانہ دوسری جگہ بیان فرماتا ہے لایواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں ناکارہ قسموں پر نہیں پکڑتا پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ عہد کرکے تم نے خدا کو اپنا ضامن بنایا ہے تو اوسے تمہارے افعال کی پوری خبر ہے وہ تمہارے قول و قرار کے انجام کو خوب جانتا ہے کہ تم نے اپنے قول وقرار پورے کیے ہیں یا عہد شکنی کی ہے رات دن تم جو جو کام کیا کرتے ہو اوسے سب معلوم ہیں اسکے موافق وہ تم کو جزا و سزا دیگا اسکے بعد اللہ پاک نے اس عورت کی مثال بیان فرمائی جو سوت کات کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی فرمایا کہ اون لوگوں کی مثال جو عہد مضبوط کر لیتے ہیں اور پھر اسپر قائم نہیں رہتے بعینہ اس عورت کی مثال ہے کہ سوت کات کات کر جمع کرتی اور جب اوس سے نفع اٹھانے کا وقت آیا تو اس کو ٹکڑے کر دیا حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ سعیدہ اسدیہ سوت بال اور چھال جمع کیا کرتی تھی اور اسکو کتواتی اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینکتی تھی یہ آیۃ اسکی شان میں اتری ہے۔ امت سے مراد جماعت ہے اور اربی سے مراد اکثر ہے مطلب یہ ہے عرب آپس میں دوستی کا عہد کرتے ہیں اور پھر صاحب عہد قبیلہ کے علاوہ کسی اور قبیلہ کو زور آور دیکھتے ہیں تو پہلے قبیلہ کے عہد کو توڑ کر دوسرے زور آور قبیلہ کے طرفدار بن جاتے ہیں اسی کو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اللہ کو سب چیزیں معلوم ہیں وہ عہد کے پورا کرنے کا حکم دیکر اسکی تعمیل کو آزماتا ہے اور قیامت کے دن بدعہدی کے گناہ تمہیں جتلائے جاوینگے اور حق و ناحق علیحدہ علیحدہ

کردیا جاویگا اور اُسی کے موافق جزا و سزا کی جاویگی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہر طرح کی بدعہدی کرنے والون کے نام کا ایک جھنڈا قیامت کے دن کھڑا کیا جاویگا اور بدعہد لوگونکو اُس جھنڈے کے نیچے جمع کیا جاکر تمام مخلوق کے روبرو رسوا کرنے کے لئے کہا جاویگا کہ یہ لوگ طرح طرح کی بدعہدی کرنے والے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعہدی کو منافق کی نشانی فرمایا ہی صحیح بخاری ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ایک روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی قسم کو کبیرہ گناہ فرمایا ہی۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم صحیح ابن حبان اور طبرانی کبیر میں عبداللہ بن مسعود اور حارث بن البرصا سے جو روایتین ہیں انکا حاصل یہ ہی کہ جھوٹی قسم کا کفارہ نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی قسم کا گناہ بغیر توبہ کے فقط کفارہ سے معاف نہیں ہوتا۔ بدعہدی اور جھوٹی قسم کا جو خمیازہ آدمی کو بھگتنا پڑے گا اُسکا حال ان حدیثون سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے اسواسطے یہ حدیثین ان دونو آیتون کی گویا تفسیر ہیں۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ
اور اللہ چاہتا تو تم سبکو ایک ہی فرقہ کرتا لیکن بہکاتا ہے جسکو چاہے اور سوجھاتا ہے جسکو چاہے اور تم سے پوچھ ہونی
تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ
جو کام تم کرتے تھے اور نہ ٹھیراؤ اپنی قسمین رکھنے کا بہانہ ایک دوسرے سے کہ ڈگ نہ جاوے کسی کا پاؤن جمے پیچھے اور تم چکھو سزا اسپر کہ تم روکا
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ
اللہ کی راہ سے اور تم کو بڑی مار ہو اور نہ لو اللہ کے قرار پر مول تھوڑا بیشک اللہ کے یہان ہے وہی
خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ
بہتر ہے تمکو اگر تم جانتے ہو جو تم پاس ہے نبڑ جاویگا اور اللہ پاس ہے سو رہتا ہے اور ہم بدلے دینگے
صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
دیو ینگے ٹھہرنیوالونکو اُنکو حق اُنکا بہتر کامون پر جو کرتے تھے

منزل ۳

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ اگر اللہ جل شانہ چاہتا تو سارے جہان کے لوگون کو ایک ہی فرقہ بنا دیتا کوئی کسی کا مخالف نہ ہوتا اور بدعہدی اور جھوٹی قسم کھانے کا موقع پیش نہ آتا مگر اُسکی مشیت اسکو مقتضی نہ ہوئی اسی بات مین اُسکی حکمت تھی کہ متعدد طریقے قائم ہون اور وہ جسکو چاہے راہ راست پر اُنکی توفیق ندے اور جسے چاہے ہدایت دے اور پھر قیامت کے دن سارے لوگون سے اُنکے اعمال کی پرسش کرنے کہ تم نے کیا بھلائی کی اور کیا برائی کی پھر اس کے بعد اللہ پاک نے اس بات کا ذکر کیا اور تاکید کی کہ تم قسم کھا کر اور قول و قرار کرکے پھرو نہیں اس میں بہت بڑی خرابی ہمارے لئے بھی ہی اور خدا کے دین میں بھی خلل آتا ہی تمہاری عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے اور لوگ جو دین اسلام مین آنا چاہتے

ہیں وہ بدظن ہو جائیں گے اور تمہارے قدم جمے ہوئے بھی اوکھڑ جائیں گے اور جب تمہارے قدم اوکھڑے اور دوسرے
لوگ تمہارے دین میں نہ داخل ہوئے تو بے شبہ تمہاری قوت گھٹ جائے گی اور تمہیں ذلت نصیب ہوگی علاوہ اس کے
آخرت میں تمہیں اس کردار کی سزا میں عذاب کا سامنا ہوگا یہاں قسم سے مطلب وہ بیعت اسلام ہے جو اسلام لانے
کے وقت لوگوں سے لیجاتی تھی - اس بیعت میں اسلام پر قائم رہنے کا مضبوط عہد لیا جاتا تھا اسلئے اسکو قسم کھانا فرمایا
پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا اور جتلایا کہ لالچ میں آکر اور دنیا کے مال فانی کی حرص میں اگر خدا کے عہد کو توڑ ڈالو گے تو تمہارے
حق میں بہتر نہ ہوگا دنیا کا مال اگرچہ کتنا ہی کثیر ہو اور کتنا ہی بیش بہا ہو مگر دنیا ہمیشہ کے لئے نہیں ہے اور نہ ہمیشہ اس کو
بقا ہے اس لئے جو چیزیں اسکی ہیں وہ بھی پائدار نہیں اور اگر خدا کے عہد پر جمے رہو گے تو اس کا بدلہ آخرت میں جو کچھ تمہیں ملیگا
وہ تمام دنیا کی دولت سے بدرجہا بہتر اور برتر ہے کیونکہ ہمیشہ کے لئے اسکو قیام ہے اور دائمی چیز اگر قلیل بھی ہو تو اس
فانی چیز سے جو کثیر ہو کہیں بہتر سمجھی جاتی ہے تم اسبات کو جانتے نہیں ہو اگر تمہیں اتنا علم ہو جائے تو آخرت کے انعام پر دنیا
کی فانی دولت کو ہرگز ترجیح نہ دو - پھر یہ فرمایا کہ تم جس طرح ناپید ہونے والے ہو اسی طرح تمہارے پاس کی چیزیں بھی ناپید ہونیوالی
ہیں اور خداوند عالم جس طرح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا اسیطرح اسکے پاس کی چیزیں بھی دائم البقا ہیں پھر صبر کرنے والونکو
بشارت دی کہ صابرین کو ایسا اچھا بدلہ ملیگا جس طرح انھوں نے اپنے نفسوں پر جبر کرکے صبر کیا ہے اسی طرح اللہ پاک نے نہیں
جزا بھی دیگا ایک عمل کا دس گنا سے لیکر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بدلہ ملیگا - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت
علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے
نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام
کریں گے اور کتنے دوزخ میں جانے کے قابل اب ہر شخص کو وہی کام اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں جو دنیا میں پیدا ہونے کے
بعد علم الٰہی کے موافق وہ شخص کرنے والا تھا - یہ حدیث یضل من یشاء و یہدی من یشاء کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ جو لوگ علم الٰہی میں نیک قرار پا چکے ہیں وہ نیک کاموں کا ارادہ بھی کرتے ہیں اور نیک کام انکو اچھے اور آسان بھی نظر
آتے ہیں اور انکے ارادہ کے پورے ہو جانے کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو جاتی ہے اور جو لوگ علم الٰہی میں بد قرار
پا چکے ہیں وہ خود تو نیک کام کا ارادہ نہیں کرتے اور زبردستی انکے دل میں نیک کام کے ارادہ کا پیدا کر دینا انتظام الٰہی
کے برخلاف ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے کسی کو زبردستی راہ راست پر لانے کے لئے نہیں پیدا
کی گئی معتبر سند سے ابی برزہؓ اور معاذ بن جبلؓ کی روایتیں ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکی ہیں
کہ قیامت کے دن چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر دنیا میں کیا کیا
(۲) جوانی کن کاموں میں گزاری (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں خرچ کیا (۴) دین کی نصیحت پر کیا عمل کیا یہ روایتیں
و لتسئلن عما کنتم تعملون کی گویا تفسیر ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ عہد شکنی قسم کا توڑنا جھوٹی قسم کا کھانا غرض عمر بھر جو کچھ

آدمی نے کیا ہے ان چار سوالون کے جواب مین وہ سب کہل جاویگا اور پہر اُسی کے موافق سزا ہوگی - اچھی حالت سے کوئی شخص بری حالت مین آجاوسے تو ایسے موقع پر عرب لوگ زلت قدمہ بولتے ہین - آیۃ مین اس محاورہ کا مطلب یہ ہی کہ اسلام پر قائم رہنے کا عہد کرکے جو شخص اُس عہد سے پہر گیا تو گویا ایک اچھے موقع سے اُسکے پاؤن اکھڑ گئے - پاؤن ڈگ جانے اور پاؤن اکھڑ جانے کا ایک مطلب ہی - صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رضی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ دنیا مین جو شخص کوئی ایسا برا طریقہ نکالے گا جس سے لوگ بہکین گے تو ایسے لوگون کو بہکنے کا جدا عذاب ہوگا اور انھون نے برا طریقہ نکالکر اور لوگون کو جو بہکایا اُسکا عذاب پہر جدا ہوگا یہ حدیث ولکم عذاب عظیم کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ ان لوگون نے اسلام پر قائم رہنے کے عہد کو جو توڑا اُسکا عذاب پہر جدا ہوگا اور انکی بدعہدی کے دیکھا دیکھی جو لوگ اسلام کی طرف سے بدگمان ہونگے اور اُس بدگمانی کے سبب سے دائرہ اسلام مین داخل ہونے سے رُک جاوین گے اسکا عذاب ان لوگون پر جدا ہوگا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس رضی بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی جگہ مین گھوڑے کا سوار اپنا کوڑا رکھتا ہی جنت مین کی اتنی سی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے یہ حدیث انما عند اللہ ہو خیر لکم ان کنتم تعلمون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ جس شخص نے دنیا کے کسی لالچ کے سبب سے اپنی عقبیٰ کو بگاڑا اگر وہ سمجھے تو ایسا شخص بڑے ٹوٹے مین رہا - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید رضی خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ موت کو ذبح کیا جاکر جنتی اور دوزخیون کو ہمیشہ کے لئے جنت اور دوزخ مین رہنے کا حکم سنایا جاویگا - یہ حدیث ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہے سبکی آنکھون کے سامنے اُسکو قیام نہیں اور عقبیٰ مین جو کچھ ہوگا اُسکو ہمیشگی ہے - طبرانی کبیر مین حضرت عبداللہ رضی بن عباس سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب شرع کی تکلیفون اور تنگدستی پر صبر کرنے والون کو بے حساب بدلہ دیا جائے گا تو اور لوگ یہ کہوین گے کہ دنیا مین انکی بوٹیان کوئی قینچی سے کاٹتا اور وہ صبر کرتے تو آج انکو بھی بڑا بدلہ ملتا - آخر آیۃ مین صبر کے اجر کا جو ذکر مختصر طور پر ہے یہ حدیث گویا اوس کی تفسیر ہے - اس حدیث کی سند مین ایک راوی مجاعۃ بن الزبیر ہے جسکو بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام احمد نے اُسکو نا قابل اعتراض کہا ہے -

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جسنے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ یقین پر ہی تو اُسکو ہم جلا دینگے ایک اچھی زندگی اور بدلے مین دینگے اُنکو حق انکا بہتر کامون پر جو کرتے تھے

اس آیۃ مین اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ جو شخص اسلام کے عہد پر قائم رہے گا اور نیک عمل کریگا خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت تو اُسکو دنیا مین بھی بھلائی ہے اور آخرت مین بھی دنیا مین اُسکی چین سے کٹے گی اور آخرت مین اُسکے عمل کا بہتر سے بہتر بدلہ ملیگا - مطلب یہ ہی کہ جو شخص مطابق شریعت کے عمل کریگا اُسکے لئے دنیا اور دین کا یہ اجر ہے - حیات طیبہ مین مفسرین کا اختلاف ہے - حضرت عبداللہ رضی بن عباس نے اسکی تفسیر مین یون کہا ہے کہ مراد حیات طیبہ سے رزق حلال

ہے جو دنیا میں نیک عمل کرنے والے مومن کو عطا ہوتا رہے گا اور حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اسکی تفسیر قناعت کے ساتھ کی ہے۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں عبد اللہؓ بن عمر کی ایک حدیث ہے کہ وہ شخص بامراد ہے جو مسلمان ہوگیا اور جو حالی قوت لایموت اسے ملیگا۔ آپ نے اسپر اسے قناعت کی اس حدیث سے حضرت عبد اللہؓ بن عباس اور حضرت علیؓ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیبؓ رومی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کی زندگی ہر حالت میں اچھی ہے کیونکہ اسکو اللہ تعالیٰ نے اگر کچھ خوش حالی دی تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر کچھ تنگدستی ہوئی تو صبر کرتا ہے صحیح مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کے نیک عملوں کا بدلہ اسکو دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسکو اجر ملے گا اور نافرمان لوگوں کے نیک عملوں کا بدلہ دنیا میں ہی ملجاتا ہے۔ اجر کے قابل انکی کوئی نیکی آخرت میں باقی نہیں رکھی جاتی۔ صحیح بخاری و مسلم میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ ایماندار شخص کے نیک عمل کا اجر آخرت میں دس گونہ سے لیکر سات سو تک اور بعض نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ ملے گا۔ آیت میں ایماندار شخص کی دنیا کی اچھی زندگی اور عقبیٰ کے بہتر بدلہ کا جو ذکر ہے ان حدیثوں کو اسکی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایماندار شخص کی زندگی ہر حال میں اچھی ہے کیونکہ اسکی خوشحالی کی زندگی شکر گزاری کی ہے اور تنگدستی کی زندگی صبر و قناعت کی اور عقبیٰ میں اسکی شکر گزاری اور صبر و قناعت کا اور اسی طرح باقی کی نیکیوں کا اجر دس گونہ سے لیکر سات سو تک اور بعضی نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ ملے گا آیت میں وھو مومن جو فرمایا اس کی یہ تفسیر انسؓ بن مالک کی اوپر کی حدیث سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ عقبیٰ کے اجر کے لئے ایمانداری کی شرط ضروری ہے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى

سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے اسکا زور نہیں چلتا انپر جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝

رب پر بھروسا کرتے ہیں اسکا زور انہیں پر ہے جو اسکو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اس کو شریک ٹھیراتے ہیں

اس آیت میں اللہ پاک نے یہ حکم فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے لگو تو پہلے خدا کے نام کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگ لو علماء کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا ہی پر ہر ایک کام میں اپنا بھروسہ اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں شیطان کا اونپر کوئی قابو نہیں چلتا اور جن لوگوں نے شیطان کو اپنا رفیق ٹھہرا لیا ہے اور ہر ایک کام میں اسکو شریک ٹھہراتے ہیں اونہیں پر شیطان کا زور بھی چلتا ہے اور وہ انہیں کے دلمیں وسوسہ ڈال ڈالکر گمراہ کرتا رہتا ہے یہاں اس بات کا اختلاف ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم قرأت کے پہلے ہونا چاہیے یا بعد میں اکثر صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور ائمہ و فقہا کا مذہب یہ ہے کہ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

نزول ۳

ع ۱۳
۱۹

کہنا چاہیئے اور یہی مذہب صحیح ہے۔ تلاوت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کا کہنا اسی بنا پر مستحب معلوم ہوتا ہے کہ شیطان تلاوت کے وقت دل میں وسوسہ نہ ڈالے۔ صحیح مسلم میں عثمانؓ بن ابی العاص سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ نماز اور تلاوت قرآن کے وقت شیطان اُن کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالکر پریشان کرتا ہے نہ دل لگاکر نماز پڑھنے دیتا ہے نہ قرآن کی تلاوت کرنے دیتا ہے آپ نے فرمایا نماز اور تلاوت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کرو۔ عثمانؓ بن ابی العاص فرماتے ہیں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے کہہ لینے سے پھر نماز اور تلاوت قرآن کے وقت میری وہ شکایت جاتی رہی اس حدیث کو پہلی دونوں آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ذکر آلہی سے پہلے جو ایمان دار لوگ اللہ پر بھروسہ رکھکر شیطانی وسوسہ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیدیتے ہیں اُنپر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔ معتبر سند سے حارثؓ اشعری کی حدیث ایک جگہ ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیطان کے قابو سے بچنے کے لئے ذکر آلہی بہت بڑی چیز ہے اس حدیث کو آخری آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرک لوگ خالص لکے ذکر آلہی کے منکر ہوتے ہیں اس لئے وہ ہر وقت شیطان کے پھندے میں گرفتار رہتے ہیں اور شیطان اُن کا ہر وقت کا رفیق بنا رہتا ہے۔

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ منزل ۳

اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اُتارتا ہے تو کہتے ہیں تو تو بنا لاتا ہے یونہی پر اُن بہتوں کو خبر نہیں

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝

تو کہہ اسکو اُتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق تا ثابت کرے ایمان والوں کو اور راہ کی سوجھ اور خوشخبری مسلمانوں کو

جب اللہ پاک کسی آیۃ کو منسوخ فرما دیتا اور اسکی جگہ دوسری آیۃ نازل فرماتا تو مشرکین مکہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآن اپنے جی سے بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ لوگ قرآن کے نازل ہونے کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں قرآن مجید کی ایک ایک آیۃ معجزہ ہے اللہ پاک ہی کو اُسکا علم ہے وہی جانتا ہے کہ کونسا حکم اسوقت کے لئے مناسب ہے اور پھر دوسرے وقت کی مصلحت کے لحاظ سے کونسا حکم ہونا چاہیئے پھر فرمایا کہ ان کافروں سے کہدو کہ ساری آیتیں قرآن پاک کی جبریل علیہ السلام اللہ جل شانہ کے پاس سے لاتے ہیں اس میں کوئی ناسخ ہو خواہ کوئی منسوخ سب اسی پاک پروردگار عالم کی طرف سے ہیں جو لوگ صاحب ایمان ہیں خدا و رسول پر اُنکا پکا عقیدہ ہے وہ ہر ایک آیۃ پر ثابت قدم ہیں اور جانتے ہیں کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے پیغمبر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جیسا پیغام آتا ہے یہ اُسکو پہونچا دیتے ہیں اگر قرآن انکا کلام ہوتا تو اپنے قول کا اعتبار بڑھانے کے لئے پہلے قول کو دوسرے قول سے خود یہ کبھی نہ بدلتے اس ثابت قدمی کے سبب سے یہ صاحب ایمان لوگ روز بروز

ہدایت پاتے رہتے ہیں اور نئی آیتوں سے نئی نئی بشارت آنکو آخرت کے واسطے پہونچتی رہتی ہے۔ پہلا حکم دوسرے حکم سے بدل جاوے تو پہلے حکم منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں۔ تمام قرآن شریف میں پانچ آیتیں منسوخ ہیں جنکی تفصیل اس تفسیر کے مقدمہ میں بیان کردی گئی ہے۔ ناسخ منسوخ کی زیادہ تفصیل سورۃ البقر میں گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث بھی سورہ البقر میں گزر چکی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں مدینہ میں ہم صحابہ لوگ سورہ براۃ کی برابر ایک سورۃ پڑھا کرتے تھے مگر اب وہ یاد نہیں رہی۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کے مکی حصہ میں ناسخ منسوخ کی فقط یہی ایک صورت تھی کہ پہلے حکم سے دوسرا حکم بدل گیا۔ مثلاً سورۃ مزمل کی اول کی آیتوں میں تہجد کی نماز کا فرضیت کا حکم ہو کر اس سورہ کی آخر کی آیتیں نازل ہوئیں جن سے پہلا حکم جاتا رہا ہی واسطے ان مکی آیتوں میں ناسخ منسوخ کی اوسی ایک سورۃ کا ذکر فرمایا ہے ہاں قرآن شریف کے مدنی حصہ میں منسوخ آیتوں کی یہ صورت بھی پیش آئی ہے جس کا ذکر ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں ہے اس لئے سورہ بقر مدنی سورۃ میں او ننسہا فرما کر اوسکا ذکر بھی کردیا جسکا مطلب یہ ہے کہ بعض آیتیں بغیر کسی بدلہ کے لوگوں کے دل سے اٹھ جاتی ہیں یہ بھی منسوخ کی ایک صورت ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ

اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اسکو تو سکھاتا ہے آدمی جسپر تعریض کرتے ہیں اسکی زبان ہے اوپری

وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝

اور یہ زبان عربی ہے صاف

یہاں مشرکین مکہ کا دوسرا اعتراض قرآن کی نسبت اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کچھ اللہ کا کلام نہیں بلکہ ایک آدمی محمد کو یہ قرآن سکھا جاتا ہے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس آدمی کا نام عبدۃ بن حضرمی ہے یہ شخص توراۃ اور انجیل جانتا تھا اور اسکی زبان رومی تھی بعضے مفسرین نے یہاں سلمان فارسی کا نام ذکر کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور سلمان فارسی مدینہ میں اسلام لائے ہیں غرضکہ اللہ پاک نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ ان کافروں کی عقلیں کہاں گئیں جس شخص کی زبان عربی نہیں ہے اوس شخص کو اللہ کے رسول کا اُستاد قرار دیتے ہیں یہ تو ظاہر بات ہے کہ قرآن مجید فصیح بلیغ زبان عربی میں نازل ہوا ہے پھر یہ کس طرح عجمی شخص کی تعلیم قرار دیجا سکتی ہے۔ یہ مشرکین مکہ خود عربی زبان کے بڑے ماہر اور نہایت فصیح و بلیغ ہیں پھر بھی ایک سورۃ اس قرآن کی سورۃ جیسی نہیں بنا سکتے اور غیر زبان والے کو بتلاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوس سے قرآن کی آیتیں سیکھتے ہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ اللہ کے رسول جو کلام لائے ہیں نہ تو وہ خود آنکا بنایا ہوا ہے اور نہ کسی بشر عجمی یا عربی کی تعلیم ہے بلکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی کے نازل ہوا ہے۔ معتبر سند سے صحیح ابن

منزل ۳

حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس نے خود سلمان فارسی کے حوالہ سے جو روایۃ کی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ سلمان فارسی فارس کے شہزادون میں سے ہیں دین کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلے اور نوعمری کے سبب سے غلامی کے پھندے میں پھنس گئے پھر اسی حالت میں مدینہ میں پہونچکر اسلام سے مشرف ہوئے اسکے بعد آزادی کے حاصل کرنے کے لئے جو رقم آخری آقا کو ادا کرنی تھی وہ ادا کرکے آزاد ہوگئے اس روایۃ کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے جو مطلب قرار پایا اوسکا حاصل یہ ہے کہ اس مکی آیۃ کی شان نزول میں سلمان فارسی کا نام جن مفسرین نے لکھا ہے وہ خود سلمان فارسی کے قول کے برخلاف ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا يَفْتَرِي

جنکو اللہ کی باتین یقین نہیں آتیں انکو اللہ راہ نہیں دیتا اور انکو دکھ کی مار ہے جھوٹ بناتے وہ ہیں

الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

جنکو یقین نہیں اللہ کی باتوں پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں

جو لوگ خدا کی نشانیون پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے ذکر سے منہہ پھیرتے ہیں اور اُسکے کلام کی تصدیق نہیں کرتے وہ ہرگز ہدایت نہیں پا سکتے اور نہ زبردستی خدا اونہیں راہ راست پر لائے گا کیونکہ انکی بدبختی پہلے ہی خداوند عالم کے علم ازلی میں ظاہر ہو چکی ہے اسلئے آخرت میں انکے واسطے بہت ہی دردناک عذاب مقرر کیا گیا ہے یہ لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن محمد نے آپ جی سے گھڑ کر بنا لیا ہے یا کسی بشر نے انہیں سکھلایا ہے یہ ان لوگونکا جھوٹ ہی کہ ایسے شخص کو جو نہایت راستگو مشہور ہیں اونہیں جھٹلاتے ہیں۔ جسوقت ابوسفیان سے روم کے بادشاہ ہرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چال چلن اور صفات کو دریافت کیا اور پوچھا کہ کیا تم اونہیں جھوٹ کی تہمت لگا سکتے ہو تو ابوسفیان نے جواب دیا نہیں کیونکہ کبھی انکو جھوٹ بولتے نہیں سنا اسپر ہرقل نے کہا کہ پھر بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دنیا داری کے معاملہ میں جو شخص لوگون کے سامنے جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پاک پر جھوٹ بولے اپنے کلام کو اُسکا کلام تبلاوے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ جو ابوسفیان کے حوالہ سے ہے اُسمین یہ ہرقل کا قصہ تفصیل سے ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ ازلی بدبختی کے سبب سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے تھے ورنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچ ان لوگون میں ایسا مشہور تھا کہ ان میں کوئی شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگا سکتا تھا اسی واسطے فرمایا کہ اللہ کے رسول کی صداقت کی شہرت کے بعد پھر جو لوگ انکو جھٹلاتے ہیں تو یہی لوگ جھوٹے ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرین گے اور کتنے دوزخ میں جانے

کے قابل اب دنیا میں ہر شخص کو وہی کام اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں جنکو علم الٰہی کے موافق وہ کرنے والا ہے اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ مشرکین مکہ اللہ کے رسول کی صداقت کے قائل تھے مگر بدبختی ازلی کے سبب سے پھر بھی اللہ کے رسول کا جھٹلانا انکو اچھا نظر آتا تھا اور دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیے پیدا ہوئی ہے اسلیئے اِن لوگون کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ

جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لائے پیچھے مگر وہ نہیں جسپر زبردستی کی گئی اور اسکا دل برقرار ہے ایمان پر لیکن جو کوئی دل کھولکر

صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

منکر ہو سو انپر غضب ہی اللہ کا اور انکو بڑی مار ہے یہ اسواسطے کہ انھوں نے عزیز رکھی دنیا کی

عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ

زندگی آخرت سے اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگون کو وہی ہیں کہ مہر کردی ہی اللہ نے انکے دلون پر اور

سَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

کانو نپر اور آنکھو نپر اور وہی ہیں بیہوش آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں

منزل ۳

اللہ پاک نے اِس آیت میں اُن لوگونکا حال بیان فرمایا جو ایمان لانے کے بعد پھر اسلام سے پھر جاتے ہیں اور انکے دلمین کفر کی باتین سما جاتی ہیں ایسے لوگونکے حقمین فرمایا کہ ان لوگونپر خدا کا غضب ہی انپر آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا کیونکہ انھون نے ایمان کو پہلے جان لیا تھا اور پھر کفر کیا ان لوگون نے دنیا کی زندگی اور اُس کے اسباب کو دوست رکھا اور آخرت کی کچھ پروا نہیں کی کہ وہان کیا ہوگا ایسے لوگونکو خدا کبھی ہدایت نہیں کرتا بلکہ انکے دل و کان اور آنکھ پر مہر لگا دیتا ہی کہ نہ تو کسی بات کو سمجھتے ہیں اور نہ حق بات کو سنتے ہیں اور نہ اچھے برے کے دیکھنے کی انہیں تمیز ہوتی ہی یہ لوگ سراسر غفلت میں رہتے ہیں اور انجام کار انکا آخرت میں یہی ہونے والا ہی کہ ہر طرح سے یہ نقصان میں رہین گے مگر بعض لوگ اِن مین وہ بھی ہیں جو بسبب اسلام لانے کے ایذا دیئے جاتے ہیں اور انپر کفر کرنے کو بڑے بڑے جور و ستم ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ جان بچانے کی خاطر سے کفر کا کلمہ فقط منہ سے کہدین اور دل سے ایماندار رہیں تو چندان مضائقہ نہیں معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہے کہ عمار بن یاسر پر کفار طرح طرح کا ظلم کرتے تھے اور سخت عذاب انپر ہوا کرتا تھا اور یہ سب کچھ اسبات کے واسطے تھا کہ وہ حضرت سرور کائنات صلعم کی رسالت کا انکار کرین مجبور ہوکر انھون نے کفار کی کلام کی تائید کی اور آنحضرت صلعم کے پاس آکر عذر خواہی کی کہ یا رسول اللہ میں نے اِس طرح آپ کی شان میں کہا اسپر اللہ پاک نے آیت نازل فرمائی معتبر سند دلائل النبوت بیہقی اور مستدرک حاکم میں محمد بن عمار بن یاسر کی ایک روایت ہی کہ مشرکون نے ایک روز عمار بن یاسر کو پکڑ لیا اور انپر بہت ہی سختی کی جب وہ اون مشرکون کے بعض ارادہ اور گفتگو مین شراکت کی بہت

شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپنے عمار بن یاسر سے دریافت فرمایا کہ تو اپنے دل کی کیا کیفیت پاتا ہی آیا کفر کے کلمے فقط زبان ہی سے کہے یا دل مین بھی اسکا خطرہ گزرا عمار بن یاسر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم میرا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے دل میں ایک شبہہ بھی کفر کا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اگر مشرک پھر تجسے اسبات کو چاہیں تو بھی ویساہی کر نسائی میں معتبر سند سے روایتین ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمار نے اگرچہ زبان سے کلمہ کفر کہا لیکن اسکا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے غرض جسکے دل مین ایمان ہو اور اسپر کفر کا کلمہ کہنے کے لئے ظلم کیا جائے اور اسکی جان اسوقت معرض خطر میں ہو تو اس کو جائز ہے کہ جان بچانے کے لئے زبان سے کلمہ کفر کا اگر چاہے تو کہدے اور نہیں کہنا تو بہر حال اولی ہی کیونکہ جو شخص اس حالت میں قتل کیا جاتا ہی وہ درجہ شہادت پاتا ہے چنانچہ عمار کے باپ یاسر اور انکی ماں سمیہ کو مشرکین مکہ نے طرح طرح کی تکلیفین دیکر شہید کر ڈالا عمار کی ماں سمیہ مشرکون کی پروردہ تھین عمار کے باپ یاسر نے سمیہ سے نکاح کر لیا تھا اسی واسطے مشرکین مکہ ان تینون کو اسلام سے پھر جانے کے لئے غلامون کی طرح تکلیفین دیتے تھے معتبر سند سے ترمذی ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں سعید بن زید رضہ سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کی حفاظت میں مارا جاوے وہ شہید ہے اس حدیث سے یاسر اور سمیہ کی شہادت اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہے یہ سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے مشہور صحابی ہیں ان کی کنیت ابو الاعور ہے سوائے بدر کے اور سب لڑائیوں میں یہ شریک تھے بدر کی لڑائی کے وقت یہ ابوسفیان کے قافلہ کی تلاش میں گئے ہوئے تھے اسواسطے بدر کی لوٹ کے مال میں سے انھون نے بھی حصہ پایا ہے یہ سعید بن زید حضرت عمر کے بھنوئی ہیں حضرت عمر کی بہن فاطمہ سعید بن زید کی بیوی تہی ہیں جنکے سبب سے حضرت عمر اسلام لائے حدیث کی سب کتابوں میں ان سعید بن زید سے روایتین ہیں معتبر سند سے مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب وحی نے جب ناسخ منسوخ آیتیں لکھیں تو اسکے دل میں یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ قرآن اگر کلام الٰہی ہوتا تو ہمیشہ اس میں ایک ہی حکم قائم رہتا دوسرے حکم سے پہلا حکم کبھی نہ بدلتا اسی شبہ کے سبب سے عبداللہ بن سعد اسلام سے پھر گیا اور فتح مکہ تک اسی حال پر رہا حاصل کلام یہ ہی کہ جس طرح عمار بن یاسر کا قصہ من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کی تفسیر ہے اسی طرح عبداللہ بن سعد کا قصہ من شرح بالکفر صدرا کی تفسیر ہے معتبر سند سے ابوہریرہ رضہ کی حدیث ایک جگہ ترمذی اور نسائی کے حوالہ سے گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ کثرت گناہون سے آدمی کے دلپر مہر کی طرح زنگ چھا جاتا ہے جس کے سبب سے ایسے لوگوں کے دلمین حق بات کے سمجھنے کی آنکھون اور کانون میں حق بات کے دیکھنے اور سننے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اٰیتوں میں عبداللہ بن سعد جیسے لوگون کے دل آنکھ کان پر مہر کر دینے کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ قیامت کے دن بعض لوگون کو حوض کوثر پر سے فرشتے گھسیٹ کر لیجانے لگین گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماوین گے یہ تو میری جان پہچان کے مسلمان لوگ ہیں فرشتے جواب

منزل ۳

دیوینگے آپ کے بعد یہ لوگ اسلام سے پھر گئے یہ حدیث بھی من شرح بالکفر صدرا کی گویا تفسیر ہے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ

پھر یون ہے کہ تیرا رب اُن لوگو پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اسکے کہ بچلائے گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے تیرا رب

مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ

ان باتون کے بعد بخشنے والا مہربان ہے جسدن آویگا ہر جی جواب سوال کرتا اپنی طرفسے اور پورا ملیگا ہر کسی کو

مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

جو اُسنے کمایا اور اُنپر ظلم نہ ہوگا

ع ۲۰

جو لوگ دل کھول کر اسلام سے پھر گئے اوپر انکا ذکر تھا ان آیتون میں اُن لوگونکا ذکر فرمایا جو کمزور تھے اور اپنی قوم میں خوار و ذلیل ہو رہے تھے اور کفار مکہ کے فتنے میں پڑ گئے تھے اور پھر قابو موقع پا کر وہان سے نکل کھڑے ہوئے اور خدا کی رضامندی کے لئے اپنے سارے کنبے اور رشتے کے لوگونکو چھوڑ کر ہجرت کی اور پھر جب کفار اور مسلمانون میں جنگ کا سامان ہوا تو خوب لڑے اللہ پاک نے انکی شان میں یہ فرمایا کہ جب ایسے کام اُنسے دیکھے گئے تو انپر خدا کی بخشش ہوئی کیونکہ اللہ جل شانہ غفور رحیم ہے انپر اُس روز رحم فرمائے گا جسروز نہ باپ بیٹے کو اور نہ بیٹا باپ کو پوچھے گا بھائی کو بھائی کی پروا نہ ہوگی۔ بی بی شوہر سے شوہر بیوی سے گھبرائیں گے غرض کوئی کسی سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا فرمایا کہ وہ روز ایسا ہے کہ اُس دن ہر ایک نفس کے کردار کا بدلہ بھرپور دیا جائے گا جس نے جیسا کیا ہوگا اُسکو ویسی جزا ملیگی اُنپر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا بلکہ نیکی کرنے والون کو ایک نیکی کا ثواب دس گونہ سے لیکر سات سو تک اور بعض نیکیون کا اِس سے بھی زیادہ ملے گا اور گناہ کی سزا میں کچھ زیادتی نہ ہوگی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں چند صحابہ کی روایتین اس باب میں آئی ہیں یہ روایتین وھم لا یظلمون کی گویا تفسیر ہیں۔

منزل ۳

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

اور بتائی اللہ نے کہاوت ایک بستی تھی چین امن سے چلی آتی تھی اسکو روزی فراغت کی ہر جگہ سے پھر ناشکری

بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ

کی اللہ کے احسانون کی پھر چکھایا اُسکو اللہ نے مزہ کہ اُسکے تنکے کپڑے ہوئے بھوک اور ڈر بدلا اُسکا جو کرتے تھے اور اُنکو پہنچ چکا رسول

مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

انہی میں کا پھر اُسکو جھٹلایا پھر پکڑا اُنکو عذاب نے اور وہ گنہگار تھے

اللہ پاک نے اِس آیۃ میں اُس بستی کی مثال بیان فرمائی جہان کے رہنے والے لوگ ہر طرح کی راحت و آرام میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے کھانے پینے کا ادنیٰ آرام تھا طرح طرح کی روزی اور معاش بے خوف و خطر اور بے مشقت ادنیٰ

ملجاتی تھی اپنے ملک میں کسی دشمن کا ڈر نہیں رکھتے تھے مگر اُنھون نے بیٹھے بٹھائے خدا کی نعمتون کی ناشکری کی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُنکی حالت کو بدل ڈالا نہ تو وہ امن دامان قائم رہا اور نہ وہ کھانے پینے کا آرام رہا بھوک کے مرنے لگے اور چارون طرف سے خوف و خطر نے اُنکو آگھیرا بڑی ناشکری ان لوگون کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جب اپنا پیغمبر اُنکی ہدایت کو بھیجا تو اُنھون نے اُسکو جھٹلایا جسکے سبب سے اللہ پاک نے اُنپر عذاب نازل کیا وہ اُنکے ظلم کا نتیجہ تھا ورنہ خدا ناحق کسی پر جور و تعدی نہیں کرتا ظلم اُسنے اپنی ذات پاک پر حرام ٹہرالیا ہی چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر رضؓ کی حدیث اس باب میں ایک جگہ گذر چکی ہے۔ مفسرین کا اس جگہ لفظ قریہ میں اختلاف ہی لیکن حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس کے صحیح قول کے موافق قریہ سے مطلب خاص مکہ معظمہ ہے یہان کے باشندے ہر طرح امن دامان میں تھے کسی طرح کی اُنکو تشویش نہیں تھی ہر شہر اور ہر ملک سے اُنکی روزی گھر بیٹھے آجاتی تھی کسی دشمن کا خوف انہیں نہیں تھا اللہ پاک نے اُنپر ایک اور عنایت کی کہ اونہین کی قوم میں سے اُنکی ہدایت کے لئے اپنا رسول مقرر فرمایا مگر کفار مکہ نے اُنکو جھٹلایا اور خدا کی اس نعمت عظمیٰ کی کچھ قدر نہ کی اس لئے لاچار ہو کر اللہ کے رسول نے اُنپر بد دعا کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سات برس تک مکہ مین قحط پڑا یہ لوگ قحط میں کہانے پینے کو محتاج ہوگئے ایک ایک دانہ بھی میسر نہیں آتا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ دیگر مومنین کے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو ان مشرکین مکہ کے دلمین ہر وقت خوف لگا رہتا تھا کہ خبر نہیں مسلمان لوگ کس وقت آمادہ جنگ ہو جائیں اور ہمین قتل و غارت کرین یہان تک مکہ کو جناب سرور کائنات نے فتح کر لیا غرضکہ یہ حالت اور دقت مکہ والون پر انہیں کے کرتوت سے پہونچا نہ خدا کی نعمتون کا کفر کرتے اور نہ اس سزا کو پونہچتے جس طرح ان کفار مکہ کا حال خدا نے بدل دیا کہ غنی سے محتاج ہوگئے اسی طرح اللہ پاک نے اہل اسلام کی حالت کو بھی تبدیل کر دیا ابتدائے اسلام مین یہ لوگ کفار کے ہاتھون مین خوار تھے اور روز نئی نئی تکلیف اٹھاتے رہتے تھے اور بالکل محتاج و مفلس ہوگئے تھے پھر اللہ پاک نے اُنپر جو اپنا فضل کیا تو چارون سمت میں انہیں کا ڈنکا بجنے لگا اور ایسے مالامال ہوئے کہ تاریخ خلفا جس کی گواہ ہی پھر جون جون اسلام کی باتین اہل اسلام چھوڑتے گئے ویسا ہی ضعف اُنکی حالت میں آتا گیا۔ ان آیتون مین مبہم طور پر ایک بستی کا ذکر فرما کر اسکے بعد یہ جو فرمایا کہ انہی بستی والوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا اور جب ان لوگو نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا تو ان لوگو نپر قحط اور بستی کی بربادی کے خوف کی آفت آئی اس سے حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہی کہ آیتون میں بستی سے مطلب مکہ ہے کیونکہ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود رضؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ جب مشرکین مکہ نے حد سے زیادہ سرکشی شروع کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا کی اور اس بد دعا کے اثر سے مکہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ مکہ کے لوگ مردار جانورون کی کھالین تک کھا گئے۔ سورہ بقرہ مین عبداللہ بن جحش کا قصہ گذر چکا ہی کہ مدینہ سے مکہ اور طائف کے درمیان میں بطن نخلہ مقام پر جا کر عبداللہ بن جحش اور اُنکے ساتھ کے مسلمانون نے مشرکون کا قافلہ لوٹ لیا۔ یہ قصہ بدر کی لڑائی سے دو مہینے پہلے کا ہی اس

منزل ۳

قصہ کے دو مہینے کے بعد بدر کی لڑائی میں مشرکون کے بڑے بڑے سرکش سردار جو مارے گئے اسکا ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی انس بن مالک کی حدیث کے حوالے سے اوپر ایک جگہ گزر چکا ہو اسی کو فرمایا کہ ہر طرح کے امن وامان کے بعد مشرکین مکہ کی بداعمالی کے سبب سے ان لوگوں کو بھوک اور بربادی کے ڈر نے تن بدن کے کپڑون کی طرح چارون طرف سے گھیر لیا تھا اور آخر کو انکا یہ ڈر انکے سامنے آیا کہ مکہ فتح ہوگیا اور جن اللہ کے رسول کی صداقت ان لوگون میں مشہور تھی زبردستی ان اللہ کے رسولون کو ان لوگون نے جھٹلایا اسواسطے آسکے وبال میں پکڑے گئے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث اوپر گزر چکی ہی کہ اللہ تعالی نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا ہی یہ حدیث وہم ظالمون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کی برکت سے مکہ میں امن وامان اور رزق کی بحالی کی جو حالت تھی اسکو ان لوگون نے اپنی بداعمالی سے خود کھویا اللہ تعالی نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا کیونکہ اسنے اپنی رحمت سے ظلم کو اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا رکھا ہے

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

سو کھاؤ جو روزی دی تمکو اللہ نے حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر تم اسی کو پوجتے ہو

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ

یہی حرام کیا ہے تم پر مردہ اور لوہو اور سور کا گوشت اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوائے کسی کا پھر جو

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

کوئی ناچار ہو جاوے نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہی

اس آیت میں اللہ پاک نے اپنے مومن بندوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ جو جو چیزین اللہ پاک نے تمہارے لئے حلال اور تمہاری روزی اس میں مقرر کی ہے بخوشی ورغبت وہ چیزین کھاؤ اور اپنے خالق اور منعم کا شکر بجالاؤ اور ایسا نکرو کہ خدا کی حلال کی ہوئی چیزین حرام اور حرام کو حلال بناؤ جس طرح مشرکون کا قاعدہ ہی۔ مشرکون کے اس قاعدہ کی تفصیل سورہ انعام میں گزر چکی ہی۔ پھر فرمایا کہ خدا نے تم پر چند چیزین حرام کی ہیں اور باقی اشیاء تمہارے لئے حلال طیب ہیں اپنی قوت بازو سے حاصل کرو اور کھاؤ جو چیزین خداوند جل شانہ نے حرام ٹھہرادی ہیں وہ یہ ہیں۔ مردار۔ اور خون سور کا گوشت۔ اور جو جانور خدا کے سوا اور کسی کے نام پر چھوڑا جائے یا ذبح کیا جائے وہ دونوں بھی حرام ہیں مگر وقت ضرورت کے اگر اسوقت جب جان پر آن بنے اور سوائے ان حرام اشیاء کے اور کوئی چیز کھانے کو میسر نہ آتی ہو تو باندازہ سد رمق کھا لینا جائز ہی اور خداوند جل شانہ تمہیں اسپر نہیں پکڑے گا وہ بڑا غفور رحیم ہے کہ اسنے جان بچانے کے وقت حرام چیزون کو تم پر حلال کر دیا غیر باغ ولا عاد کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا حلال چیزون کے ملتے ہوئے ایماندار آدمی حرام چیز کی طرف مائل نہو اور بے بسی میں حرام چیز کو حلال چیز کی طرح پیٹ بھر کر نہ کھاوے۔ مطلب یہ ہی کہ بے بس آدمی کو حرام چیز کے کھانے کی اجازت ہی۔ حلال چیز کے ملنے یا حرام چیز کے بقدر جان بچانے

کے کھانے کے بعد پھر آدمی بے بس نہیں رہتا۔ معتبر سند سے طبرانی میں ابی واقد لیثی سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو دو وقت کا فاقہ ہو اور اسکے بعد بھی جنگل کے کسی ساگ وغیرہ کے ملنے کی امید بھی اُس شخص کو نہ ہو تو ایسا شخص حرام چیز کھا کر اپنی جان بچا سکتا ہے۔ یہ حدیث بے بسی کی گویا تفسیر ہے ابی واقد کا نام حارث بن عوف ہے مدنی صحابہ میں قدیم الاسلام صحابی ہیں حدیث کی سب کتابوں میں انسے روایت ہے۔ مالکی مذہب میں تین دن کے فاقہ کو بے بس قرار دیا ہے۔ زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی فقہ کی کتابوں میں ہے۔ معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو درداء کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کے حلال یا حرام ٹھہرانے کا حق سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ شریعت کے اس قاعدہ کے برخلاف مشرکین مکہ نے اپنی طرف سے حرام حلال کا قاعدہ ٹھہرا رکھا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کئی جگہ مشرکین کے اُس قاعدہ کو توڑا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ

اور مت کہو اپنے زبانوں سے جھوٹ بنانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو

الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝

بیشک جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر بھلا نہیں پاتے

حضرت عبداللہ بن عباس اور اور سلف نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مشرکین مکہ نے سانڈ اور جانور اپنی طرف سے حرام جو ٹھہرا رکھے تھے جسکا ذکر سورہ انعام میں گزر چکا ہے حاصل آیت اس حکم میں نازل ہوئی ہے حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ شریعت اللہ کے حکم کا نام ہے اسلئے جب تک اللہ یا رسول وقت جو اللہ کی طرف سے پیغام ہدایت لیکر آتے ہیں کسی چیز کو حلال یا حرام یا جائز ناجائز بیان نکریں امت میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہ حق نہیں دیا ہے کہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام یا حلال ٹھہرا دے۔ چنانچہ مسند بزار اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو درداء کی معتبر روایت اس باب میں اوپر گزر چکی ہے اس صورت میں یہ اللہ پر بہتان ہے کہ ایک بات اللہ نے فرمائی ہی نہیں اور خواہ مخواہ آدمی اپنے منصوبہ سے اسکو اللہ کا حکم ٹھہرا دے یہ منصب تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ہی دیا ہے کہ بذریعہ وحی کے اللہ کی مرضی یا نامرضی پہچان کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا جائز نہیں ہے آیت کے اس حکم میں تمام بدعتیں قولی و فعلی واعتقادی داخل ہیں کیونکہ بدعت وہی چیز ہے جسکا پتہ شریعت کے حکم سے نہ لگتا نہیں اور لوگ اُسکو شریعت کا حکم جانکر کرتے ہیں چنانچہ صحیحین کی حضرت عائشہ کی حدیث میں آنحضرت نے بدعت کی تعریف جو فرمائی ہے اسکا حاصل بھی ہے کہ دین میں ایسی بات کا نکالنا جسکا پتہ قرآن اور حدیث میں نہ ہو اور فقہ کے اون مفتیوں کے فتوے جنکی تائید کسی حکم شریعت سے نہیں ہوتی یا کوئی حکم شریعت کسی فتوے کے مخالف ہے سب کے سب اس حکم میں داخل ہیں کیونکہ جب حکم شریعت ٹھہرانے کا حق خاص اللہ اور رسول ہی کو حاصل ہے تو جس عالم کے فتوے کی تائید حکم شریعت سے نہیں

منزل ۳

اس طرح کے فتوے کو کس سند سے حکم شریعت کہا جاسکتا ہے اسی واسطے ترمذی نسائی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بریدہ
سے جو روایت ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت میں فتوی دینے والوں عالموں کی تین قسمیں ٹھیرا کر ایک
قسم کے لوگوں کو جنتی اور دو قسم کے لوگوں کو جہنمی فرمایا ہے یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے
حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ شریعت کے قاضی تین طرح کے شخص ہیں ایک وہ کہ جو شریعت میں کوئی حکم یا فتوی
دیوے وہ انجانی سے نہ ہو بلکہ خوب تلاش کے بعد شریعت کے حکم کے موافق حق حق فتوی اور حکم دیوے دوسرا وہ کہ
شریعت کا حکم اسکو معلوم تو ہو مگر کسی دنیا کے لالچ یا رعایت کے سبب خلاف حکم شریعت کے فتوی یا حکم دیوے
تیسرا وہ کہ اصل حکم شریعت کا تو اسکو معلوم نہیں مگر اپنی رائے سے ایک بات کو شریعت کا حکم ٹھیرا کر فتوی یا حکم دیوے
پہلی قسم کا قاضی اور مفتی جنتی ہے اور پچھلی دونوں قسموں کے قاضی اور مفتی جہنمی - ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس
سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جسنے قرآن شریف کی تفسیر بغیر سند شرعی کے اپنی عقل سے کی یا حدیث کی روایت اٹکل سے بغیر
خوب یاد کے کردی اسکا ٹھکانا دوزخ میں ٹھیرا ہے اس حدیث کی سند میں ایک راوی سہل بن عبد اللہ کو بعضے علما نے
ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن معین نے اسکو معتبر کہا ہے - ترمذی کی دوسری سند میں سہل بن عبد اللہ نہیں ہے اس سند کو
ترمذی نے حسن کہا ہے - ابوداؤد میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ایک عالم سے
شرعی کوئی مسئلہ پوچھے اور وہ عالم اس شخص کو غلط مسئلہ بتلا دیوے اور ان پڑھ شخص اس غلط مسئلہ پر عمل کر لیوے
تو اس غلط عمل کا وبال اس غلط مسئلہ بتلانیوالے عالم پر رہے گا ابوداؤد نے اس حدیث کی سند پر کچھ اعتراض نہیں
کیا علاوہ اسکے یہ حدیث مسند امام احمد میں بھی ہے جسکی سند معتبر ہے صحیح مسلم میں ابن سیرین سے روایت ہے کہ مسلمان
شخص کو دین کا مسئلہ کسی عالم سے حاصل ہو تو اسکو ذرا جانچ لینا چاہیے کہ اس عالم نے مسئلہ کے بتلانے میں کوئی غلطی تو نہیں
کی ہے غرض حاصل بہت سی احادیث اور آثار کا یہ ہے کہ عالم کو شریعت کا مسئلہ بتلانے میں اس بات کی بڑی احتیاط چاہیے
کہ حکم شریعت میں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور ان پڑھ لوگوں کو ذرا اس بات کی احتیاط چاہیے کہ شریعت کے مسئلہ کو
ایک جگہ دو کی جگہ چار عالموں سے پوچھ لیا کریں تاکہ حکم شریعت میں کچھ غلطی ہو تو نکل جاوے ان پڑھ سے ان پڑھ
لوگوں کو معاملات دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک سودا وہ لیتے ہیں تو دس دوکانیں پھر کر لیتے ہیں پھر دین میں ایسی کاہلی
کیونکر جائز ہو سکتی ہے کہ اوڑتے اوڑتے ٹھکانے اور بے ٹھکانے جس سے جو بات سن لی اوسی کو اپنا دین قرار دے لیا
کیا دین دنیا سے بھی گھٹتی چیز ہے - حدیث اور تفسیر کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے عالم
دگو نیز تو اللہ کی خفگی اس سبب سے ہوئی کہ توریت میں جو جو تبدیلیاں انھوں نے کرلی تھیں آنحضرت کے تشریف
لانے اور قرآن شریف کے نازل ہونیکے بعد بھی وہ ان تبدیلیوں پر جمے رہے اور عام ان پڑھ یہود پر اس سبب سے
بلا آئی کہ باوجود حق بات کے معلوم ہو جانے کے وہ اپنے عالموں کے غلط قول پر اڑے رہے علمانے اس بحث

منزل ۲

کی ذیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحیح حدیث میں آنحضرت نے یہ جو فرمایا ہے کہ یہود نے جو کچھ کیا ہے وہ سب میری امت میں ہوگا بلکہ یہود کے بہتر فرقے تھے میری امت کے تہتر فرقے ہونگے اس حدیث کی روسے یہ بھی خدا اور رسول کی خفگی کے قابل ایک فرقہ ہے جو یہود میں بھی تھا اور اس امت میں بھی ہے کہ شریعت کی ایک حق بات معلوم ہو جانے کے بعد کسی عالم یا اوستاد یا پیر کے غلط قول پر اڑے رہتے ہیں نجات عاقبت کے چاہنے والے مسلمان کو لازم ہے کہ اللہ رسول کی اطاعت پر کسی عالم اوستاد پیر کی اطاعت کو نہ مقدم گنے کیونکہ عاقبت کی نجات اللہ کی مرضی کے موافق کام کرنے پر منحصر ہے اور اللہ کی مرضی کا بتلانا خاص صاحب وحی کا منصب ہے۔

مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

تھوڑا سا برت لیں اور انکو دکھ کی مار ہے

اوپر ذکر تھا کہ حرام حلال میں خاص اللہ تعالیٰ کا حکم درکار ہے بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کسی چیز کو حرام یا حلال ٹھیرانا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والے لوگ کبھی فلاح اور بہبودی کو نہیں پہونچ سکتے۔ اب فرمایا ایسے لوگ اپنی حلال حرام ٹھیرائی ہوئی چیزونکی چند روز تائید کرلیں مگر آخرت میں عذاب الیم سے انہیں رہائی نہیں ہوگی وہاں انکے کردار کی سخت بازپرس ہوکر اسکی سزا پائیں گے اور سزا بھی ایسی جو نہایت ہی دردناک ہوگی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے مستورد بن شداد کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت کی ہمیشہ کی زندگی مانند ایک دریا کے ہے اور اسکے مقابلہ میں دنیا کی چند روزہ زندگی ایسی ہے جیسے دریا میں کوئی شخص اپنی انگلی ڈبوئے اور اسکی انگلی پر پانی کی کچھ نمی آجاوے یہ حدیث متاع قلیل کی گویا تفسیر ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ دوزخی شخص کے پاؤں میں آگ کی جوتیاں پہنادی جاوینگی جس سے اس کا بھیجا پگھل کر نکل پڑے گا اس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب کم سے کم عذاب کا یہ حال ہے تو آیۃ میں سخت عذاب کا جو ذکر ہے اوس عذاب کا کیا حال ہوگا۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

اور جو لوگ یہودی ہیں انپر ہمنے حرام کیا تھا جو تجھکو سنا چکے پہلے اور ہمنے انپر ظلم نہیں کیا پر اپنے اوپر آپ

يَظْلِمُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَ

ظلم کرتے تھے پھر یون ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر جنہوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی اسکے پیچھے اور

أَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

سنوار پکڑی تیرا رب ان باتون کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہود کے حال کا بیان فرمایا کہ ان پر جو جو چیزیں حرام اور جو جو چیزیں حلال کی گئیں تھیں اُن کا ذکر پہلے سورہ انعام کی آیۃ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما الا ما حملت ظہورہما میں گزر چکا ہی پہر فرمایا کہ یہ بات اللہ کی طرف سے بطور ظلم کے نہیں تھی بلکہ اُن ہی یہود کی بغاوت اور ظلم کا نتیجہ تھا کہ بطور عذاب کے بہت سی چیزیں اُنپر حرام کردی گئیں تہیں کیونکہ خدا ظالم نہیں ہی جو ناحق کسی پر حلال شئے کو حرام کرتا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث گزر چکی ہی کہ ظلم اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھرالیا ہی یہ حدیث وما ظلمنا ہم کی گویا تفسیر ہے پہر یہ فرمایا کہ جو لوگ بسبب جہالت اور نادانی کے بُرے کام کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور پہر جب انہیں سمجھ بوجھ آگئی اور خدا کے خوف سے ڈر کر توبہ کی تو خدا اُنسے درگزر بھی کردیتا ہی۔ کیونکہ اللہ پاک غفور الرحیم ہی۔ مشرکین مکہ نے جس طرح اپنی طرف سے حرام حلال کا قاعدہ ٹھرا رکھا تھا اسی طرح یہود نے بھی اپنی طرف سے حرام حلال ٹھرا رکھا تھا مثلاً سور کو یہود اور مشرکین مکہ دونوں حلال سمجھتے تھے حالانکہ ملت ابراہیمی اور شریعت موسوی میں سور کے حلال ہونے کا کہیں حکم نہیں ہی غرض سورہ انعام میں بھی اس عقلی حرام وحلال کے تذکرے میں مشرکین مکہ اور یہود دونوں کا ذکر تھا یہاں بھی مختصر طور پر اُسی سلسلہ سے ذکر فرمایا یہود کی شرارت کی سزا میں جو چیزیں اُنپر حرام ہوئیں اُن میں مردار جانوروں کی چربی بھی تھی لیکن یہود لوگ اس سزا کے بعد بھی اپنی شرارت سے باز نہیں آئے چربی کو پگلا کر بیچا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں جابرؓ بن عبد اللہ سے جو روایت ہے۔ کے اس شرارت کا ذکر اُسمیں تفصیل سے ہی آخر نتیجہ یہود کی شرارتوں کا یہ ہوا کہ مدینے کے گرد ونواح میں یہود کے تین قبیلے رہتے تھے اُن میں سے دو کو تو جلا وطنی نصیب ہوئی اور ایک قبیلہ کو قتل کردیا گیا اس تفسیر میں ان تینوں قبیلوں کا حال تفصیل سے ایک جگہ گزر چکا ہی حاصل کلام یہ ہی کہ یہود کے ذکر سے مشرکین مکہ کی یہ تنبیہ منظور ہے کہ شرارت کی وجہ سے جو حال یہود کا ہوا وہی حال انکا ہوگا اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی۔ مشرکین مکہ اس تنبیہ کے بعد بھی جب اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان شرارتوں کی سزا بدر کی لڑائی اور فتح مکہ کے وقت جو کچھ ہوئی اُسکا ذکر کئی جگہ گزر چکا ہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوسعیدؓ خدری کی شفاعت کی بڑی حدیث کا ذکر ایک جگہ گزر چکا ہی کہ سب شفاعتوں کے بعد خود اللہ تعالی ایسے کلمہ گو دوزخیوں کو جنت میں داخل کرے گا جنہوں نے دنیا میں عمر بھر کوئی نیک کام نہیں کیا۔ یہ حدیث اللہ تعالی کے غفور الرحیم ہونے کی گویا تفسیر ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ

اصل ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار اللہ کا ایک طرف کا ہو کر اور نہ تھا شریک والوں میں حق ماننے والا اُسکے

اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ

احسانوں کا اُسکو اللہ نے چن لیا اور چلا سیدھی راہ پر اور دی دنیا میں ہمنے اُسکو خوبی اور وہ آخرت میں

منزل ۳

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ؕ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

اچھے لوگوں میں ہی پہر حکم بہیجا ہمنے تجکو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا وہ شریک والوں میں

عرب اپنے کو ملت ابراہیمی پر کہتے تھے ہی واسطے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی نو صفتیں بیان فرمائیں تاکہ مشرکین مکہ قائل ہوں کہ ان میں ابراہیم علیہ السلام کی کوئی بھی صفت نہیں ہے پہلی صفت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ہے کہ ابراہیم اپنے اکیلے دم سے بجائے ایک امت کے تھے ان کے زمانہ میں سارے لوگ کافر تھے صرف ابراہیم علیہ السلام حق پرست تھے مجاہد کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے وقت میں اکیلے آپ ہی مومن تھے اس لئے اللہ پاک نے ان کے حق میں یہ فرمایا کہ ابراہیم اپنے دم سے خود ایک امت تھے دوسری صفت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ پاک نے یہ بیان کی کہ قانت تھے جسکا مطلب یہ ہی کہ خدا کے پکے فرمان بردار تھے خدا کے ہر ایک امر کے مطیع اور ہر نہی سے باز رہنے والے تیسری صفت یہ بیان کی کہ حنیف تھے جسکا مطلب یہ ہی کہ آنکی ذات میں کوٹ کوٹ کر توحید بہری ہوئی تھی چوتھی صفت یہ بیان کی کہ وہ اپنی عمر کے کسی حصہ میں بھی شرک کرنے والوں میں نہیں تھے بچپن اور کم سنی میں اپنی فطری عقل سے یہ اقرار کیا کہ بت یا دوسرے معبودات جسکو مشرکین معبود مانتے ہیں وہ اونہیں دوست نہیں رکتے اور صاف کہہ دیا کہ لا احب الافلین پہر اسپر اکتفا نہیں کیا بلکہ بت خانہ میں گھس کر بتوں کو توڑ ڈالا جسکے سبب سے آگ میں ڈالے گئے پانچویں صفت یہ بیان کی کہ خدا کی نعمتوں کے نہایت شکر گزار بندے تھے آپکا قاعدہ تھا کہ بغیر مہمان کے کسی روز کھانا نہیں کھاتے تھے ایک روز کا ذکر ہے کہ کوئی مہمان آپکے یہاں نہیں آیا آپ نے کھانے کے وقت سے زیادہ دیر تک انتظار کیا کہ شاید کوئی مہمان آجائے اتنے میں چند فرشتے انسان کی صورت میں آپکے یہاں وارد ہوئے آپ نے اونہیں کھانے کو بلایا انھوں نے ایک بہانا آپ کے سامنے پیش کیا کہ ہمیں جذام ہے یہ سنکر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تو ہمپر واجب ہوگیا کہ ہم تمہارے ساتھ کہانا کھائیں کیونکہ خدا کا یہ نہایت شکر ہے کہ اسنے ہمیں اس مرض سے محفوظ رکھا اور تم اس بلا میں گرفتار ہو چھٹی صفت یہ بیان کی کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ پاک نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے منتخب کیا ساتویں صفت یہ بیان فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ جل شانہ نے دین اسلام کے سیدھے رستہ کی ہدایت کی آٹھویں صفت یہ بیان کی کہ اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بہتری بخشی کہ سارے مذاہب و ملت کے لوگ آپ کو اچھے نام سے یاد کرتے ہیں کیا یہود کیا نصاریٰ اور عرب کو تو خاصکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے فخر حاصل ہی نویں صفت یہ بیان فرمائی کہ جس طرح دنیا میں ابراہیم علیہ السلام پر خدا کا فضل تھا ویسے ہی آخرت میں بھی خدا آنپر مہربان ہی اور جنت میں ابراہیم علیہ السلام کو بڑا درجہ عطا کیا جا دیگا یہ صفات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان فرماکر اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کیا کہ اسی لیئے اللہ نے تمپر وحی کے ذریعہ سے یہ حکم نازل کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور طریقے کو اختیار کرو وہ طریقہ شرک سے بالکل الگ ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رضی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ دنیا میں جو شخص نیک کام کا طریقہ نکالے اسکو نیک کام کا

منزل ۳

کا اجر جدا دیا جاویگا اور جتنے آدمی اُس نیک راہ پر چلین گے اون سب کے برابر اجر اس نیک راہ نکالنے والے کو جدا دیا جاویگا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں سے نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کی جو دعا کی تھی اوس کا ذکر سورہ بقر میں اور اونھون نے اپنی اولاد کے حق میں بت پرستی سے بچنے کی جو دعا کی تھی اُسکا ذکر سورہ ابراہیم میں گزر چکا ہی مسند امام احمد کے حوالہ سے عرباض بن ساریہ کی معتبر حدیث ایک ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر فرمایا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد فرمایا کہ جزیرہ عرب کی بت پرستی سے شیطان اب مایوس ہوگیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کے اثر سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی دوسری دعا کے اثر سے بنی اسمٰعیل کی بت پرستی سے شیطان کا مایوس ہو جانا اس سب کا اجر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملنے والا ہے جو بت پرستی سے بچنے والی ایک امت کے اجر کے برابر ہے اسی واسطے اجر کے حساب سے اکیلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک امت فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ابراہیمی گھرانہ سے کہیں نبوت کے باہر نہ جانے کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا اُسکا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا اور اُس وعدہ کا ظہور سبکی آنکھون کے سامنے ہے کہ ایک مدت تک اسحاق بن ابراہیم کی اولاد میں نبوت رہی اور پھر اسمٰعیل بن ابراہیم کی اولاد مین نبوت کا خاتمہ ہوا۔ یہ حالت واٰتیناہ فی الدنیا حسنۃ کی گویا تفسیر ہے۔ معراج کی صحیح حدیثون میں ہی کہ معراج کی رات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کو سب انبیا سے اوپر ساتوین آسمان پر دیکھا۔ یہ حالت وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین کی گویا تفسیر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین ابراہیمی پر چلنے کا جو حکم ہے اُسکا مطلب یہ ہی کہ قرآن شریف سے دین ابراہیمی کے جو مسئلے منسوخ نہیں ہوئے اُنپر چلنا چاہیے۔

منزل ۳

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

ہفتے کا دن جو ٹھیرایا سو انھی پر جو اُس میں پھوٹ گئے اور تیرا رب حکم کریگا اُنمین قیامت کے دن جس بات میں پھوٹ رہے تھے

اوپر کی آیہ میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا تھا کہ ابراہیم کے طریقہ کی آپ پیروی کریں کیونکہ اُنکا طریقہ خالص توحید کا ہی اُس میں شرک کا ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ اب یہود کو ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھکر مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہود بھی اپنے آپکو ملت ابراہیمی کا پابند بتلاتے ہیں اور شرع محمدی کو بھی ملت ابراہیمی کے موافق کہا جاتا ہے پھر شرع محمدی میں ہفتہ کی تعظیم کی جگہ جمعہ کی تعظیم کیون ہی اسی کو فرمایا کہ ہفتہ کا دن یہود نے آپ اپنی رائے سے اور اپنے باہمی اختلاف سے مقرر کرلیا ہی دین ابراہیمی میں ہفتہ کے دن کی تعظیم کا ذکر نہیں ہے بلکہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ پاک کا ہفتہ میں ایک دن کو عبادت کیلئے خاص کرلینے کا حکم ہوا تھا اُسپر یہود نے اپنی عقل سے ہفتہ کا دن مقرر کیا کہ اُس دن خدا کی عبادت کیا کرین گے کیونکہ اُس روز خدا بھی دنیا کی چیزون کے پیدا کرنے سے

فارغ تھا کسی مخلوق کو اُس روز پیدا نہیں کیا اسواسطے اللہ پاک نے اونہیں کے انتخاب کے موافق اُسی دن کو اُنکے واسطے مقرر کردیا اور مچھلی کا شکار اُس روز بالکل ممنوع کردیا گیا اب حضرت عیسٰے علیہ السلام کے زمانہ تک یہود اسی دن پر قائم تھے پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوئے تو نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسی روز سے مخلوق کی پیدائش کی بنیاد ڈالی ہے اور اُس روز عبادت کرنے لگے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے تو اللہ پاک نے آپکی امت کے لئے جمعہ کا دن منتخب کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت قیامت تک اُسی پر قائم رہے گی صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ساری امتوں کے بعد دنیا میں آئے ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہونگے مگر یہ بات ضرور ہے کہ پہلی امتوں کو خدا کی کتاب ہم سے پہلے ملی ہی اور یہ دن جمعہ کا وہ ہی کہ اللہ پاک نے اون امتوں کے اختیار پر چھوڑا تھا مگر اونھوں نے اُس میں اختلاف کیا اسلئے اللہ پاک نے ہمیں اسکی ہدایت دی ہے اور ہم نے اس جمعہ کے دن کو اختیار کیا اب جتنی امتین ہیں وہ سب ہمارے تابع ہیں یہود ہم سے ایک روز بعد اور نصاریٰ اس سے بھی ایک دن بعد۔ پھر اللہ پاک نے یہ بات بیان فرمائی کہ قیامت کے دن اس سارے اختلاف کا فیصلہ بخوبی ہوجائے گا اور ہر ایک کو وہ سزا ملے گی جسکا وہ مستحق ٹھیریگا مطلب یہ ہی کہ یہود نے ہفتہ کا دن خالص عبادت کا ٹھیرا کر پھر ان میں کے ایک فرقہ نے قوم کے لوگوں سے جو اختلاف کیا اور ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کھیلا ایسے لوگوں کی سزا کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم اور اسماء و صفات بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایتین ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کی پیدائش کا حال پوچھا تھا اُسپر آپ نے فرمایا اتوار کے دن سے دنیا کی چیزون کی پیدائش شروع ہو کر جمعہ کے روز ختم ہوگئی۔ یہود نے آپ کے اس کلام کی پوری تصدیق کی اوپر یہ جو گزرا کہ یہود نے ہفتہ کا دن عبادت کیلئے ہو اسواسطے اختیار کیا کہ اُس دن اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چیزون میں سے کوئی چیز پیدا نہیں کی اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اس لئے اختیار کیا کہ اُس دن سے دنیا کی پیدائش شروع ہوئی تھی اُسکا مطلب ان روایتوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

ادْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتین سمجھا کر اور نصیحت کر کر بھلی طرح اور الزام دے اُنکو جس طرح بہتر ہو تیرا

رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○

رب ہی بہتر جانتا ہی جو بھولا اُسکی راہ سے اور وہی بہتر جانے جو راہ پر ہیں

اس آیت میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ لوگوں کو اسلام کی نصیحت کرین تو نہایت ہی نرمی سے گفتگو کرین اس طرح اللہ پاک نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جانے کا ارشاد فرمایا تو یہ بھی حکم دیدیا تھا کہ فقولا لہ قولاً لیناً جسکا مطلب یہ ہی کہ سختی سے اُسکے ساتھ کلام نہ کیا جائے ہو اسواسطے اہل

منزل ۳

اسلام کو بھی زیبا ہی کہ جب کسی مخالف فرقہ سے مناظرہ کرین تو یہی شیوہ اختیار کرین خواہ وہ راہ راست پر آوین یا نہ آوین چنانچہ اسی بات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا کہ آپ اس بات کی حرص نکرین کہ سب کے سب آپکی نصیحت سے راہ راست ہی پر آجاوین کیونکہ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہی وہ جسکو چاہے ہدایت دے اور جسکو چاہے ندے وہ ہدایت پانے والے کو خوب جانتا ہے اور جو لوگ ہدایت نہین پانے والے ہیں اونہیں بھی وہ جان چکا ہے مگر جزا و سزا کا دار و مدار اسنے اپنے علم پر نہیں رکھا ہی اسلئے تمام حجت کے طور پر اسنے اپنے رسول مخلوق میں بھیجدیئے تاکہ کسی کو یہ بات کے کہنے کی گنجائش نرہے کہ ہمیں کوئی راہ بتلانے والا نہیں ملا یا کوئی رسول و پیغمبر خدا کا ہمارے پاس پیغام لیکر نہیں آیا۔ معتبر سند سے ترمذی نسائی مصنف ابن ابی شیبہ اور مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ ابو طالب کی بیماری کے وقت ابو جہل اور چند مشرک ابو طالب کی خبر کو آئے اور انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کی کہ یہ ہمارے بتون کو برا کہتے ہیں اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مجلس میں تشریف لائے اور اس شکایت کا حال سنکر آپنے فرمایا میں تو ان لوگون کو ایسا کلمہ کہنے کی نصیحت کرتا ہون کہ اگر یہ لوگ وہ کلمہ کہہ لیوین گے تو انکو تمام عرب کی بادشاہت ملجاویگی ان لوگون نے پوچھا وہ کیا کلمہ ہے تو آپنے بت پرستی کے چھوڑنے اور اللہ تعالی کی وحدانیت کے مان لینے کی نصیحت کی اسپر مشرک لوگ خفا ہو کر اس مجلس سے اٹھ گئے۔ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہی کہ نجران کے پادری جب زبانی بحث سے قائل نہیں ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے گروہ پر بد دعا کرنیکا طریقہ اختیار کیا جسپر وہ پادری ڈر گئے اور انھون نے سالانہ کچھ رقم ادا کرنے کے وعدہ پر صلح کر لی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے موافق اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں یہ لکھہ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے دوزخ میں۔ آیۃ میں حکمت اور تدبیر سے نصیحت کرنیکا اور مخالف لوگون کو اچھے طریقے سے الزام دینے کا اور پھر نصیحت کے بعد راہ راست پر آنیوالون اور نہ آنے والون کا حال اللہ تعالی کو معلوم ہونے کا جو حکم ہے یہ روایتین گویا اسکی تفسیر ہیں جس سے سمجھہ میں آسکتا ہی کہ مشرکین مکہ کو اللہ کے رسول نے کس حکمت اور تدبیر سے شرک سے باز آنے کی نصیحت کی اور نجران کے پادریون کو کیسے اچھے طریقہ سے الزام دیا اور اس نصیحت اور الزام کے بعد علم الٰہی کے موافق آخر نتیجہ کیا ہوا۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ۝

اور اگر بدلا دو تو بدلا دو اس قدر جتنی تم کو تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر والون کو

معتبر سند سے ترمذی نسائی مستدرک حاکم اور دلائل النبوۃ میں بیہقی نے ابو ہریرہ اور ابی بن کعب کی روایت سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جنگ احد میں چونسٹھ آدمی انصار اور چھہ آدمی مہاجریہ سب ستر شخص جو شہید ہوئے تو سوا ایک حنظلہ بن عامر کے اور سب شہدا کی لاشون کے ساتھہ مشرکین نے بڑی بے رحمی

منزل ۳

کا برتاؤ کیا شہیدونکے ناک کان شرمگاہ کاٹ ڈالے پیٹ پھاڑ ڈالے حنظلہ بن ابو عامر سے مشرکین اس سبب سے
برائی سے پیش نہیں آئے کہ حنظلہ کے باپ ابو عامر مشرکین کے لشکر میں ابو سفیان کے ساتھ تھے غرض جب
مشرکون نے مسلمانون کے شہدا کی لاشون کے ساتھ یہ بدسلوکی کی تو اسپر مسلمانون نے یہ کہا تھا کہ ہم بھی جب کبھی
موقع پاوینگے تو جو کچھ مشرکون نے کیا ہے اوس سے بڑھکر ہم انکے مقتولونکا برا درجہ کرینگے اور آنحضرت نے بھی
حضرت امیر حمزہ کی لاش کو کان ناک کٹا اور پیٹ پھٹا جب دیکھا تھا تو قسم کھا کر یہ فرمایا تھا کہ امیر حمزہ کے عوض میں
ستر مشرکون کے کان ناک میں کاٹونگا اسپر اللہ تعالی نے فتح مکہ کے وقت یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ ایذا
کے بعد اگر کوئی صبر کرے تو صبر بہت بہتر ہے اور اگر بدلا بھی لیا جاوے تو اس قدر بدلہ لیا جاوے جسقدر ایذا دشمنون
کی طرف سے پہونچی ہے اس سے بڑھکر بدلا لینا اللہ کے انصاف میں منع ہے اس آیۃ کے اترنے کے بعد آنحضرت نے اپنی قسم
کا کفارہ دیا اور یہ فرمایا کہ ہمکو صبر منظور ہے۔ سوا اس شان نزول کے بعضے مفسرین نے آیۃ کی اور شان نزول بیان کرکے
آیۃ کو حکم جہاد سے منسوخ جو ٹھہرایا ہے اس شان نزول سے یہ شان نزول جو اوپر بیان ہوئی ہے زیادہ صحیح ہے اسی واسطے ابو
جعفر ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس شان نزول کو پسندیدہ اور قوی ٹھہرایا ہے۔ ہرم بن حیان ایک تابعی بزرگ
دین میں سے جب وفات کے قریب پہونچے تو انکے رشتہ دارون اور دوستون نے کہا کہ کچھ وصیت فرمائیے اونھون نے
کہا کہ بڑی وصیت تو مال کی ہوتی ہے مال تو میرے پاس نہیں ہے لیکن سورہ نحل کی آخر کی آیتونکی میں تم کو وصیت کرتا ہون
ان بزرگ کی وصیت کا حاصل وہی ہے جو حاصل آیۃ کے معنے میں بیان ہوا اللہ کی بردباری کی عادت کی ابو موسی اشعری
کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے اوپر ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے
سے بڑھکر کون بردبار ہو سکتا ہے کہ لوگ شرک کرتے ہیں اور اللہ تعالی انکے رزق اور انکی صحت میں خلل نہیں ڈالتا
اور احادیث میں بھی غصہ کے وقت بردباری اور تحمل کی بڑی فضیلت آئی ہے جسطرح اگلی آیت میں اللہ تعالی
نے اپنے پرہیزگار اور نیک بندون کے ساتھ ہونیکا ذکر فرمایا ہے اسی طرح قرآن شریف میں جہان کہیں اللہ کا
اپنے بندون کے ساتھ ہونے کا ذکر ہے اہل سنت کے نزدیک اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالی اپنے علم اور مدد سے
بندون کے ساتھ ہے اللہ کی ذات پاک کا ہر جگہ ہونا اور ہر شے میں ہونا فرقہ جہمیہ کا اعتقاد ہے اہل سنت اسکے قائل
نہیں ہیں چنانچہ امام احمد بن حنبل نے فرقہ جہمیہ کے عقیدون کے غلط ٹھہرانے میں خاص ایک کتاب لکھی ہے جس میں
بہت سی آیتین اور عقلی دلیلون سے جہمی فرقہ کو قائل کیا گیا ہے چنانچہ مثلاً آیت قد احاط بکل شی علما کے موافق
اہل سنت کے مذہب کی بنا پر اللہ تعالی کے علم کو ہر جگہ تسلیم کرکے عقلی طور پر بعضے مقامات کی بحث کی ہے جہان
اللہ تعالی کے بالذات موجود ہونے کے اعتقاد کو بڑی گستاخی اور بے ادبی کا اعتقاد ثابت کیا ہے جیسے مثلاً صحیح مسلم
کی جابر کی حدیث میں ہے کہ شیطان سمندر میں اپنا تخت بچھا کر بیٹھتا ہے اب اوپر کی آیت کے موافق اللہ تعالی اپنے علم

منزل ۳

کی رو سے تو وہاں موجود ہے لیکن نعوذ باللہ منہا اس تخت پر اللہ تعالیٰ کے بالذات موجود ہونے کا اعتقاد کسی مسلمان کو زیبا نہیں ہے ایسی نقلی اور عقلی مثالیں اس کتاب میں بہت سی ہیں جن سے جہمی فرقہ کے مذہب کی غلطی اچھی طرح ثابت ہوتی ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ

اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور انپر غم نہ کھا اور مت خفا رہ انکے فریب سے

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ٥

اللہ ساتھ ہے انکے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں

ع ۹ / ۲۲

اس سے اوپر کی آیت میں اللہ پاک نے مومنوں کو خطاب کیا تھا کہ جب کوئی تم پر ظلم کرے اور تم کسی وقت اس پر قابو پاکر بدلہ لینا چاہو تو اسی قدر بدلہ لو جتنا اس نے ظلم کیا تھا ایسا نہ ہو کہ اس سے تجاوز کرو بلکہ بہتر تو یہ ہی کہ صبر کرو اس آیت میں خاصکر سرور کائنات حضرت رسول مقبول صلعم کو حکم فرمایا کہ آپ صبر اختیار کریں اور اس کی تاکید فرمائی اور اس بات کی خبر دی کہ خداوند جل جلالہ کی مدد کے بغیر صبر ہاتھ نہیں آتا آپ اگر صبر کرینگے تو خدا ہی کی مدد سے کر سکینگے اور پھر آپ کو اس بات سے منع فرمایا کہ جو شخص آپکے خلاف کرے تو اس سے رنجیدہ ہو جاویں کیونکہ یہ بھی خدا ہی کی طرف سے مقدر ہو چکا تھا جو کچھ احد کی لڑائی میں ہوا اور پھر کفار کے مکر و فریب کرنے سے غمگین ہونے کو منع فرمایا کہ اگر یہ مکر و فریب کرتے ہیں تو کرنے دو خدا تو تمہارے ساتھ ہے انکے مکر و فریب سے تمہیں کیا نقصان ہوگا اللہ پاک متقی اور خالص نیت سے نیک عمل کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہی۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری رض سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تکلیف کے وقت جو شخص صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی غیب سے مدد کرتا ہے جس سے تکلیف کی برداشت اس شخص پر آسان ہو جاتی ہی یہ حدیث واصبر وما صبرک الا باللہ کی گویا تفسیر ہے جسمیں اللہ کے رسول نے آیۃ کے ٹکڑے کا مطلب اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ اسلام کی ترقی کو روکنے کے لئے مشرکین مکہ طرح طرح کے مکر و فریب کرتے تھے۔ چنانچہ اسی سورۃ میں انکے ایک فریب کا ذکر قتادہ کے صحیح قول کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ یہ لوگ حج کے موسم میں مکہ کے چاروں طرف آدمی بٹھلا دیتے تھے تاکہ وہ مکہ کے آنے والے مسافروں سے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت بیان کرکے انہیں اسلام کی طرف مائل نہ ہونے دیویں اسی واسطے فرمایا کہ ان مشرکوں کی سرکشی پر نہ کچھ رنجیدہ ہونا چاہیے نہ انکا مکر و فریب کچھ اندیشہ کے قابل ہے پرہیزگار اور نیک لوگوں کے ساتھ اللہ ہے وہ ان کی مدد کریگا اور اسکی مدد کے آگے کسی کا مکر و فریب کچھ چل نہیں سکتا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہی مکہ کے چاروں طرف آدمی بٹھلا کر جن مکہ کے مسافروں کو ان مشرکوں نے اسلام سے روکنا چاہا اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق ایسی مدد کی کہ انہی مکہ کے مسافروں کے ذریعہ سے اہل اسلام

منزل ۳

اکی جماعت بڑھادی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے عبادہ رضؓ بن الصامت کی وہ حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں منے کی
گھاٹی کی بیعت اسلام کا قصہ ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ ایک سال موسم حج میں قبیلہ اوس وخزرج کے کچھ لوگ مدینہ سے
مکہ آئے اور منے کی گھاٹی میں اونھون نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اون میں سے بارہ شخصون
کو نقیب مقرر کیا تاکہ وہ مدینہ اور اطراف مدینہ میں اسلام کو پھیلا وین جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہجرت سے پہلے مدینہ و اطراف
مدینہ میں چودہ پندرہ سو آدمیون کی جماعت اہل اسلام کی قائم ہوگئی حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتون میں اللہ تعالی نے
یہ وعدہ جو فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول اور آنکے ساتھ کے اہل اسلام کی غیب سے ایسی مدد ہوگی جس سے ان مشرکین کا مکر
وفریب کچھ نہیں چل سکے گا عبادہ رضؓ بن الصامت کی یہ حدیث اس وعدہ کے ظہور کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ
ہے کہ مکہ کے چارون طرف آدمی بٹھلا کر جن لوگون کو مشرکین مکہ نے اسلام سے روکنا چاہا تھا مدد الٰہی سے وہی لوگ
اسلام کے ایسے مددگار بن گئے کہ قیامت تک آنکا نام انصار اور دین کے مددگار قرار پا گیا معتبر سند سے عطیہ رضؓ سعدی
کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے کہ کوئی شخص متقیون کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک بے ڈر کی چیز کو ڈر کی چیز کی
دہشت سے نہ چھوڑ دے یہ حدیث متقیون کے حال کی گویا تفسیر ہے احسان کے معنے حسن سلوک کے بھی آیا ہیں اور
حسن عبادت کے بھی ہیں ان آیتون میں محسنون کا لفظ خالص نیت سے عبادت کرنے والون کے لیئے ہی کہ حسن عبادت
کا یہی مطلب ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمر رضؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حسن عبادت کے معنون میں جو احسان ہے اسکی تفسیر یون فرمائی ہے کہ آدمی عبادت کرتے وقت یہ خیال کرے
کہ وہ اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے اگر یہ مرتبہ آدمی کو میسر نہ ہو تو اتنا خیال ضرور ہے کہ اللہ تعالی اسکو دیکھ رہا ہے۔ اگرچہ
سورہ آل عمران میں احد کی لڑائی کا قصہ بیان کر دیا گیا ہے لیکن اس آیۃ اور اس سے اوپر کی آیۃ میں مختصر طور پر احد کی لڑائی کا ذکر
آیا ہے اس سبب سے مناسب معلوم ہوا کہ یہان بھی احد کی لڑائی کے قصہ کا مختصر طور پر ذکر کر دیا جاوے۔ احد کی لڑائی کا سبب یہ ہے
کہ جب سنہ ۲ھ میں بدر کی لڑائی ہو کر مسلمانون کی فتح ہوئی تو مشرکین مکہ کو مسلمانون کی اس فتح اور اپنی شکست کا بڑا رنج
تھا اسلیے بدر کی لڑائی کے تیرہ مہینے کے بعد مشرکین مکہ پھر لڑائی کے ارادہ سے آئے اور احد کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ یہ لڑائی
ایسے ڈھنگ سے تھی کہ احد پہاڑ مسلمانون کی پشت پر تھا۔ لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے لشکر اسلام کی پشت کی حفاظت کے عندیہ سے پچاس تیراندازون کو اس پہاڑ پر تعینات کر دیا تھا تاکہ مشرک لوگ دھوکا
دیکر لشکر اسلام کی پشت کی طرف سے حملہ کرنا چاہیں تو یہ تیرانداز آنکو روکیں۔ اول اول مشرکون نے لشکر اسلام کی
پشت کی طرف سے تین دفعہ حملہ کرنا چاہا لیکن ان تیراندازون نے بڑی جرأت سے مشرکون کے تینون دفعہ کے حملہ کو
روکا مگر جب ان تیراندازون نے دیکھا کہ مسلمان غالب ہوا چاہتے ہیں تو ان تیراندازون نے اپنی تعیناتی کی جگہ کو چھوڑ دیا
اور لوٹ کرتے ہوئے لشکر اسلام میں جا ملے۔ مشرکون نے موقع پاکر لشکر اسلام کی پشت پر سے بھی حملہ کر دیا اور

منزل ۳

مسلمانون کے پیر اوکھاڑ دئے آخر ستر آدمی مسلمانون کے شہید ہوئے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نامی صحابی بھی انہین ستر مین شریک ہین ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت ٹوٹ گیا اور آپکی ناک مین اور گھٹنے کو بھی صدمہ پہونچا اور آپ ایک گڑھے مین گر پڑے جس سے شیطان نے غل مچادیا کہ رسول وقت شہید ہوگئے ۔ اِسی مسلمانون کی شکست کے بعد مشرکون نے مسلمانون کی لاشون کے ساتھہ وہ بدسلوکی کا برتاؤ کیا جس کا ذکر اوپر کی آیۃ کی تفسیر مین گزرا اور اسی بدسلوکی کے برتاؤ کو دیکھہ کر اللہ کے رسول اور مسلمانون کو وہ جوش آیا جس کا ذکر اوپر کی آیۃ کی تفسیر مین ہی اور اسی جوش کے مٹانے کے لئے اِس آیۃ مین صبر کا حکم نازل ہوا ۔

سورۃ النحل ختم ہوئی

تیسری منزل تمام ہوئی

4923

غلطنامہ عربی منزل سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		پارہ یعتذرون	
۱	۱	مِنْهُمْ	مِنْهُمْ
۴	۳	ہم یتّقوں	ہم یتّقون
۱۴	۳	اتّہا	اتّقہا
۱۸	۲	یقبّرو	یقبّرو
۱۹	۳	ثمّ	ثمّ
۲۱	۲	وآدَ	ودّ
۲۸	۱	لاَافتدَ	اَافتدَ
۳۸	۵	تحذُ	تخذُ
		ومامن دابۃ	
۱۱	۳	فعالک	فاعالک
۹۴	۲	ربّی	ربّی
۱۳۲	[illegible]	قال	قدر
۱۵۲	۲	یبلون	یبلون
۱۵۵	۱	تو الّتی	تو الّتی
۹۷	۱	الثمرات جعل	الثمرات جعل
۲۰	۲	والذ	والذ

غلطنامہ تفسیر منزل سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		پارہ یعتذرون	
۴	۱۱	نشانی	نشانی ہے
۶	۹	کہویں	کہیں
۶	۱۱	گروہ	گروہوں
۷	۷	کہویں	کہیں
۱۰	۶	کہیں آیتیں	آیتیں
۱۰	۱۴	یہ یمامہ	یمامہ
۱۰	۲۰	قرائتین	قرائتیں
۱۶	۱۲	ہویں گے	رہیں گے
۱۶	۱۲	کہویں گے	کہیں گے
۱۶	۲۱	رہویں	رہیں
۱۹	۱۰	کسی	کس
۲۰	۱۳	شغبہ	شعبہ
۲۰	۱۶	آماو	اماد
۲۱	۲	کہ اس میں پہلے	کہ پہلے
۲۲	۹	کس	اس
۲۶	۲	بہجو	بیجو
۲۷	۲۰	سمجھتے کہ	سمجھتے ہیں کہ
۲۹	۶	ہونگیں	ہونگی
۳۶	۲۵	تکلیف	تکلف
۴۱	۲	شک ومشبہ	شک وشبہ
۴۱	۱۳	ابن شیبہ	ابن ابی شیبہ

غلطنامہ ترجمہ منزل سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
	۲	جادد	جادوگر
۴	۱	جن	جس
۱۳	۴	فاحق	تاحق
[illegible]	۳	یہ ان پر	ان پر
۳۰	۲	نہ نیا	نیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰	۱۲	صحیح	صحیح کہا ہے
۴۲	۷	جاسئے	جائیں
۴۳	۱۳	جھتے	جیتے
۴۴	۷	شعری	شعرا
۴۴	۱۵	آتی	اتی
۴۵	۱۳	بجناره	بنید
		دو دامن وابستہ	
۱۱۸	۲۲	دوزخ سے سے	دوزخ سے
۱۱۹	۱۳	پچھتر	تھپیڑ
۱۲۴	۱۲	خواہتی	خواہش
۱۲۴	۱۲	جس کو	جسکا
۱۲۶	۱۲	سقیط	لتیط
۱۳۲	۷	اجا	آجا
۱۳۲	۱۳	فاطنیین	فاطمیین
۱۳۲	۱۴	تھا	تا
۱۵۳	۱۱	کڑے	کڑے
۱۵۶	۷	ہیں	بس
		دعا بر نفسی	
۱۶۱	۱	رکھا	رکھے
۱۶۱	۲۲	ٹھڑیوں	گٹھڑیوں
۱۶۲	۴	لاب	تاب
۱۶۹	۱۲	اترکم	اکرکم
۱۸۳	۱۷	ضرورز	ضرور
۲۱۰	۵	واسطے	والی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۰	۱۲	کرتے ہیں	کرتے میں
۲۱۰	۱۹	بارہ پر	بندہ پر
۲۱۱	۱۸	مرودیوں	مرودیہ
۲۲۹	۲۱	گٹھلی	گٹھلی
		پارہ رہا	
۲۴۷	۱۸	ملبتی	بنی ء
۲۴۹	۱	وس	آدس
۲۴۹	۱۸	اسوقت	اسوقت تک
۲۴۵	۱۲	راست	راست
۲۵۲	۱۳	دل وکان	دل اور کان
۲۵۲	۱۷	سکتے	سے
۲۵۲	۲۲	اتیوں	آیتوں
۲۵۵	۱۳	تک	تک کر
۲۵۶	۴	رسول	رسولوں
۲۵۸	۲	والوں	واسطے
۲۵۸	۳	کو	کر
۲۵۸	۲۳	وگوں پید	لوگوں پر
۲۶۰	۲	مہیا	مہیا
۲۶۰	۱۴	سکے اس	اس
۲۶۰	۱۵	ررہتے	رہتے
۲۶۵	۲۲	جیمی	جہمیہ
۲۶۷	۱۲	والوں کہ	والوں سے کے

فہرست مطالب احسن التفاسیر منزل سوم

مختصر فہرست کتب اصح فضل الاخبار بک ایجنسی دہلی

بلوغ المرام من ادلة الاحکام مع محشی

ہر دو حصہ کامل

مصنفہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ جو متون حدیث میں ایک نہایت مشہور و مفید متن شری محنت اور جانفشانی سے مطبع نے چھاپا ہے اور چھپتے وقت ان چند ضروری اور مفید باتوں کی رعایت کیگئی ہے جو کسی مطبع نے اسکے چھپتے وقت نہیں کی سب سے بڑی مفید بات یہ ہے کہ کتاب کی تہذیب و تحشی ایسی خوبی سے کیگئی ہے کہ بیان سے باہر ہے علاوہ ازین جناب مولانا حاجی حافظ سید احمد حسن صاحب تو اول تعلقدار حیدر آباد دکن و رئیس دہلی نے اسکی تحشی و تہذیب جو محنت اٹھائی ہے اُسکا اندازہ تو کتاب کے پڑھنے سے ہی ہوگا لیکن بمضمون ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ حواشی کی چند خوبیاں مختصراً عرض کیجاتی ہیں (۱) جن کتابوں کی احادیث متن میں نقل کیگئی ہیں مولف نے اُن سب کتابوں کا اختصار کے خیال سے متن میں نام نہیں بتلایا تھا ان حواشی میں ہر ایک کتب کا نام بتلا دیا گیا ہے تاکہ حدیث کی تخریج پوری ہو جاوے (۲) بعض جگہ مولف نے مجمل طور پر کسی حدیث کا ضعف بتلایا تھا مگر اُسکا سبب کچھ نہیں بتلایا تھا ان حواشی میں ضعف کے سبب کی پوری تفصیل کر دیگئی ہے (۳) کسی حدیث کی تقویت جہانتک دوسری حدیث سے ممکن تھی کر دیگئی ہے تاکہ صحت حدیث میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہے (۴) اختصار کے خیال سے متن میں مولف نے کسی حدیث کو ادھورا نقل کیا تھا تو اُسکو پورا کر دیا گیا ہے (۵) متن کی دو حدیثوں میں جو تعارض تھا اُسکو اچھی طرح رفع کر دیا گیا اور جمع بین الحدیثین کی وجہ بیان کر دیگئی ہے (۶) مجتہدین مذہب نے جس حدیث سے کچھ استدلال کیا تھا وہ بیان کر دیا گیا ہے (۷) متن کی شروح کے علاوہ حدیث کی دس بارہ اور کتابوں سے مدد لیکر متن کو اس طرح حل کر دیا ہے کہ طلبہ کو متن کا مطلب سمجھنے میں بہت آسانی ہو گئی (۸) متن کے تمام غریب لغات کو اچھی طرح واضح المعنی کر دیا گیا ہے (۹) جن کتب سے اندر مطلب کیا گیا ہے حواشی کے ہر قول کے آخر میں ان کتابوں کا نام لکھدیا گیا ہے تاکہ ضرورت کیوقت اصل کتاب سے بھی مدد لی جا سکے

(۱۰) مختلف اقوال میں جو قول راجح تھا وہ ان حواشی میں لیا گیا ہے تاکہ ہر مسئلے کا قول معلوم ہو جاوے (۱۱) حواشی کے آخر میں ایک خاتمہ لکھدیا ہے جس سے ماخذ المتن کے مولفین کا اور خود مولف کا حال معلوم ہو سکے قیمت ۸؎

4923